آنچل
www.aanchalnovel.com
June 2016

بانی مدیرہ — زیب النساء
مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی
مدیرہ — قیصر آرا
نائب مدیرہ — سعیدہ نثار
مدیر خصوصی — طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین — جویریہ احمد، روبین احمد

جلد	38
شمارہ	03
جون	2016

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: مہوش آفتاب..... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ ''ماہ صبر (یعنی ماہ رمضان) کے مکمل روزے اور ہر ماہ تین روزے دلوں کے کھوٹ (شیطانی وساوس، کینہ اور قساوت قلبی وغیرہ) کو دور کردیتے ہیں۔''
(صحیح ابن حبان: 6557، وصححہ الالبانی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جون ۲۰۱۶ء کا آنچل کا حاضر مطالعہ ہے۔
امید ہے کہ آپ بہنیں بخیر ہوں گی موسم گرما کی شدت تو ملک گیر ہے اور اس شدید موسم میں اللہ سبحان وتعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں والا ماہِ مبارک رمضان بھی شروع ہورہا ہے۔ رمضان شریف وہ بابرکت مہینہ ہے جس کا ذکر رب کائنات نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے، قرآن حکیم کا نزول بھی اسی ماہِ مبارک میں ہوا اور اسی ماہِ مبارک میں ایک رات لیلۃ القدر ہے جو ہزار راتوں سے بہتر اور افضل ہے اور اسی ماہِ مبارک میں تمام آسمانی کتب اور صحیفے نازل کیے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ یکم تا تین رمضان مبارک کو نازل ہوئے، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور بارہ یا اٹھارہ رمضان کو عطا ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات چھ رمضان شریف کو عطا کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل بارہ یا تیرہ رمضانِ مبارک کو عطا ہوئی اور قرآنِ حکیم کا نزول بھی ستائیس رمضان شریف میں ہوا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کے روزے فرض فرمائے اور اس کی راتوں کے قیام کو قربِ الٰہی کا ذریعہ بتایا ہے۔ یہ ماہِ مبارک لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے والا مہینہ ہے اس ماہِ مبارک میں عبادات اور فرائض کا اجر عام دنوں کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ ملتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کو رمضان کے بارے میں ایسی پانچ چیزیں دی گئیں جو پچھلی کسی اُمت کو نہیں ملیں۔ (۱) روزے دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) روزے دار کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔ (۴) رمضان میں تمام سرکش شیاطین قید کردیے جاتے ہیں (۵) رمضان کی آخری راتوں میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ ایسا مقدس مہینہ خوش نصیبوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ میری تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ اس ماہِ مبارک میں کوشش کرکے زیادہ سے زیادہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمیں اس ماہِ مبارک میں اپنی اطاعت وفرماں برداری اور تمام تر عبادات الٰہیہ کو صحیح صحیح طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمائے آمین۔
آئندہ ماہ کا شمارہ ان شاءاللہ عید نمبر ہوگا بہنیں جلد از جلد اپنی نگارشات ارسال فرمائیں، شکریہ۔

اس ماہ کے ستارے

☆ ٹھوکر — اقبال بانو کے قلم سے ایک اور شہکار افسانہ جس کو پڑھ کر مدتوں یاد رکھا جائے گا۔
☆ حصار — بچوں کی عمدہ پرورش وتربیت کے اصولوں سے آگاہ کرتی طلعت نظامی کی بہترین کاوش۔
☆ سجود وقیام کے پیچھے — سجود وقیام کے اصل لطف سے آگاہ کرتی حمیرا نوشین بہترین کاوش کے ہمراہ شریک محفل ہیں۔
☆ یقین کامل — اپنے رب پر پختہ یقین رکھنے والوں کی کہانی عرشیہ ہاشمی کی زبانی۔
☆ خوبصورت قبر — ''وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے'' کی عملی تفسیر شبینہ گل کی موثر تحریر۔
☆ دل تو بچہ ہے جی — شگفتہ وطربیہ انداز میں لکھا مصباح علی کا خوب صورت افسانہ جو مسکراہٹوں کے پھول کھلا دے گا۔
☆ زرد پھولوں کی بارش — ماہ رمضان کے حوالے سے سمیرا کی موثر واصلاحی تحریر۔
☆ یہ دیا جلتا رہنے دو — نیکی کی شمع جلائے راشدہ رفعت پہلی مرتبہ شریک محفل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو
قیصر آرا

حمد

ہے سب تعریف ہی تیری زمیں تیری فلک تیرا
تُو مالک سب جہانوں کا' ہے ہر ذرہ یہاں تیرا
تری رحمت کا پرتو ہے جسے انسان کہتے ہیں
رحیمی صفت تیری ہے تجھے رحمٰن کہتے ہیں
تُو مالک ہے قیامت کا قیامت کا
تُو مالک روزِ محشر کا تُو مالک ہے عدالت کا
تُوسن لے تجھ سے کہتے ہیں عبادت تیری کرتے ہیں
مدد مانگیں گے بس تجھ سے یہ منت تیری کرتے ہیں
جنہیں انعام میں تُو نے چلایا سیدھے رستے پر
چلا ہم کو بھی اے مولا انہی بندوں کے رستے پر
غضب جن پر ہوا تیرا بچالے ان کے راستے سے
بچا گمراہ رستے سے بچالے بھٹکے رستے سے

محترمہ ثوبیہ ناز

نعت

نبی ﷺ دوسرے پیشوا بن کے آئے
محمد ﷺ مگر مصطفی ﷺ بن کے آئے
کہیں قاب قوسین کا راز کھولا
کہیں معنی ہل اتی بن کے آئے
کبھی عرش کی کنگروں کو سنوارا
کبھی شمع غارِ حرا بن کے آئے
کبھی محفل ابتداء کو سجایا
کبھی نقطۂ انتہا بن کے آئے
وہ مکے کی سختی وہ طائف کا منظر
محمد ﷺ خدا کی رضا بن کے آئے
امیروں کو رازِ اخوت بتایا
غریبوں کے حاجت روا بن کے آئے
کہیں عفو ورحمت کے جلوے دکھائے
کہیں وہ نبرد آزما بن کے آئے
نجاشی بھی خادم ابوذر بھی خادم
وہ سلطانِ شاہ و گدا بن کے آئے
کہیں بدر وخندق میں فوجیں لڑائیں
کہیں صلح کا سلسلہ بن کے آئے
کبھی دشت میں بکریوں کو چرایا
کبھی دہر کے پیشوا بن کے آئے
زمانے کی سوکھی ہوئی کھیتیوں پر
گھٹا بن کے برسے ہوا بن کے آئے
انہیں کی محبت ہے ایمان ماہر
جو کونین کا مدعا بن کے آئے

مولانا ماہر القادری

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

سمیرا شریف طور...... گجرانوالہ

ڈیئر سمیرا! سدا سہاگن رہو' آپ کی ناسازی طبع کے متعلق جان کر بے حد رنج ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور مکمل طور پر شفایاب ہوکر اپنے قارئین اور چاہنے والوں کے دل یونہی اپنے خوبصورت الفاظ سے جیتتی رہیں۔ شدید علالت کے دوران بھی آپ نے اپنی تحریر کی آخری قسط لکھی اور قارئین کی تشنگی مٹائی آپ کا یہ امر قابل تحسین ہے' قارئین سے بھی دعائے صحت کے ملتمس ہیں۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

عزیزی کوثر! سدا سلامت رہو' آپ سے نصف ملاقات مستزاد آپ کا شگفتہ و برجستہ انداز بے حد بھایا۔ بالکل بجا فرمایا کہ اگر لوگ لکھ کر بات کریں تو یقیناً فضول گوئی ختم ہوجائے گی لیکن جناب سب ہماری اور تمہاری طرح قلم چلانے میں ماہر نہیں اسی لیے زبان کا استعمال جاری رکھتے ہیں۔ حمد ونعت کتابی صورت میں جلد منظر عام پر آجائیں گی' جان کر بے حد خوشی ہوئی اگر آپ ہم سے انسیت کی دعویدار ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ شاید یہی معاملہ درپیش ہے' افسانہ نگاری کی جانب آپ کی طبیعت کا رجحان نہیں لیجیے جناب ہم بھی اصرار نہیں کرتے کیونکہ آپ جو کام کرنے جارہی ہیں وہ آپ کے لیے توشہ آخرت ہے اور اس کے آگے یہ سب کام ہیچ ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں میں سرخروئی وکامیابی سے نوازے' آمین۔

مقدس فاطمہ...... ماڑی پور' کراچی

ڈیئر فاطمہ! جگ جگ جیو' پہلی بار آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ آپ نے اتنی محنت کی ہے تو ضرور اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو کامیابی سے نوازے گا اور دعا ہے کہ نہ صرف دنیاوی امتحانات بلکہ آخرت کے امتحانات میں بھی کامیابی عطا فرمائے اور آپ میٹرک میں شاندار نمبروں سے کامیابی حاصل کریں' آمین۔ راحت وفا اور رفعت سراج تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی' ناول کی پسندیدگی کا شکریہ۔

سامعہ ملک پرویز...... خان پور' ہزارہ

ڈیئر سامعہ! سدا شاد رہو' طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے رنجور جذبات و احساسات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے۔ بے شک والدین کا سایہ سلامت ہو تو کوئی بھی تکلیف ومشکل پریشان نہیں کرتی لیکن ان کے سائے سے محرومی کے بعد زمانے کی تلخیوں اور کڑی دھوپ کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے۔ انسان وقت سے پہلے بہت سی تلخ حقیقتوں سے شناسا ہوکر ہمت ہارنے لگتا ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سمیت دیگر اہل خانہ کو صبر واستقامت نصیب فرمائے' آمین۔

انیلا سخاوت...... میانوالی

پیاری انیلا! آباد رہو' پیپرز سے فراغت کے بعد آپ کی شرکت بہت اچھی لگی' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو تمام امتحانات میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے کو ارسال کردی جاتی ہیں اور جو معیاری ہوتی ہیں انہیں محفوظ کرلیا جاتا ہے بعد ازاں اصلاح کی گنجائش ہو تو اصلاح کے بعد ضرور شامل کردی جاتی ہیں اگر آپ کی نظمیں بھی معیاری ہوئیں تو جلد شامل اشاعت ہوجائیں گی۔

حلیمہ زمان...... سعودی عرب

عزیزی حلیمہ! خوش وخرم رہو' شکوہ وشکایات سے بھرپور آپ کی میل موصول ہوئی بعض اوقات سسٹم کی خرابی کی بناء پر ای میل بروقت موصول نہیں ہوپاتی اسی بناء پر آپ کا نام شامل اشاعت نہ ہوسکا۔ آپ کے دکھ اور انتظار کے کیفیت سے گزرنے کا ہمیں اندازہ ہے امید ہے اب خفگی دور ہوجائے گی۔

ایمان علی...... کراچی

ڈیئر ایمان! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کے اور ہمارے درمیان طویل فاصلے سمٹ گئے ہیں اور آپ شادی کے بعد کراچی میں مقیم ہیں' شادی کی ڈھیروں مبارک

بادقبول کیجیے۔ اب جلد ہی کسی بھی موضوع پر اپنا مختصر افسانہ ارسال کردیں آنچل کے معیار کے مطابق ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سعدیہ عظیم...... بھاولپور

ڈیئر سعدی! سدا خوش رہو اچھی اور کامیاب رائٹر بننے کے لیے ضروری ہے کہ آپ دیگر رائٹرز کے انداز تحریر و اسلوب نگارش کا بغور مطالعہ کریں۔ اپنے مشاہدات کو وسعت دیں اور موضوع کے انتخاب میں انفرادیت کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ انداز تحریر میں بھی پختگی آئے گی اور آپ کے لکھنے کے فن کو مزید جلا ملے گی۔ آپ کی نگارشات جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

مہناز یوسف...... اورنگی ٹائون، کراچی

عزیزی مہناز! سدا مسکراؤ، دلچسپ انداز میں لکھا آپ کا خط پسند آیا۔ پیاری بہنا ایسے کاموں میں دیر سویر تاخیر، تقصیر بھول چوک تو ہوتی رہتی ہے بہرحال اگر آپ یونہی یاد دلانے کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں گی تو دیر ہوجانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امید بہار آپ نے قائم کرلی ہے تو ان شاء اللہ ڈھیر سارے پھل پھول بھی آنگن میں جلد ہی مہک جائیں گے ویسے آپ اسی پُر مزاح انداز میں ایک تحریر ارسال کردیں جس طرح سے یہ خط لکھا ہے۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہائو الدین

ڈیئر حمیرا! شاد و آباد رہو، ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آپ سے نصف ملاقات بے حد اچھی لگی۔ بے شک آپ کا شمار ہمارے ایسے قارئین میں ہوتا ہے، جن کی شمولیت آنچل کی بزم کو رونق عطا کرتی ہے۔ ہم نے آپ کی استدعا کو قبولیت کا درجہ بخشتے تحریر کو شامل اشاعت کرکے جون کے تپتے موسم میں فرحت کا احساس بخش دیا ہے دیگر تحریریں بھی جلد شامل کرلیں گے، امید ہے آپ کا قلمی تعاون اسی طرح آنچل وحجاب کے سنگ رہے گا۔

شکیلہ نصیب...... اقبال نگر

ڈیئر شکیلہ! سدا مسکراتی رہو، آپ کی بے پناہ چاہتوں اور دعاؤں پر مشکور ہیں۔ آپ کا کہنا بجا ہے، جس طرح والدین کی دائمی جدائی اولاد کے لیے بڑا سانحہ ہے اسی طرح اولاد کو اپنے ہاتھوں دائمی سفر پر بھیجنا والدین کے لیے زندہ درگور ہونے کے مترادف ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کبھی کسی کو اولاد کا دکھ مت دکھائے، اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے لخت جگر کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور یوم حساب میں اُن کو آپ کی لیے باعث نجات بنائے، آمین۔ بے شک اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کی گود میں ایک اور پھول ڈال کر آپ کو ہمت و حوصلہ عطا کیا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جانے والوں کا غم تا زندگی رہتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اپنی اولاد کے سنگ ڈھیروں خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

طیبہ نذیر...... شادیوال، گجرات

پیاری طیبہ! شاد و آباد رہو، یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ بھی جلد پیا دیس رخصت ہونے والی ہیں، اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو زندگی کی ڈھیروں خوشیاں اور آپ کا نصیب بلند فرمائے، آمین۔ یہی دستور دنیا ہے یہی رسم زمانہ ہے کہ والدین کو بیٹی کی صورت اپنے گھر آنگن کی رونق دوسروں کو سونپنا ہوتی ہے اور یہ حوصلہ اور ہمت بھی صرف ایک عورت ہی کی ہوتی ہے کہ وہ اپنا گھر بار سب چھوڑ کر ایک نئے گھر سے وابستہ ہوجاتی ہے۔ بے شک والدین کے لیے بیٹی کی رخصتی کا لمحہ جہاں خوشیوں کی گھڑی ہوتی ہے وہیں دل غم سے بوجھل بھی ہوتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اپنے والدین کے سنگ زندگی کی بہت سی خوشیوں سے ہمکنار کرے، آمین۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

ڈیئر صائمہ! سدا خوش رہو، آپ کے مفصل خط کے ذریعے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں اور تعلیم بھی اس کتاب کی دیتی ہیں جو تاقیامت سب کے لیے رہنمائی وہدایت کا ذریعہ ہے۔ آپ نے پانچ بچیوں کو قرآن پاک حفظ کرایا ہے، بے حد قابل تحسین امر ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ دونوں جہانوں میں آپ کو اس کار خیر کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ کا شکوہ بجا ہے، بہرحال آئندہ پوری کوشش کریں گے کہ آپ کی نگارشات یادگار لمحے میں ضرور شامل کی جائے۔ امید ہے اب مایوسی کو خیر باد کہتے ہوئے ناراضگی بھی ختم کردیں گی۔

بختاور فضل...... للہ شریف

عزیزی بختاور! سدا مسکراتی رہو، لیجیے جناب اب سارے دکھ بھول جائیں کم از کم اس دکھ سے تو آپ کو رہائی مل گئی کہ ہمارا خط شاملِ اشاعت نہیں ہوتا۔ پیاری بہنا! ہمیں آپ کی مشکلات اور بھائیوں سے منت سماجت کا بخوبی اندازہ ہے۔

بہنیں اس مسئلے سے اکثر دوچار نظر آتی ہیں لیکن اپنا کام نکلوانے کے لیے یہ سب کرنا پڑتا ہے۔ آپ کی دیگر نگارشات بھی جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے خوش رہیں۔

صائمہ ذوالفقار...... چک نمبر ۷

پیاری صائمہ! سدا سہاگن رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئی ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اپنے ہم سفر کے سنگ زندگی کی بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ آپ پروین افضل کے نام پیغام کے ذریعے اپنی بات کہہ سکتی ہیں۔

موم جٹ...... کالج روڈ

پیاری موم! جگ جگ جیو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل سے آپ کا دیرینہ تعلق پچھلے سات برسوں سے استوار ہے اگر اس دوران آپ نے ان کہانیوں کے مطالعہ سے زندگی کے رموز سے آگاہی اور شعور حاصل کیا تو بے شک آپ کا یہ امر ہمارے لیے قابل تحسین ہے کیونکہ ہمارے اس پرچے کی غرض وغایت ہی یہی ہے کہ اصلاح کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دیا جاسکے۔ اگر آپ میں بھی لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اپنی تحریروں سے کوئی مثبت پیغام قارئین کے نام کرنا چاہتی ہیں تو ضرور اپنا افسانہ ارسال کردیں اگر ہمارے پرچے کے معیار کے عین مطابق ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

مریم عبدالرحمن...... سیالکوٹ

ڈئیر مریم! سدا سہاگن رہو طویل عرصے بعد آپ سے یوں ملاقات بہت اچھی لگی بے شک گھریلو امور اور بچوں کی مصروفیات کے دوران اپنے مشاغل کے لیے وقت نکالنا کٹھن امر ہے لیکن آپ کی شرکت سے بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے چند لمحات ہمارے نام کیے۔ بہن کو منگنی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی بہن سمیت دیگر تمام بہنوں کو اچھے جوڑ کے رشتے عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے والدین کی دعاؤں کے سائے تلے اپنے گھروں میں شاد و آباد رہیں آمین۔ آپ تبصرہ لکھ سکتی ہیں اپنی پسند ناپسند اور دیگر آراء کا اظہار کرکے بھیج دیجیے البتہ تاخیر سے موصول ہونے کے سبب تبصرہ شامل ہونے سے محروم رہ جاتا ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے حجاب و آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

عظمیٰ جبیں...... لانڈھی کراچی

ڈئیر عظمیٰ! سدا مسکراتی رہو بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آج آپ ہمت کرکے ہمکلام ہوئی ہیں تو ہماری جانب سے بھی جواب حاضر ہے آپ کے خط سے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ پہلے اپنا مختصر افسانہ ارسال کردیں تاکہ آپ کے موضوع اور انداز تحریر کی پختگی کا اندازہ ہوسکے۔

لاریب انشال...... اوکاڑہ

عزیزی لاریب! سدا شاد رہو دور دراز سے ارسال کردہ آپ کا خط چاہت اور محبت کے جذبات سے لبریز تھا۔ ہمیں آپ کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہے کہ کس طرح اپنے شوق اور علمی لگن کے ہاتھوں مجبور ہوکر آپ اپنے گاؤں سے ڈاک روانہ کرتی ہیں اور پھر انتظار کے جانگسل لمحات سے گزرتی ہیں بہر حال اب کوشش یہی ہوگی کہ آپ کی تاخیر سے موصول ہونے والی نگارشات آئندہ ماہ کے لیے محفوظ کرلیں تاکہ آپ کی دل شکنی نہ ہو۔ آپ کی تحریر ان شاء اللہ باری آنے پر ضرور شائع ہوجائے گی۔

ذکیہ جبین عمر...... مانسہرہ

عزیزی ذکیہ! خوش و خرم رہو اگر آپ علم شناس اور ادب نواز لوگوں کی کمی محسوس کرتی رہیں تو اس دوران ہم بھی آپ جیسی علم دوست اور حقیقت شناس قاری کی کمی محسوس کرتے رہے۔ بے شک آپ کی غیر حاضری ایک طویل عرصے پر محیط ہے لیکن اب ناطہ جوڑا ہے تو یہ راستے و رابطے یونہی برقرار رکھیے گا۔ گھریلو امور کے ساتھ ساتھ تدریسی فرائض بھی بطریق احسن انجام دینا بے شک قابل قدر ہے۔ ہمیں آپ کی مصروفیات کا بھی اندازہ ہے بہر حال آئندہ یونہی آنچل کے زیر سایہ رہیے گا اور نوجوان نسل کی آبیاری کا فریضہ بھی سر انجام دیتی رہیے گا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ نیلم شاہ...... نامعلوم

پیاری نیلم! سدا آباد رہو آپ کے خط کے ذریعے مفصل حالات جان کر افسوس ہوا۔ آج بھی لوگ اپنی مردانگی کا مظاہرہ کرتے عورت جیسی کمزور صنف نازک پر ہاتھ اٹھاتے ہیں اور مرد کا یہ روپ خواہ کسی بھی رشتے کے طور پر سامنے آئے انتہائی شرمناک ہے۔ بہر حال ایسے لوگوں کے لیے اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ انہیں ہدایت عطا فرمائے آمین۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

پیاری کوثر! سدا شاد و آباد رہو آپ کی جانب سے دو افسانے موصول ہوئے دونوں ہی اپنے موضوع اور انداز تحریر میں پختگی کی بدولت کامیابی سے ہمکنار ہوگئے ہیں۔ اس قلمی سفر کی یہ کامیابیاں آپ کو بہت مبارک ہوں۔ آئندہ بھی اپنے قلم سے معاشرے کی اصلاح کا فریضہ سر انجام دیتی رہیں امید ہے آئندہ بھی آپ کا قلمی سفر ہمارے سنگ رہے گا۔

حمیرا شاہین...... ای میل

عزیزی حمیرا! شاد رہو "بنت حوا" کے عنوان سے آپ کا مختصر افسانہ موصول ہوا آپ نے مقابلہ افسانہ نگاری میں تھرڈ پوزیشن حاصل کی بے شک اس بات کی صداقت آپ کے افسانے سے بخوبی ہورہی ہے۔ انہی خصائص و موضوع کے عمدہ چناؤ کی بدولت آپ کا افسانہ جلد حجاب کی زینت بن جائے گا۔ آئندہ بھی آپ اپنی تحریریں بلا اجازت ارسال کرسکتی ہیں۔ امید ہے آپ کا قلمی تعاون آنچل و حجاب کو حاصل رہے گا۔

حنا اشرف...... کوٹ ادو

عزیزی حنا! شاد و آباد رہو آپ کی فیملی کے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کا سن کر بے حد دکھ ہوا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ہر کسی کو ناگہانی آفات و مصائب سے محفوظ رکھے اور آپ کے ماموں خالہ اور والدہ کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔

اسماء ناصر...... گجر کلا' سیالکوٹ

پیاری بہن! سدا آباد رہو طویل عرصے بعد آنچل میں آپ کی آمد بہت بھلی لگی۔ اب آپ نے قلم اٹھایا ہے تو اسی طرح اپنے جذبات و احساسات کا اظہار بذریعہ قلم کرتی رہیے گا۔ نازیہ کنول تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

اشک...... سرگودھا

ڈیئر اشک! سدا مسکراتی رہو آپ کی شرکت بے حد اچھی لگی۔ آپ نے نظمیں غزلیں ارسال کی ہیں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ ہر سلسلہ کے لیے علیحدہ صفحہ کا استعمال کریں۔ اس طرح سب چیزیں ایک ساتھ لکھنے سے ڈاک ضائع ہوجاتی ہے آپ کی نظمیں متعلقہ شعبے میں ارسال کردی ہیں اگر معیاری ہوئیں تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سیدہ فرحین جعفری...... نامعلوم

ڈیئر فرحین! جیتی رہو آپ کی جانب سے تحریر "بھولا" کے عنوان سے موصول ہوئی۔ انداز تحریر کی پختگی اور موضوع کی انفرادیت کی بدولت یہ تحریر کامیابی کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ آئندہ بھی اسی طرح موضوع کی انفرادیت کو پیش نظر رکھتے قلمی تعاون برقرار رکھیے گا۔

شمع مسکان...... جام پور

ڈیئر شمع! مانند شمع روشن رہو سال گرہ نمبر کے حوالے سے آپ کی مختصر تحریر موصول ہوئی لیکن تحریر پڑھ کر یہ اندازہ ہوا کہ یہ تحریر کم اور دوست کا پیغام زیادہ ہے۔ آپ نے تمام دوستوں اور دیگر بہنوں کو تو شامل کرلیا ہے لیکن کہانی کا حسن ماند پڑ گیا۔ آرٹیکل کی طرز پر بھی نہیں ہے' آپ اپنی کاوش جاری رکھیں امید ہے آئندہ سال گرہ نمبر کے لیے کچھ بہتر لکھ پائیں گی۔

نوشین...... نامعلوم

عزیزی بہنا! شاد و آباد رہو' آپ کی تحریر "گمنام محسنہ" پڑھ ڈالی' انداز تحریر کی پختگی اور موضوع کے عمدہ چناؤ کی بدولت کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری البتہ بعض جگہ مطالعہ کی کمی بے حد محسوس ہوئی لہٰذا اس کامیابی پر مبارک باد قبول کرتے اپنے مطالعہ کو وسیع کریں اور طرز تحریر میں پختگی لائیں تاکہ پڑھنے والے آپ کی تحریر کو بھرپور انداز میں سراہیں۔

عینی پریشے...... ای میل

ڈیئر عینی! جگ جگ جیو آپ کی جانب سے بے حد مختصر تحریر "شکست زدہ محبت" موصول ہوئی۔ یہ کہانی آدھے صفحے پر مشتمل ہے آئندہ اپنے خیالات کا اظہار مربوط جامع انداز میں کیجیے تاکہ تشنگی نہ رہے۔ بہرحال آپ کی تحریر جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے' اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے دیگر اصلاحی موضوعات پر قلم آزمائی جاری رکھیں۔

آفرین اعوان...... اٹک

عزیزی آفرین! جیتی رہو "ہم کہ مثل چراغ راہ" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی۔ موضوع کا چناؤ اصلاحی مقصد کے زیر اثر ہے لیکن بعض باتوں میں تضاد کی بنا پر کہانی کمزور ہے اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے ہوئے مزید محنت سے لکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ آپ کی یہ تحریر تھوڑی رد و بدل کے بعد شامل اشاعت ہوجائے گی۔

ارسال کردیں۔

ناقابل اشاعت:۔

لہو رنگ آنکھیں' وہ ایک لمحہ خواب سا' ہماری ادھوری کہانی' تیرے ہجر میں جلنا مشکل' کھلا آسماں' محبت ہو رہی جالی ہے' تقدیر' گمراہی' عشق کا روگ گہرا' ذوالفقار' محبت اور محبت' لاکھوں میں ایک' عبرت' تیرا شکر ہے مالک' نصیب اپنا اپنا' بس یہی ہے زندگی' جدائی' جرم محبت' بہت نامراد شے ہے جنون' یقین کامل' شک' غلطی' مقناطیس' بن تیرے' محبت میری' مجرم کون' اونچی اڑان' نقاب' وہ ایک خواب' پھولوں کی آرزو ہیں' برتھ ڈے' آنچل' ببول کی کاشت' بلاعنوان' بلاعنوان' محبت یوں بھی ہوتی ہے' میری آزمائش' آتش حسد' زندگی کانچ کا کھلونا' بڑھاپے کا سہارا کون' ہاری' اے عشق ہمیں برباد نہ کر' بے وفا صنم' چاہتوں کے درمیان۔

مبشرہ مقصود...... نامعلوم

ڈیئر مبشرہ! جیتی رہو' طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی' بہت شک آج کل نفسانفسی کے عالم میں ہر کوئی اپنی ذات کی الجھنوں میں مبتلا ہے کہ دیگر احباب کے لیے وقت نکالنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ آپ نے اپنی مصروف گھڑیوں میں سے چند پل نکال کر ہمارے نام کیے بے حد اچھا لگا۔ آپ کا آرٹیکل پڑھ کر اندازہ ہوگیا ہے کہ آپ بہت بہتر انداز میں لکھ سکتی ہیں۔ وطن عزیز کو داؤ پر لگا کر اپنے مفادات کے حصول کی سیاست آپ نے بخوبی اس آرٹیکل میں پیش کی ہے۔ امید ہے دیگر موضوعات کو بھی آپ زیر قلم لائیں گی۔

دانیہ آفرین...... کراچی

عزیزی دانیہ! شاد و آباد رہو' عید نمبر کے لیے خصوصی تحریر ''میں چاند اور تم'' موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کا اندازِ تحریر کمزور ہے۔ آپ اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے دیگر رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں اس سے اندازِ تحریر میں پختگی آئے گی اور اسلوب تحریر بھی بہتر ہوگا' امید ہے کوشش محنت ولگن کے ساتھ جاری رکھیں گی۔

عرشیہ ہاشمی...... آزاد کشمیر

ڈیئر عرشیہ! سدا مسکراؤ' سب سے پہلے تو اپنی تحریر کی اشاعت پر ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔ آپ کی دوسری تحریر ''میری زندگی ہے تو'' اپنے موضوع اور اندازِ تحریر کی پختگی کی بدولت جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری البتہ بعض باتیں حقیقت سے بعید ہیں اس لیے ضروری کانٹ چھانٹ کے بعد شاملِ اشاعت ہوجائے گی۔ اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے موضوع کی انفرادیت کا خیال رکھیں۔

اقراء اعجاز...... ای میل

ڈیئر اقراء! جیتی رہو' ذوالفقار کے عنوان سے آپ نے اپنی تحریر ارسال کی۔ موضوع کا چناؤ بہت عمدہ تھا' صحرا کے باسیوں کے تلخ روز و شب اور بھوک وافلاس کو بہت عمدگی سے لفظوں کا پیراہن عطا کیا ہے لیکن کہانی اس لیے کمزور ہوگئی ہے کہ آپ نے یہ جذبات واحساسات ایک سال کے بچے کے دکھائے ہیں جبکہ مکالمہ نگاری اس کی عمر وحالات کے مطابق نہیں ہے۔ ان باتوں کا خیال رکھتے اسی موضوع کو ازسرنو صفحات کی زینت بنائیں اور کچھ ردوبدل کے ساتھ

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

علیہم السلام

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ: اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پالنے والے! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ یقیناً تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور یہ فاجر اور ڈھیٹ کافروں کو ہی جنم دیں گے۔ (نوح۔۲۶، ۲۷)

حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بددعا اپنی قوم کے لئے اس وقت کی جب وہ اپنی قوم کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے مطلع بھی فرما دیا تھا (ہود۔۳۶) ان کی یہ بددعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کشتی بنائیں جیسا کہ سورہ ہود کی اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے۔

ترجمہ: اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیئے جانے والے ہیں۔ اس حکم ربی کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کشتی کی تیاری میں مصروف ہو گئے تو قوم کے لوگوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ لو اب یہ نبی سے بڑھئی بن گئے اور ان کی عقل دیکھو کہ خشک زمین پر پانی سے بچاؤ کا انتظام کر رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ”تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور اس پر ہمیشگی کی سزا اتر آئے۔“ (ہود۔۳۹)

آخر مدت ختم ہوئی اور دردناک عذاب کی صبح طلوع ہوئی۔ غضب الٰہی آ پہنچا آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ زمین کے سوتے پھوٹ پڑے اور تمام زمین جل تھل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اور ان کو چھوڑ کر جن کے لئے حکم ہو چکا ہے دوسرے گھر والوں اور سب ایمان لانے والوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جس کا نام یام اور اس کا لقب کنعان تھا ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور کشتی پر سوار نہیں ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے شفقت پدری سے مجبور ہو کر اسے آواز دی کہ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہ لیکن وہ نہ مانا اور اس نے کہا کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور طوفان سے بچ جاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا آج اللہ کی رحمت کے سوا کوئی چیز کسی کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتی۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک موج نے کنعان کو اپنے اندر چھپا لیا اور وہ غرق آب ہو گیا۔ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو کافر نہیں سمجھتے تھے یہ ان کی غلط فہمی تھی جو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر دور فرما دی کہ وہ تیرے ان گھر والوں میں سے نہیں ہے جن کو بچانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جب سب کافر ڈوب گئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تمام پانی پی لے اور اے آسمان تھم جا چنانچہ پانی تھم گیا اور زمین خشک ہو گئی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر جا لگی سورۃ ہود کی آیت ۴۸ جس کی تشریح یہاں کی گئی ہے اس میں حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سلامتی کے ساتھ اپنی برکتوں کی بشارت دے رہا ہے اور احکام الٰہی نہ ماننے والوں کو عذاب الیم کی وعید بھی سنا رہا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے بعد تاریخ اسلام دوسرے دور میں داخل ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصص میں اللہ کا وعدہ حقیقت اختیار کرتا ہے۔

ترجمہ: اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا انہوں نے بھی جواب

سلام دیا اور بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ (ہود۔۶۹)

تفسیر: آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خوشخبری پہنچائی جارہی ہے اور آداب مہمان نوازی کا اظہار و تعلیم بھی دی جارہی ہے قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تفصیل طلب ہے اسے مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ مفہوم کو اچھی طرح سمجھا جاسکے۔ کیونکہ یہ آیت مبارکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق آیات میں سے ہے اس کا تسلسل حضرت لوط علیہ السلام اور قوم لوط سے بھی ہے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا گیا ہے حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ہی زمانے میں دو مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ وہ آپ کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک ہی جماعت کو دونوں کے پاس بھیجا تھا وہ پہلے حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا جس کا جواب وعلیکم سلام کہہ کر حضرت ابراہیم نے دیا انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا ہے اور اس بڑھاپے میں حضرت سارہ کے بطن سے بیٹا عطا کرنے والا ہے اور یہ بھی بتایا کہ قوم لوط کے بدمعاشوں اور ظالموں سے عنقریب دنیا کو پاک کردیا جائے گا لیکن اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کو پہچان نہیں سکے اور نہ ہی لوط علیہ السلام انہیں پہچان سکے تھے فرشتے حسین وجمیل خوب رو نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں آدمی اور مہمان سمجھتے ہوئے ان کے لئے حضرت سارہ کا پالا ہوا گائے کا فربہ بچھڑا بھنوا کر ان کے سامنے لاکر رکھ دیا تاکہ مہمانوں کی خاطر داری ہوسکے۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس وقت یہ خوش خبری دی گئی اس وقت آپ کی عمر ۹۹ برس تھی۔ بشارت یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو پھیلائے گا۔ فلسطین کی سرزمین میں ان کی حکومت قائم کرے گا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کی اولاد کے دسویں سلسلہ میں تھے۔ اور آپ کی پیدائش کلدانیوں کے شہر اُر میں ہوئی تھی۔ لیکن بعض مورخین آپ کی پیدائش کا مقام کوفہ شہر تحریر کرتے ہیں آپ کا نام ابرام کی بجائے ابراہیم رکھا گیا نام کا پہلا جزو اَب عربی کا اَب ہے جس کے معنی باپ کے ہیں اور کلدانی زبان میں راہیم عوام یا جمہور کو کہتے ہیں اس طرح آپ کے نام ابراہیم کے معنی ''لوگوں کے باپ'' جب کہ بعض کے نزدیک اَب راحیم یعنی رحم کرنے والا باپ کا بگڑا ہوا ہے۔ اس صورت میں دونوں جزو عربی کے ہیں۔ آپ کی قوم صابی تھی جو ستارہ پرست تھی آپ کے والد کا نام تارخ یا آذر تھا صابیت جو بت پرستی ہی کی ایک شکل تھی سے آپ کی فطرت سلیم نے بچپن میں ہی انکار کردیا تھا اور آپ نے ہر طرف سے بے خوف ہوکر اعلان کردیا کہ ''میں نے ہر طرف سے کٹ کر زمین وآسمان پیدا کرنے والے کی طرف اپنا رخ کرلیا ہے۔ میں مشرکوں میں شامل نہیں ہوں۔'' آپ کی حق پرستی کے جرم میں بادشاہ وقت نے آپ کو آگ میں ڈالا مگر حکم الٰہی سے آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔ اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہوکر آپ نے عراق سے اپنی اہلیہ حضرت سارہ کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے تبلیغ دین کے لئے مصر کا سفر کیا اور پھر شام لوٹ آئے۔ قیام شام کے دوران ہی آپ کو ملنے والی خوش خبری پوری ہوئی یعنی حضرت حاجرہ جو آپ کی اہلیہ حضرت سارہ کی باندی تھیں جنہیں حضرت سارہ نے اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردیا تھا سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے پھر کچھ ہی مدت بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسحٰق کی ولادت سے قبل ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم الٰہی سے اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ حضرت حاجرہ کے ساتھ حجاز کے اس چٹیل میدان میں چھوڑ آئے جو یمن سے شام جانے والے

قافلوں کی گزرگاہ تھی۔ حضرت حاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کی بھوک پیاس دور کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہاں زم زم کا چشمہ جاری کیا۔ جو حضرت حاجرہ کی بے قراری اور اپنے بچے سے بے پناہ الفت وممتا کا مظہر بھی ہے اسی چشمہ زم زم کے باعث قبیلہ جرہم کے لوگوں نے بھی وہاں سکونت اختیار کر لی اور اس طرح مکہ شہر کی ابتدا ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کبھی اپنے بیٹے اور اپنی بیوی حاجرہ سے ملنے مکہ آتے اور شہر کی آبادی میں اضافہ دیکھتے تو باشندوں کو دینی اور دنیاوی خوشحالی کی دعائیں فرماتے۔

جب حضرت اسمٰعیل کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مدد سے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کے گھر کعبہ کی تعمیر شروع کی اور تعمیر ہونے پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کعبہ کا پہلا متولی وامام مقرر فرمایا۔
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم جو چشمہ زم زم کے باعث وہاں سکونت پذیر ہوا تھا میں ہی ہوئی۔
آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی اس ہی قبیلے کی ایک شاخ قریش کہلائی اور قریش ہی کے سب سے معزز گھرانے بنوہاشم میں اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام جو شام میں ہی پیدا ہوئے اور وہیں رہے ان کی نسل سے بہت سے نبی پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان ہی کی نسل سے تھے۔ حضرت یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اسی لئے ان کی اولاد نبی اسرائیل کہلائی۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ابوالانبیاء کہا اور اسلام کو ملتِ ابراہیم سے تعبیر کیا اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حنیفاً مسلماً یعنی سب طرف سے کٹ کر اللہ کا ہو جانے والا اور اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردینے والا کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی گئی بشارت کو اس طرح پورا فرمایا اور انہیں جو "سلام" یعنی سلامتی کہلائی گئی تھی اسے رہتی دنیا تک کے لئے پھیلا کر پورا فرمادیا اور ان کی ہر سنت کی رہتی دنیا تک کے لئے توثیق فرمادی۔

ترجمہ: کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو صبر کے بدلے کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دارآخرت کا۔ (الرعد۔۲۴)
تفسیر: آیت مبارکہ میں ان اہل ایمان کے لئے خوش خبری دی جارہی ہے جو دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے کوشاں رہے ہوں گے اور ہر قسم کے شرک وکفر سے بچتے رہے ہوں گے اور اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزاری ہوگی یہی لوگ آخرت میں عالی مقام پر ہوں گے ان کے دائمی قیام کے لئے بہترین باغات ہوں گے جہاں وہ اپنے عزیز واقارب آباؤاجداد اور اپنی اولادوں کے ساتھ قیام کریں گے جو نیک وصالح ہوں گے ان باغات میں نیکی اور اعمال صالح ہی کی بدولت داخل ہوسکیں گے اگر ان اہل ایمان کے ماں باپ اولادیں جنت کے لائق تو ہوں گی لیکن ان کے درجے کی نہیں ہوں گی تو بھی رب کریم اپنی رحمت ومغفرت کے ذریعے انہیں درجات بلند فرما کر ان کے ساتھ رہنے کے قابل کردے گا یہ اہل ایمان کون ہوں گے جن کو فرشتے سلام کہتے ہوں گے ان کی خصوصیات کیا ہوں گی ان کے اوصاف بھی ہمیں بتادیئے گئے ہیں تاکہ ہمیں سمجھنے میں کوئی کوتاہی کوئی غفلت نہ ہو۔
(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے والے۔
(۲) اپنے کئے ہوئے عہد وپیمان کو نہ توڑنے والے اور ان کی پابندی کرنے والے ہوں گے۔
(۳) صلہ رحمی کرنے والے قرابت داری کے حقوق ادا کرنے والے اور جس چیز کا اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہوا سے جوڑے رکھتے ہوں گے۔
(۴) اللہ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہوں گے۔

(۵) روز قیامت و آخرت پر کامل ایمان رکھنے والے اور حساب کی سختی سے ڈرنے والے ہوں گے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی کے لئے تکلیف و مصیبت پر صبر کرنے والے ہوں اور جن چیزوں سے اللہ نے روک دیا ہے ان سے رکنے والے ہوں گے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ہر قسم کی سختیوں کو صبر و قناعت سے برداشت کرنے والے ہوں گے۔

(۷) ٹھیک وقت پر پابندی سے باجماعت نماز ادا کرنے والے ہوں گے۔

(۸) صدقات و خیرات، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی ادائیگی پابندی سے کرنے والے ہوں گے۔

(۹) برائی کو بھلائی سے دفع کرنے یعنی بدی و برائی کے بدلے نیکی و بھلائی سے جواب دینے اور معاف کردینے والے ہوں گے۔

ان ہی خصوصیات کے باعث اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے اور جو اہل ایمان ان صفات کو اپنا کر اللہ کی رضا کے حصول کے لئے عمل کرے گا اللہ کے فرشتے اس کی تعظیم و تکریم کریں گے اور ہر طرف سے آ کر اسے سلام کریں گے اور مبارک باد دیں گے اور کہیں گے کہ تم دنیا میں اللہ کے احکام بجالائے اور وہاں کی عارضی تکالیف کو اللہ کے لئے برداشت کیا اور صبر سے کام لیا اس کے بدلے میں یہاں کی سلامتی اور دائمی راحتیں تمہیں مبارک ہوں اور یہ گھر ہمیشہ رہنے والا اچھا اور بہترین گھر ہے۔ وہ یہ خوش خبری بھی دیں گے کہ اب تم ایسی جگہ آ گئے ہو جہاں تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اب یہاں تم ہر آفت سے ہر تکلیف سے ہر خطرے اندیشے سے محفوظ ہو۔ اس کی تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارک سے بھی ہوتی ہے "اور اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہ پڑو گے۔ اور اب تم ہمیشہ مقیم رہو گے کبھی کوچ کرنے کی تمہیں ضرورت نہ ہوگی۔" (بخاری مسلم) گویا جنت میں ایسے اہل ایمان کے لئے ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی اور سلامت و مبارک اور جشن مسرت کا سماں برپا ہوگا۔

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اپنے رب کے حکم سے جہاں ان کا خیر مقدم سلام سے کیا جائے گا۔ (ابراہیم۔۲۳)

تفسیر: آیت مبارکہ میں ان تمام اہل ایمان کو خوش خبری دی جارہی ہے جو ایمان پر قائم رہے اور احکام الٰہی کے مطابق اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے انہوں نے صراط مستقیم پر اپنے قدم جمائے رکھے اور شیطان کے کہے میں نہیں آئے اس کے ورغلانے سے کسی طرح سے بھی نہیں بہکے نہ بھٹکے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور کسی بھی طرح سے شیطان کے بہکانے سے نہ بہکے ایسے ہی لوگوں کو یہاں خوش خبری دی جارہی ہے کہ روز آخرت ایسے مضبوط ایمان کے حامل افراد کو ان کے نیک اعمال کے باعث ہی ان جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے ٹھنڈے میٹھے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جہاں وہ اپنی دائمی زندگی گزاریں گے اور ان جنتوں میں ان کا استقبال فرشتے سلام کر کے کریں گے اور انہیں سلامتی کی خوش خبریاں سناتے رہیں گے۔

(جاری ہے)

عروسہ پرویز

ملیحہ احمد

آنچل اسٹاف اینڈ قارئین کرام' آپ سب کو عروسہ پرویز کا چاہتوں اور محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ میرا تعلق چکوال کے ایک گاؤں کالیس سے ہے۔ تاریخ پیدائش 12 اکتوبر 1992ء ہے' اسٹار لبرا ہے۔ تعلیم بی اے ہے' آگے مزید پڑھنے کا ارادہ ہے۔ ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ سب سے بڑی بہن کا نام مصباح پرویز ہے' دوسری کا نام انیسہ پرویز ہے' تیسرے نمبر پر بھائی قاسم ہے جو دبئی میں ہوتے ہیں۔ قاسم میں تمہارے لیے یہی دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہیں اتنی دولت دے کہ تمہارا دامن تنگ پڑ جائے' آمین۔ سب سے چھوٹی میں ہوں اور گھر والوں کی لاڈلی بھی ہوں لیکن میں نے اس لاڈ سے کبھی بھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ ابو کا نام پرویز اختر ہے وہ بہت اچھے ہیں۔ امی کا نام کوثر بتول ہے انہیں فوت ہوئے 12 سال ہوگئے ہیں۔ میری امی بہت اچھی تھیں' اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے' آمین۔ مصباح کو پیار سے مومی کہتی ہوں' وہ بہت اچھی ہے اپنے تمام دکھ درد اسی سے شیئر کرتی ہوں۔ اس کی شادی کو تین سال ہوگئے ہیں اس کے بیٹے کا نام شاہ ویز ہے وہ بہت کیوٹ اور شرارتی ہے۔ اس میں ہم سب گھر والوں کی جان ہے تو جناب اب ہم اپنی خامیوں کا تذکرہ کریں گے کہ خوبیاں سنایا سنانا تو سب کو پسند ہوتا ہے مگر خامیوں پر لوگ کم ہی متوجہ ہوتے ہیں لیکن میری خوبیاں اور خامیاں تو قریبی لوگ ہی بتاسکتے ہیں۔ سب سے پہلے خامیوں کی طرف چلتے ہیں' مصباح کہہ رہی ہے کہ تم بہت حساس ہو جو کہ تمہیں نہیں ہونا چاہیے۔ ابو کہہ رہے ہیں کہ تم بہت لڑاکا ہو یار یہ بالکل غلط بات ہے (کم از کم میرے نزدیک) نانو کہہ رہی ہیں کہ تم کنجوس بہت ہو۔ اب بہت ہوگیا یار! میں اپنی بے عزتی ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔ دوست بنانا بہت اچھا لگتا ہے لیکن میری آج تک کسی سے دوستی نہیں ہوسکی۔ میرے نزدیک دوستی تو ایک انمول رشتہ ہے لیکن مجھے اس وقت بہت دکھ ہوتا ہے جب لڑکیاں دوستی کی آڑ میں اپنی ضرورت پوری کرکے مجھ سے دوستی توڑ دیتی ہیں (دوستو اداس نہ ہو کیونکہ مسکرانا ہی زندگی ہے)۔ اب چلتے ہیں میری پسند اور ناپسند کی طرف' سرخ گلاب پسند ہے' رنگوں میں سرخ رنگ پسند ہے۔ کھانے میں گوبھی آلو اور بریانی پسند ہے۔ اپنی آنکھیں بہت پسند ہیں اور سرخ کانچ کی چوڑیاں تو میری جان ہیں۔ پسندیدہ لباس چوڑی دار پاجامہ اور لانگ قمیص ہے۔ موسیقی سے مجھے بہت لگاؤ ہے' فیورٹ سنگرز راحت فتح علی خان اور ابرار الحق ہیں۔ پسندیدہ فنکار جبران شاہد' ریما ملک اور کرن حق ہیں۔ کرکٹ بہت پسند ہے' کرکٹر عبدالرزاق بہت پسند ہے۔ آئس کریم ونیلا فلیور پسند ہے' گھر میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے لیکن میری بہت خواہش ہوتی ہے کہ سب مجھے نور کہہ کر پکاریں کیونکہ مجھے نور نام بہت پسند ہے۔ گھر میں مجھے قاسم اور مصباح نونی کہہ کر پکارتے ہیں۔ ابو اور باقی لوگ روسی بلاتے ہیں' برفی میں تو میری جان ہے۔ حورین حسن (جھنگ) میں آپ کو آنچل کے ذریعے مخاطب کرنا چاہتی ہوں میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ میں کچھ خاص ہے کہ مجھے آپ سے دوستی کرکے آپ سے مایوس نہیں ہونا پڑے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک اچھی رائٹر اور اسلامک اسکالر بنائے' آمین۔ اگر کوئی اور مجھ سے دوستی کی خواہش مند ہو تو میں دل وجان سے حاضر ہوں۔

السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب ایک دم فٹ ہوں گے اور جو نہیں ہیں ان کے لیے بیسٹ وشز۔ لگتا ہے ہماری انٹری ہوگئی' تھینک گاڈ ماہ بدولت کا نام اقراء محسود ہے ڈیٹ آف برتھ 5th مارچ 1999ء کو اس دنیا میں تشریف لائی (بقول میری بڑی آپی کہ آپ کی طرح حسن میں نے کبھی نہیں دیکھا) ارے ارے اسٹاپ سسٹر عاصمہ! جیلس نہ ہو اب کی نہیں بچپن کی بات کررہی ہوں۔ ناؤ بیوٹی فل نیس میں تو آپ نمبر ون ہیں (ہی ہی ہاہاہا)۔ ہم چار بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ تین کیوٹ سی بھابیاں بھی ہیں' اللہ وتبارک تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کی کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔ ہماری جوائنٹ فیملی ہے' دو بہنیں شادی شدہ ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں بھی دونوں جہانوں کی کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔ بڑے بھائی جان اور عاصمہ کی نوک جھونک اچھی لگتی ہے' ہماری لینگوئج پشتو ہے' ہم ٹانک سٹی کے رہنے والے ہیں' فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد میرے پپا اور پھر میرے برادرز۔ فیورٹ ہابی اپنے پیرنٹس سے باتیں' سیڈ سونگز فیورٹ ہیں۔ سردیوں میں مغرب کا وقت پسند ہے۔ تمام مصنفہ بیسٹ ہیں' کھانے میں جو بھی ملے جہاں بھی ملے کھالیتی ہوں۔ جیولری میں ٹاپس پسند ہیں' ڈریس میں شلوار قمیص اور فراک پسند ہے۔ کلر میں بلیو وائٹ' بلیک پسند ہے' پھولوں میں سورج مکھی پسند ہے۔ کنٹریز میں فرانس فیورٹ ہے۔ شہروں میں ہر وہ شہر پسند ہے جس میں کوئی بھی ہمارا اپنا نہ ہو سوائے اپنی فیملی کے۔

بقول میری بہن عاصمہ کے میں مغرور ہوں لیکن......

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے

خامیوں کی بات کریں تو میں کہتی ہوں......

ہمیں تو دنیا میں کوئی بے وفا نہ ملا
کمی جو پائی تو اپنے خلوص میں پائی

اور میری سب سے خراب عادت......

ایک بار جس کو اپنی نظروں سے گرادیں
اس شخص کو پھر دل میں بسایا نہیں کرتے

(میری مما) امی کی ڈانٹ اچھی لگتی ہے اور میں اپنی مما سے بہت فرینک ہوں اور میری مما سب سے اچھی مما ہیں اینڈ مائی بیسٹ فرینڈ۔

لبوں پہ اس کے کبھی بددعا نہیں ہوتی
وہ ایک ماں ہے جو مجھ سے کبھی خفا نہیں ہوتی

اور ہاں فرینڈز! میں نے عشق بھی کیا ہے (اوئے غصہ نہ کرو یار! ڈونٹ وری اپنی مما سے کیا ہے)۔

یوں نبھانے کو ہیں سو روپ محبت کے مگر
مجھ کو بس ایک ہی کافی ہے محبت میری ماں
جس کے کردار کا ہر روپ مکمل تھا فخر
تھیں صداقت تھیں عدالت تھیں محبت میری ماں

(اپنی سسٹرز کے نام ایک پیغام) اپنے والدین کا ہمیشہ خیال رکھنا' ان کے سامنے ہمیشہ سر جھکانا اور ان کے حکم کو ہمیشہ پورا کرنا چاہیے وہ آپ کو پسند نہ ہو پھر بھی اپنے والدین کے لیے کبھی بھی ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرنا پلیز کیونکہ ہم مسلمانوں نے تو ایک بھی اچھا کام نہیں کیا صرف والدین ہی ایک ایسی ہستی ہیں جن کی دعاؤں سے ہم کامیاب ہوسکتے ہیں اور اگر ہمارے والدین ہم سے راضی ہوں تو ہمارا رب بھی ہم سے راضی ہوگا۔ اللہ حافظ۔

ام کلثوم

آرڈر...... آرڈر...... آرڈر...... دل تھام کے پڑھیے کیونکہ اب تشریف لارہی ہیں شہزادی ام کلثوم (ہائے میں مرجاواں یہ خوش فہمی)۔ تمام آنچل اسٹاف اور رائٹرز اور چلبلے قارئین کو السلام علیکم! 10 جون کی کڑکتی دھوپ اور گرمی میں ملک پاکستان کے شہر منڈی بہاؤالدین کے ایک پسماندہ علاقے میں اس دنیا کے اندھیروں کو دور کرنے کے لیے ایک روشنی بن کے آئے (ہائے اللہ)۔ اور جس دن اس دنیا میں تشریف لائی تو پورے ضلع کی بجلی کٹ گئی (ہے نا کمال)۔ چھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور سارے گھر کی رونق ہوں۔ (روتے ہوئے کو ہنسانا میرا مشغلہ ہے) فوجی بننا میرا خواب تو نہیں بلکہ جنون اور عشق ہے (اور ٹریننگ میں ایک فرینڈ کی ٹانگ توڑ چکی ہوں) تعلیمی ریکارڈ ہمیشہ سے شاندار رہا ہے۔ اساتذہ کے لیے باعث فخر رہی ہوں' بی اے سائیکالوجی کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ درس نظامیہ کے آٹھ سالہ کورسز مکمل کرچکی ہوں' ترجمہ تفسیر قرآن' قرأت' قرآن کمپیوٹر کورس' فاضل عربی کا شرف بھی حاصل کرچکی ہوں (شوخی نہیں بگھار رہی)۔ ادارے سے ایوارڈ بھی جیت چکی ہوں اور ایک ادارے میں سیکنڈ ٹائم بطور ٹیچر کے فرائض نہایت مزاحیہ طور پرانجام دے رہی ہوں (اسٹوڈنٹ سے مار جو کھاتی ہوں)۔ گھر میں اینچ منٹ زیادہ بڑی سسٹر فروہ سے ہے (جو بڑی کم چھوٹی زیادہ لگتی ہیں) مگر اپنے ساتھ دوسری فرینڈز سے مثلاً اقراء' فرحت' ثمن' سدرہ' عابدہ' جویریہ' تنزیلہ اور کزن جویریہ' ثناء کے ساتھ بہت کلوز ہوں (یہ میرا سرمایہ حیات ہے)۔ بیسٹ ٹیچر' مس شگفتہ' مس ثمرہ اور مس عظمت ہیں۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف تو پنک' فیروزی اور سفید میرا فیورٹ کلر ہے۔ فیورٹ ہستی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' قائداعظم' بے نظیر بھٹو' ذوالفقار علی بھٹو اور میری ایک پیاری سی سسٹر ام فروہ۔ فیورٹ رائٹرز عمیرہ احمد' نمرہ احمد' فرحت اشتیاق' نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' عائشہ نور محمد' فاخرہ گل' سباس گل' اشفاق احمد اور بانو قدسیہ ہیں۔ فیورٹ ڈش آلو گوبھی اور بازار کی ہر چٹ پٹی چیز خواہ پکوڑے' سموسے' برگر' شوارما' پزا ہو مگر (دالیں اور گوشت نہ ہو) فیورٹ شاعر علامہ اقبال' احمد فراز اور غالب ہیں۔ فیورٹ سنگرز راحت فتح علی اور نصرت فتح علی خان ہیں۔ اب بات کرتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی تو سنئے میں بہت کیئرنگ' حساس' صاف گو' سب کے کام آنے والی (مصیبت کے وقت گدھے کی بھی باپ بننے والی)۔ بہت مخلص اور ذہین (بقول میری فرینڈز فرحت کے) اور خامیاں لائٹ لے کر بھی تلاش کرنے پر نہیں ملتیں پر اب آپ لوگوں کا دل بھی تو رکھنا ہے نا' ہاہاہا۔ تو سنئے ہر کسی پر اعتبار کرلیتی ہوں چاہے وہ گدھا ہی کیوں نہ ہو۔ رات کو دیر تک جاگنا (بقول میرے ابو کہ مجھے پاکستان اور بھارت کے بارڈر پر ہونا چاہیے) لباس میں لانگ شرٹ' ٹراؤزر اور فراک پسند ہے۔ کوکنگ کا بہت شوق ہے (لیکن رات بارہ بجے کے بعد کیونکہ کھانا جو خود ہوتا ہے) میرے ہاتھ کی کوکنگ کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ تمام آنچل اسٹاف کو اور رائٹرز کو اللہ دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

روبی ذیشان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ! میرا نام روبی ذیشان ہے' 15 فروری کو اس جہان فانی میں تشریف لائی۔ لاڈ پیار کے بہت سے نام ہیں اسی طرح غصے میں بھی مختلف القابات سے نوازا گیا پر مابدولت یہ آپ سب سے شیئر

کرنے کی جرأت نہیں رکھتی' ہاہاہا۔ بہنوں میں سب سے بڑی ہوں' اس لیے والدین کو بہت عزیز تھی۔ ''تھی'' اس لیے کہ میرے جان سے پیارے ابو جی نومبر کی ایک سرد صبح کو داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں' اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور میری والدہ کو صحت والی طویل زندگی دے' آمین ثم آمین۔ میری دادی کو لڑکیاں اچھی نہیں لگتیں' انہوں نے کافی تکلیف دہ زندگی گزاری تھی اس لیے وہ سمجھتی تھیں کہ عورت اس معاشرے میں تکلیف ہی اٹھائے گی لیکن دادی مجھ سے خوش تھیں اس لیے کہ میں دو بھائیوں کے بعد پیدا ہوئی اور میرے بعد دو بھائی پیدا ہوئے۔ پڑھنے کا بے حد شوق ہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا تھا کہ میں جب تک کچھ پڑھ نہ لیتی مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ صبح ہر قسم کی کتابیں' ناول اور میگزین وغیرہ پڑھتی ہوں۔ بڑی رائٹر بننے کا خواب دیکھا تھا پر حسرت ان غنچوں پہ ایک افسانہ لکھا بھی تھا جو روبی نور النساء کے نام سے ''ماہنامہ کرن'' میں شائع ہوا تھا۔ کلرز میں سرخ' بلیک اور وائٹ بہت پسند ہے۔ لباس میں فراک فیورٹ ہے' سردیاں صرف اس لیے اچھی لگتی ہیں کہ ان میں آرام کرنے کا ٹائم زیادہ ہوتا ہے' ہاہاہا۔ جیولری میں چوڑیاں اور انگوٹھیاں پسند ہیں' کبھی دونوں ہاتھوں پر مہندی لگانے کا بہت شوق ہوا کرتا تھا پر اب اچھی نہیں لگتی۔ کچن کے کام کرنا بہت اچھا لگتا ہے' بہت مزے مزے کی ڈشز بنا سکتی ہوں بشرطیکہ کچن میری تحویل میں ہو (آہم)۔ میرے عزیز از جان شوہر صاحب کو میرے ہاتھ کا پراٹھا بہت پسند ہے۔ خواہشیں تو بہت ہیں وہ کیا کہتے ہیں' ہزاروں خواہشیں ایسی...... خانہ کعبہ کو اپنے میاں جی کے ساتھ دیکھنے کی شدید خواہش ہے۔ مزاج میں حساسیت بہت ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں' رویوں اور لہجوں کو محسوس کر لیتی ہوں اور اندر ہی اندر کڑھتی رہتی ہوں۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں صاف گو نہیں ہوں' اجنبی لوگوں سے جلد بے تکلف نہیں ہوتی۔ ایک بار کوئی دل سے اتر جائے تو پھر اس کی طرف سے بہت محتاط رہتی ہوں' غصے کی تیز تھی پر اب کچھ کچھ کنٹرول کر لیا ہے۔ میری ایک چھوٹی سی دنیا ہے جس میں خوش رہتی ہوں' شاعری سے بہت لگاؤ ہے۔ میرے شوہر صاحب شاعری سے چڑتے ہیں اس لیے کبھی کبھی چن چن کر ان کو اشعار سناتی ہوں' ہاہاہا۔ اپنی دوستوں اور ٹیچرز کو آج بھی یاد کرتی ہوں' گھومنے پھرنے کا بے حد شوق ہے۔ مستنصر حسین تارڑ صاحب کے سفرنامے پڑھ کر سوچتی تھی ہائے کاش کبھی میں بھی دنیا کے چپے چپے میں گھوم کر رب کائنات کی عظیم نعمتوں کا مشاہدہ کر سکوں پر مزے کی بات یہ ہے کہ مجھے جتنا سیر و تفریح کا شوق ہے میرے شوہر صاحب اتنا ہی اس سے دور بھاگتے ہیں' ہاہا۔ اپنے میاں جی سے بہت انڈر سٹینڈنگ ہے' الحمدللہ۔ ان سے ہر قسم کی بات ڈسکس کر لیتی ہوں۔ پر سچ کہوں تو اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا اور ان کے سامنے اپنے مسائل رکھنے میں جو سکون قلب ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں ہے۔ رشتوں کا تقدس اب پہلے جیسا نہیں رہا' کبھی کبھی بہت تکلیف سے سوچتی ہوں یہ کیسا زہر ہے جس نے سچے مخلص رشتوں کو کھوکھلا کر دیا۔ چاچی' پھوپی' ساس' بہو' نند بھاوج...... ہم ان چکروں میں ایسے الجھے کہ پھر کبھی سلجھ نہ سکے۔ ہماری ساری کوششیں اپنی ذات کے دفاع پر ہوتی ہیں' اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ عمیرہ احمد کی تحریر بہت پسند ہیں' اچھا جی آخر میں چند الفاظ اپنے ابو جی کے لیے......

نگاہوں کی بے قرار تلاش
دراز سید راز تر ہوگئی
وہ مہربان اور شفیق چہرہ
ذہانت سے پُر آنکھیں
اب کہیں دکھائی نہیں دیتیں
ہم ان کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں
ہر صبح...... جب رات کو سمیٹتی ہے

بہنوں کی عدالت

نگہت عبداللہ

یہ خط خان بیلہ سے شازیہ فاروق احمد کا ہے۔

سوال:۔لکھتے وقت آپ کا ذہن اگر موضوع سے ہٹ جائے تو کیا کرتی ہیں۔تحریر کو پھر کبھی لکھتی ہیں یا ذہن میں موجود خیالات کو رد کر کے لکھنے بیٹھ جاتی ہیں۔

جواب:۔جی بی بی آپ کا سوال اچھا ہے۔میں آپ کو بتاؤں میں کبھی کسی کہانی کو زبردستی نہیں لکھتی۔اگر لکھتے ہوئے ذہن موضوع سے ہٹ کر کہاور سوچنے لگے تو میں اسی سوچ میں گم ہوجاتی ہوں۔کبھی سوچ اتنی پاور فل ہوتی ہے کہ مجھے کاغذ قلم رکھنے پر مجبور کردیتی ہے اور کبھی میرے کردار مجھے واپس اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

سوال:۔دوستی اور اس کی اہمیت پر ایسے الفاظ سے نوازیے جو کسی بھی دوست کے لیے باعث افتخار ہوں۔

جواب:۔سوری بی بی میں اس کا جواب نہیں دے سکوں گی۔بات وہی آجاتی ہے کہ میں زبردستی کچھ نہیں لکھ سکتی۔دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

سوال:۔میں ایک اچھی لکھاری بن کر عوام سے دعائیں سمیٹنا چاہتی ہوں۔آپ اس سلسلے میں کچھ مفید مشوروں سے نوازیے جن پر عمل کر کے میں ایک لکھاری بن سکوں۔

جواب:۔ویسے تو بی بی یہ خداداد صلاحیت ہے جسے نکھارنے کے لیے محنت ضروری ہے۔ہوسکتا ہے آپ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہو تو اسے نکالنے کے لیے آپ مطالعے کے ساتھ مشاہدہ کریں۔پھر یقیناً ایک وقت آئے گا کہ آپ خود لکھنے لگیں گی۔مزید آپ کی تعریف اور دعاؤں کا بہت شکریہ۔

❁......❁......❁......❁

یہ خط شادیوال گجرات سے طیبہ نذیر کا۔

سوال:۔آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا ہے؟

جواب:۔جی بی بی مجھے لکھتے ہوئے پچیس سال تو ہو ہی گئے ہیں۔

سوال:اپنی فیملی تعلیم اوراسٹار کے بارے میں بتائیں؟

جواب:۔طیبہ بی بی میں نے گریجویشن کیا ہے۔میرا اسٹار لبرا ہے۔اور میری فیملی میں،میں اور میرے ماشاءاللہ چار بیٹے علی،عمر،عثمان،ابوبکر۔پہلے تین کی شادیاں ہوچکیں۔ابوبکر کے لیے دعا کریں اس کی بھی جلد شادی ہوجائے تو میں سکون سے ہوجاؤں گی۔ماشاءاللہ ہم سب ساتھ رہتے ہیں۔اور میں اب اپنی پوتیوں کے ساتھ کھیلتی ہوں۔دیکھا وقت کیسے گزر گیا میں کھلنڈری لڑکی سے کھلنڈری دادی بن گئی۔

سوال:۔آپ کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟

جواب:۔راز کی بات ہے طیبہ آپ کو بتادیتی ہوں میری زندگی کا حاصل درد میں نے درد کے موتی چنے ہیں۔بڑے انمول ہیں انہوں نے ہی میرے ہاتھ میں قلم تھمایا ہے۔

سوال:۔میرے لیے کوئی نصیحت؟

جواب:۔سوائے اللہ کے کسی پر بھروسہ نہ کریں۔

سوال:۔مجھے کوئی ایسی دعا دیں کہ میں آپ کو بھول نہ پاؤں؟۔

جواب:۔دلچسپ سوال ہے۔خدا کرے میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں میں شامل رہوں تاکہ آپ مجھے بھول نہ پائیں۔اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔

❁......❁......❁......❁

یہ خط بھوج پور سے اسماء نور عشاء

سوال:۔آپ پوچھتی ہیں کہ ہیرو ہیروئن اتنے حسین و جمیل کیوں بتائے جاتے ہیں کیا رائٹر حسن پرست ہوتی ہیں یا کوئی اور بات ہے؟

جواب:۔بی بی حسن پرست تو سب ہی ہوتے ہیں۔پھر آپ ہر کہانی میں ایسا نہیں ہوتا اور جہاں حسین و جمیل دکھائے جاتے ہیں تو محض کہانی میں ایک خوبصورت تصور قائم کرنے کے لیے دکھائے جاتے ہیں ورنہ آپ دیکھیں

بہنوں کی عدالت

نگہت عبداللہ

یہ خط خان بیلہ سے شازیہ فاروق احمد کا ہے۔

سوال:۔لکھتے وقت آپ کا ذہن اگر موضوع سے ہٹ جائے تو کیا کرتی ہیں۔تحریر کو پھر کبھی لکھتی ہیں یا ذہن میں موجود خیالات کو رد کر کے لکھنے بیٹھ جاتی ہیں۔

جواب:۔جی بی بی آپ کا سوال اچھا ہے۔ میں آپ کو بتاؤں میں کبھی کسی کہانی کو زبردستی نہیں لکھتی۔ اگر لکھتے ہوئے ذہن موضوع سے ہٹ کر کچھ اور سوچنے لگے تو میں اسی سوچ میں گم ہو جاتی ہوں۔ کبھی سوچ اتنی پاور فل ہوتی ہے کہ مجھے کاغذ قلم رکھنے پر مجبور کر دیتی ہے اور کبھی میرے کردار مجھے واپس اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

سوال:۔دوستی اور اس کی اہمیت پر ایسے الفاظ سے نوازیے جو کسی بھی دوست کے لیے باعث افتخار ہوں۔

جواب:۔سوری بی بی میں اس کا جواب نہیں دے سکوں گی۔ بات وہی آ جاتی ہے کہ میں زبردستی کچھ نہیں لکھ سکتی۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

سوال:۔میں ایک اچھی لکھاری بن کر عوام سے دعائیں سمیٹنا چاہتی ہوں۔ آپ اس سلسلے میں کچھ مفید مشوروں سے نوازیے جن پر عمل کر کے میں ایک لکھاری بن سکوں۔

جواب:۔ویسے تو بی بی یہ خداداد صلاحیت ہے جسے نکھارنے کے لیے محنت ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہو تو اسے نکالنے کے لیے آپ مطالعے کے ساتھ مشاہدہ کریں۔ پھر یقیناً ایک وقت آئے گا کہ آپ خود لکھنے لگیں گی۔ مزید آپ کی تعریف اور دعاؤں کا بہت شکریہ۔

❀......❀......❀......❀

یہ خط شادیوال گجرات سے طیبہ نذیر کا۔

سوال:۔آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

جواب:۔جی بی بی مجھے لکھتے ہوئے پچیس سال تو ہو ہی گئے ہیں۔

سوال: اپنی فیملی تعلیم اور اسٹار کے بارے میں بتائیں؟

جواب:۔طیبہ بی بی میں نے گریجویشن کیا ہے۔ میرا اسٹار لبرا ہے۔ اور میری فیملی میں، میں اور میرے ماشاء اللہ چار بیٹے علی، عمر، عثمان، ابوبکر۔ پہلے تین کی شادیاں ہو چکیں۔ ابوبکر کے لیے دعا کریں اس کی بھی جلد شادی ہو جائے تو میں سکون سے ہو جاؤں گی۔ ماشاء اللہ ہم سب ساتھ رہتے ہیں۔ اور میں اب اپنی پوتیوں کے ساتھ کھیلتی ہوں۔ دیکھا وقت کیسے گزر گیا میں کھلنڈری لڑکی سے کھلنڈری دادی بن گئی۔

سوال:۔آپ کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟

جواب:۔راز کی بات ہے طیبہ آپ کو بتا دیتی ہوں میری زندگی کا حاصل درد میں نے درد کے موتی چنے ہیں۔ بڑے انمول ہیں انہوں نے ہی میرے ہاتھ میں قلم تھمایا ہے۔

سوال:۔میرے لیے کوئی نصیحت؟

جواب:۔سوائے اللہ کے کسی پر بھروسہ نہ کریں۔

سوال:۔مجھے کوئی ایسی دعا دیں کہ میں آپ کو بھول نہ پاؤں؟

جواب:۔دلچسپ سوال ہے۔ خدا کرے میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں میں شامل رہوں تا کہ آپ مجھے بھول نہ پائیں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔

❀......❀......❀......❀

یہ خط بھوج پور سے اسماء نور عشاء

سوال:۔آپ پوچھتی ہیں کہ ہیرو ہیروئن اتنے حسین و جمیل کیوں بتائے جاتے ہیں کیا رائٹر حسن پرست ہوتی ہیں یا کوئی اور بات ہے؟

جواب:۔بی بی حسن پرست تو سب ہی ہوتے ہیں۔ پھر آپ ہر کہانی میں ایسا نہیں ہوتا اور جہاں حسین و جمیل دکھائے جاتے ہیں تو محض کہانی میں ایک خوبصورت تصور قائم کرنے کے لیے دکھائے جاتے ہیں ورنہ آپ دیکھیں

ان حسین وجمیل لوگوں کے ساتھ بھی وہی واقعات پیش آتے ہیں جیسے نارمل شکل وصورت والوں کے ساتھ۔ آپ کے دوسرے سوال کا جواب اسی کالم میں موجود ہے۔اور تیرے عشق نچایا کی پسندیدگی کے لیے شکریہ اس سے تعلق سوال کا جواب بھی میں دے چکی ہوں۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

❁......❁......❁......❁

مریم ارحم۔ چیچہ وطنی

سوال:۔آپ نے اپنے سفر کا آغاز کب کیا؟

جواب:۔جی بی بی اگر آپ کا اشارہ لکھنے کے سفر سے ہے تو اس سفر کا باقاعدہ آغاز 1988ء سے ہوا جو تا حال جاری ہے۔

سوال:۔آپ کو بچپن سے لکھنے کا شوق تھا یا بڑی ہو کر ہوا؟

جواب:۔کیا میں بڑی ہوگئی ہوں۔ ہاہا ہا پی میں کلاس ٹو میں ہی ایک تھا بادشاہ ایک تھی رانی لکھا کرتی تھی۔

سوال:۔کوئی ایسی بات جسے یاد آتے ہی آپ کی ہنسی چھوٹ جاتی ہو؟

جواب:۔بہت ساری باتیں ہیں یوں بھی ہنسنے میں میرا کوئی ثانی نہیں ہے۔

سوال:۔آپ کی کتنی بیسٹ فرینڈز ہیں ان کے نام کیا ہیں؟

جواب:۔ہائے بیسٹ فرینڈز بچے پالنے اور لکھنے لکھانے سے فرصت ہی نہیں ملی۔ ویسے کتابیں میری بہترین دوست ہیں۔

سوال:۔کوئی ایسی ہستی جو آپ کو بہت عزیز ہو؟

جواب:۔کوئی ایک نہیں۔ مجھے سب بہت عزیز ہیں جو میرے ساتھ ہیں جو میرے ساتھ نہیں ہیں سب کے لیے میرے احساسات یکساں ہوتے ہیں اور بی بی میں ہمیشہ سے آپ کی دوست ہوں خوش رہیں۔

عائشہ پرویز کراچی سے

سوال:۔آپی کبھی آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ اب اور نہیں لکھ پائیں گی اگر ایسا ہے تو ایسے وقت میں کیا کرتی ہیں؟

جواب:۔جی بی بی کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ میں مزید نہیں لکھ پاؤں گی۔ تب میں کاغذ قلم ایک طرف رکھ دیتی ہوں اور بہت دنوں بلکہ مہینوں بھی میں ان کی طرف نہیں دیکھتی اور اپنے دوسرے شوق پورے کرتی ہوں پھر کسی دن اچانک جھٹکا سا لگتا ہے تو کچھ دن بے زار پھرنے کے بعد آخر قلم اٹھا لیتی ہوں تو لگتا ہے میں یہی تو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔

سوال:۔آپی آپ اسٹوری پہلے رف لکھتی ہیں یا پھر نیٹ ہی لکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

جواب:۔جی عائشہ ایسا ہے کہ جب میں نے لکھنے کا آغاز کیا تھا تب ابتدائی پانچ چھ کہانیاں میں نے پہلے رف لکھی تھیں اور چھپنے پر جب میں نے دیکھا کہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تب میں نے نیٹ لکھنا شروع کردیا۔ وقت کی بچت ہوگئی محمود ریاض صاحب نے میرا مسودہ پڑھ کر کہا تھا قلم میرے ہاتھ میں ہی رہ گیا۔ چاہنے کے باوجود کہیں چلا نہیں سکا۔

سوال:۔تیرے عشق نچایا کس سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا۔ اور اس کہانی میں دونوں بہنوں کے ساتھ اتنی مشکلات کیوں؟

جواب:۔بی بی یہ میں نے کسی سے متاثر ہو کر نہیں لکھا۔ بس کچھ کردار گرفت میں آگئے تو میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ اور جہاں تک مشکلات کی بات ہے تو زندگی میں یہ سب تو ہوتا ہی ہے۔
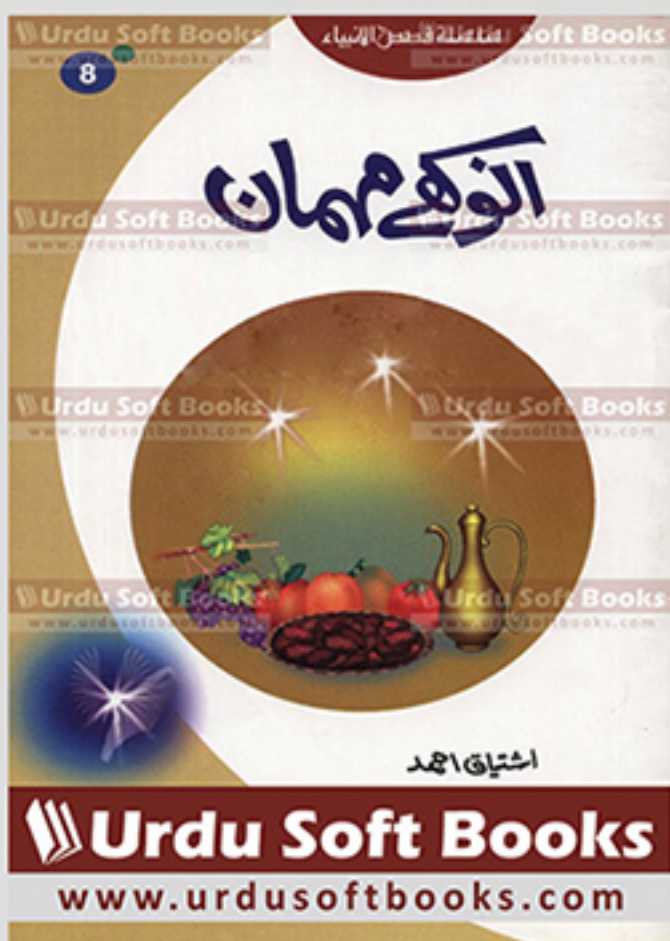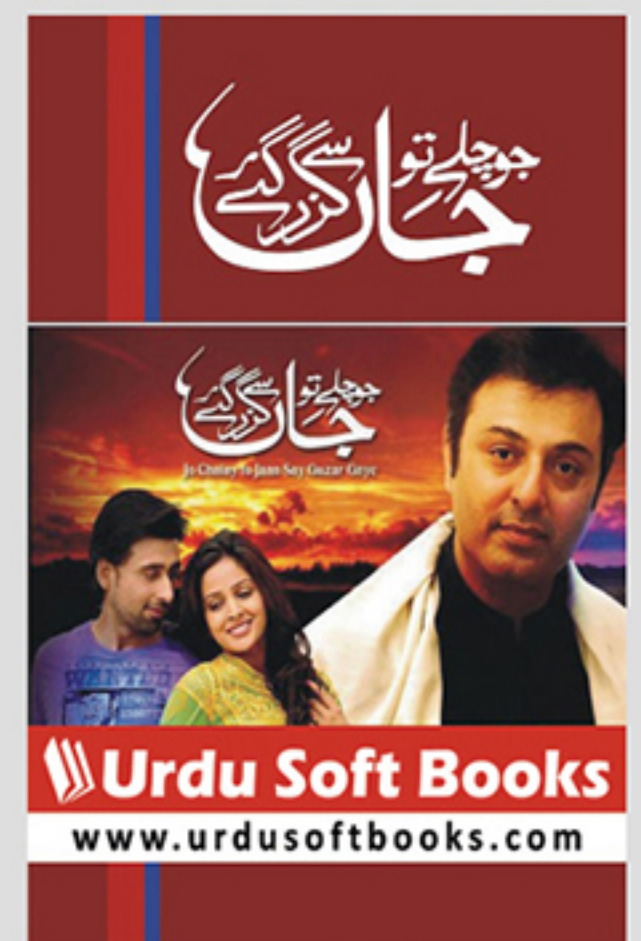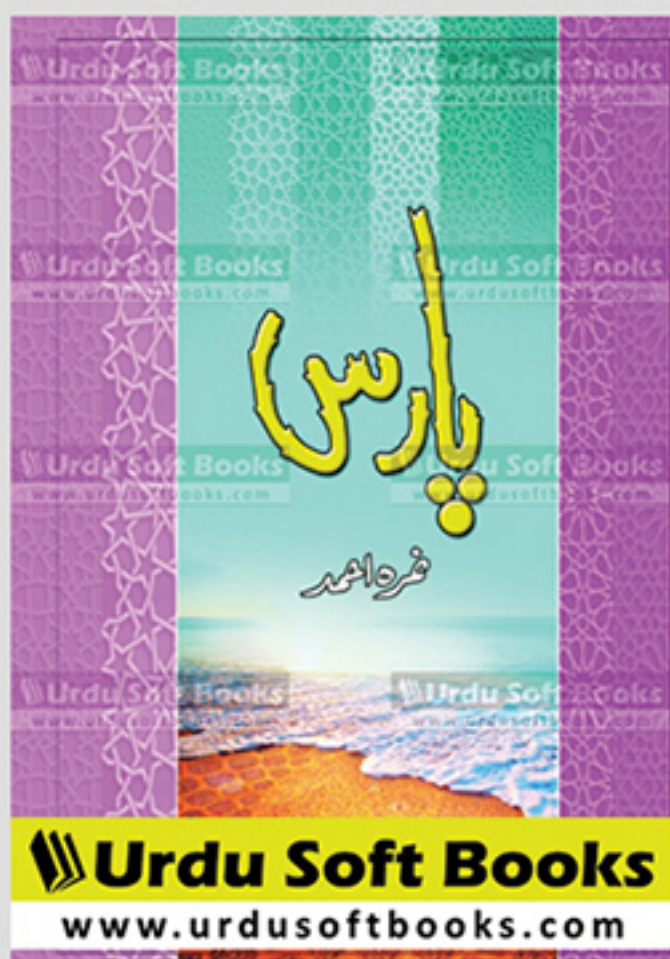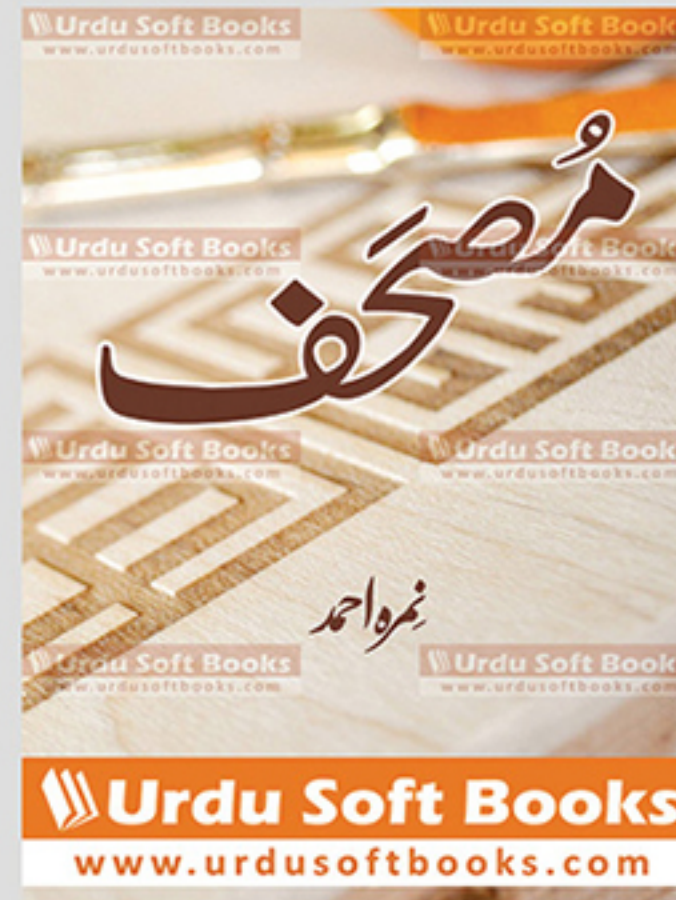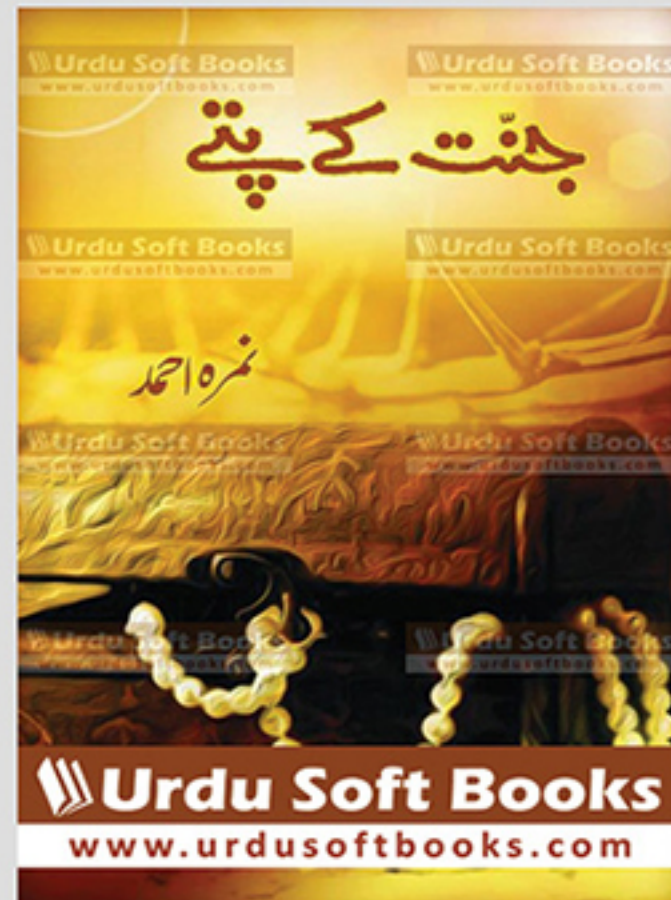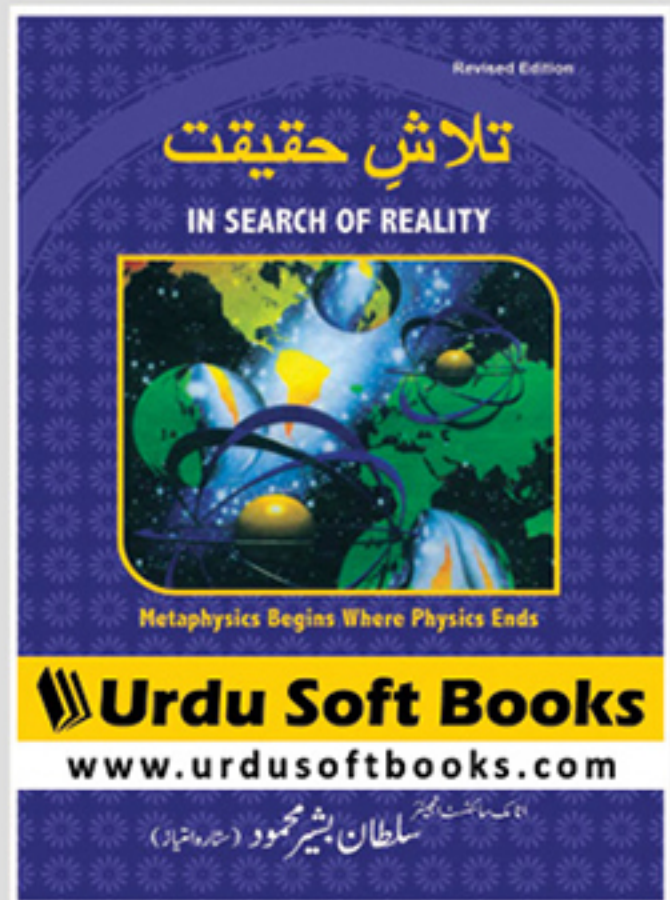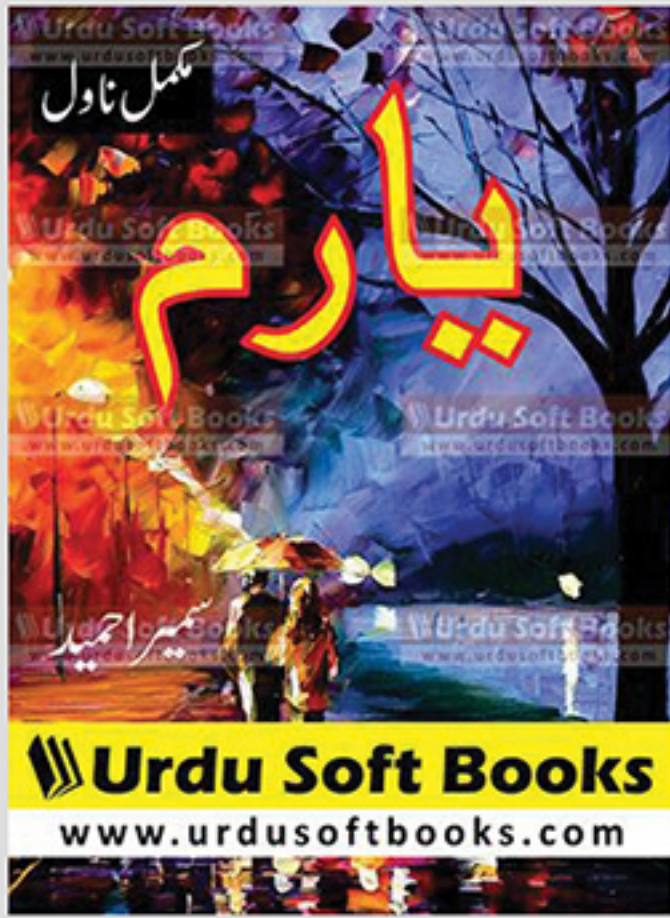
سوال:۔آخری سوال میں رائٹر بننا چاہتی ہوں اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟

جواب:۔مطالعہ اور مشاہدات۔ میری بہت ساری دعائیں آپ کے لیے۔
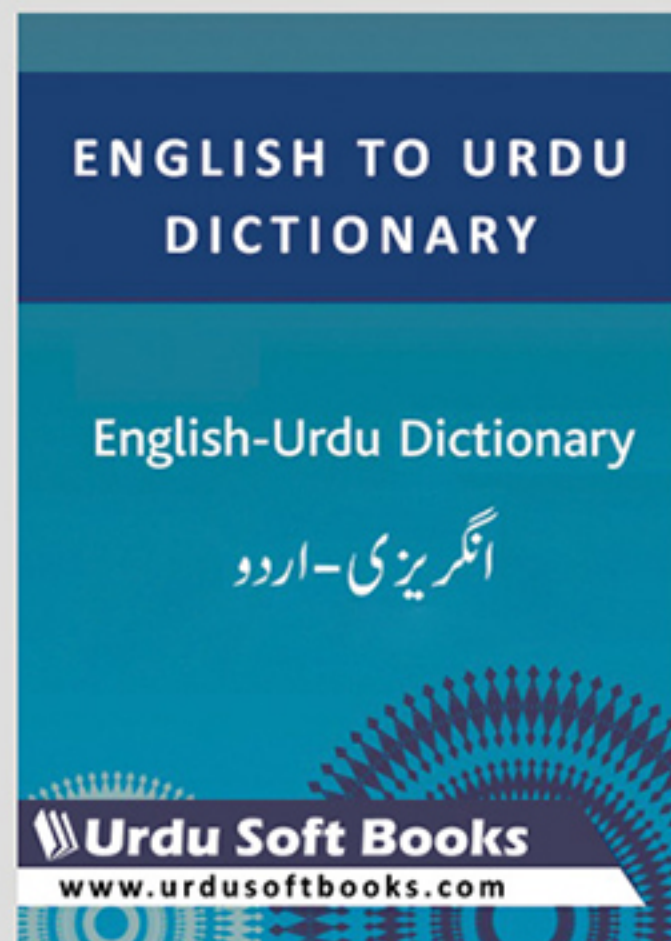
ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

پھر سن رہا ہوں گزرے زمانے کی چاپ کو
بھولا ہوا تھا دیر سے میں اپنے آپ کو
رہتے ہیں کچھ ملول سے چہرے پڑوس میں
اتنا نہ تیز کیجئے ڈھولک کی تھاپ کو

السلام علیکم!
مزاج بخیر۔
آج جب ٹوٹا ہوا تارا ناول مکمل ہو چکا ہے تو اس کی آخری قسط لکھتے ہوئے میری عجیب سی کیفیت ہے۔ اس ناول کو مکمل ہونے میں تقریباً ۴۴ ماہ لگے ہیں۔ ان ۴۴ ماہ میں جہاں میرے اس ناول کے کرداروں کی زندگی میں مختلف نشیب و فراز آئے وہیں میری اپنی ذاتی زندگی میں بھی بہت سی تبدیلیاں رونماء ہوئی ہیں۔ یہ ناول ۲۰۱۲ء کے نومبر میں شروع ہوا تھا۔ جب میں نے اس کو لکھنا شروع کیا تو مجھے قطعی اندازہ نہ تھا کہ یہ اتنا طویل ناول ہو جائے گا۔ میرا خیال تھا کہ کم از کم ۲۰، ۲۵ اقساط ہوں گی لیکن اس ناول کے پلاٹ نے ایسا الجھایا کہ کسی اور طرف دھیان ہی نہ رہا۔ زندگی میں اور بھی مصروفیات تھیں لیکن چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اس ناول کے بارے میں ہی ذہن الجھا رہتا۔ اب اگلی قسط میں یہ لکھنا ہے، اس طرح کرنا ہے۔ میں ان ۴۴ ماہ تک اس ناول کے ساتھ رہی ہوں۔ دن رات، صبح شام...... اور بس یہی کوشش رہی کہ ناول بہت ٹاپ پر جانا چاہیے۔

کافی پرانی بات ہے تب لوگ صرف ریڈیو بہت سنا کرتے تھے تب ایک دن ایک پروگرام میں فرمائشی غزل کا سلسلہ چل رہا تھا۔ کہیں سے چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا کی فرمائش آئی تھی۔ غزل چلی اور ہم نے سنی۔ میری سس (بشریٰ) کہتی ہے سمیرا اس پر ایک کہانی بن سکتی ہے۔ بس وہیں بیٹھے بیٹھے کہانی بن گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہم اس کہانی پر ڈسکشن کرتی رہتی تھیں۔ اب یہ ہوگا، فلاں وہ ہوگا' لیکن میرے پاس یہ ریٹن فارم میں نہیں تھا۔ پھر میرا پبلشنگ کیریئر شروع ہوا، بشریٰ نے کئی بار کہا کہ یہ ناول لکھو مگر میں ٹالتی رہی کہ میں اس کو محض دو تین اقساط میں نبٹا کر پلاٹ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بہت سے ناولز چھپے۔ بہت سا وقت گزرا...... لوگوں نے بہت عزت دی، محبت، شہرت ملی...... پھر ایک مقام آیا کہ مجھے لگا کہ اب اس ناول پر لکھنے کا وقت آ چکا ہے۔ اور پھر میں نے اس پر کام کرنا شروع کیا۔ آپ قارئین بہنوں نے میرے اس سفر میں میرا بہت ساتھ دیا۔ جس کے لئے میں تہہ دل سے آپ کی مشکور ہوں۔

اس ناول کے دوران زندگی میں بہت سی مصروفیات دامن گیر رہیں۔ اپنی اکیڈیمی کی مصروفیات (جو کہ شادی کے بعد ختم ہو چکی ہیں)، ۲۰۱۳ء میں بھائی اور بہن کی شادی ہوئی (ماشاء اللہ دونوں کے اب دو دو بیٹیاں ہیں) لاسٹ ایئر مئی میں میری اپنی شادی ہوئی۔ اپنے گھریلو مسائل و مصروفیات۔ بہت بار ایسا ہوا کہ میں قسط نہ لکھ پاتی تھی اور پھر طاہر بھائی کی کال آتی تو بڑی مشکل سے وقت نکال کر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا۔

اس ناول میں، میں نے ایک ایک لفظ بہت دل، محنتو محبت سے دل لگا کر لکھا ہے اور خاص کر صرف آپ قارئین بہنوں کے لئے لکھا ہے...... میں نے جب یہ لکھنا شروع کیا تھا تو یقین تھا کہ اس کو ایک بہت زبردست ناول بنانا ہے اس کے لئے میں نے اول و آخر کوشش کی...... یہ ایک تخیلاتی کہانی ضرور تھی لیکن میں نے اس میں ہمیشہ کوشش کی کہ حقیقت کا تاثر برقرار رہے۔ جب کوئی پڑھنے بیٹھے تو اسے ماورائی باتیں نہ لگیں۔ اپنی پہنچ سے دور کردار نہ دکھیں، بلکہ ہر ممکن کوشش کی کہ یہ کہانی سب کے جذبات و احساسات کی ترجمان بن جائے۔ جو بھی پڑھے اسے اپنی فیلنگز اس میں دکھائی دے۔ اس میں، میں کہاں تک کامیاب رہی اس کا پتا مجھے ہر ماہ آپ سب بہنوں کے فیڈ بیک سے چلتا رہا۔ تنقید، تعریف ہر پہلو کو میں نے بہت غور سے پڑھا اور نوٹ کیا اور پھر کہانی لکھتے ہوئے اُس کو ذہن میں بھی رکھا۔ میں نے اول روز سے جو کہانی کا پلاٹ بنایا تھا آخر تک وہی رہا لیکن آپ قارئین بہنوں کی آراء کی روشنی میں اس کہانی کو سنوارا ضرور ہے۔

آج کل شوشل میڈیا نے بہت ترقی کرلی ہے خصوصاً فیس بک پر تو چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی تعریف و تنقید اور بحث و مباحثہ چلتا رہتا ہے۔ اس کہانی کے ایک ایک پوائنٹ پر بات ہوتی تھی، ایک ایک کردار کو ڈسکس کیا جاتا تھا۔ یہ شوشل میڈیا یہ ہماری صلاحیتوں کو پرکھنے کا ایسا مقام ہے جہاں بے تحاشا تعریف ہے تو اسی حساب سے تنقید بھی۔ فیس بک پر اس ناول کی ایک ایک قسط پر نہ صرف ہر ماہ تبصرے چلتے رہے بلکہ قارئین کی آراء نے بھی مجھے متاثر کیا۔ ذاتی تنقید کا بھی سامنا رہا...... فیس بک پر اس کا گروپ بنانے والوں میں ایک بہت ہی پیاری دوست میرب عباسی (نازیہ عباسی) ہے...... اس کے علاوہ لبنیٰ خالد، سدرہ مرتضیٰ، فہمیدہ انجم، رابعہ (روشنی روشانے) آمنہ نور، پری اصبار، مہر ڈاہری، حنا مہر، شہنی خان اور بھی بہت ساری بہنیں جن کی محبتیں اور اصلاحی تنقید شاملِ حال رہی ہیں...... اور میں ان سب کے تعاون اور محبتوں کی مقروض ہوں۔

اب بات کرتی ہوں ناول کی۔ اس ناول کا مرکزی کردار سکندر یا فیضان تھا جو کہ اس ناول کا ٹوٹا ہوا تارا تھا جسے بابا صاحب نے بچپن میں ہی خود سے جدا کردیا تھا اور یہ وجود اجنبیوں کی زندگی میں اپنی زندگی کے مدارج طے کرتا رہا۔

یہ تین جنریشنز پر مشتمل کہانی تھی ولید یا شہوار لوگوں کا حال، لالہ رخ اور سکندر کی زندگی کے اتار چڑھاؤ پر مبنی ماضی اور بابا صاحب کے خواب کی کہانی...... یہ کہانی بابا صاحب کے خواب سے شروع ہوئی تھی اور اس ساری کہانی نے اس خواب کی حقیقت تک کی تلاش کی کوشش کو اپنے اندر سمو کر لوگوں کے سامنے لانے کی کوشش کی تھی۔ زندگی میں سبھی سے بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں بابا صاحب سے بھی ہوئی اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ضمیر کی خلش کا شکار ہوتے رہے...... اور یہی خلش ان کو خواب بن کر ڈرانے لگی۔

سکندر جس نے حقیقی رشتے نہیں دیکھے تھے اس ساری کہانی میں سب سے زیادہ اسی نے Suffar کیا اور اپنے سب رشتوں کو کھو دیا...... لالہ رخ ایک مثبت کردار تھا سب سے کم میں نے اسی کردار پر لکھا لیکن سب سے زیادہ اٹریکٹو ماضی کا یہی کردار تھا جس کی وجہ سے سکندر کی زندگی میں آنے والے مصائب تھے جو سب کو بکھیر کر رکھ گئے۔

مصطفیٰ، ولید، شہوار، انا یہ سب حال کے کردار تھے اور سب کے محبوب بھی......کبھی شہوار نے سب کو بہت تنگ کیا تو کبھی انا نے سب کو اریٹیٹ کیا اور کہیں ولید نے سب سے مہذبانہ انداز میں گالیاں کھائیں لیکن یہی کردار اس کہانی کو ایک مضبوط پلاٹ فراہم کرنے کا سبب بنے۔

اس کہانی میں میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی بھی کردار نظر انداز نہ ہو، چاہے وہ نیگٹو کردار ہو یا پازیٹو، ہیرو کا ہو ولن کا، ہیروئن ہو یا کوئی اولڈ کردار میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ سبھی کے ساتھ انصاف کروں......یہ ایک خاندانی کہانی تھی۔ اس میں میں نے کزنز شپ پر لکھا لیکن کوشش کی کہ کہیں بھی کوئی عامیانہ پن نہ ہو وہی ہو جو حقیقت ہو، ہلکا پھلکا انداز گفتگو رکھا۔

اس کہانی میں میرے سب سے زیادہ فیورٹ جو کردار تھے وہ ولید اور انا کے تھے اور سب سے زیادہ نظر انداز ہونے والا کردار انا کا تھا میری شادی سے پہلے تک یہ کردار بہت اچھا چل رہا تھا لیکن میری شادی کے بعد میں کچھ ایسی الجھی کہ اس کردار کے ساتھ کئی مقام پر زیادتی ہوئی مجھ سے......اور اس کے ساتھ ساتھ ولید کے کردار کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ لیکن لاسٹ تک میں نے کوشش کی کہ ان کے ساتھ ہونے والی وہ لاشعوری زیادتی کا ازالہ ہو جائے......اس میں کہاں تک کامیاب رہی ہوں یہ آپ نے بتانا ہے۔

یہ کوئی رومینٹک ناول نہ تھا اور اس ناول میں میں اپنے رائٹنگ اسٹائل سے ہٹ کر لکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے کوشش کی کہ اس ناول میں رومینس صرف فیل ہو، سب کی محبت، خلوص، چاہت میں اور کہانی کے پلاٹ میں لیکن دکھائی نہ دے۔ بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ ناول اگر بہت زیادہ رومینٹک ہوتا تو بہت کامیاب رہتا لیکن اس بات نے مجھے چیلنج دیا تھا کہ اگر کہانی میں رومینس کو بہت کھول کر (ولگر پن جیسا کہ آج کل بہت سے ناولز میں بہت سی رائٹرز لکھ بھی رہی ہیں) بیان نہ کروں تو کیا میری یہ کہانی کامیاب نہیں ہوگی؟

لیکن قارئین کی آراء نے مجھے احساس دلایا کہ میری یہ کوشش کامیاب رہی ہے۔ یہ میرا دوسرا طویل ترین ناول ہے۔ (پہلا یہ چاہتیں، یہ شدتیں جو کہ ۳۵ اقساط پر مشتمل تھا) اس ناول سے مجھے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ اس کا اختتام لکھ چکی ہوں، اب یہ ناول آپ کو کیسا لگا اس کا فیڈ بیک آپ نے دینا ہے۔ میں کامیاب رہی یا ناکام صرف کسی ایک قسط کو پڑھ کر فیصلہ نہیں کرنا بلکہ مکمل ناول کی روشنی میں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ کرنا ہے۔

میں آپ سب کی محبتوں کی، بہت مقروض ہوں۔ کوشش کروں گی کہ اس ناول کے بعد اسٹاپ نہ لوں اور ایک اور اچھا سا پلاٹ لے کر آپ کے سامنے آؤں۔ آج کل طبیعت خراب رہتی ہے۔ میرے لئے خصوصی طور پر دعا کیجئے گا۔

ایک بار پھر میری کامیابیوں میں سب سے زیادہ حصہ آپ کا ہے۔ امید ہے آپ سب کو یہ ناول پسند آیا ہوگا۔ اس ناول کے بارے میں اپنا فیڈ بیک ضرور دیجئے گا۔ میں آپ کی ہر طرح کی آراء کی منتظر رہوں گی۔

آپ کی محبتوں کی متلاشی آپ کی دعاؤں کی طالب

سمیرا شریف طور

❀......❀......❀

﴿گزشتہ قسط کا خلاصہ﴾

بابا صاحب کے کمزور اعصاب اپنے بیٹے کے مل جانے کی خوشی سنبھال نہیں پاتے جب ہی ایک دم نڈھال سے ہوجاتے ہیں فوری علاج کے بعد ان کی طبیعت سنبھل جاتی ہے۔ دوسری طرف فیضان بھی شہوار کے روپ میں اپنی بیٹی سے مل کر بے حد خوش ہوتے ہیں اور ولید سے ملنے کی خاطر سب گھر والوں کے ساتھ افشاں اور ضیاء کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ سکندر کو اپنے سامنے پاکر سب دنگ رہ جاتے ہیں ولید کے لیے بھی یہ صورت حال بہت حیرت انگیز ہوتی ہے ایسے میں فیضان اپنی بیٹی رابعہ کو بھی وہیں بلا لیتے ہیں اور اس کا تعارف سب سے کراتے ہیں اس طرح رابعہ پر بھی بہت سے نئے رشتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ شہوار اپنی بہن رابعہ کو پاکر بے حد مسرور ہوتی ہے رابعہ ایک نئی حیثیت سے بابا صاحب سے ملنے گھر پہنچتی ہے اور وہاں اس کا والہانہ خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ عباس کے لیے بھی یہ ساری صورت حال خوش گوار ہوتی ہے۔ ہادیہ اور ابوبکر کی شادی میں فیضان کی ملاقات امجد خان سے ہوتی ہے جو کہ ابوبکر کے باپ کی حیثیت سے وہاں موجود تھا وہ سکندر اور ان کے بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ ہادیہ کی آپی رابعہ اور شہوار کو شادی میں دیکھ کر چونک جاتی ہیں اور رابعہ کے والد فیضان کا جان کر افسردہ ہوجاتی ہیں لیکن پھر ہادیہ سے رابعہ کا نمبر لے کر بالمشافہ ملاقات کی غرض سے ثریا بیگم کے پاس جاتی ہے اور انہیں ماضی سے آگاہ کرتے اپنی اولاد کے بچھڑنے اور رابعہ سے مماثلت کا بتاتی ہیں ثریا بیگم لالہ رخ کے یوں اچانک سامنے آنے پر دنگ رہ جاتی ہیں۔ کاشفہ ہر طرف سے مایوس ہوکر خودکشی کرلیتی ہے ڈاکٹر اس کی جان بچانے میں ناکام رہتے ہیں عادلہ کے لیے بہن کی موت ایک کڑا مرحلہ ہوتا ہے اور گھر کی تنہائی اس کے لیے عجیب اذیت کا سبب بنتی ہے۔ انا اپنے گزشتہ رویوں کی معافی ولید سے مانگ کر موجودہ صورت حال کو درست کرنا چاہتی ہے تاکہ اس کی شادی حماد سے نہ ہوسکے اس غرض سے وہ ولید پر اپنے جذبات کا اظہار کرکے مدد طلب کرتی ہے لیکن ولید کے رویے کی لاتعلقی اسے توڑ دیتی ہے اپنی ذات کا مان کھو کر وہ آنے والے حالات اور سزا کے لیے خود کو تیار کرلیتی ہے جبکہ روشی بھی اس سلسلے میں اس کی کوئی مدد نہیں کرپاتی۔ مصطفیٰ امجد خان کی دوسری شادی اور ابوبکر کو بیٹے کے روپ میں دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے ثریا بیگم لالہ رخ کی موجودگی میں فیضان کو بلوا کر تمام خاندان کو ایک جگہ جمع کردیتی ہیں جبکہ رابعہ اپنی ماں کو پاکر حیرت و انبساط کا شکار ہوجاتی ہے۔

〈اب آگے پڑھیے〉

❀......❀......❀

افشاں، خالہ کو اپنے ہمراہ لے آئی تھیں، ان کی بہو ساجدہ بھی ہمراہ تھی جبکہ بیٹے کو باقاعدہ علاج کے لیے ہسپتال داخل کروادیا تھا اور دونوں بچوں کو اچھے اسکول میں داخلہ مل گیا تھا۔ خالہ بی ان سب لوگوں سے مل کر بہت خوش تھیں دوسری طرف لالہ رخ اماں بی کو اپنے ساتھ لائی تھیں۔ وہ لوگ چند دن شہر میں رہے تھے اور پھر بابا صاحب، فیضان، لالہ رخ، اماں بی، ثریا بیگم اور بھابی کے ہمراہ حویلی روانہ ہوگئے تھے۔ سہیل کچھ ضروری امور کی وجہ سے رک گیا تھا جبکہ رابعہ کو سب نے شاپنگ کا بہانہ بنا کر روک لیا تھا۔ باقی ان سب نے شادی کے نزدیک گاؤں جانا تھا، ولید بھی کبھی مصطفیٰ کی طرف تو کبھی ضیاء صاحب کی طرف پایا جاتا تھا۔

شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں، انا نے بھی رونا چھوڑ کر اپنے دل کو مار کر حالات سے سمجھوتہ کرلیا تھا۔

حماد پاکستان آچکا تھا تاہم انا کی اس سے نہ ہی ملاقات ہوئی تھی اور نہ ہی فون پر رابطہ ہوا تھا۔

افشاں، صبوحی کے ساتھ مل کر شادی کی تیاریوں میں پیش پیش تھیں۔ انا اپنے کمرے سے باہر آئی تو روشی، صبوحی اور افشاں اچھا خاصا بکھیڑا پھیلائے بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ خالہ بی پاس ہی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ افشاں نے اسے دیکھا تو مسکرا کر اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

"باباصاحب کے ہاں رسم ہے لڑکی والوں کی طرف سے شادی بیاہ کا سارا خرچ لڑکے والے اٹھاتے ہیں تاکہ لڑکی والوں پر بوجھ نہ بنے انہوں نے تمہاری بری کا سارا سامان بھیجا ہے ایک دفعہ دیکھ لو۔" انہوں نے زرق برق چمکتے دمکتے خوب صورت ملبوسات اور دیگر اشیاء کی طرف اشارہ کرتے اسے کہا تو اس نے سنجیدگی سے سبھی کچھ دیکھا تھا۔

"کمی تو ہم بھی کوئی نہیں رکھیں گے ماشاء اللہ سے ایک ہی بیٹی ہے ہماری جو کچھ بھی کریں کم ہیں۔" صبوحی بیگم نے بھی محبت سے بیٹی کو دیکھ کر کہا۔

"ویسے انا ہر چیز کی کوالٹی اعلیٰ پائے کی ہے بہت عمدہ ذوق رکھتے ہیں یار..... تمہارے سسرالی تو۔" روشی نے بھی چھیڑا لیکن انا کے چہرے کے زاویوں میں قطعی فرق نہ پڑا تھا۔

"یہ سامان کون دے کر گیا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"زہرہ بہن خود آئی تھیں۔" افشاں نے بتایا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"تم کالج گئی ہوئی تھیں انہیں اور بھی کام تھے کچھ دیر بیٹھی اور پھر چلی گئیں۔" روشی نے مزید اضافہ کیا۔

"بس اللہ ساتھ خیریت کے وقت لائے میرے تو بہت سارے ارمان ہیں۔" صبوحی بیگم کے لہجے میں خالص ماؤں والی محبت تھی انا نے لب بھینچ لیے تھے تبھی ولید وہاں چلا آیا تھا۔ وہ آج کل مصطفیٰ کی طرف تھا سلام دعا کے بعد وہ روشی کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"یہ سب کیا پھیلاوا پھیلا رکھا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے انا کو دیکھتے بہن سے پوچھا۔

"انا کی سسرال سے سامان آیا تھا بس وہی دیکھ رہے ہیں۔" روشی نے مسکرا کر کہا ولید نے انا کو دیکھا اس کا چہرہ ایک دم لو دینے لگا تھا۔

"آپ کدھر گم ہیں دو دن بعد چکر لگا رہے ہیں؟" کپڑوں کو سمیٹتے روشی نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔

"گم کہاں ہونا ہے؟ میری بہن اور دو عدد کزنز کی شادی ہیں۔ عباس بھائی کی شادی میں چند دن ہی باقی ہیں وہاں تو خوب تیاریاں ہو رہی ہیں سب کو میں ہی نظر آ رہا ہوں ڈرائیور کے طور پر کبھی یہاں تو کبھی وہاں۔"

"یعنی خوب موجیں ہو رہی ہیں۔" روشی ہنسی۔

"شہوار کو ہی لے آتے بیٹا...... دو دن سے ملاقات ہی نہیں ہوسکی ٹھیک ہے نا وہ......؟" افشاں کو آج بھی شہوار سے وہی لگاؤ تھا ہر دوسرے دن اس سے ملنے جاتی تھیں۔ مصروفیات کے سبب دو دن سے نہیں جاسکی تھیں تو اب پوچھ لیا تھا۔

"بالکل ٹھیک ٹھاک ہے پھوپو زہرہ کی طرف گئی ہوئی ہے۔" میں نے ساتھ چلنے کو کہا تھا کہہ رہی تھی کہ شام میں رابعہ اور مصطفیٰ کے ساتھ آئے گی۔" انا کو دیکھ کر کہا تو انا کو لگا کہ جیسے اس کا خون جلنے لگا ہو۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں؟" روشی نے دیکھ کر پوچھا۔

"کھانا کھالوں کالج سے آنے کے بعد کچھ نہیں کھایا تھا۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گی۔ کچن میں ساجدہ تھیں اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ کیوں کام کر رہی ہیں صغریٰ کہاں ہے؟"

"اسے افشاں باجی نے کچن کے لیے کچھ سامان لانے بھیجا ہے میں فارغ ہی تھی سوچا کوئی کام ہی دیکھ لوں۔" مسکرا کر کہا۔

"آپ کے شوہر تو اب کافی امپرود کر رہے ہیں آج بھی میں نے وارڈ کا چکر لگایا تھا فزیشن نے کافی امید دلائی

ہے کہ کچھ ماہ بعد ان شاءاللہ وہ سہارے سے چلنے کے قابل ہوجائیں گے۔'' وہ اس کے ہسپتال میں ہی ایڈمٹ تھے' انا ان کا خاص خیال رکھ رہی تھی۔ ساجد اور خالہ بی بہت مشکور تھیں اس کی۔
''ویسے اتنے سال بعد علاج کروایا جارہا ہے اس وجہ سے کافی پرابلمز ہورہی ہیں' اگر وقت پر علاج ہوجاتا تو اتنے مسائل نہ ہوتے۔'' ساجدہ نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔
''علاج کہاں سے کرواتے' بڑی مشکل سے پیٹ کا ایندھن میسر ہوجاتا تھا تو یہ بھی بڑی بات تھی' اللہ بھلا کرے افشاں باجی کا وہ جب سے لوٹی ہیں ان کے علاج کے لیے کوششیں کرنے لگی تھیں ورنہ ہم غریب لوگ کہاں اتنے مہنگے مہنگے علاج کرواتے۔'' ساجدہ کی آواز میں گزرے وقت کا دکھ تھا۔ انا نے ایک گہرا سانس لیتے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
''ڈونٹ وری' اب ہم سب ساتھ ہیں تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ہم لوگ آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے۔'' اس نے دلاسہ دیا تو ساجدہ نے آنکھوں میں در آنے والی نمی دوپٹے کے پلو سے صاف کی۔
''جلدی سے کھانا دیں بہت بھوک لگی ہے۔'' ساجدہ کا دھیان بٹانے کو اس نے جلدی مچائی۔ ساجدہ نے بھی فوراً کھانا نکال کر اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔
ساجدہ کھانا دے کر کچن سے نکل گئی تھیں۔ وہ ابھی کھانا کھا رہی تھی جب ولید کچن میں داخل ہوا۔
''لگتا ہے میرا آنا تمہیں اچھا نہیں لگا؟'' ولید نے کرسی کے پاس رکتے ہوئے کہا تو انا کو لگا جیسے اس کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی ہو۔
''بڑی خوش فہمیاں ہیں اپنے بارے میں۔'' اس نے تلخی سے کہا' ولید تک دم ہنس دیا۔
''غلط فہمیاں نہیں کہہ سکتیں تم۔'' انا نے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ یہ سب جان بوجھ کر کررہا ہے اسے ٹینز کرنے کے لیے۔
''کچھ چاہیے؟'' ولید کے ہونٹوں پر موجود عجیب سی مسکراہٹ کو نظر انداز کرتے اس نے غصے سے پوچھا۔
''تم کیا دے سکتی ہو مجھے؟'' انا کو لگا کہ جیسے ولید اس کا مذاق اڑا رہا ہو' اس نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔
''ویسے بھی تم اس گھر میں اب چند دن کی مہمان ہو پھر تم اپنے حماد کے ساتھ رخصت ہوجاؤ گی' ایسے میں تم سے کچھ مانگتا میں اچھا تو نہیں لگوں گا۔'' ولید نے مسکرا کر کہا۔ حماد کے ذکر پر انا کا جی چاہا کہ سامنے رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر ولید کے سر پر دے مارے۔
''حماد سے ملاقات ہوئی تھی کافی خوش لگ رہا ہے۔ بڑے جوش وخروش سے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔'' ولید کا انداز اب بھی جی جلانے والا تھا۔
''ظاہر ہے شادی ہے اس کی وہ خوش تو ہوگا ہی۔'' وہ اب ولید کو خود پر کوئی بھی بات بنانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی' ولید ہنس دیا۔
''دیٹس گریٹ' تم میں یہ چینج بہت اچھا لگ رہا ہے' آئی لائک اٹ۔'' اپنی طرف سے تو اس نے ولید کو شرمندہ کرنا چاہا تھا لیکن ولید کے جواب پر وہ کلس کر رہ گئی۔
''جب انسان اپنی مرضی اور پسند سے شادی کررہا ہو تو یقیناً وہ خوش بھی ہوتا ہے۔'' وہ ولید کے سامنے کچھ دن پہلے اپنی انا اور وقار کو ایک طرف رکھ کر اظہار کرچکی تھی' اس کے بعد ولید نے جو جواب دیا تھا وہ اپنی جگہ مجرم بن گئی تھی اور اب اس نے سوچ لیا تھا دل کے جذبات کا خون ہو ہی رہا ہے تو پھر وہ کیوں اپنی نظروں سے گرے۔ جب صلیب پر چڑھنا

طلے ہے تو پھر پورے وقار کے ساتھ سب کچھ برداشت کرے گی چاہے اس کو اپنے دل کے ہی ٹکڑے کرنے پڑیں۔
''ویری نائس۔'' ولید مسکرایا۔
انا کو لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے اس نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔ اس نے کھانے سے ہاتھ کھینچا' برتن اٹھا کر سنک میں رکھے اور اپنے لیے چائے کا پانی چولہے رکھ دیا۔
''میرے لیے بھی ایک کپ چائے پلیز۔'' ولید نے اسے برتن چولہے پر چڑھاتے دیکھ کر کہا۔
ولید وہاں مسلسل موجود تھا اسے اس کی موجودگی سے الجھن اور پریشانی ہو رہی تھی لیکن وہ صبر کرنے پر مجبور تھی۔ اس نے ولید کے کپ میں چائے ڈال کر اس کے قریب آ کر چائے کا کپ اسے تھمایا۔
''شکریہ۔'' ولید نے کپ تھام لیا۔ ''ویسے تم چائے بہت اچھی بناتی ہو میں اب جب بھی اس گھر میں آیا کروں گا تمہارے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے کو بہت مس کیا کروں گا۔'' ولید کے الفاظ پر انا ساکت رہ گئی۔ وہ جو بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھال رہی تھی پھر بکھرنے لگی۔ اس نے خود پر ضبط کرتے کچھ کہے بغیر باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔
''رکو تو سہی......'' ولید فوراً اس کے سامنے آیا تھا۔ انا کے ہاتھ میں موجود کپ سے چائے چھلکی تھی اس نے بہت غصے سے ولید کو دیکھا۔
''سوری ڈیئر!'' ولید نے مسکرا کر کہا تو انا غصے سے دیکھ کر سائیڈ سے نکل کر باہر لان کی طرف آ گئی ولید بھی ساتھ ساتھ تھا۔
''مانا کہ تم میں یہ چینج اچھا لگ رہا ہے لیکن ایسی بھی کیا بے مروتی کہ تم سیدھے منہ بات کرنے پر ہی آمادہ نہیں۔''
وہ سیڑھیوں پر جا کر بیٹھی تو ولید نے بھی ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔ انا نے کپ سائیڈ پر پٹخا اور بہت غصے سے ولید کو دیکھا۔
''کیا چاہتے ہیں آپ؟'' اس کا انداز دوٹوک تھا۔
''بھئی ہم اچھے دوست ہیں کیا ہم اچھے انداز میں بات چیت بھی نہیں کر سکتے۔'' ولید نے بظاہر مسکرا کر کہا تھا۔ انا سلگ اٹھی' اس کا ضبط بالکل جواب دے چکا تھا۔
''نہیں ہیں ہم اچھے دوست......'' اس کے انداز میں قطعیت تھی۔
''اس دن آپ کی گاڑی میں آپ کے سامنے میں نے نہ صرف اپنی انا کو ختم کرتے اپنے وقار کو ملیامیٹ کیا تھا بلکہ اس دن میں نے اپنے دل میں موجود انمول جذبوں کی بھی تذلیل کروائی تھی۔ آپ ضیاء ماموں کی بیٹے تھے میں آپ سے اس رشتے ناتے انسیت ولگاؤ محسوس کرتی تھی اب آپ کا ان سے کوئی خونی رشتہ نہیں اس لیے میرا بھی آپ سے کوئی رشتہ نہیں۔'' وہ تلخی سے بڑی شدت سے سچائی رد کر رہی تھی۔
''لیکن انا......'' ولید نے کچھ کہنا چاہا تو اس نے انگلی اٹھا کر اسے روک دیا۔
''میں نے ماضی میں جو غلطیاں کیں مجھے ان کا ادراک ہے۔ میں ان پر شرمندہ بھی ہوں اور معافی بھی مانگ چکی ہوں۔ آپ کا اور میرا اس سے بڑھ کر اب کوئی رشتہ نہیں' کبھی جو تھا وہ اب سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ میں حماد سے شادی کر رہی ہوں اور اس رشتے کو قبول بھی کر رہی ہوں تو آپ کو اب کیا مسئلہ ہے' کیوں بار بار میرے سامنے آتے ہیں بلکہ مجھے آپ سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے۔'' وہ جو بات کرتے کرتے ہر بار آخر میں جذباتی ہو کر رونے لگتی تھی اس بار قطعی مختلف انداز میں بڑے حوصلے اور اعتماد کے ساتھ ولید کو سپاٹ نظروں سے دیکھتے اس نے یہ سب کہا تھا۔
''تم مجھ سے اس دن والی باتوں کو لے کر بہت خفا ہو نا؟'' اس کی اتنی ساری باتوں کے جواب میں ولید نے یہ کہا تو انا استہزائیہ ہنسی ہنس دی۔

''بڑی خوش فہمی ہے آپ کو اپنے بارے میں۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔ ''ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ خفا اپنوں سے ہوا جاتا ہے اور میرا اور آپ کا ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ میں آپ سے خفگی کا اظہار کروں۔''
''لیکن تمہارا ری ایکشن تو کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔'' ولید نے طنز سے جتایا اس نے غصے سے دیکھا۔ اس کا تن من جلنے لگا تھا' وہ غصے سے اٹھی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتی ولید نے اس کا ہاتھ تھام لیا' اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔
''ایم سوری' تم میری وجہ سے اس دن ہرٹ ہوئیں لیکن تم جانتی ہو اب ایسا کچھ بھی ممکن نہ تھا۔ تم جو چاہتی تھیں میں جانتا ہوں تم کو دکھ ہوا تھا لیکن انا تم......''
''بس......'' انا نے غصے سے کہتے اپنا ہاتھ کھینچا۔ ''مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی اور پلیز آئندہ میرے سامنے مت آیئے گا' میں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔'' بہت غصے سے کہہ کر تیزی سے وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیتے اسے جاتے دیکھا تھا۔

❋......❁......❋

رات کو شہوار انا کی طرف آئی تو ساتھ رابعہ بھی تھی ولید ابھی تک اُدھر ہی تھا۔ مصطفیٰ ساتھ آیا تھا۔ مصطفیٰ ولید کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا گیا جبکہ رابعہ روشی کے ساتھ گپ شپ میں لگ گئی تھی۔ شہوار انا کے ساتھ اوپر ٹیرس پر چلی آئی تھی۔ انا گم صم سی تھی' شہوار نے اسے دیکھا۔ انا کے لیے وہ خود بھی افسردہ تھی۔
''ایک کام کرو گی۔'' دونوں کے درمیان موجود خاموشی کو انا نے توڑا تو شہوار نے اسے دیکھا۔
''تم اپنے بھائی کو ہمارے ہاں آنے سے منع کردو۔''
''کیوں؟'' شہوار نے حیرت سے دیکھا۔
''تم میری دوست ہو لیکن ان سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔ ماضی میں جو بھی رشتہ تھا وہ ماضی کا حصہ بن چکا ہے' میں نہیں چاہتی وہ ہمارے گھر آیا کریں۔''
''لیکن کیوں؟''
''یہ تُو اپنے بھائی سے ہی پوچھنا' میں تُو بس اتنا جانتی ہوں کہ میں بڑی مشکل سے اپنے تمام حوصلوں کو مجتمع کرتے اس شادی کے لیے خود کو تیار کرپائی ہوں اور یہ شخص ہر بار میرے سامنے آکر اپنی طنزیہ اور دل چیر دینے والی باتوں سے میرے زخموں کو کریدنے لگتا ہے اور میں ہر بار پلِ صراط کے عمل سے گزرتی ہوں۔ میں اپنی غلطیوں کی سزا جھیلنے کو تیار ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارا بھائی بار بار آکر میرے زخموں کو کریدے۔''
''اوہ......'' شہوار سب سمجھ گئی تھی۔ اس نے انا کا ہاتھ پکڑا۔
''میں تمہاری تکلیف کا اندازہ کرسکتی ہوں کاش میں کچھ کرسکتی۔ میں نے کئی بار ولید بھائی سے بات کی لیکن وہ اس موضوع پر بات ہی نہیں کرنا چاہتے اور باقی لوگ وہ سب اس طرح شو کررہے ہیں کہ جیسے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ کبھی کبھار تو میرا دل چاہتا ہے کہ بابا صاحب کے پاس جاؤں اور ان سے ڈائریکٹ بات کروں۔'' شہوار کے لہجے میں انا کے لیے محبت اور خلوص تھا۔ انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
''جو ہونا تھا ہو چکا' میں نے خود ولید سے بات کی تھی۔'' وہ کچھ ریلیکس ہوگئی تھی' شہوار نے حیرت سے اسے دیکھا۔
''پھر کیا کہا انہوں نے؟'' جواباً انا نے ولید کے ساتھ ہونے والی تمام گفتگو سنادی' شہوار نے بے یقینی سے سنا تھا۔
''مجھے یقین نہیں ہے ولید بھائی اتنے سنگ دل کیسے ہوسکتے ہیں؟'' انا خاموش رہی۔

''بخشوں گی نہیں میں اب انہیں' تم نے جو کچھ بھی کہا ان کی محبت میں کہا اور وہ بھلا کیسے ایسا رویہ اختیار کر سکتے ہیں؟ حماد سے رشتہ ہونا بڑوں کا فیصلہ تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس رشتے پر نظر ثانی نہیں ہو سکتی تھی لیکن ان سب نے اس بات کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا ہے اور بس۔'' شہوار کو ایک دم شدید غصہ آیا تھا۔

''جو بھی ہے وہ سب ایک طرف اتنے صاف اور واضح انکار کے بعد ولید بھائی کو اب تمہیں یوں تنگ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے حیرت ہو رہی ہے ان پر وہ کیسے اتنے بے حس ہو سکتے ہیں؟'' اسے غصہ بھی آ رہا تھا اور بس نہیں چل رہا تھا کہ ولید سامنے ہو تو وہ اس سے لڑ پڑے۔

''جو بھی ہے تم ان کو منع کر دو میں شادی کو قبول کر چکی ہوں' ٹھیک ہے ابھی یہ سب بہت مشکل لگ رہا ہے۔ اپنے جذبات واحساسات سب پر قابو پانا بھی بہت تکلیف دہ ہے لیکن میں ولید کے بار بار سامنے آ جانے پر اس دہری اذیت سے چھٹکارا چاہتی ہوں' پلیز تم سمجھ سکتی ہو میں کس اذیت سے گزر رہی ہوں۔'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی تو شہوار اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ اس نے بہت محبت سے انا کو ساتھ لگا کر جذباتی سہارا دیا اور انا شہوار کا سہارا پا کر اور بھی ٹوٹ کر بکھری تھی۔

❁......❁......❁

شہوار ولید کے کمرے میں آئی تو دونوں کسی بات کو لے کر اچھا خاصا مسکرا رہے تھے۔ شہوار کو دیکھ کر دونوں سنبھلے تھے۔ مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ کھا جانے والی نظروں سے ولید کو گھور رہی تھی۔

''کیا ہوا؟'' مصطفیٰ نے پوچھا تو ولید نے بھی دیکھا۔

''مجھے آپ سے ایسی بے حسی کی قطعی امید نہ تھی۔'' مصطفیٰ کے سوال کو نظر انداز کیے وہ ولید کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی' دونوں نے حیران ہو کر دیکھا۔

''کیا' کیا ہے میں نے؟'' ولید نے حیران ہو کر شعلہ جوالہ بنی بہن کو دیکھا۔

''جب آپ انا کو صاف انکار کر چکے ہیں تو بار بار اسے یوں ٹیز کرنے کا کیا مطلب ہے؟'' اس نے غصے سے پوچھا۔ ولید کو ایک پل میں سارا معاملہ سمجھ میں آ گیا تھا یعنی انا شہوار کے سامنے دل کے دکھڑے بیان کر چکی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا جبکہ مصطفیٰ نا سمجھی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''تمہاری عقل مند دوست کے دماغ کا کچھ علاج کر رہا ہوں اس میں ٹیز کرنے کی تو بات نہیں۔'' ولید کا انداز بڑا مطمئن تھا' شہوار کے تن بدن میں آگ سی لگی تھی۔

''آپ اتنے بے حس اور سنگ دل ہو سکتے ہیں میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ آپ کو ذرا بھی رحم نہیں آ رہا انا پر' اس نے جو کچھ کیا آپ کی محبت میں بے بس ہو کر کیا تھا۔ ٹھیک ہے اس نے آپ کے معاملے میں بے اعتباری دکھائی تھی لیکن بعد میں وہ سنبھل بھی گئی تھی' اس کے بعد وہ اتنی بڑی سزا کی مستحق تو نہیں تھی۔ آپ سب مل کر اس کے ساتھ جو کر رہے ہیں وہ اسے زندہ درگور کرنے کے لیے کافی ہے۔ اوپر سے آپ کا یہ ظالمانہ رویہ وہ تو وقت سے پہلے ہی مر جائے گی۔'' شہوار کے لہجے میں انا کے لیے ترحم' محبت' پروا تھی جبکہ ولید کے لیے غصہ اور ملامت تھی۔

''اتنی نازک مزاج نہیں ہے تمہاری دوست کہ اتنی جلدی مر جائے۔ ابھی تو میں نے اسے ایسا کچھ بھی نہیں کہا جو تم اس کی سفارشی بن کر چلی آئی ہو۔'' ولید پر تو شہوار کی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا تھا وہ تو الٹا ہی بولنے لگا تھا۔ شہوار کو ولید کے رویے نے ازحد تکلیف دی تھی۔

''کیا بات ہے کچھ مجھے بھی تو بتاؤ؟'' غصے سے شہوار کو ولید کو گھورتے پا کر مصطفیٰ نے پوچھا۔

''بہتر ہے ان سے ہی پوچھئے ویسے بھی آپ کے یارِ غار ہیں آپ کب ان کی حرکتوں سے بے خبر ہوں گے۔'' وہ تو مصطفیٰ پر بھی چڑھ دوڑی تھی اور پھر انگلی اٹھا کر ولید کو دیکھا۔

''ایک بات یاد رکھیے گا اب کی بار مجھے آپ کی کوئی شکایت ملی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں سیدھا بابا صاحب' امی (لالہ رخ) اور ابو (فیضان) کے پاس جاؤں گی پھر نبٹ لیں گے وہ آپ سے اچھی طرح۔'' غصے سے کہہ کر وہ جس آندھی طوفان کی طرح آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی تھی۔ مصطفیٰ نے سوالیہ نظروں سے ولید کو دیکھا تو وہ محض مسکرا دیا۔

''مسکرانے سے کام نہیں چلے گا شہوار کیوں خفا ہو رہی تھی آرام وسکون سے بتاؤ مجھے۔'' مصطفیٰ کا انداز صاف اور دو ٹوک تھا' ولید ہنس دیا۔

❁......❁......❁

وہ تینوں گھر آئے تو بھی شہوار مصطفیٰ سے خفا خفا سی تھی۔ مصطفیٰ نے کئی بار اسے پکارا' متوجہ کیا لیکن وہ صاف نظر انداز کر گئی تھی۔ مصطفیٰ کمرے میں آیا تو بھی وہ سونے کی ایکٹنگ کرنے لگ گئی تھی۔

''میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو اس لیے اب آرام وسکون سے اٹھ کر میری بات سنو۔'' مصطفیٰ نے اس کے پاس نیم دراز ہوتے آنکھوں سے بازو ہٹا کر کہا تو شہوار نے غصے سے آنکھیں کھولیں۔

''بات نہیں کریں مجھ سے آپ نے مجھے بہت ناامید کیا ہے۔''

''یار...... یہ اچھی رہی تمہاری تو...... قصور تمہارے بھائی کا ہے اور تم الزام مجھے دے رہی ہو۔''

''وہ جو کچھ بھی کرتے رہے ہیں آپ سے چھپا ہوا تو نہیں ہوگا نا۔''

''وہ اب ہر بات مجھے بتانے سے تو رہا' میں اس معاملے میں قطعی بے خبر ہوں یار۔'' شہوار کے جواب میں مصطفیٰ نے رسانیت سے کہا۔ شہوار اٹھ کر بیٹھ گئی' چہرے کے زاویے ابھی بھی بگڑے ہوئے تھے۔

''انا بہت اذیت میں ہے' کتنی تکلیف دہ بات ہے ایک انسان اس قدر گلٹی فیل کر رہا ہے۔ سب سے شرمندہ ہے معافیاں مانگ رہا ہے' اس کے باوجود اسے سزا دی جا رہی ہے۔ ولید بھائی کو کیا کہوں یہاں تو سب بڑے اپنے فیصلوں سے ہٹنے کو تیار نہیں ہیں' عزت وانا کا مسئلہ بنالیا ہے اور ولید بھائی میں ان کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' آخر میں اس کی آواز رندھ گئی تو وہ رونے لگی تھی۔

''ارے...... ارے تم کیوں اس قدر کانشس ہو رہی ہو بھلا تمہارا اس میں کیا قصور۔'' مصطفیٰ نے اسے ساتھ لگایا تو وہ اور زیادہ آنسو بہانے لگی۔

''میں آج انا کے سامنے اس قدر شرمندگی محسوس کر رہی تھی کہ حد نہیں۔ ولید میرے بھائی ہیں انا کے سامنے ان کے بہت سے اعمال کی جواب دہ ہوں' ولید بھائی کو ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ انا نے ان سے نہ صرف معافی مانگی تھی بلکہ صاف لفظوں میں ان سے محبت کا اظہار بھی کر دیا تھا اور وہ اس قدر بے حس ہیں کہ صاف انکار کر دیا تھا۔'' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''جو کچھ ہو رہا ہے انا کو سمجھانے کے لیے یہی کافی تھا لیکن تمہارے بھائی کی ضد کے سامنے ہم بھی بے بس ہیں۔''

''آپ ان کے دوست ہیں ان کو سمجھانے کی کوشش تو کر سکتے تھے' ہونے کو تو ابھی بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچ لیا ہے میں صبح بابا صاحب سے بات کروں گی امی اور ابو سے بھی۔ میں ولید بھائی کی سنگ دلی کی وجہ سے انا کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی نہیں ہونے دوں گی۔'' اس کا انداز اٹل تھا' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیتے شہوار کے دو ٹوک انداز کو دیکھا اور پھر کچھ سوچتے اس نے شہوار کو دیکھا تھا جس کے رخساروں پر بہتے آنسو اس کی انا سے محبت کے

گواہ تھے۔
''اچھا بات سنو۔'' مصطفیٰ کا انداز پرسوچ تھا' شہوار کے آنسو صاف کرتے مصطفیٰ مسکرا کر اس کے قریب ہوا۔
''تمہیں کچھ بتانا ہے۔'' شہوار کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے دھیمے لہجے میں کہا تو شہوار نے سوالیہ نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔

❀......❀......❀

امجد خان نے پرانے ریکارڈ سے جو رپورٹ حاصل کی تھی وہ مصطفیٰ کو پیش کردی۔ مصطفیٰ وہ رپورٹ دیکھ کر الجھ کر رہ گیا تھا' مرنے والی عورت' اس کا بچہ اور دونوں بچیاں سب کی رپورٹ کے مطابق وہ ایک ہی خاندان کا حصہ تھے۔ وہ عورت ان بچوں کی سگی ماں تھی' پرانے ریکارڈ سے جو جو حقائق سامنے آئے تھے وہ بہت نامکمل سے تھے چونکہ اس وقت اس کیس کی پیروی کرنے والا سوائے ضیاء صاحب کے (وہ بھی چند دن تک) کوئی نہ تھا اور ضیاء صاحب نے بھی شاید پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نہ دیکھی تھی ورنہ وہ اتنا عرصہ ایک تکلیف دہ اذیت میں نہ گزارتا' خیر مصطفیٰ بذات خود ان حقائق کی جانچ پڑتال کروا رہا تھا۔
عبدالقیوم ماضی کا ہمایوں جیل میں تھا اس کا کیس عدالت میں چل رہا تھا اس کی منقولہ اور غیر منقولہ سب جائیداد فی الحال حکومت کی تحویل میں تھی۔ اس کے گھر کو بھی خالی کروالیا تھا' عبدالقیوم کی بیٹی عادلہ مکمل طور پر خالی ہاتھ ہو چکی تھی۔ دولت' جائیداد' گھر بار ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی تھی اسے مجبوراً ہاسٹل میں پناہ لینا پڑی تھی۔ مکافات عمل کا یہ سلسلہ بڑا اذیت ناک تھا۔ ظلم کے ہاتھ پیر نہیں ہوتے' زبان بھی نہیں ہوتی لیکن آخر کار انجام میں وہ چیختا چلاتا ہے' احتجاج کرتا ہے اور اس کی آواز سن لی جاتی ہے۔
عادلہ سوچ کی گہرائیوں میں غرق تھی' وہ اپنے تمام دوست احباب منہ بولے تمام رشتہ داروں کے پاس پناہ لینے کے لیے گئی تھی لیکن کوئی بھی اسے منہ لگانے کو تیار نہ تھا۔ دوست احباب کنارہ کشی اختیار کر گئے تھے اور نام نہاد رشتہ دار وہ بھی چڑھتے ہوئے سورج کے پجاری نکلے تھے۔ وہ عادلہ جس نے بڑے نازوں سے زندگی گزاری تھی اب زندگی کا اصل روپ دیکھا تو حقیقت میں اسے ''رب'' یاد آیا تھا۔ باپ پر مقدمہ چل رہا تھا' ماں پاگل خانہ میں تھی اور بہن بھائی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اس کے پاس ڈگری تھی لیکن اب قسمت ساتھ نہ تھی اسے ایک مقامی اسکول میں ایک ٹیچر کی جاب ملی تھی وہ بھی ایک پرانی دوست کے توسط سے جسے شاید اس کے حالات پر ترس آ گیا تھا اور وہ ملنے پر آمادہ ہوگئی تھی۔
زندگی کے روز و شب گزارتے اسے اپنا چند سال کا بیٹا اب شدت سے یاد آتا تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ عباس کے گھر جائے اور اپنے بیٹے سے مل لے لیکن وہ مارے خوف کے کہیں نہیں جا رہی تھی۔ اس کا سارا دم خم ماضی کا قصہ بن چکا تھا۔ اس کا باپ سب اعترافات کر چکا تھا سب جرائم قبول کر چکا تھا۔ جرائم کی ایک طویل فہرست تھی' لالہ رخ اور فیضان کے علاوہ اس کے مظالم پر گواہی دینے والے بہت سے لوگ تھے نجانے کون کون کہاں کہاں سے نکل آیا تھا۔ ایاز کے ڈھائے ہوئے مظالم بھی باپ کے کھاتے میں تھے۔ اس دن بھی وہ باپ سے ملنے جیل آئی تھی۔ عبدالقیوم کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی' شاید وہ بھی پچھتاوؤں کی منزل طے کر رہا تھا' باپ کی حالت دیکھ کر وہ شدت سے روئی تھی۔
''ہمارے ساتھ آپ نے بہت برا کیا ڈیڈ...... آپ نہ ہماری اچھی تربیت کر سکے اور نہ ہی خود کو اس احتساب سے بچا سکے۔ کاش میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی۔ بہت برا کیا آپ نے اپنے ساتھ بھی اور ہمارے ساتھ بھی۔'' باپ اس کے الفاظ پر خاموش رہا وہ کچھ دیر باپ کی حالت پر ماتم کناں رہی اور پھر وہاں سے نکل آئی تھی۔ وہ ذہنی امراض (پاگل

خانہ) کی عمارت میں آئی تو اس کی ماں اپنے مخصوص بستر پر بیٹھی ہوئی تھی' بال بکھرے ہوئے اور پاؤں زنجیروں میں قید تھے۔ وہ عادلہ کو دیکھ کر ایک دم متوجہ ہوئی تھی۔
''ایاز آ گیا...... میرا ایاز آ گیا......'' انہوں نے عادلہ کے ہاتھ تھام لیے تھے۔ اس کی ماں کے ذہن میں صرف ایاز تھا اور باقی سب کچھ محو ہو چکا تھا۔
''وہ تو کب کا آ کر اس دنیا سے بھی جا چکا ہے بلکہ وہ کیا آپ کی کاشی بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے۔'' عادلہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر رو دی تھی۔ وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھی شکوے شکایتیں نجانے کیا کیا کرتی رہی تھی' وہاں سے لوٹی تو عصر کا وقت تھا۔
اس کے دل کو عجیب سی بے چینی لگی ہوئی تھی وہ گھٹن سے بھرا ہاسٹل کا کمرا اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وقت کا پہیہ الٹا چل جائے اور وہ سب کچھ سدھار دے۔ عباس کے ساتھ شادی شدہ زندگی کو بالکل اسی طرح گزارے جس طرح عباس اور اس کے خاندان کی خواہش تھی وہ زندگی جس میں اس کا بیٹا تھا اور خوشیوں کی ریل پیل تھی۔ جنہیں اپنی ناعاقبت اندیشی کے سبب وہ اپنے ہاتھوں سے کھو چکی تھی۔ اسے عباس سے کی جانے والی اپنی تمام تر زیادتیاں یاد آنے لگیں تو وہ سسک اٹھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے خالی تھی اور عباس......
نجانے دل میں کیا سمائی کہ وہ رکشے میں بیٹھ کر عباس کے گھر کی طرف چلی آئی تھی۔ عباس کے عالی شان گھر کے سامنے رکشہ رکا تو وہ چونکی۔ اس گھر کو وہ اپنے غرور اور دولت کے نشے میں چُور ہو کر ٹھوکر مار کر چلی گئی تھی اور آج وہ اس گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ چوکیدار وہی پرانا تھا' عادلہ اس گھر کی پرانی مالکوں میں سے تھی اس نے عادلہ کو دیکھ کر سلام کیا تو ہمیشہ اپنے کروفر میں ملازمین کو کبھی نہ پلٹ کر دیکھنے والی عورت نے مسکرا کر جواب دیا۔
''مجھے اندر جانا ہے۔'' رکشے والے کو کچھ دیر میں آنے کا کہہ کر اس نے چوکیدار کو کہا تو وہ الجھا۔ عادلہ عرصے بعد اس گھر کی دہلیز پر آئی تھی وہ اندر اطلاع کر کے اجازت طلب کرتا تو شاید عادلہ کو بُرا لگتا اور ویسے ہی جانے دیتا تو نجانے کیا ردعمل ہوتا۔ اس نے کچھ سوچا اور پھر اسے جانے دیا۔
عادلہ اندر آئی تو وہاں ایک محفل آباد تھی' لاؤنج میں سبھی لوگ موجود تھے وہ دروازے پر ہی رک گئی تھی۔ اندر عائشہ اور صبا دو تین ملازماؤں کے ہمراہ ڈھیروں ملبوسات اور اشیاء پھیلائے ان کی پیکنگ میں مصروف تھیں۔ مہرالنساء بیگم صوفے پر براجمان تھیں ساتھ زہرہ پھوپو اور شائستہ بھی تھیں۔ لائبہ لاؤنج میں کھلنے والے دوسرے دروازے سے وہاں داخل ہوئی تھی عادلہ کی نگاہ اٹھی تو وہ حیران ہوئی لائبہ کے ہمراہ رابعہ تھی۔ رابعہ نے آفاق کو اٹھا رکھا تھا' عادلہ کی ساری حسیات اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھیں' وہ ایک عرصہ بعد اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ عادلہ کے دل میں بے شمار محبتوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔
''ماں جی خوش ہو جائیں' رابعہ نے آتے ہی اس چھٹکو پر نجانے کیا جادو کر دیا ہے ہر وقت ماما ماما کہتے اس کی گود میں چڑھا رہتا ہے۔'' لائبہ نے قریب آ کر کہا تو رابعہ جھینپ گئی تھی۔
''بچے تو محبت کے بھوکے ہوتے ہیں' جہاں سے محبت ملی اسی کے ہو گئے۔ ماشاء اللہ سے ہماری رابعہ محبت بھی تو بہت کرتی ہے۔'' زہرہ پھوپو نے بھی ہنس کر کہا۔
''اماں جی اچھی طرح دیکھ لیں کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی یہ نہ ہو کہ وہاں جا کر آپ کہیں کہ یہ کمی رہ گئی' وہ کمی رہ گئی ہے۔'' صبا نے پیکنگ کرتے کہا۔
''ابھی دو دن باقی ہیں گاؤں جانے میں کچھ رہ بھی گیا تو ہم کر لیں گے۔'' زہرہ پھوپو نے تسلی دی تبھی رابعہ سے

بات کرتے لائبہ پلٹی اور اس کی نگاہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی عادلہ پر ٹھہری تھی‘ پہلے تو نگاہ میں حیرت ابھری اور پھر ناگواری۔

”عادلہ بھابی......!“ لائبہ کی آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ سبھی نے پلٹ کر ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دروازے کی طرف دیکھا اور عادلہ کو دیکھ کر سبھی حیرت زدہ ہوئیں تھیں۔ عادلہ دروازے کی اوٹ سے نکل کر اندر کی طرف بڑھی تو سبھی نے حیرت سے اور سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ شہوار جو کچھ دیر پہلے کالج سے لوٹی تھی لباس بدل کر سیدھا لاؤنج میں آئی تھی لیکن اندر کا منظر دیکھ کر نہ صرف حیران ہوئی بلکہ عادلہ کی یہاں موجودگی پر چونکی بھی تھی۔

”کیوں آئی ہو تم یہاں؟“ ماں جی کا انداز بہت کرخت تھا۔

”مجھے بس اپنے بیٹے سے ملنا ہے۔“ عادلہ کے لہجے میں ماضی کا ایک عکس بھی نہ تھا وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”کون سا بیٹا؟“ ماں جی کے لہجے میں تحکم تھا۔ ”وہی بیٹا جسے تم بڑے کروفر سے یہاں پھینک کر چلی گئی تھیں۔“

”میں غلطی پر تھی‘ میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ آپ سب کے ساتھ بھی بہت زیادتیاں کی ہیں لیکن پلیز مجھے ایک بار میرے بیٹے سے ملنے دیں۔“ اس نے ماں جی کے سامنے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ اس کی نگاہیں رابعہ کے کندھے سے لگے آفاق پر تھیں۔

”رابعہ تم آفاق کو لے کر یہاں سے جاؤ۔“ ماں جی نے رابعہ کو حکم دیا تو رابعہ فوراً چلی گئی۔

”پلیز ایک بار ملنے دیں‘ وہ میرا بیٹا ہے مجھے اس سے ملنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔“

”وہ ہمارا پوتا ہے لڑکی...... تمہارا اس خاندان اور ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارے باپ نے ماضی میں جو کچھ کیا ہے وہ کیس تو عدالت میں چل رہا ہے لیکن تم نے ہمیں جو ذہنی اذیتیں دی تھیں اس کا بدلہ لینے لگ گئے تو بہت برا ہوگا تمہارے ساتھ۔ آفاق ہمارا وارث ہے اس کی طرف غلط نگاہ سے بھی دیکھا تو اس خاندان کے سب مرد غیرت اور عزت کے اصول بھول کر تمہیں تمہارا انجام یاد دلا دیں گے۔ ہم تمہیں اس گھر سے نہیں نکال رہے لیکن بہتر ہے کہ تم خود عزت کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ......“ ماں جی سارا لحاظ و مروت بھول گئی تھیں‘ عادلہ سسک سسک کر روئی تھی سبھی لوگ خاموش تھے۔

عادلہ کچھ دیر وہاں رکی اور پھر بڑی شکستہ سی وہاں سے چلی گئی تھی۔ مہرالنساء بیگم تو خاصا تپ چکی تھیں‘ انہوں نے چوکیدار کو بلا کر اس کی اچھی خاصی کلاس لی تھی۔

”عادلہ جیسی عورتوں کا کوئی بھروسہ نہ تھا‘ جس کا باپ اتنا بڑا کرمنل تھا اس کی بیٹی سے بُرے سے بُرے عمل کی توقع کی جاسکتی تھی۔ کیا پتا وہ گھر میں گھس کر پسٹل کے زور پر آفاق کو چھین کر لے جاتی تو......ایسی عورتوں سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔“ ان کے دل میں اور بھی نجانے کون کون سے وسوسے آرہے تھے وہ عادلہ کے اندر ہونے والی تبدیلی سے بے خبر تھیں ان کے ذہن میں تو ماضی کی بدتمیز‘ ہر حد تک جانے والی کرپٹ عادلہ کی شبیہہ تھی۔

شام تک یہی موضوع زیر بحث رہا تھا۔ ماں جی تو سخت خوف زدہ تھیں۔ شام کے بعد مرد حضرات گھر آئے تو انہوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا‘ عباس بھی وہیں موجود تھے سب نے خاموشی سے سنا تھا۔

”آپ ملنے دیتیں‘ نجانے اب وہ کیا کرے ایسی لڑکیوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔“ شاہزیب صاحب نے سارا معاملہ سن کر کہا۔

”خوامخواہ ملنے دیتی‘ جگر کا ٹکڑا اپنا کر پال رہے ہیں‘ ہم آفاق کو‘ میں تو اپنے بچے پر ایسی عورت کی پرچھائیں بھی نہ اب پڑنے دوں۔ مجھے اس عورت کا سلوک نہیں بھولتا‘ کبھی اس نے بچے کو سینے سے نہ لگایا۔ ایسا سلوک تو لوگ

جانوروں سے بھی نہیں کرتے جیسا اس نے آفاق کے ساتھ کیا تھا۔ اب ممتا جاگ گئی جب اس کی ضرورت تھی تب تو کہتی تھی کہ کسی یتیم خانے میں چھوڑ دو اس سے نہیں پالے جاتے ایسے بچے۔'' ماں جی کو ماضی نہیں بھولا تھا' سبھی خاموش ہو گئے تھے۔ عباس خاموشی سے اٹھا' وہ باہر آیا تو لائبہ سے پوچھا۔

''آفاق کہاں ہے؟''

''رابعہ کے پاس اس کے کمرے میں ہے۔'' رابعہ آج کل شہوار کے شادی سے پہلے والے کمرے میں ٹھہری ہوئی تھی۔ عباس سر ہلاتا اُدھر آیا تھا' ناک کرکے دروازہ کھولا تو رابعہ نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ آفاق کو تھپک تھپک کر سلا رہی تھی' عباس کو دیکھ کر بستر کے کنارے سے کھڑی ہوگئی اس نے دوپٹہ سلیقے سے سر پر جمایا تھا۔

''سو گیا آفاق؟''

''جی۔'' عباس نے قریب آکر سوئے ہوئے بیٹے کی پیشانی چومی اور پھر سیدھا ہو کر قریب کھڑی رابعہ کو دیکھا۔

''شکریہ۔'' سنجیدگی سے کہا تو رابعہ نے چونک کر دیکھا' انداز سوالیہ تھا۔

''آپ نے جس طرح آتے ہی آفاق کی ذمہ داری لے لی ہے وہ قابل ستائش ہے۔ میں آفاق کے سلسلے میں پریشان تھا وہ چلتا پھرتا ہے' باتیں کرتا ہے' بہت حساس ہے۔ پتا نہیں کیا ری ایکشن دیتا ماں جی کے علاوہ وہ لائبہ بھابی کے سب سے زیادہ قریب رہا ہے ایسے میں آپ کو قبول کرنا' میں پریشان تھا۔''

''بچے تو محبت کے بھوکے ہوتے ہیں' تھوڑی سی توجہ' کچھ محبت اور بے پناہ چاہت جس سے مل جائے اس کے ہو جاتے ہیں۔ ماشاءاللہ اتنا پیارا بچہ ہے یہ تو' جو دیکھے توجہ دینے پر مجبور ہو جائے۔'' آفاق کو دیکھتے رابعہ نے مسکرا کر کہا تو عباس مسکرا دیا۔

''مجھے عادلہ کی آمد کی خبر مل گئی ہے' میں حیران ہوں وہ عورت اب کیا چاہتی ہے۔ میں آفاق کو لے کر ہمیشہ کانشس رہا ہوں رابعہ...... میں چاہتا ہوں شادی کے بعد آپ اسے حقیقی ماں کی سی محبت دیجیے گا ورنہ میرا بیٹا بکھر کر رہ جائے گا۔''

''آپ کو یہ سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں' یہ سب میرا فرض ہے میں اس کو خوش اسلوبی سے نبھانے کی کوشش کروں گی۔'' عباس رابعہ کو دیکھ کر مسکرایا۔

''شکریہ۔'' رابعہ محض مسکرائی تھی۔ عباس اس سے اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا اور وہ مسکرا کر اس کو سن رہی تھی۔

❀......❀......❀

امجد خان بے شک ملازم کی اولاد تھا لیکن تعلیم کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ وہ دل لگا کر پڑھتا رہا تھا میٹرک کے بعد مختلف جگہ اپلائی کیا تھا۔ چھوٹی موٹی جاب کرتا رہا تھا۔ گلناز امجد خان کی ماموں زاد تھی کم عمری میں ہی شادی ہوگئی تھی۔ شادی کے ایک سال بعد بیٹا پیدا ہوا تھا جب وہ لوگ لالہ رخ کو لے کر سکندر کے پاس پہنچے تھے ان کا بیٹا ابوبکر ایک سال کا تھا۔ لالہ رخ کی والدہ کے ان کے خاندان پر بہت احسانات تھے' امجد خان والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ لالہ رخ کے حویلی چھوڑنے کے ایک سال بعد اس نے ماں باپ کو بھی بلوا لیا تھا۔ اس کی جاب پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک معمولی کانسٹیبل کے طور پر ہوئی تھی لیکن وہ اپنی محنت اور قابلیت کے سبب اپنی تعلیم کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ لالہ رخ سے بھی کبھی کبھار رابطہ ہو جاتا تھا' کچھ عرصہ پہلے اس کی شفٹنگ راجن پور کے پسماندہ علاقہ میں ہوگئی تھی۔ بیوی بچے ساتھ تھے' وقت کے ساتھ اس کے بڑے دو بیٹے اور پھر ایک بیٹی تھی۔ اس کا بڑا بیٹا اسلام آباد میں زیر تعلیم تھا' جاب شفٹنگ کی وجہ سے اس نے بیٹے کو وہیں ہاسٹل میں ہی ڈلوا دیا تھا۔ چھوٹے بچے ابھی بہت چھوٹے تھے' دوسرے بیٹے کو مقامی

اسکول میں داخل کروادیا تھا۔ اس کی بیوی ایک بار پھر امید سے تھی‘ ڈلیوری میں چند ماہ باقی تھے جب ڈیپارٹمنٹ میں کچھ جابز نکلی تھیں اس نے بھی اپلائی کرلیا تھا۔ امتحان ہوا تو وہ کامیاب ٹھہرا تھا‘ ٹریننگ کے لیے اسے اسلام آباد بھجوادیا گیا تھا۔ پیچھے بیوی بچے اکیلے تھے‘ چھ ماہ کی ٹریننگ تھی۔ گلناز بہت سمجھ دار اور باشعور عورت تھی لیکن انجان جگہ اور انجان لوگوں میں رہنا عجیب مشکل سا کام تھا۔ امجد خان نے ان کو کرائے پر گھر لے کر رکھا ہوا تھا۔ ٹریننگ کی وجہ سے وہ ان سب کو ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا‘ دونوں ماں باپ گزرے وقت میں دنیا سے چل بسے تھے وہ دو ماہ بعد صرف دو دن گھر آسکا تھا۔ اسے گلناز کچھ پریشان دکھائی دی تھی لیکن اس کے بار بار پوچھنے پر بھی وہ ٹال گئی تھی۔

اعلیٰ جاب اور عہدہ حاصل کرنا امجد خان کا خواب تھا اور گلناز اس کے کسی بھی خواب کے رستے میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اس کی ڈلیوری کے دن نزدیک تھے‘ راجن پور میں امجد خان کے ڈیپارٹمنٹ کا ایک شخص اور اس کی بیوی ان کی خبر گیری کرلیا کرتے تھے۔ گلناز کے ہاں بیٹی نے جنم لیا تھا اس شخص اور اس کی بیوی نے کافی تعاون کیا تھا اور تبھی گلناز مزید پریشان ہوگئی تھی اس نے محسوس کیا تھا کہ امجد خان اس شخص کو ان کی خبر گیری کا کہہ کر تو چلا گیا تھا لیکن یہ شخص کوئی اچھا انسان نہ تھا‘ وہ شخص جب جی چاہتا گھر میں گھس آتا تھا۔ نت نئی فرمائشیں اور باتیں‘ گلناز اس اجنبی جگہ اور انجان لوگوں میں بڑی مشکل سے دن گزار رہی تھی وہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ لالہ رخ کا فون نمبر موجود تھا ایک دوبار اس سے بات ہوئی تھی تو اس نے لالہ رخ سے سب کہہ دیا تھا جواباً لالہ رخ نے اسے محتاط رہنے کا کہا تھا۔ لالہ رخ نے اسے بتایا کہ کس طرح ہمایوں نے انہیں ڈھونڈ نکالا ہے اور پریشان کردیا ہے۔ اس کے باوجود لالہ رخ نے اسے کہا تھا کہ اگر زیادہ پریشانی والی بات ہے تو وہ اس کے پاس آجائے جب تک امجد خان کی ٹریننگ نہیں ہوجاتی وہ بچوں سمیت اس کے پاس رہ سکتی ہے۔ لالہ رخ نے اپنے پرانے اور نئے دونوں گھروں کا ایڈریس لکھوادیا تھا‘ کچھ دن مزید سرکے تو ایک عجیب سی بات ہوئی تھی۔

اس کی بیٹی کی طبیعت بہت خراب تھی وہ کافی دنوں سے بیمار تھی وہ مجبوراً امجد خان کے بتائے ہوئے شخص اور اس کی بیوی کی مدد لینے پر مجبور تھی اس کی بیوی اچھی عورت تھی وہ اس کے ساتھ ہسپتال چلی گئی تھی۔ سردیوں کی پیدائش تھی بچی کو نمونیا ہوگیا تھا ڈاکٹر نے دو دن ہسپتال میں رکھنے کو کہا تھا۔ وہ دو دن گلناز کے لیے بڑے تکلیف دہ تھے اس شخص کی نوازشیں اور مہربانیاں وہ پتا نہیں کیسے برداشت کررہی تھی۔ اگلے دن شام کے وقت ان کو ڈسچارج کردیا گیا تھا بچی اب بہتر تھی۔ اس نے بچی کی طبیعت کی اطلاع بذریعہ خط امجد خان کو بھجوادی تھی جواباً اس کا خط بھی ملا تھا کہ ٹریننگ کا شیڈول بہت سخت ہے‘ چھٹی ملنا مشکل ہے۔ اب ٹریننگ مکمل ہوگی تو گھر آسکے گا تب تک وہ اپنا اور بچوں کا خیال رکھے۔

رات کا پہر تھا بچی کو سلا کر گلناز کی ابھی آنکھ ہی لگی تھی جب گھر کا دروازہ بجنے لگا تھا۔ وہ اٹھ کر باہر آئی اس نے پوچھا تو پتا چلا وہ ہی شخص ہے‘ وہ حیران ہوئی بھلا رات کے اس پہر یہ شخص کیا کرنے آیا ہے۔

''بھابی ہم لوگ آپ اور بچوں کی خیریت پوچھنے آئے ہیں۔'' وہ شش وپنج میں تھی جب دروازے کے دوسری طرف سے کہا گیا تھا۔ گلناز کو تھوڑا سا سکون ہوا یعنی وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا تھا وہ اندر داخل ہوا تو گلناز نے اس کے عقب میں دیکھا‘ وہ وردی میں ملبوس تھا۔

''بھابی کدھر ہیں؟''

''وہ تو گھر پر ہی ہے میں آفس سے لوٹا تو سوچا ادھر سے گزر رہا ہوں آپ اور بچوں کی خیریت پوچھ لوں۔'' اس نے کہا تو گلناز چونکی‘ اس کے چہرے کے تیور بدلے تھے۔ وہ چار بچوں کی ماں تھی اتنا تجربہ ضرور ہوچکا تھا کہ تنہا مرد رات

کے اس پہر کسی تنہا عورت کے گھر میں یوں چلا آئے تو کیا کچھ ہو سکتا ہے۔
"آپ کو اس وقت اُدھر نہیں آنا چاہیے تھا۔" گلناز نے از حد ناگواری سے کہا تھا۔ "آپ کو علم ہے میں تنہا عورت اس وقت گھر میں اکیلی ہوتی ہوں' محلے والے پہلے ہی میرے بارے میں مشکوک رہتے ہیں۔ میں لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع نہیں دینا چاہتی' آپ براہ کرم اس وقت یہاں سے جاسکتے ہیں۔" اس نے بہت صاف لہجے اور رکھائی میں کہا تھا۔
"ارے آپ تو غصہ ہی کر گئیں' میں تو بس خیریت پوچھنے آیا تھا۔" وہ کھکھیا گیا تھا۔
"خیریت ہی پوچھنی تھی تو دن کی روشنی میں آتے۔" گلناز کا انداز بے لچک تھا۔
"غصہ کیوں کرتی ہیں' بھلائی کا تو کوئی زمانہ ہی نہیں۔ امجد صاحب نے کہا تھا تو میں ان کی مروت میں سب کرتا ہوں ورنہ کون ہے جو اس زمانے میں کسی غیر کے لیے اتنی دوڑ دھوپ کرے۔" جواباً وہ بھی غصہ کر گیا تھا۔ گلناز الجھی تھی' وہ شخص واپس جانے کی بجائے صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔
"ایک گلاس پانی پلا دیں پھر چلا جاتا ہوں۔" گلناز کو اس کا انداز بہت عجیب سا لگا تھا وہ خاموشی سے وہاں سے ہٹی اور ایک طرف بنے چھوٹے سے کچن میں آئی۔ وہ ابھی گلاس میں پانی نکال کر پلٹی تھی جب ہی وہ شخص کچن کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔
"آپ اُدھر کیوں آ گئے میں پانی لا رہی تھی نا؟" گلناز کا لہجہ لڑکھڑایا تھا لیکن پھر فوراً خود پر قابو پائے غصے سے کہا تھا۔
"پانی کی کس کو طلب ہے تم جانتی ہو مجھے یہاں کیا چیز کھینچ کر لاتی ہے۔" وہ شخص فوراً اپنی اوقات میں آیا تھا۔
"ہاں اچھی طرح جانتی ہوں' تم ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے نکلو۔ بہت برداشت کرلیا میں نے تمہیں' تم میرے گھر سے نکلو ورنہ میں شور مچا دوں گی۔" گلناز گلاس ایک طرف پٹخ کر چلائی تھی۔
"شور مچاؤ گی تو اپنا ہی نقصان کرو گی' لوگوں کو کیا جواب دو گی میں تو اُدھر آتا جاتا رہتا ہوں' لوگ تو کہیں گے کہ تم نے خود مجھے بلوایا ہے۔" گلناز کا رنگ لٹھے کی مانند سفید ہوا تھا۔
"مجھے ترس آتا ہے تمہاری نیک سیرت بیوی پر' کس قدر گھٹیا انسان ہو تم۔" وہ دکھ سے بس یہی کہہ سکی تھی۔
"دیکھو تمہارا شوہر یہاں نہیں ہے کیوں اتنی خوب صورت جوانی یوں برباد کر رہی ہو' میرے ساتھ تعاون کرو فائدے میں رہو گی۔" وہ شخص خباثت پر اتر آیا تھا۔ گلناز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس شخص کو مار مار کر یہاں سے نکال دے۔
"تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" اس نے کہا تو وہ شخص اس کی طرف بڑھا تھا۔
"اتنے ماہ سے تم پر محنت کر رہا ہوں' وقت اور پیسہ ضائع کر رہا ہوں ایسے کیسے دفعہ ہو جاؤں' عرصہ بعد تو اتنا اچھا موقع ملا ہے۔" وہ اس کی طرف بڑھا تھا۔ گلناز مارے خوف کے کچن کی اندرونی دیوار سے جا لگی تھی۔ وہ شخص جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔
گلناز نے اپنے بچاؤ کے لیے اردگرد دیکھا اور پھر اس کی نگاہ برتنوں والی ٹوکری پر پڑی تھی' اس نے تیزی سے وہاں سے کفگیر اٹھایا تھا اور اپنی طرف بڑھتے شخص کے سر پر دے مارا تھا۔ وہ شخص بلبلا کر پیچھے ہٹا تھا۔ اس شخص کے سر سے خون بہہ نکلا تھا' گلناز نے یہ موقع غنیمت جانا تھا' وہ اندھا دھند ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ سردی کے موسم کے سبب بچے اور وہ خود ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے اس نے کمرے میں گھس کر کنڈی لگائی تھی اور دروازے سے

ٹیک لگا کر تھر تھر کانپ رہی تھی۔ باہر سے اس شخص کے کراہنے اور بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔
''میں تمہیں جیل کروادوں گا۔ تم جانتی نہیں میری پہنچ کہاں تک ہے' تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے اب تم دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔'' وہ دھمکیاں دے رہا تھا۔

کچھ دیر تک اس کی آوازیں آتی رہی تھیں اور پھر گھر میں خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ رات گلناز کے لیے عجیب قیامت خیز تھی۔ وہ ساری رات روتے سسکتے اس نے وہ فیصلہ کیا تھا۔ فجر کی نماز پڑھ کر ابھی اندھیرا ہی تھا کہ اس نے بچوں کو اٹھایا اور ضروری اشیاء لی اور ایک کپڑوں کا بیگ تیار کیا اور صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے اپنے گھر کے دروازے پر تالا لگا کر وہ گھر چھوڑ دیا تھا۔ اسے جلد ہی ایک تانگہ مل گیا تھا جس نے اسے ریلوے اسٹیشن پہنچا دیا تھا۔ وہ اکیلی عورت حالات کی ستائی ہوئی تھی۔ بچوں کا ساتھ تھا وہ خوف زدہ بھی تھی لیکن ہمت کرتے اس نے وہ ٹرین کا سفر کیا تھا۔ کئی گھنٹوں پر مشتمل وہ سفر اس کی زندگی کا تنہا سفر تھا جو وہ امجد خان کے بغیر کر رہی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ منزل پر پہنچتے ہی اگلے دن امجد خان کو خط لکھ کر سب حالات سے آگاہ کر دے گی۔

رات گئے ان کا سفر ختم ہوا تھا' اس کے بعد اس نے اسٹیشن سے تانگہ لیا تھا' وہ سکندر اور لالہ رخ کے پاس آ گئی تھی۔ لالہ رخ نے اسے نئے اور پرانے دونوں گھروں کا ایڈریس دے رکھا تھا' پرانے گھر میں وہ کئی بار آ چکی تھی لیکن ہر بار امجد خان ہمراہ ہوتا تھا لیکن اس بار تنہا تھی اس لیے ایڈریس اس کے بہت کام آیا تھا۔ تانگے والے نے اسے گھر کے سامنے اتارا تھا لیکن بدقسمتی سے گھر کے دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ گلناز پریشان ہوگئی تھی' تانگے والا ابھی سامان اترنے کا انتظار کر رہا تھا گلناز نے کچھ سوچتے اسے دوسرے گھر کا ایڈریس سمجھاتے وہاں اتارنے کو کہا تھا۔ تانگے والی نے اسے دوسرے گھر اتار دیا تھا' گھر کے اندر روشنی ہو رہی تھی گلناز کے اندر سکون سا اترا تھا۔ اس نے سامان اور بچوں کو اتروا کر تانگے والے کو فارغ کیا تھا اور خود گھر کی طرف بڑھی تھی۔ وہ لالہ رخ کا یہ گھر پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ اس نے دستک کے لیے داخلی دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا' وہ سوئی ہوئی دونوں بچیوں اور بیگ کو سنبھالتی بچے کو لیے گھر میں داخل ہوئی تھی لیکن وہاں تو اور ہی ماجرا تھا جہاں داخل ہوتے ہی دو آدمیوں نے اسے کھینچ لیا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے تم بھاگ کر واپس آ ؤ گی تو ہم یہاں سے چلے گئے ہوں گے۔ پکڑو اس کو سنبھالو رسیوں سے باندھ دو اب بھاگنے نہ پائے۔'' وہ کئی آدمی تھے۔ گلناز تو اس افتاد پر خوف زدہ ہوگئی تھی۔ وہ تو پہلے ہی عجیب سے حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچی تھی لیکن اس نئی صورت حال نے اسے مزید خوف زدہ کر دیا تھا۔

کچھ اور آدمی آ گئے تھے ان سب نے مل کر اس کے چیخنے چلانے کے باوجود اسے اور اس کے بیٹے کو ایک جگہ کرسی کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیا تھا۔ اس کی دونوں بیٹیاں اس کے پاس ہی زمین پر گری چیخ رہی تھیں' سامان باہر دروازے پر ہی رہ گیا تھا۔ وہ بین کر رہی تھی ان کو صورت حال سمجھانا چاہتی تھی کہ وہ...... وہ نہیں ہے جو سمجھا جا رہا ہے لیکن کسی نے مہلت ہی نہ دی تھی۔ انہوں نے اس پر اور بچوں پر پیٹرول چھڑکا تھا' ایک شخص نے آگ دکھائی اور پھر چیخیں تھیں...... آہیں تھیں۔ شعلے تھے...... آگ تھی' تپش تھی...... یوں آگ نے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

❁......❁......❁

مصطفیٰ خود اس کیس کی پڑتال کر رہا تھا' سالوں پرانا ریکارڈ نکالا گیا تھا' اس نے بذات خود اس جگہ کا معائنہ کیا تھا۔ وہ گھر جلا تھا اس کے مکین جل کر راکھ کا ڈھیر ہوئے تھے لیکن بہت سی باقیات بھی بچی تھیں جو بعد کے لیے ثبوت کے طور پر پیش کی جاسکتی تھیں جن میں ایک چھوٹی سی ڈائری تھی جس پر مختلف ایڈریسز درج تھے۔ یہ شاید فون کی ڈائری تھی'

بوسیدہ سے کاغذات گھر کے بیرونی دروازے پر سے ہی مل گئے تھے اور پھر وہ ریکارڈ میں رکھ دی گئی تھی۔ یہ ڈائری اتنی اہم نہ تھی کہ اس کی جانچ پڑتال کی جاتی۔ مصطفیٰ نے وہ ڈائری بغور دیکھی تھی اور پھر اس پر درج تمام ایڈریسز کی چھان بین کروائی تو الجھا تھا' ایڈریسز کے علاوہ چند ایک فون نمبر بھی تھے۔ مصطفیٰ نے امجد خان کو بلوا بھیجا تھا' اس نے وہ ڈائری اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ امجد خان ڈائری دیکھ کر چونکا تھا۔

''یہ ڈائری آپ کو کہاں سے ملی؟''

''یہ ڈائری مجھے فیضان چچا اور لالہ رخ چچی کے کیس والی فائل سے ملی ہے۔'' امجد خان نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''یہ...... یہ ڈائری تو میری بیوی کے پاس ہوتی تھی لیکن یہ یہاں کیسے پہنچی؟''

''آپ کو مجھے اپنی بیوی اور بچوں کے بارے میں ڈیٹیل میں سب بتانا ہوگا امجد صاحب! مجھے لگ رہا ہے کہ اس کیس میں ان لوگوں کی موجودگی ایک بہت بڑا راز ہے۔'' امجد خان نے سر ہلایا اور پھر اس نے اپنے بارے میں بتانا شروع کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

امجد خان چھ ماہ کی ٹریننگ کے بعد لوٹا تو گھر پر تالا لگا ہوا تھا اور مالک مکان از حد غصے میں تھا۔ امجد خان حیرت زدہ تھا' مالک مکان کو کرایہ ادا کر کے اس نے جیسے تیسے مطمئن کیا اور خود اس آدمی کے پاس آیا تھا جسے اس نے اپنی غیر موجودگی میں اپنے گھر اور گھر والوں کی خبر گیری کرنے کو کہہ رکھا تھا۔ وہ شخص تو بھرا بیٹھا تھا' اس نے گلناز کے متعلق وہ وہ الزامات لگائے کہ دونوں کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس آدمی کے کہنے کے مطابق گلناز کے کسی اور مرد سے ناجائز تعلقات قائم ہو گئے تھے جس کی اسے خبر ہو گئی تھی اور پھر ایک رات وہ اس کی بچی کی خبر گیری کرنے گیا تو دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔ دونوں کو برا بھلا کہا تھا جواباً گلناز شرمندہ ہونے کے بجائے دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر اسے نہ صرف زدوکوب کیا تھا بلکہ غلط نتائج کی دھمکیاں بھی دی تھیں۔ وہ رات کو چلا گیا تھا اور اگلی صبح گلناز اس آدمی اور بچوں سمیت غائب ہو چکی تھی۔ امجد خان یہ سب ماننے کو تیار نہ تھا' اس نے مختلف رشتہ داروں کے ہاں فون کیے تھے گلناز اور بچے کہیں بھی نہ تھے۔ امجد خان کو گلناز پر پختہ یقین تھا جو دن گزرنے کے ساتھ ساتھ متزلزل ہونے لگا تھا۔ اس نے چند دن گلناز کو تلاش کیا لیکن گلناز کا کوئی اتا پتا نہ مل سکا تھا۔

اس کو ٹریننگ کے بعد صرف چند چھٹیاں ملی تھیں اسے فوراً جوائننگ کرنا تھی۔ وہ نوکری پر چلا گیا تھا اور پھر کچھ عرصہ بعد اسے سکندر اور لالہ رخ والے سانحہ کی خبر ہوئی تو وہ وہاں آیا تھا۔ عجیب سے حالات تھے' کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی اس کی اپنی جاب تھی گلناز کی طرف سے بھی پریشانی تھی۔ وہ کچھ عرصہ تک اپنی پریشانیوں میں گھرا رہا تھا۔ گلناز کو ملنا تھا نہ وہ ملی تھی' بچے بھی غائب تھے وہ اب رفتہ رفتہ اس شخص کی سنائی ہوئی کہانی پر یقین کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ مزید بیتا وہ اب اپنی جاب میں مستحکم تھا۔

اس نے گلناز کو بھول کر اپنی زندگی کو ایک نیا موڑ دینا چاہا اور شادی کر لی تھی اس کا بیٹا ابوبکر بہت چیخا' چلایا جواباً سوتیلی ماں اور ابوبکر کے درمیان حالات کشیدہ رہنے لگے تھے۔ گلناز کی وجہ سے وہ بعض اوقات ابوبکر سے بھی برگشتہ ہو جاتا تھا۔ دوسری بیوی سے اللہ نے اسے اولاد دی تو وہ گلناز کی بے وفائی کو مکمل طور پر بھلا چکا تھا لیکن لالہ رخ والے کیس پر وہ مسلسل کام کر رہا تھا' اس نے بہت سے حقائق جمع کر لیے تھے لیکن کوئی سرا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ وقت کا کام تھا گزرنا وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ ابوبکر حالات سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ امجد خان کے لیے اپنی جاب'

بیوی بچے اور گھریلو ذمہ داریاں تھیں۔ اسے چلے جانے والے لوگ شدت سے یاد آتے تھے لیکن اس نے خود کو پتھر بنالیا تھا۔ گلناز کے خاندان والے اس کی بتائی گئی کہانی پر یقین کرنے پرآمادہ نہ تھے سو ان سے بھی عرصہ دراز سے قطعی تعلقی تھی اور پھر عرصہ بعد ابوبکر خود آیا تھا ان کے پاس اپنی شادی کا کارڈ لے کر وہ بھی نادم تھے شرمندہ تھے۔ بیٹے کو فوراً قبول کرلیا لیکن گلناز اور باقی تینوں بچے ابھی شدت سے یاد آتے تھے جنہیں وہ دل پر پتھر رکھ کر بھول جانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔

❀......❀......❀

مصطفیٰ نے ساری کہانی سنی اور پھر افسردگی میں ایک گہرا سانس لیا تھا۔

''مجھے نجانے کیوں لگ رہا ہے امجد صاحب...... وہ عورت اور تینوں بچے وہ آپ کے ہی اہل خانہ تھے۔'' امجد خان کا رنگ ایک دم زرد ہوا تھا۔

''عبدالقیوم کی نشان دہی پر جو جو ملوث لوگ تھے ان کی فہرست کے مطابق وہ لوگ کرائے کے غنڈے تھے جن میں صرف دو گرفتار ہوسکے ہیں باقی کچھ مر کھپ گئے ہیں اور کچھ روپوش ہیں جو گرفتار ہوئے ہیں ان کے بیانات کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ عورت جو تینوں بچوں کے ہمراہ اس گھر میں اس رات داخل ہوئی تھی اس کے پاس بیگ تھا جسے ایک آدمی اٹھا کر اپنے گھر لے گیا تھا جس میں کپڑے اور قیمتی زیور اور روپے تھے۔ وہ عورت ان کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ لالہ رخ نہیں ہے بلکہ اس کی رشتہ دار ہے۔ اب صرف ایک ہی حل ہے آپ کا اور آپ کے بیٹے ابوبکر کا ڈی این اے ٹیسٹ لیا جائے اور پھر اسے اس پرانی پوسٹ مارٹم رپورٹ سے میچ کیا جائے۔ میری دعا ہے کہ جیسا میں سوچ رہا ہوں ویسا کچھ نہ ہو آپ پلیز ہمت کریں۔'' امجد خان کے نڈھال سے انداز پر مصطفیٰ نے کندھا تھپتھپا کر تسلی دینا چاہی تھی۔ امجد خان تب بھی ساکت و خاموش رہا تھا۔

❀......❀......❀

مصطفیٰ گھر آیا تو اس نے حویلی کال کی اور لالہ رخ سے بات کروانے کو کہا تھا۔ لالہ رخ فون پر آئیں تو مصطفیٰ نے سلام دعا اور حال چال دریافت کرنے کے بعد ڈائریکٹ پوچھا تھا۔

''آپ ماضی میں کسی گلناز نامی خاتون کو جانتی ہیں؟''

''گلناز......'' لالہ رخ نے کچھ سوچا۔

''امجد خان کی بیوی کا نام تھا گلناز۔'' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''مجھے اس سلسلے میں آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے کیا یہ ممکن ہے آپ اس سلسلے میں چچا جان کے ساتھ شہر آجائیں۔''

''خیریت ہے نا بیٹا؟''

''جی آپ کے کیس کے سلسلے میں کچھ کارروائی رہتی ہے جس کے سلسلے میں آپ کا اور چچا جان کا شامل ہونا بہت ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے میں آپ کے چچا سے بات کرتی ہوں۔''

''شکریہ، کل تک تشریف لے آئیے گا بہت ایمرجنسی ہے۔'' مصطفیٰ نے کہہ کر ایک دو اور باتوں کے بعد کال بند کردی تھی اور کچھ سوچتے اس نے ایک گہرا سانس لیا تھا یہ کیس اب تقریباً تکمیل کے مراحل میں تھا۔

❀......❀......❀

عبدالقیوم کے کیس کی عدالتی کارروائی پر فیضان اور لالہ رخ شہر پہنچے تو مصطفیٰ کے کہنے پر سیدھا کورٹ چلے آئے تھے۔ وہاں ضیاء صاحب اور افشاں بیگم بھی موجود تھے شاید ان کو بھی عدالت نے گواہی کے لیے بلا رکھا تھا۔ کورٹ میں تین چار گھنٹوں کی کارروائی چلی تھی۔ ہتھکڑیوں میں جکڑا عبدالقیوم لالہ رخ کو دیکھ کر ساکت رہ گیا تھا' وہیں فیضان کو دیکھ کر اس کا رنگ بالکل بدل گیا تھا۔ عبدالقیوم کا کیس اس کے مخالف چل رہا تھا' گواہی دینے والے بہت سے لوگ تھے۔ امجد خان سے لے کر لالہ رخ تک' بڑی دیر تک عدالتی کارروائی چلی تھی۔ سب نے اپنے اپنے بیانات قلم بند کروائے تھے' ابوبکر بھی امجد خان کے ہمراہ تھا۔ عدالتی کارروائی کے اختتام کے بعد مصطفیٰ ان سب کو لے کر گھر آ گیا تھا۔ ضیاء صاحب اور افشاں بیگم بھی ساتھ تھے' امجد اور ابوبکر بھی۔ مصطفیٰ بھی وہیں چلا آیا تھا' گھر کے کچھ اور افراد بھی آ گئے تھے۔

''آپ نے بتایا تھا کہ آپ جب دوبارہ اس گھر کے سامنے پہنچی تو وہاں سے کسی عورت اور بچوں کے رونے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں اور پھر گھر کو آگ لگا دی گئی۔ کیا آپ نے خود اپنی آنکھوں سے وہ سب ہوتے دیکھا تھا' مطلب اس عورت کی شکل دیکھی تھی۔'' مصطفیٰ نے افشاں سے پوچھا تو انہوں نے گہرا سانس لیا۔

''اتنا پرانا واقعہ ہے لیکن اتنا ہی خوفناک کہ میں بھول نہیں سکتی۔ میں نے صرف بچوں کے چلانے اور عورت کی فریاد کرنے کی آوازیں سنی تھیں' میں نے عورت کی شکل نہیں دیکھی تھی۔'' افشاں نے صاف گوئی سے کہا تو مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لے کر لالہ رخ کو دیکھا۔

''ہمیں آپ سے گلناز کے بارے میں جاننا ہے' جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ گلناز امجد خان صاب کی پہلی بیوی تھیں اور ابوبکر ان کا سب سے بڑا بیٹا لیکن بعد کے حالات ایسے ہوئے کہ ان کی وائف اور باقی بچے کہیں غائب ہو گئے تھے یہ ان کو بہت تلاش کرتے رہے ہیں لیکن کچھ سراغ نہ مل سکا۔'' لالہ رخ نے سنجیدگی سے مصطفیٰ کی بات سنی تھی۔

''باقی گلناز کے بارے میں آپ کو اچھی طرح امجد خان بتا دیتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے امجد خان کو اشارہ کیا۔ اس کے بعد امجد خان نے وہ تمام واقعات سنا دیئے تھے جو اسے ٹریننگ کی دوران اور پھر بعد میں پیش آئے تھے' لالہ رخ نے حیرت کے ساتھ وہ سب سنا تھا۔

''جھوٹ بولتا تھا وہ شخص تم جس شخص کو گلناز اور گھر کی خیر خبر رکھنے کا کہہ کر گئے تھے وہ خود ہی دھوکے باز شیطان فطرت انسان تھا۔ اپنی نیک سیرت بیوی ہونے کے باوجود وہ گلناز کو تنگ کرتا رہا تھا' تمہاری جاب اور شوق دیکھتے گلناز تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سو وہ سب برداشت کر رہی تھی لیکن مجھے اس نے سب حالات کے بارے میں بتایا تھا میں نے اسے کئی بار کہا تھا کہ وہ میرے پاس آ جائے۔'' لالہ رخ نے سب بتایا تو کئی ثانیے تک وہاں موجود ہر شخص گم صم ہو گیا تھا۔

''گلناز تو ایک نیک سیرت اور باوقار عورت تھی وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی وفادار رہنے والی تھی۔ وہ کوئی غلط حرکت کر ہی نہیں سکتی۔ امجد خان اس شخص نے تمہیں بھڑکایا تھا اور تم اس کی باتوں میں آ کر اپنی بیوی پر شک کرتے رہے۔'' لالہ رخ نے بہت دکھ سے کہا تو امجد خان نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میں نے اول تو شک نہیں کیا تھا لیکن جس طرح گلناز اور بچے مسلسل غائب تھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے دل میں ملال آتا چلا گیا۔ اس میں میں بھی بے قصور ہوں' حالات ہی کچھ ایسے رہے تھے کہ میں کیا کوئی بھی شخص ہوتا وہ شاید آخر میں جا کر یہی سوچتا۔''

''بس ثابت ہوا کہ گلناز اس شخص کی وجہ سے پریشان تھی اور اگر کہیں گئی بھی تھی تو وجہ وہی شخص تھا۔'' افشاں نے بھی

اپنی رائے دی۔

"کل تک ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ مل جائے گی اس کے بعد پوسٹ مارٹم کی رپورٹس کے ساتھ ان کا جائزہ لیا جائے گا اس کے بعد ہی اب کوئی حتمی رائے دی جاسکتی ہے لیکن جہاں تک میری آبزرویشن ہے مجھے حقائق کو دیکھتے اندازہ ہورہا ہے اس رات اس گھر میں داخل ہونے والی عورت اور بچے یہی تھے اور وہ بدقسمتی سے ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔" مصطفیٰ نے کہا تو سب نے افسردگی سے امجد خان کو دیکھا تھا۔

امجد خان کا چہرہ گہرے دکھ اور ملال کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ یہی کیفیت ابوبکر کی بھی تھی تاہم سبھی خاموش تھے۔ ضیاء صاحب اور افشاں بیگم کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد رخصت ہوگئے تھے۔ امجد اور ابوبکر بھی چلا گیا تو باقی لوگ کافی دیر تک انہی حالات کو ڈسکس کرتے رہے تھے۔

لالہ رخ اس ساری بھاگ دوڑ سے تھک گئی تھیں وہ ذہنی طور پر کشیدگی محسوس کررہی تھیں۔ وہ اندرونی کمرے میں آرام کرنے کی غرض سے لیٹیں تو سکندر بھی چلے آئے تھے۔ گزرے وقت کو ان دونوں نے اتنی بار دہرایا تھا کہ اب یہ نئی صورت حال سن کر دونوں ہی افسردہ تھے۔

"میں گلناز اور اس کے بچوں کو لے کر بہت افسردہ ہوں بے چاری نہایت ابتر حالات کا شکار ہوکر وہاں تک پہنچی تھی اور ان ظالموں نے اسے آگ میں دھکیل دیا۔" لالہ رخ کا دل غم سے نڈھال تھا۔

"دعا کرو وہ گلناز نہ ہو کوئی اور ہو میرا تو دل ماننے کو تیار نہیں۔"

"اللہ کرے......" لالہ رخ نے افسردگی سے کہا۔

"قدرت نے ہمیں بہت آزمائشوں کے بعد ملایا ہے ہم سب ایک دوسرے کے لیے مرچکے تھے لیکن اللہ کی حکمت کہ کس کس طرح ہمیں پھر سے ایک کردیا۔ دعا ہے کہ امجد خان کا خاندان بھی مل جائے جیسا ہم سوچ رہے ہیں ویسا کچھ نہ ہو۔" لالہ رخ کا ہاتھ تھام کر تسلی دیتے ہوئے کہا تو لالہ رخ نے افسردگی سے آمین کہا تھا' سکندر نے لالہ رخ کو دیکھا۔

لالہ رخ پر وقت اثر انداز ہوا تھا لیکن وہ آج بھی ویسی ہی تھی اس کے حسن کی تابناکی اور وجود کی جگمگاہٹیں آج بھی دل افروز تھیں۔

"میں نے زندگی کا شاید ہی کوئی موقع ہو جب آپ کو یاد نہ کیا ہو۔ گزری ہوئی رفاقت پر افسردہ نہ ہوا ہوں۔" لالہ رخ کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تو لالہ رخ نے افسردگی سے اپنے محبوب شوہر کو دیکھا۔

"سب نے اپنی اپنی جگہ ہجر کا ایک لمبا بن باس کاٹا ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ میرے بچے زندہ سلامت ہیں۔ میں آپ سب کے لیے بہت تڑپی ہوں' پہروں آنسو بہائے ہیں' دل زخمی ہوجاتا تھا اس سوچ کے ساتھ ہی کہ میرے بچے اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ میرے اندر زندہ رہنے کی لگن خواہش سب ختم ہوچکیں تھیں لیکن اب اپنی جوان ہنستی مسکراتی اولاد کو دیکھتی ہوں تو دل میں سکون سا اترنے لگتا ہے۔" لالہ رخ نے کہا تو سکندر نے مسکرا کر بیوی کو دیکھا۔

"ہمارے بچے بہت سمجھ دار ہیں' مختلف مقامات پر رہنے اور پرورش پانے کے باوجود وہ بگڑے نہیں ہیں بلکہ زندگی کا شعور رکھتے ہیں۔" فیضان نے کہا تو لالہ رخ نے مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

"افشاں کہہ رہی تھیں کہ ہم کل ان کی طرف چکر لگائیں' جب سے آپ ملے ہیں کسی اور کا ہوش ہی نہیں تھا۔ میں خود بھی ان سب کی طرف جانا چاہتی ہوں۔ صبوحی' افشاں' ضیاء اور وقار بھائی وہ تو ہمارے محسن ہیں آج کے دور میں بھلا کون کسی کے لیے اتنا کچھ کرتا ہے جتنا کچھ ضیاء بھائی اور افشاں نے ہمارے لیے کیا ہے۔ میرے بیٹے کو اپنا نام دیا بلکہ

تحفظ تک فراہم کیا اور افشاں ان کا احسان تو عمر بھر نہ بھلا سکوں۔ انہوں نے تو ساری زندگی میری بیٹی کے لیے وقف کردی تھی۔''

''ہاں بالکل' افشاں کی عظمت کا قائل ہوچکا ہوں میں تو' بغیر کسی لالچ کے ہمارے بچوں کو دونوں میاں بیوی نے جس طرح سنبھالا ہے شاید ہی کوئی ایسا کر پاتا۔ ہم کل ضرور ان کی طرف جائیں گے۔'' محبت سے بیوی کی ہاں میں ہاں ملاتے کہا تو لالہ رخ نے مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

❀......❀......❀

مصطفیٰ کے پاس ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ آچکی تھی لیبارٹری میں پورسٹ مارٹم رپورٹ سے میچ ہونے کے بعد جو حقائق اس کے پاس آئے تھے۔ انہیں دیکھ کر مصطفیٰ کئی لمحوں تک گم صم رہا تھا۔ نتائج اکٹھے کرتے ایک رائے قائم کرنا اور بات تھی لیکن اب ان نتائج کا رزلٹ سامنے آیا تھا تو دل افسردہ سا تھا۔ مصطفیٰ نے امجد خان اور ان کے بیٹے کو بلا کر رپورٹ ان کو دکھائی تو کبھی کسی بھی واقعے پر دل چھوٹا نہ کرنے والا امجد خان شدت سے رو دیا تھا آنسو تو ابوبکر کے بھی بہہ رہے تھے لیکن امجد خان کے آنسوؤں کی روانی میں کوئی اور ہی احساس تھا۔ اپنی نیک' پارسا بیوی پر شک کرنا کتنا تکلیف دہ عمل تھا جبکہ آج حقیقت کچھ اور ہی نکلی تھی۔ ابوبکر باپ کو دلاسہ دے رہا تھا' مصطفیٰ بھی ساتھ تھا لیکن امجد خان زندگی میں پہلی بار اس قدر شدت سے ٹوٹ کر بکھرا تھا۔

ابوبکر امجد خان کو گھر لے آیا تھا' مصطفیٰ کو بھی عدالت میں کچھ ضروری کام تھا وہ ادھر چلا گیا تھا' عبدالقیوم کے کیس کے سلسلے میں عدالت میں کچھ ضروری کاغذات جمع کروانے تھے وہ سب کر کے وہ گھر چلا آیا تو شہوار اور رابعہ فیضان اور لالہ رخ کے ہمراہ ضیاء صاحب کی طرف جانے کے لیے تیار تھے لیکن گلناز اور بچوں کے متعلق سن کر افسردہ ہوگئے تھے۔ فیضان صاحب نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تو وہ تیار ہوگیا۔

وہ لوگ عجیب غم و خوشی کی کیفیت میں گھرے ضیاء صاحب کی طرف پہنچے تھے۔ صبوحی اور افشاں لالہ رخ سے ملیں تو کتنی دیر تک گلے لگائے رکھا تھا' خالہ بی بھی بہت گرم جوشی سے ملی تھیں۔ لالہ رخ نے انا اور روشی کو خصوصی طور پر پیار کیا تھا۔ پرانی باتیں چلیں تو موضوع گفتگو نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا' ہنسی مذاق' قہقہے' افسردگیاں......

''ہماری ماؤں کے درمیان کتنی محبت رہی ہے ماضی میں۔ ماما بتارہی تھیں احسن بھائی کی سالگرہ تھی تب روشی بہت چھوٹی سی تھی جبھی ماما نے ان کو احسن بھائی کے لیے مانگ لیا تھا۔'' انا نے روشی کو دیکھ کر کہا تو وہ ہنسی۔

''پھوپو نے نہ صرف بہو منتخب کی تھی بلکہ اس وقت اکلوتا داماد بھی سلیکٹ کرلیا تھا۔'' وہ سبھی ان کے پاس ہی ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھیں انا کے کہنے پر روشی نے بھی کہا تو انا چونکی' شہوار کے لیے یہ اطلاع نئی تھی۔

''بلکہ پھوپو کا تو پکا ارادہ تھا کہ اگر ان کے اور بچے ہوتے تو وہ ان کی شادیاں بھی آپس میں ہی کریں گی۔'' روشی نے مزے سے کہا تو انا سنجیدہ ہوگئی۔

''کیا فائدہ' یوں رشتے طے کرنے کا بڑے ہو کر جب بچوں کا مزاج اور سوچ بدلتی ہے تو بہت کچھ بکھر جاتا ہے پھر......'' وہ افسردہ تھی۔ روشی اور شہوار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ولید آج بھی ادھر ہی تھا احسن' مصطفیٰ اور ولید سبھی ضیاء صاحب' وقار صاحب اور فیضان صاحب کے ساتھ بیٹھ کر عبدالقیوم والے کیس کو ہی ڈسکس کر رہے تھے۔

''ہم لوگ کل واپس جارہے ہیں رابعہ اور شہوار بھی ساتھ جائیں گی آپ سب بھی ساتھ چلیں نا۔ ہماری تو خواہش ہے کہ عباس اور رابعہ کی شادی کی طرح انا کی رخصتی بھی حویلی سے ہی ہو۔'' لالہ رخ صبوحی بیگم سے کہہ رہی تھیں انا کے

کان کھڑے ہوگئے۔
"یہ تو مناسب نہیں لگتا' عباس کی شادی میں ہم سب شامل ہوں گے دو تین دن کا فرق ہے شادی میں پھر یہاں سب انتظامات ہو چکے ہیں رخصتی تو ہم لوگ یہاں سے ہی کروائیں گے۔" صبوحی بیگم نے کہا۔
"اللہ ساتھ خیریت کے سب کچھ کروائے' ایک عرصہ بعد اتنی خوشیوں کا موسم دیکھنے کو ملے گا۔" افشاں بیگم نے بھی خلوص دل سے کہا۔
"انتظامات تو سب مکمل ہیں' ماشاء اللہ سے۔" وہ تینوں خواتین شادی کے معاملات کو ہی ڈسکس کررہی تھیں' انا خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے نکلی تو شہوار نے اسے بغور دیکھا تھا۔ اس نے رابعہ اور روشی کو کچھ کہا اور پھر خود بھی انا کے پیچھے چلی آئی تھی۔
"کیا ہوا اُدھر کیوں آ گئیں؟"
"بس ویسے ہی۔"
"حماد سے بات ہوئی۔"
"نہیں۔"
"میں نے ولید بھائی سے بات کی تھی۔" انا نے حیران ہو کر دیکھا۔
"انہوں نے پھر ایسی ویسی کوئی بات تو نہیں کی نا؟" انا نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"اب کریں گے بھی نہیں۔"
"میں نے اچھی خاصی برین واشنگ کردی ہے ویسے تو مصطفیٰ سے بھی لڑی ہوں وہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ ان کو سمجھائیں گے اب وہ تم سے ایسی ویسی کوئی بات نہیں کریں گے۔" انا نے محض سر ہلایا۔
"انا دیکھو اب تم یہ سب قبول کرچکی ہو تو سب کچھ خوشی خوشی قبول کرو۔ مجھے یقین ہے تم شادی کے بعد بہت خوش رہوگی۔" شہوار نے کہا تو انا محض مسکرائی تھی' اُس کی مسکراہٹ میں اذیت سی تھی۔
"اگر دل کو مار کر حالات سے سمجھوتہ کرلینا' خوشی کا نام ہے تو ہاں میں بہت خوش ہوں' میں نے اپنے والدین کو بہت اذیت پہنچائی ہے اور اگر آج میں یہ سب برداشت کررہی ہوں تو صرف اور صرف اپنے والدین کی عزت کی خاطر ورنہ......" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر لب بھینچ گئی۔
"ڈونٹ وری' سب ٹھیک ہوجائے گا۔" شہوار نے تسلی دی تو اس نے محض سر ہلایا۔

❁......❁......❁

امجد خان کی فیملی کا سن کر سبھی افسردہ تھے' سبھی اس کے ہاں جا کر تعزیت کرکے آئے تھے۔ اب اس بات میں کوئی شک وشبہ والی گنجائش نہیں رہی تھی کہ مرنے والی عورت اور بچے کون تھے۔ لالہ رخ اور فیضان بطور خاص امجد خان کے پاس گئے تھے۔
سانحہ تو برسوں پہلے بیتا تھا لیکن تکلیف واذیت تو اب محسوس ہورہی تھی' ابوبکر بھی افسردہ تھا۔ شاہزیب صاحب نے خصوصی طور پر تسلی تشفی دی تھی' بابا صاحب نے بھی حویلی سے کال کرکے امجد خان سے تعزیت کی تھی۔ اس سے اگلے دن سب کو حویلی کے لیے روانہ ہونا تھا۔ ولید کی بہن کی شادی تھی وہ بھی مصروف تھا سبھی کے ساتھ وہ بھی حویلی جارہا تھا۔ وہ ضروری سازوسامان لینے گھر آیا تو انا گم صم سی لان میں بیٹھی دکھائی دی' وہ اسی طرف چلا آیا تھا۔
"السلام علیکم!" انا نے اسے دیکھا اور محض سر ہلایا تھا۔

''تمہیں علم تو ہے کہ رابعہ کی شادی حویلی سے ہی ہو رہی ہے چلو گی ساتھ۔''
''نہیں۔'' وہ صاف گوئی سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
''کیوں؟''
''میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر وہاں سے چل دی تو ولید بھی ساتھ ساتھ ہو لیا۔
''یوں کہو نا کہ اپنی شادی کی وجہ سے نہیں جانا چاہ رہی ہو۔'' انا نے ایک اجنبی نگاہ ولید پر ڈالی۔
''سنا ہے رخصت ہو کر تم بھی حویلی ہی آ ؤ گی۔'' انا نے حیران ہو کر دیکھا اسے ایسے کسی بھی پروگرام کا علم نہ تھا۔
''پھوپو بتا رہی تھیں کہ حسب روایت وہ یہ شادی بھی حویلی میں ہی کریں گی۔ وہیں سے بارات شہر آئے گی اور تمہیں رخصت کروا کر واپس گاؤں لے جاؤں گی اس کے بعد تم لوگ جہاں مرضی رہو تم لوگوں کی مرضی۔'' ولید کے الفاظ پر وہ الجھ گئی تھی۔ حویلی جانے کا مطلب شادی کے بعد مسلسل ولید سے سامنا ایک مسلسل اذیت...... ایک لایعنی سوچوں کا سلسلہ جس سے وہ چھٹکارا نہیں حاصل کر پا رہی تھی۔
''مصطفیٰ اور شہوار کے نکاح اور شادی کی تقریب کے دوران تم گاؤں جا چکی ہو گاؤں کے اور ان لوگوں کے حویلی کے رہن سہن سے تم باخبر رہی ہو سنا ہے پھوپو وغیرہ کا تمہیں بڑا لمبا چوڑا پروٹوکول دینے کا ارادہ ہے۔'' انا نے بہت غصے سے ولید کو دیکھا تھا۔
''آپ کا ان سب باتوں سے آخر کیا مطلب ہے کیا چاہتے ہیں آپ؟'' اس کا انداز بہت دوٹوک اور قطعی تھا ایک پل کو ولید نے اسے بغور دیکھا اور مسکرا دیا۔
''میں تو کچھ نہیں چاہتا بس نیک خواہشات رکھتا ہوں آخر کو اتنا پرانا تعلق رہا ہے تو حق بنتا ہے تمہارا۔'' ولید کے الفاظ پر انا بھک سے اڑی تھی۔
''شٹ اپ۔'' وہ بہت غصے سے بولی۔
''بھاڑ میں جائیں آپ اور آپ کی یہ سو کالڈ نیک خواہشات آپ جیسا اذیت پسند انسان تو میں نے زندگی بھر نہیں دیکھا۔ حیرت کے ساتھ ساتھ مجھے دکھ بھی ہو رہا ہے جب آپ مجھے صاف لفظوں میں انکار کر چکے ہیں تو پھر بار بار میرے سامنے آ کر مجھے یوں زچ کرنے کا کیا مطلب ہے آپ کا؟'' وہ بہت غصے سے چلائی تھی ولید ایک پل کو حیران ہوا تھا۔
''میں تو بس تمہارا حوصلہ بڑھانا......'' ولید نے کچھ کہنا چاہا جب انا نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔
''مجھے آپ کی کسی بھی ہمدردی اور رحم کی ضرورت نہیں آئندہ خبردار میرے سامنے آ کر مجھے کچھ کہا تو میں بھی پرانے تعلق کی وجہ سے یہ سب برداشت کر رہی ہوں ورنہ......'' ولید ہنسا تو انا کا پارہ ایک دم شدید ہائی ہو گیا۔
''تم تو مائنڈ ہی کر گئی ہو میں تو تمہارے فائدے کی ٹپس دے رہا تھا۔''
''نہیں چاہیے مجھے آپ کی کوئی ٹپس میں سچ کہہ رہی ہوں اگر آپ نے اب مجھے ایک لفظ بھی کہا تو انکل سے (لالہ رخ) اور آنٹی سے آپ کی شکایت کر دوں گی۔''
''ہائے کیا کہو گی؟'' انا نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔
''یہی کہ میں تمہیں اچھے اچھے مشورے دے رہا ہوں اور شادی سے متعلق بریفنگ دے رہا ہوں۔'' ولید کا انداز تپانے والا تھا اور انا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچھ کر بیٹھے۔ ''خیر وہ سب ایک طرف تم نے شہوار سے میری شکایت کیوں کی؟ شادی سے تم نے انکار کیا تھا حماد کو تم درمیان میں لائی تھیں محترمہ! میں نے تو بزرگوں کے فیصلے کا احترام کیا
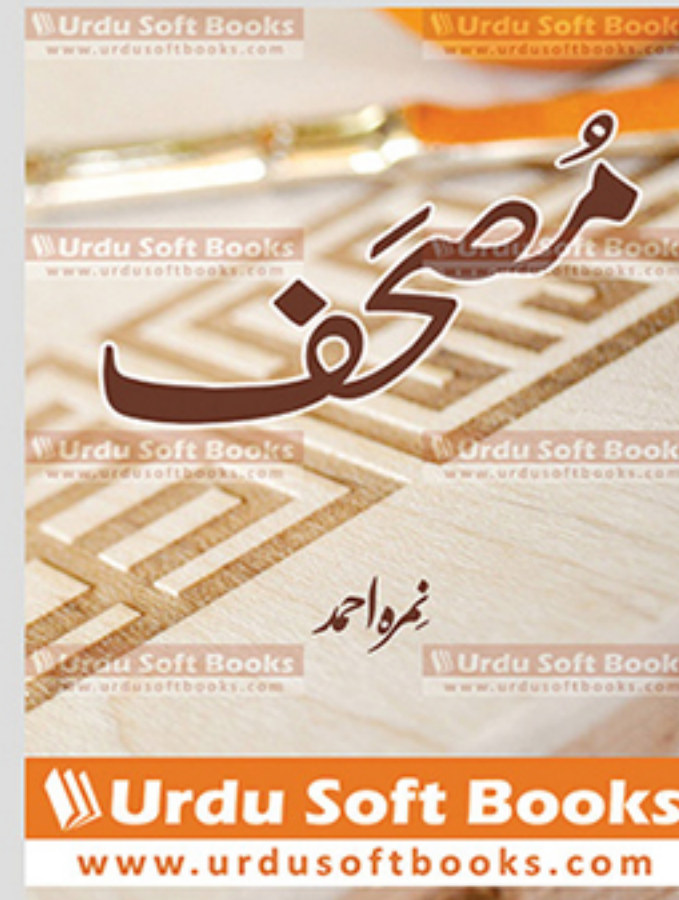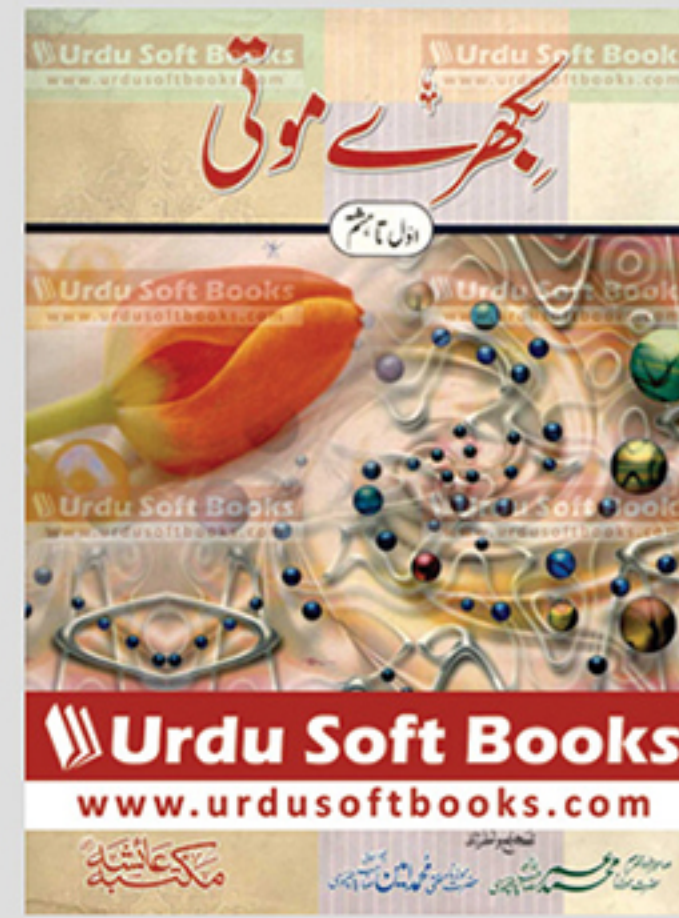
ہے بس ان کو مزید ذہنی ٹینشن سے بچایا ہے میں نے' تمہیں تو میرا احسان مند ہونا چاہیے نہ کہ ہر دوسرے بندے کے سامنے مظلوم بن کر میری شکایتیں کرتی پھرو۔'' انا نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ولید کے سامنے اپنے دلی جذبات کو آشکار کر کے وہ اتنی بڑی غلطی کر گئی ہے وہ تو نجانے کس امید میں اس سے حال دل کہہ بیٹھی تھی اسے علم نہیں تھا کہ ولید اسے یوں خوار کرے گا۔ وہ اب اس گھڑی کو پچھتا رہی تھی جس گھڑی جذبات میں آ کر وہ ولید کے سامنے کمزور پڑ گئی تھی۔

''مجھے نہیں پتا تھا آپ اس قدر بے رحم' سنگ دل اور مطلب پرست انسان ہیں' کاش..... کاش!'' وہ اسے دیکھ کر لب بھینچ کر وہاں سے تیزی سے چلی گئی تھی۔ ولید نے سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھ کر کندھے اچکائے تھے۔

❀......❀......❀

حویلی میں اچھی خاصی رونق لگی ہوئی تھی۔ رابعہ کی شادی پہلے ہوئی تھی اس کے چند دن بعد انا کی شادی تھی۔ البتہ ولیمہ بابا صاحب کی خواہش کے مطابق شہر میں ہونا تھا اور حماد' عباس اور مصطفیٰ کا جواب تک پینڈنگ تھا تینوں ویسے ایک ساتھ طے پائے تھے۔ بابا صاحب بہت خوش تھے' عرصہ بعد ان کا دل ایک ان دیکھے بوجھ سے آزاد ہو کر سانس لے رہا تھا۔ انہوں نے فیضان' لالہ رخ' رابعہ' ولید اور شہوار سب کو سارے خاندان میں ایک نئی حقیقت اور رشتے سے متعارف کروایا تھا۔ اب ماضی میں ایسے رشتے موجود نہ تھے جو ان کے کسی عمل پر ردعمل ظاہر کرتے اور جو تھے ان کی انہیں پروانہ تھی ان کے بچے ان سے خوش تھے فیضان اور اس کے بچوں کو کھلے دل سے قبول کیا تھا۔ بابا صاحب تو گویا نئے سرے سے جی اٹھے تھے۔ شہوار کی شادی انہوں نے خود کروائی تھی لیکن تب وہ شہوار سے اپنے اصل رشتے سے باخبر نہ تھے لیکن اب رابعہ سے اپنے رشتے سے وہ نہ صرف باخبر تھے بلکہ وہ اب اس شادی میں ہر طرح کی خوشی پوری کرنا چاہتے تھے۔

مہمانوں کی ایک طویل لسٹ تھی۔ وہ جب سے حویلی لوٹے تھے شادی کے انتظامات میں لگے ہوئے تھے۔ حویلی میں مہمانوں نے آنا شروع کر دیا تو حویلی کی رونقیں ایک دم بڑھ گئیں تھیں۔ بابا صاحب خود کو بہت تروتازہ اور جوان محسوس کر رہے تھے۔

اگلے دن شاہزیب صاحب بھی آ گئے تھے' باقی اہل خانہ تو پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ دونوں پھوپیاں ان کے بچے' چچا دیگر رشتہ دار ایک لمبا چوڑا خاندان تھا' رابعہ کو مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں محدود ہو کر رہ گئی تھی' باقی گھر والوں سے ماسوائے خواتین کے اس کا سخت پردہ تھا۔ مہندی کا فنکشن کمبائن تھا ایک دن گیپ اور اس سے اگلے دن بارات تھی۔ ہادیہ بطور خاص حویلی آئی ہوئی تھی' ان کی طرف سے ساجدہ اور ان کے علاوہ باقی سب مہندی کے فنکشن کے لیے آئے تھے۔

''میں نے شہوار کی شادی کا فنکشن مس کر دیا تھا لیکن رابعہ کی شادی تو ضرور اٹینڈ کرنی تھی۔'' وہ لائبہ کی طبیعت کے بارے میں پوچھنے پر ہنس کر بتانے لگی تھی۔ شہوار کی شادی کی طرح اس بار بھی مہندی کا انتظام ہال کمرے میں کیا گیا تھا۔ ساجدہ بھابی رابعہ کو سجانے سنوارنے میں پیش پیش تھیں۔

''شہوار کی شادی میں سبھی نے بہت انجوائے کیا تھا تمہیں یاد ہو گا روشانے کہ جب شہوار کا نکاح تھا اور ہم سب ہال میں بیٹھیں مہندی لگا رہی تھیں شہوار کا آرڈر تھا کہ کوئی بھی لڑکا ادھر نہیں آئے گا لیکن سب لڑکوں نے ایک دم ہلہ بول دیا تھا اور پھر بڑی مشکل سے نکال کر لا پائی تھیں ہم۔'' شائستہ رابعہ کو مہندی کے فنکشن کے لیے تیار کرتے کرتے اسے ماضی کے واقعات بھی سنا رہی تھی۔

”ہائے اس کا مطلب ہے یہاں دلہن کو بہت تنگ کیا جاتا ہے۔“ رابعہ واقعی اندر سے خوف زدہ ہوگئی تھی۔ شہوار کی شادی وہ دیکھ چکی تھی لیکن نکاح اٹینڈ نہیں کیا تھا۔

”تم دیکھنا ذرا باہر لڑکوں نے کیسے بھنگڑے کا انتظام کیا ہے۔“

”عباس بھائی کی شادی پر تو سبھی دل کے ارمان نکالیں گے دیکھنا ذرا۔“ لائبہ نے بھی لقمہ دیا۔

کھانے کے بعد باہر ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی تو سبھی ایک دم پُرجوش ہوگئے تھے سبھی لڑکے باہر حویلی کے سامنے اکٹھے ہوگئے تھے۔ لڑکیاں اندر اپنی اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں شہوار نے اس موقع کے لیے زرد اور سبز رنگ کے امتزاج والی ہلکے پھلکے کام والی ساڑھی بنوائی تھی۔ وہ ساڑھی پہن کر اس کی فال درست کررہی تھی جب مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ شائستہ بھابی سے میک اپ اس نے پہلے ہی کروالیا تھا' شہر سے چند بیوٹیشنز لڑکیاں آئی ہوئی تھیں دن میں اس نے مہندی لگوائی تھی۔ وہ اس وقت سولہ سنگھار کیے قیامت ڈھا رہی تھی۔ مصطفیٰ تو ایک پل کو اسے دیکھ کر ساکت رہ گیا تھا۔ ہمیشہ سادہ سے حلیے میں رہنے والی شہوار اس وقت غضب ڈھا رہی تھی۔

”ماشاء اللہ' آج تو رنگ ڈھنگ ہی نرالے ہیں۔“ مصطفیٰ نے قریب آتے مبہوت سے انداز میں کہا تو شہوار جھینپی۔

”اب ایسی بھی بات نہیں۔“ اس نے مصطفیٰ کے تیور دیکھتے ٹالنا چاہا۔

”یہ ذرا آئینے میں دیکھ کر بتاؤ ذرا یہ تمہی ہو یا تم سا کوئی اور ہے۔“ اسے کندھوں سے پکڑ کر آئینے کے سامنے کرتے مصطفیٰ نے کہا تو شہوار کنفیوژ ہوگئی۔

”یار اس وقت تم تو وہ لگ رہی ہو جسے شاعر دیکھ کر کہتے ہیں......

حسن کو چاند جوانی کو کنول کہتے ہیں

تیری صورت نظر آئے تو غزل کہتے ہیں......“

”زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں آئی سمجھ' وقت کم ہے آپ بھی جلدی سے تیار ہوجائیں۔“ شہوار نے مسکراہٹ ضبط کرتے سنجیدہ ہوتے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

”پولیس والا میں ہوں تھانیدارنی تم بن رہی ہو' ذرا اُدھر آؤ تو سہی بغور دیکھ تو لوں۔“ ہاتھ تھام کر قریب کرنا چاہا تو شہوار ہنس کر پیچھے ہوئی۔

”آج آپ کو کیا ہوگیا ہے؟“ مصطفیٰ کے تیور عجیب سے تھے اس نے پہلو بچاتے کہا تو مصطفیٰ نے اسے خود کے قریب کرتے اس کی پشت پر بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے بڑی مخمور نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”تمہارا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔“ شہوار ہنس دی تھی دونوں ہاتھ مصطفیٰ کے سینے پر رکھ کر پیچھے ہٹی۔

”آپ کے کپڑے میں نے واش روم میں لٹکا دیئے ہیں مجھے رابعہ کو بھی دیکھنا ہے آپ جلدی سے تیار ہوکر آجائیں رابعہ بہت کنفیوژ ہو رہی تھی۔“

”کیا ہے یار!“ شہوار کے یوں پہلو بچانے پر مصطفیٰ بدمزہ ہوا تھا' شہوار ہنس دی تھی۔

”پولیس افسر صاحب کو اول تو رومینس کے لیے ٹائم ہی نہیں ملتا اور اگر ملتا ہے تو وہ بھی بے وقت' مجھے سبھی بلانے آچکی ہیں بس کمرے سے نکلنے ہی والی تھی۔“ وہ جلدی جلدی چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔ اس نے ہلکی سی ہیل پہن رکھی تھی بال ایک کیچر میں جکڑ کر پشت پر کھلے چھوڑ دیئے تھے' اس نے بہت زیادہ میک اپ اور بہت زیادہ جیولری استعمال نہیں کی تھی بس ہلکے پھلکے انداز میں بہت ڈیسنٹ لگ رہی تھی۔

''اوکے۔'' مصطفیٰ واش روم میں گھس گیا' وہ تیار تھی باہر آئی تو تقریباً سبھی تیار تھیں وہ رابعہ کے کمرے میں آئی وہاں کافی رونق تھی۔ وہ زرد لباس میں بہت ہلکی سی لپ اسٹک اور پھولوں کی جیولری سجائے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''ماشاء اللہ! عباس بھائی تو گئے آج کام سے۔'' بہن کے پاس جاکر اسے بغور دیکھتے اس نے سراہا تھا رابعہ مزید جھینپی تھی۔

''یار یہ بھی تمہاری ہی بہن ہے' کہہ رہی ہے کہ سب کے سامنے نہیں جائے گی۔'' لائبہ نے شہوار کو بتایا تو اس نے رابعہ کو دیکھا وہ واقعی بہت کنفیوژ ہو رہی تھی۔

''ارے کچھ نہیں ہوتا ہم سب آپ کے پاس ہوں گی ڈونٹ وری۔''

''لیکن میں اس قسم کے فنکشنز کی عادی نہیں ہوں۔''

''یہاں کوئی بھی لڑکی عادی نہیں ہوتی ہر کوئی اپنی شادی پر پہلا پہلا تجربہ کرتی ہے۔'' شائستہ بھابی نے لقمہ دیا۔

''لڑکے بھی تیار ہو گئے ہیں وہ اب اندر آنا چاہ رہے ہیں۔'' رمشاء نے آکر اطلاع دی۔

''ہماری دلہن بھی تیار ہے' پہلے وہ لوگ عباس بھائی کو ہال میں لے جائیں گے پھر ہم لوگ رابعہ کو لے کر آئیں گے۔'' شائستہ نے پروگرام بتایا' تبھی عائشہ اور صبا بھی وہیں آ گئی تھیں۔

''ماشاء اللہ آج تو عباس بھائی کی سج دھج دیکھنے والی ہے۔'' صبا نے بتایا۔

''ہماری دلہن بھی کسی سے کم نہیں۔'' شہوار نے کہا تو سبھی ہنسی تھیں۔

''واقعی یہ تو سورج چاند کی جوڑی بن گئی۔'' عائشہ نے بھی کہا۔ کچھ دیر بعد ان سب کو دلہن کو باہر لے جانے کا عندیہ ملا تو سبھی کنفیوژ سی رابعہ کے اردگرد ہو گئی تھیں سبھی کے جھرمٹ میں وہ ہال کمرے میں لائی گئی تھی۔ ہال کمرے میں مردوں میں صرف خاندان کے ہی لڑکے تھے جبکہ خواتین خاصی تعداد میں تھیں۔ اسے لاکر عباس کے پہلو میں صوفے پر بٹھا دیا گیا تھا۔

رسم کا آغاز مہر النساء بیگم اور دوسری طرف لالہ رخ نے کیا تھا۔ مہندی کی رسم بڑوں کی موجودگی کے سبب سنجیدگی سے سرانجام پائی تھی۔ بڑے مہندی لگا کر چلے گئے تو ینگ جنریشن کو ایک دم چھوٹ مل گئی تھی۔ سبھی لڑکیاں ڈھولک لے کر عباس اور رابعہ کے سامنے قالین پر آ بیٹھی تھیں۔

''عباس بھائی آپ کی آزادی کی آخری رات ہو گی کل کے بعد پرسوں آپ کو رابعہ بھابی کی قید میں دے دیا جائے گا سو آج دل کھول کر انجوائے کر لو۔'' سارہ نے اونچی آواز میں کہا تو وہاں کا ماحول ایک دم زعفران بن گیا۔

''تمہیں کیا پتا عباس بھائی تو اس قید پر بھی جی جان سے فدا ہونے کو تیار ہیں' باہر باقاعدہ بھنگڑا ڈال کر آئے ہیں۔'' آفاق نے بھی ''توا'' ریکارڈ لگایا تھا' عباس جھینپ گیا۔

''جان بوجھ کر گھسیٹ رہے تھے تم اس کو بھنگڑا کب کہتے ہیں۔''

''ہم نے سوچا کہ بعد میں رابعہ بھابی کے اشاروں پر تو ناچنا ہی ہے' ہمارے سامنے بھی ناچ لیں۔'' سبھی لڑکیاں ہنس دی تھیں۔ بیک گراؤنڈ میں ''آئی مہندی کی یہ رات' لائی خوشیوں کی بارات'' کا ریکارڈ بج رہا تھا۔

''ویسے عباس بھائی اور مصطفیٰ دونوں ہی بہت لکی ہیں خاندان کی سب سے خاص لڑکیاں ان کا مقدر بنی ہیں۔'' زبیر بھائی نے بھی سراہا۔

''چلو بھئی اس بار لڑکوں کو بھرپور موقع ملنا ہے جتنا بھی فارم میں آنا چاہتے ہیں آ جائیں پھر کوئی نہ کہے کہ ہم نے شادی میں اپنے ارمان پورے نہیں کیے۔'' عائشہ نے آواز لگائی تو سبھی لڑکے ایک دم پرجوش ہو گئے تھے۔

''سب سے پہلے تو دلہن کے چہرے کی رونمائی کروائی جائے۔'' مصطفیٰ جو عباس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا۔

''نہ بھئی رخصتی تک تو اب یہ چہرہ پردے میں ہی رہے گا۔'' رابعہ جو لمبے سے گھونگھٹ کی اوٹ میں تھی وہ اندر ہی اندر کنفیوژ ہو رہی تھی جبکہ ان سب کو شرارت سوجھ رہی تھی۔

''مصطفیٰ اپنے نکاح والا بدلہ لینا چاہ رہا ہے...... ہے نا مصطفیٰ۔'' کسی کزن نے کہا تو سبھی ہنس دیے۔

''بدلہ کیسا' بھئی ہمارے دلہے کے بھی کچھ ارمان ہیں۔'' مصطفیٰ نے بھائی کا دفاع کیا۔

''لیکن ہم تو رخصتی تک اپنی دلہن کا چہرہ کسی کو بھی نہیں دکھانے والے۔'' شہوار نے فوراً کہا۔

''مائنڈ اٹ' آپ محترمہ لڑکے والوں کی طرف سے ہیں۔'' سجاد نے بھی دھاوا بولا۔

''لیکن میں تو لڑکی کی بہن پہلے ہوں باقی سب بعد میں۔''

''عباس بھائی یاد رکھیں پرسوں ان محترمہ کو نیگ لینے والوں کی لسٹ سے خارج کر دینا ہے۔'' آفاق نے بھی شرارت کی تھی۔

''یہ بھی یاد رکھیں کل لڑکی والوں کی طرف سے مجھ سے ہی سامنا ہوگا لمبی چوڑی ڈیل کے بعد بھی دلہن نہیں دیں گے ہم۔'' شہوار نے بھی ڈرانا چاہا تھا' سبھی ہنس دیئے تھے۔

وہاں ایک ہنگامہ تھا قہقہے تھے خوشیاں تھیں' ایک عرصہ بعد بابا صاحب کی حویلی میں زندگی اپنے جوبن پر تھی تبھی سب کی پرجوش فرمائش پر زاہد بھائی اور مختلف لڑکیوں نے خوب صورت سا بھنگڑا پیش کیا تھا۔

ایک میرا رنگ گلابی تے اوتے نین نشیلے میرے
او میری انکھ نے شرارت کیتی کہ شہر وچ رولا پے گیا

شاؤٹ اچھا تھا لڑکوں نے مصطفیٰ اور سجاد کو بھی گھسیٹ لیا تھا اور پھر اس کے بعد لڑکوں نے وہ وہ کرتب پیش کیے کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

''ہوہا......'' کی آوازوں سے حویلی کے در و دیوار گونجنے لگے' شاہزیب صاحب نے ہی آخر وقت گزرنے کا احساس دلاتے یہ محفل برخاست کروائی تھی۔

❀......❀......❀
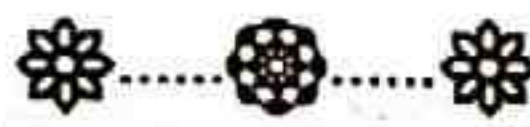
انا کی شہوار کو کال آئی تھی۔ اس نے رات کی تقریب کے بارے میں بتایا تو اس نے سنجیدگی سے سنا تھا۔ وہ خاصی افسردہ اور مضمحل سی لگ رہی تھی' شہوار کے دل کو کچھ ہوا تھا لیکن وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ کال بند ہوئی تو وہ افسردہ سی بیٹھی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ کمرے میں آیا تو وہ کپڑے گود میں لیے اداسی کا مجسمہ بنی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا؟'' مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کو دیکھا۔

''کچھ نہیں۔'' مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا اس میں موبائل تھا۔

''کس کی کال تھی؟''

''انا کی۔'' وہ بستر پر دراز ہوگیا۔

''اب کیا ہوا' خیریت؟''

''انا کے ساتھ یہ سب مل کر جو کر رہے ہیں اچھا نہیں ہو رہا' ایک لڑکی ذات کے جذبات و احساسات پر اتنا بوجھ مت ڈالیں کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔''

''کیوں کیا کہہ دیا اس نے؟''
''بہت زیادہ ایموشنل ہورہی ہے' ولید بھائی بہت زیادتی کررہے ہیں اس کے ساتھ آپ نے مجھے پابند نہ کردیا ہوتا تو میں ضرور انا کے پاس جا کر اس سے بات کرتی یہ سب نہ ہونے دیتی جواب ہورہا ہے۔''
''بھئی ہم کیا کرسکتے ہیں؟ تمہارے بھائی کی ضد ہے ویسے بھی شادی دلوں کے معاملات ہوتے ہیں اب اسے جو مناسب لگا وہ کررہا ہے کیا کرسکتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے پھر ہری جھنڈی دکھائی۔
''دس از ناٹ فیئر' میں سچ کہہ رہی ہوں اگر انا کو زیادہ پریشان کیا گیا تو میں پھر کسی بھی وعدے کا لحاظ نہیں کروں گی اور رہ گئے ولید بھائی ان کو تو میں اچھی طرح دیکھ لوں گی۔'' مصطفیٰ ہنسا۔
''بھئی یہ تو تمہارا اور تمہارے بھائی کا معاملہ ہے' جو مرضی کرو۔'' شہوار نے اسے غصے سے دیکھا۔
''ہر وقت آپ کے ساتھ سر جوڑے رکھتے ہیں آپ ان سے کم تو نہیں۔''
''بھئی میری پیاری سی بیگم مجھ ناتواں پر اتنا نزلہ کیوں گرارہی ہیں۔'' مصطفیٰ نے ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے غصے سے ہاتھ جھٹک دیا۔
''آپ ان کو سمجھا سکتے تھے نہ کہ ان کی بے وقوفی میں ان کا ساتھ دیتے۔ ایک دفعہ حالات ٹھیک ہوجائیں پھر دیکھوں گی آپ کو بھی اور ان کو بھی۔'' وہ غصے سے کہہ کر بستر سے کھڑی ہوگئی۔
''او کے دیکھ لینا لیکن اس وقت تو کچھ دیر بیٹھو۔'' مصطفیٰ نے اسے جانے کے لیے قدم بڑھاتے دیکھا تو کہا۔
''امی نے بلوایا ہے ان کی بات سن لوں تو آتی ہوں۔'' وہ کپڑے ایک طرف پر رکھتے کہہ کر پلٹی۔
''اچھا ایک کپ چائے بنوا کر بھجوادو' کچھ دیر سوؤں گا پھر اٹھادینا۔'' شہوار سر ہلا کر چلی گئی۔ مصطفیٰ نے اسے مسکرا کر جاتے دیکھا اور پھر ولید کے متوقع حشر کا سوچتے ہنس دیا تھا۔

❀......❀......❀

آج رابعہ کی بارات تھی' انا ساجدہ کے ساتھ گھر میں ہی رک گئی تھی خالہ بی تو گھر پر تھیں انا کا وقت اچھا گزر رہا تھا' روشی بھی پل پل کی رپورٹ دے رہی تھی وہ اچھی خاصی تصاویر بنا کر واٹس اپ کرتی جارہی تھی۔ انا فنکشن میں نہ ہونے کے باوجود ہر پل سے آگاہ ہورہی تھی۔
ایسے میں ولید کے مختلف لوگوں کی ساتھ مختلف پوز دیکھ کر اس کا دل ڈوبا' ولید اپنی شاندار وجاہت کے ساتھ ساری محفل میں نمایاں تھا۔ ولید کی تصویر کو دیکھتے انا کے اندر شدید اکھاڑ پچھاڑ شروع ہوئی تو وہ کمرے میں بند ہوکر شدت سے روئی تھی۔ وہ دعاؤں پر یقین رکھتی تھی لیکن اس نے جتنی بھی دعائیں مانگی تھیں وہ سب رد کردی گئی تھیں شاید ورنہ ولید تو اس کی طلب تھا۔ اس کے دل کی اولین خواہش' شدید تمنا...... اس نے تو ہوش سنبھالتے ہی اپنے اردگرد یہی نام سنا تھا اور جب دیکھا تھا وہ دل ہار گئی تھی پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی کہ مصداق اس نے دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ وہ اپنی محبت میں جنونی تھی' بہت شدت پسند تھی۔ شکی تھی لیکن اس نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ ولید اس سے چھن جائے' کاش وہ وقت کا پہیہ الٹا سکتی۔ وہ نجانے کب تک روتی رہی تھی کہ اچانک موبائل بجنے لگا تو چونکی' اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا ان نون نمبر تھا اس نے اپنا چہرہ صاف کیا اور کال پک کی۔
''ہیلو۔'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔
''انا بات کررہی ہیں۔'' اجنبی مردانہ آواز تھی وہ الجھی۔
''آپ کون؟'' اس اجنبی آواز پر وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی۔

''حماد بات کررہا ہوں۔'' انا کو لگا کہ جیسے اس کا سارا وجود ایک دم ساکت ہوگیا ہو۔
''ہیلو......'' اس کی طرف سے خاموشی پر اس نے پکارا تو انا نے خود کو سنبھالا۔
''جی بول رہی ہوں۔'' وہ جب سے پاکستان لوٹا تھا یہ پہلی کال تھی لیکن حماد کا نمبر تو اور تھا جو پاکستان سے جانے سے پہلے وہ استعمال کیا کرتا تھا لیکن یہ نمبر......
''مجھے پتا چلا ہے آپ اس شادی سے ناخوش ہیں۔''
''جی......؟'' انا ایک دم خوف زدہ ہوئی۔
''آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں آپ کو پسند کرتا تھا لیکن آپ کو کسی نے بھی یہ حق نہیں دیا تھا کہ آپ میرے جذبات سے کھیلتیں۔ میں بہت فیئر ہوکر آپ کی طرف بڑھا تھا لیکن آپ نے میرے ساتھ بہت غلط کیا ہے' آپ ولید سے محبت کرتی تھیں تو بتایا ہوتا میں خود اپنے والدین کو انکار کردیتا۔'' دوسری طرف تو وہ جیسے ایک دم اسٹارٹ ہوا اور پھر سب کہتا چلا گیا تھا۔
''دیکھیں حماد! ایسی کوئی بات نہیں وہ سب یک طرفہ تھا میں تو اب......'' انا نے کچھ کہنا چاہا تھا حالات کو قابو کرنا چاہا تھا۔
''جھوٹ مت بولیں' میں اپنے والدین کی وجہ سے مجبور ہوگیا ہوں یہ شادی کرنے کے لیے' میں تو بہت خوش تھا مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ ایک دھوکے باز لڑکی میری زندگی کا حصہ بننے جارہی ہے۔'' دوسری طرف تو جیسے وہ کچھ سننے پر تیار ہی نہ تھا۔ انا جو پہلے ہی حالات وواقعات کو لے کر ازحد ڈسٹرب تھی ایک دم پھٹ پڑی تھی۔
''عجیب انسان ہیں آپ پہلے میری بات تو سن لیں۔''
''کیا سنوں؟ آپ کے جھوٹ پر مبنی ڈائیلاگز۔''
''شٹ اپ۔'' انا کا دماغ گھوم گیا۔
''جو جی میں آتا ہے سمجھتے پھریں' مائی فٹ' میں ابھی آزاد ہوں آپ کی پابند نہیں ہوں کہ آپ کو تاویلیں دیتی پھروں۔'' غصے سے کہہ کر اس نے جھٹ سے کال بند کی اور سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔
''مائی گاڈ یہ کیا ہورہا ہے میرے ساتھ۔'' اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا تبھی پھر موبائل بجا تھا وہی نمبر تھا اس نے لب بھینچے کال پک کی تھی۔
''سنئے انا صاحبہ! انسان میں اتنی ہمت ضرور ہونی چاہیے کہ سچ کا مقابلہ کرسکے۔ آپ نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور آپ نے میرے ساتھ قطعی اچھا نہیں کیا' کاش......'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بکواس کرتا انا نے پھر کال کاٹ دی تھی۔ اس کے دماغ کا ٹمپریچر ایک دم ہائی ہوا تھا وہ اٹھ کر اندھیرے کمرے میں ٹہلنے لگ گئی ابھی وہ ٹہل رہی تھی کہ ایک بار پھر موبائل بجا اس نے دیکھا وہی نمبر تھا انا نے غصے سے موبائل کو گھورا تھا۔
کال بیل بج بج کر خاموش ہوگئی تھی ابھی وہ کھڑکی کے پاس آکر رکی تھی کہ بیل پھر بجی تھی' انا نے بہت غصے سے موبائل کو دیکھے بنا آگے بڑھ کر موبائل اٹھا کر ریس کا بٹن دبا کر موبائل کان سے لگالیا تھا۔
''مسٹر حماد! تم جو سمجھتے ہو سمجھتے رہو ہاں میں ہوں دھوکے باز لڑکی' کیا کرلوگے تم مجھ سے شادی سے انکار کردوگے تو جاؤ کروا انکار رہ گیا ولید اس کی میری زندگی میں جو بھی حیثیت تھی میں اس کے بارے میں تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی بھی کلیرفیکیشن دینے کی پابند نہیں ہوں۔ میری طرف سے تم سب جاؤ بھاڑ میں' مائی فٹ......'' بہت غصے سے کہہ کر اس نے موبائل کان سے ہٹا کر آف کا بٹن کلک کرنا چاہا تو ٹھٹک گئی۔ ٹچ اسکرین پر جھلملاتے نام نے ایک دم اس کے

حواس سلب کیے تھے۔
"ولید......" اس نے زیرلب دہرایا اور ڈرتے ڈرتے موبائل کان سے لگایا تھا۔
"ہیلو انا...... ہیلو...... انا سن رہی ہو...... انا" وہ بلاشبہ ولید ہی تھا۔ انا کو لگا وہ منوں کے حساب سے شرمندگی کے بھاری بوجھ تلے دب گئی ہو۔
"انا میں ولید بول رہا ہوں، سن رہی ہو نا" اور انا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس نے کال کاٹ دی تھی، نہ صرف کال کاٹی تھی بلکہ موبائل بھی آف کر دیا تھا۔
وہ جو کر چکی تھی وہ بہت زیادہ تھا، شرمندگی پہ شرمندگی...... اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود کو ایک دم شوٹ کر دے لیکن اس کے اختیار میں کچھ بھی نہ تھا سوائے رونے دھونے کے اور وہ یہ کام خوش اسلوبی سے کر سکتی تھی اس نے خود کو بستر پر گرا لیا تھا اور تکیے میں منہ چھپا کر وہ ایک بار پھر شدت سے رو دی تھی۔
❀......❀......❀
"کیا ہوا......؟" مصطفیٰ نے ولید کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ پلٹا تھا، مصطفیٰ کو دیکھ کر مسکرایا۔
"کچھ نہیں دوست کو کال کر رہا تھا مگر نمبر بند جا رہا ہے؟" مسکرا کر کہتے موبائل پاکٹ میں ڈالا۔
"تم تیار نہیں ہوئے ابھی تک؟" مصطفیٰ نے اسے اسی طرح صبح والے لباس میں دیکھ کر پوچھا جبکہ وہ اچھی طرح ڈریس اپ تھا۔ آج عباس کی بارات اور رخصتی تھی اس کے بعد انا کی شادی کے بعد سب کا ولیمہ کے فنکشن ایک ساتھ تھا۔ بابا صاحب نے مصطفیٰ کو بطور خاص بلوا کر بتایا تھا کہ اس کا ولیمہ بھی ساتھ ہوگا، وہ ولیمہ جو اس کے ساتھ اچانک پیش آ جانے والے حادثے کے سبب کینسل ہو گیا تھا اور پھر بعد میں پینڈنگ ہوتا چلا گیا تھا۔ ولیمہ شہر میں ہونا تھا تاکہ وہ تمام احباب جو گاؤں نہیں آ سکتے وہ شہر کے فنکشن میں شرکت ضرور کر سکیں۔
"بس تیار ہونے ہی جا رہا تھا۔" ولید نے عجلت سے کہا۔
"اچھا بات سنو۔" دونوں ساتھ چلتے رکے تھے، مصطفیٰ کا انداز پر سوچ تھا۔
"شہوار بہت ناراض ہو رہی تھی۔"
"کیوں؟"
"وجہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔" مصطفیٰ نے تادیبی انداز میں دیکھا تو ولید مسکرایا۔ "صبح اس نے انا کو کال کی تھی ویسے تو اس کا ہر وقت انا سے رابطہ ہے لیکن مجھ سے کئی بار الجھ چکی ہے، کہہ رہی تھی کہ میں تمہیں سمجھاؤں جو ہو رہا ہے اچھا نہیں ہو رہا۔ انا بہت زیادہ پوزیسو ہو رہی ہے یہ نہ ہو وہ کوئی غلط قدم اٹھا لے۔" ولید نے سنجیدگی سے سنا اور مسکرا دیا۔
"ڈونٹ وری، وہ جتنی بھی ایموشنل ہو جائے کچھ غلط نہیں کرے گی۔" مصطفیٰ نے گھورا۔
"زیادہ اُوور کانفیڈنٹ ہونے کی ضرورت نہیں، آخر کار وہ ایک لڑکی ہے آخر کب تک برداشت کر سکتی ہے۔ ویسے بھی میں سمجھ رہا ہوں کہ وہ کچھ زیادہ ہی سزا جھیل چکی ہے اب یہ سب اس کے لیے کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔"
"او کے تمہارا کیا خیال ہے اب کیا کیا جائے؟" ولید نے بظاہر سنجیدگی لیکن طنزیہ انداز میں پوچھا۔
"تمہیں انا سے ایکسکیوز کر لینا چاہیے۔"
"ایکسکیوز تو اب اس سے صرف ایک بار ہی ہوگا اس سے پہلے تو قطعی نہیں۔" مصطفیٰ نے دیکھا وہ سنجیدہ تھا۔
"او کے، جیسے تمہاری مرضی لیکن اگر شہوار نے اس دوران ایسا ویسا کچھ کہہ دیا تو پھر مجھے سزا مت دینا۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

''اور ہاں، چچا جان بلا رہے تھے تمہیں۔''

''کب؟''

''کچھ دیر پہلے تیار ہو کر بابا صاحب کے ساتھ پنڈال (جس جگہ بارات کے لیے بیٹھنے کا انتظام تھا) کی طرف جا رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ تمہیں بھی لے کر اسی طرف آ جاؤں۔''

''میں چینج کر کے ادھر ہی جانے والا تھا، تم چلو میں بھی آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر تیزی سے اس کمرے کی طرف چل دیا، جہاں آج کل اس کا قیام تھا۔

بارات کا انتظام بہت اچھے انداز میں کیا گیا تھا۔ شہر سے ایونٹ آرگنائزر کو بلایا گیا تھا ذرا بھی فیل نہیں ہو رہا تھا کہ ایک گاؤں میں شادی ہو رہی ہے، بہت اچھا سیٹ اپ تھا سارا۔ خواتین اور مرد حضرات کے لیے علیحدہ علیحدہ بیٹھنے کے انتظامات تھے۔ عباس دلہا بن کر بہت جچ رہا تھا، آفاق شہ بالا بنا تھا۔ بارات تین بجے پہنچی تھی، نکاح اور کھانے کے بعد گاؤں کے رسم و رواج کے مطابق سلامی، تحائف اور مختلف رسومات کا سلسلہ چلتا رہا تھا۔

شام کے بعد تک رخصتی کا عمل سر انجام دیا گیا تھا۔ لالہ رخ جو ساری عمر اولاد کے لیے ترستی رہی تھی، بیٹی کی رخصتی کے وقت پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔ ثریا بیگم جنہوں نے ہمیشہ ماں بن کر رابعہ کو پالا تھا وہ بھی غم زدہ تھیں۔ سہیل اور ولید بھائی بن کر بہن کو گاڑی تک لائے تھے اور فیضان صاحب جو ساری عمر رابعہ کے ساتھ گزارنے کے باوجود کبھی اسے باپ کی طرح پیار نہ کر سکے تھے، نم آنکھیں لیے بیٹی کو رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے۔ بابا صاحب بھی دکھی تھے لیکن غم زدہ بیٹے کو سینے سے لگا کر انہوں نے تسلی دی۔ فیضان صاحب کو لگا کہ آبلہ پائی کا سفر جیسے آج مکمل طور پر اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ باپ کے سینے سے لگ کر وہ ایک دم پرسکون ہو گئے تھے۔ رابعہ کا بڑے پُر جوش انداز میں خیر مقدم کیا گیا تھا۔ شہوار اور باقی سبھی لوگ بارات کے ساتھ ہی واپس آ گئے تھے اور گھر آ کر شہوار اب دلہا والوں کی پارٹی کا ممبر بن چکی تھی سب کہہ رہے تھے کہ یہ فاؤل ہے لیکن وہ ماننے کو تیار ہی نہ تھی۔ مصطفیٰ اسے یوں مکمل طور پر اعتماد کے ساتھ زندگی کے رنگ کشید تے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے بھرپور قہقہے لگاتے دیکھ کر ایک دم مطمئن سا ہو گیا تھا اس نے شہوار کے مزاج کے بہت سے رنگ دیکھے تھے جس میں سب سے گہرا رنگ افسردگی، غم اور ناامیدی کا تھا لیکن اب جو شہوار تھی وہ پُر اعتماد تھی، بہت پُر جوش، حاضر جواب اور خوشیوں کے لمحات کو انجوائے کرنے والی۔

مصطفیٰ قدم قدم پر اس کے ساتھ دے رہا تھا اور یہی اعتماد اور محبت کا احساس شہوار کے انگ انگ سے چھلک کر اسے بہت خوب صورت، باوقار اور معتبر بنا رہا تھا۔ رابعہ کو مختلف رسموں سے گزار کر لاؤنج میں لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ سب نے خوب ہنگامہ مچا رکھا تھا، بڑوں کو ایک طرف بٹھا دیا گیا اور سب میدان میں کود پڑے، دلہا دلہن کو خوب ستایا جا رہا تھا۔

''سچ سچ بتائیں عباس بھائی کیسا فیل کر رہے ہیں؟'' عائشہ سب سے آگے تھی۔

''بالکل ویسا جیسا بقر عید کے موقع پر قربانی کا جانور فیل کرتا ہے۔'' سہیل نے جملہ پاس کیا تو سب لڑکوں نے ہوٗہا مچا دی تھی۔

''تم سب بہت بدتمیز ہو، خبردار اب کسی نے مداخلت کی تو......'' عائشہ نے وارن کیا۔

''سن لیں آفاق بھائی، عائشہ بھابی آپ کو بدتمیز کہہ رہی ہیں۔'' عدیل نے بی جمالو کا کردار ادا کیا تھا جواباً عائشہ نے کھینچ کر تھپڑ اس کے کندھے پر دے مارا تھا جس کے بعد وہ ادھم مچا رہا تھا۔

''چلیں عباس بھائی میرے سوال کا جواب دیں۔''

''بہت اچھا۔'' عباس نے اپنے پہلو میں بیٹھے وجود کو دیکھ کر کہا تو لڑکوں نے وسلنگ کر کے پھر شور مچایا۔

''توبہ یہ لڑکے تو......'' ماریہ اور رمشاء کا ہنس ہنس کر بُرا حال تھا۔

''سر کر کے لائے ہیں وہ بھی ڈنکے کی چوٹ پر' خوش کیوں نہ ہوں دل کی مراد بر آئی ہے۔'' لائبہ نے بھی جملہ کسا تھا' رابعہ کنفیوژ ہو چکی تھی۔ شہوار اور شائستہ اسے برابر تسلیاں دے رہی تھیں۔

''اچھا ہم سب کے نیگ نکالیں اتنی اچھی پیاری سی دلہن آپ کے حوالے کر رہے ہیں' کچھ حق تو ہمارا بھی بنتا ہے۔'' صبا بھائی کا گھٹنا پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''یار اتنے دنوں سے تم لوگوں نے نیگ کے نام پر میری جیبیں خالی کروا دی ہیں' اب کس قسم کا نیگ باقی رہ گیا ہے۔'' عباس نے دہائی دی۔

''یہ رسم ہوتی ہے وہ تو دینا ہی ہوگا۔'' عائشہ بھی ساتھ بولی۔

''لو جی یہ نیگ نہ ہوا جگا ٹیکس ہو گیا۔''

''زیادہ بڑکیں مت ماریں' نیگ تو دینا ہی ہوگا۔'' لائبہ بھی ساتھ آ بیٹھی۔

''اچھا ایسا ہے کہ ادھار کر لیتے ہیں اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں سبھی تھکے ہوئے ہیں' کل بات کریں گے۔'' عباس بھی ان کو ستا رہا تھا' ان سب نے شور مچا دیا تو مہر النساء بیگم کو خود میدان میں کودنا پڑا تھا انہوں نے سب کو نیگ دیا' بہنوں' بھابیوں' کزنز سب کو تب کہیں جا کر ان سب نے محفل برخاست کی تھی۔ رابعہ کو شہوار اور لائبہ عباس کے سجے سجائے کمرے میں لے آئی تھیں' رابعہ بہت ہی کنفیوژ تھی۔

''ڈونٹ وری عباس بھائی' بہت اچھے ہیں۔ بہت مخلص اور ہمدرد' آپ ان کے ساتھ بہت خوش رہیں گی۔'' شہوار نے تسلی دی تو رابعہ کی ہتھیلیاں بھیگنے لگی تھیں۔

❀......❀......❀

وہ لوگ لیٹ گھر پہنچے تھے' پہلے مصطفیٰ کی طرف گئے تھے کچھ دیر وہاں رکے پھر گھر لوٹ آئے تھے۔ روشی تو بہت تھکی ہوئی تھی وہ آتے ہی کمرے میں چلی گئی تھی۔ افشاں اور ضیاء صاحب بھی اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ وقار صاحب اور احسن بھی سونے چل دیئے تھے' ساجدہ نے بتایا تھا کہ انا اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔ وہ سارا دن کمرے میں بند رہی تھی دوپہر اور رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا صبوحی بیگم اس کے کمرے کی طرف چلی آئی تھیں' دروازہ کھلا ہوا تھا کمرہ بالکل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ انہوں نے لائٹس آن کیں تو انا منہ کے بل بستر پر دراز تھی' انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھنا چاہا تو انہیں محسوس ہوا کہ انا کا جسم گرم ہے۔ انہوں نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا' نبض چیک کی تو پتا چلا کہ وہ تو شدید قسم کے بخار کے زیر اثر تھی۔

''انا......'' انہوں نے پکارا تو انا نے ذرا آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا اور پھر پلکیں موند لی تھیں۔

''آپ لوگ آ گئے۔'' کراہتی آواز تھی۔

''ہاں ابھی لوٹے ہیں اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے' تمہیں اتنا شدید ٹمپریچر ہے' کال کر دیتیں ہم جلدی گھر آ جاتے۔''

''میں ٹھیک ہوں ماما'' وہ بمشکل بولی تھی۔ صبوحی بیگم کو محسوس ہوا کہ بخار کے ساتھ ساتھ وہ شدید نقاہت سے بھی دوچار ہے۔

''خاک ٹھیک ہو' اتنا تیز بخار ہے ساجدہ بتا رہی تھی کہ کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔ بیٹا ہم گھر پر نہیں تھے کم از کم تم کال کر دیتیں یا ڈاکٹر کے پاس ساجدہ کے ساتھ چلی جاتی اب اس قدر ٹمپریچر ہے نجانے کب سے اس حالت میں ہو۔'' وہ

فکر مندی سے اس کو سیدھا کر کے محبت سے اس کی پیشانی چوم کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ انہوں نے کچن میں آ کر انا کے لیے چائے بنائی تھی۔ بسکٹ اور میڈیسن لے کر اس کے پاس آ گئی تھیں۔

انا کو زبردستی چائے اور بسکٹ دے کر میڈیسن کھلائی تھی، میڈیسن کھا کر وہ غنودگی میں چلی گئی تھی۔ وہ کمرے میں جانے کی بجائے انا کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگ گئی تھیں۔ بیٹی کچھ دن میں پرائی ہونے والی تھی۔ انا کو دیکھتے ان کا دل بھر آیا تو انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چومی اور اس کے سکھ اور خوشیوں کے لیے ڈھیر ساری دعا کی تھیں۔

❀......❀......❀

عباس کمرے میں داخل ہوا تو رابعہ بہت ریزرو انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''السلام علیکم۔'' عباس نے سلام کیا تو رابعہ نے محض سر ہلایا تھا۔

اس کا دوپٹہ اس انداز میں سیٹ تھا کہ ایک طرح سے ہلکے سے گھونگھٹ کا گمان ہوتا تھا۔ ان سب لوگوں نے عباس کو ستانے کے لیے گھر لا کر بھی عباس کو اس کا چہرہ دیکھنے نہیں دیا تھا بلکہ ایک بڑی سی چادر میں چھپائے رکھا تھا اور وہ بڑی سی چادر کمرے میں آ کر اتری تھی۔ کچھ دیر بعد عباس رابعہ کے سامنے بستر پر بیٹھا تھا تو رابعہ کے پورے وجود میں ایک عجیب سی سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی۔

''سنا ہے بہت خوب صورت لگ رہی تھیں آپ؟'' عباس نے کہا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر گھونگھٹ الٹ دیا تھا۔

رابعہ ایک دم سر جھکا گئی تھی اور عباس مبہوت سا بیٹھا رابعہ کے خوب صورت نین نقوش کو اس قدر خوب صورتی اور مشاقی سے سجا سنوار دیکھ کر ساکت ہو گیا تھا۔ یہ وہ لڑکی تھی جس سے پہلی ملاقات لڑتے جھگڑتے ہوئی تھی بڑی سی چادر اوڑھے اس کے آفس میں کام کرنے والی یہ رابعہ نہ صرف کزن تھی بلکہ اب بیوی کی حیثیت سے ان کے بیڈروم میں تھی۔ عباس نے بہت نرمی سے اس کا گداز ہاتھ تھاما تو علم ہوا کہ دوسری طرف وہ گھبراہٹ کا شکار تھی۔ عباس مسکرا دیا۔

''خوش ہیں؟'' عباس نے پوچھا تو مختلف رنگوں سے سجی آنکھیں تھوڑا سا اوپر اٹھا کر عباس کو دیکھا تھا چہرے پر رنگوں کا نمایاں عکس نظر آ رہا تھا۔

''میں تو بہت خوش ہوں آپ جانتی ہیں رابعہ آپ میرے لیے اس گوہر نایاب کی طرح ہیں جو اگر مجھے نہ ملتا تو مجھے اپنی زندگی نامکمل سی لگتی۔'' عباس کے انگ انگ سے خوشی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

''محبت دنیا کا بہت بڑا سچ ہے اور یہ محبت مجھے آپ کی ذات سے ہوئی ہے میں دعویٰ کرتا ہوں نہ لمبے چوڑے وعدے کرتا ہوں لیکن یقین دلاتا ہوں کہ ہم دونوں بہت خوش رہیں گے میں آپ کو بہت خوش رکھوں گا۔'' عباس نے کہا تو رابعہ کے چہرے پر خوب صورت مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''کچھ کہیں گی نہیں۔'' ہاتھ کو نرمی سے دبا کر پوچھا تو وہ جھینپی۔

''کیا؟''

''کوئی اچھی سی بات۔''

''آپ نے تو کہہ دی......''

''لیکن اب آپ کی باری ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''میں کوشش کروں گی کہ اس یقین کو قائم رکھنے میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں۔'' مختصر سا جملہ تھا لیکن یہ جملہ عباس کے لیے بہت خاص تھا۔ عباس نے بہت محبت سے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر گرم جوشی سے دبائے تھے۔

''اجازت ہے نا؟'' عباس نے پاکٹ میں سے ایک مخملی کیس نکال کر اس میں سے ایک خوب صورت سا لاکٹ اور

چین نکال کر رابعہ کو دیکھا اور رابعہ وہ پلکوں کی چلمن گرا گئی تھی۔

❀....❀....❀

انا کو شدید بخار تھا شہوار کو علم ہوا تو وہ ملنے آ گئی تھی انا گم صم سی تھی اس کی چپ اسے بہت فیل ہوئی تھی گھر واپس آ کر اس نے ولید کا نمبر ڈائل کیا۔

''آپ نے انا کو کچھ کہا ہے؟'' سلام دعا کے بعد اس نے پوچھا تو دوسری طرف ولید چونکا۔

''کیا ہوا؟''

''انا کو شدید بخار ہے آج سے پہلے میں نے اسے اتنا افسردہ اور ناامید نہیں دیکھا مجھے یقین ہے آپ نے ہی کچھ کہا ہے اسے۔''

''لو تمہاری دوست کو اگر چھینک بھی آ جائے تو الزام مجھ پر آئے گا یہ اچھی رہی تمہاری وہ تو آل ٹائم جذباتی لڑکی ہے اب مجھے کیا پتا اسے کیا ہو گیا ہے؟'' دوسری طرف سے وہ بھی خفا ہوا۔

''تو پھر وہ ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہی ہے میں اسے اچھا بھلا چھوڑ کر گئی تھی وہ شادی کو لے کر پازیٹیو بھی ہو گئی تھی لیکن اب آنٹی بتا رہی تھیں کہ وہ بخار کی حالت میں نجانے کیا کیا کہتی رہی تھی وہ یہ شادی ہی نہیں کرنا چاہتی وہ آپ سے بھی نفرت کرتی ہے اور حماد سے بھی آنٹی بہت پریشان ہیں۔''

''اب مجھے کیا پتا وہ ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہی ہے؟'' دوسری طرف ولید کا وہی انداز تھا۔

''او کے دیکھیں اب اس کی شادی کے دن قریب ہیں محتاط رہیے گا وہ بہت کنفیوژ ہو رہی ہے اگر اس نے جذباتیت میں ایسا ویسا کچھ کر لیا تو پھر ہمیں یا خود کو الزام مت دیجیے گا۔'' شہوار نے کہہ کر کال بند کر دی تھی۔ وہ انا کے بارے میں حقیقتاً بہت پریشان تھی خصوصاً صبوحی بیگم خود بھی پریشان تھیں اور انہوں نے اس سے انا کی پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے بظاہر لاعلمی کا اظہار کیا لیکن اندر ہی اندر اندازہ ہو رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں ولید کا ہاتھ ضرور ہو گا اور اب ولید سے بات کرنے کے بعد وہ مزید الجھ گئی تھی۔

❀....❀....❀

انا بستر پر لیٹی ہوئی تھی اس کا بخار بڑھتا ہی جا رہا تھا گھر میں مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی ایسے میں اسے بخار میں بستر پر دراز دیکھ کر بھی خیر خیریت پوچھ رہے تھے۔ کل اس کی مہندی تھی اور پرسوں بارات۔ وہ عجیب سا مضمحل اور سوگوار حسن لیے اپنے بستر پر دراز تھی۔

''لڑکی سب کی شادی ہوتی ہے کوئی تمہاری طرح جوگ نہیں لیتا اٹھو کھاؤ پیئو سب ہیں انجوائے کرو، شادی کے یہ دن پھر نہیں آنے والے۔'' اس کی سوگواریت پر روشانے نے اسے پمپ کرنا چاہا تھا لیکن انا بغیر کوئی رسپانس دیے لیٹی رہی تھی۔ دوپہر کے وقت ولید کی کال آئی تو وہ کتنی دیر تک موبائل کو پکڑے ساکت سی رہی تھی۔

''ہیلو۔'' کال ریسیو کرنے پر کان سے لگا کر بھی وہ خاموش رہی تو دوسری طرف سے ولید نے کہا۔

''ہیلو انا۔'' اس نے پھر پکارا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

''سن رہی ہوں۔'' اس کا انداز سپاٹ تھا۔

''شکر ہے، خبر ملی ہے کہ تم شدید بخار میں پھنک رہی ہو اب کیسی طبیعت ہے۔'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''بہتر ہوں۔'' اس نے اسی مخصوص سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

''بالکل اب تو بہتر ہو جانا چاہیے پرسوں تمہاری بارات ہے ویسے حماد سے میری بات ہوئی تھی کافی خوش لگ رہا

ہے۔شادی کی رسموں کو خوب انجوائے کررہا ہے تم بھی انجوائے کرو یار۔'' ولید کے الفاظ پر انا کو لگا کہ جیسے اس کا دل جھلس کر راکھ ہوگیا ہو۔

''یہ لو امی (لالہ رخ) بات کرنا چاہتی ہیں ان سے بات کرلو۔'' ولید نے کہہ کر موبائل لالہ رخ کو تھمادیا۔

''کیسی ہوانا بیٹا۔'' سلام دعا کے بعد انہوں نے پوچھا تو وہ مضمحل سے انداز میں مسکرائی۔

''ٹھیک ہوں آنٹی۔''

''مجھے شہوار سے علم ہوا تھا کہ تمہیں بخار ہے اپنا خیال رکھو بیٹا خوش رہو ہمیں تو بہت فریش سی بہو چاہیے۔'' انہوں نے لاڈ سے کہا۔ انداز میں انا کے لیے بے پناہ محبت اور چاہت تھی انا محض مسکرائی تھی تبھی ولید کی آواز گونجی تھی۔

''امی مجھے دیں ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' اور پھر موبائل ولید کے پاس تھا۔

''سنو تمہارے لیے حماد صاحب کی طرف سے ایک پیغام ہے۔'' ولید کے الفاظ پر وہ چپ رہی تھی۔

''وہ تمہیں بار بار کالز کررہا ہے تم اس کی کالز پک نہیں کررہیں وہ کہہ رہا تھا کہ اگر میری تم سے بات ہو تو تمہیں کہہ دوں کہ اس کی کال پک کرو۔'' انا نے موبائل کان سے ہٹایا اور کال کاٹ دی تھی۔ کبھی یہ آواز اسے جینے کا سبب لگتی تھی اور اب اس نے موبائل بند کرکے ایک طرف ڈال دیا تھا۔

ان لوگوں کی طرف مہمانوں کی آمد ہوچکی تھی رات تک شہوار کے گھر والوں کی طرف سے بھی سبھی لڑکیاں اور دیگر لوگ آگئے تھے پھر خوب رونق لگی تو اسے بھی بستر چھوڑ کر ان سب کے درمیان بیٹھنا پڑا تھا۔ وہ حماد سے شادی کے لیے ذہنی طور پر خود کو تیار کرچکی تھی لیکن جس طرح اس نے کال کرکے اسے ولید کا حوالہ دیتے وہ سب کہا تھا اس کے دل سے خواہشوں و خوابوں کی خوش نما تتلیاں پھر سے اڑ گئی تھیں۔

وہ نہ تو خوش کن لمحات کا تصور کرسکتی تھی اور نہ ہی اب سوچنے کے لیے کچھ بچا تھا ولید کا کردار کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ وہ محض اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ ولید چاہتا ہے کہ وہ اس کے سامنے روئے، گڑگڑائے اور توجہ کی بھیک مانگے لیکن اب جو بھی تھا حماد کی اس کال کے بعد اس نے سوچ لیا تھا کہ اب جیسا بھی ہے یہ جوا اسے کھیلنا ہے۔ ولید کے سامنے اسے مزید تماشا نہیں بننا تھا اور حماد...... حماد کے ساتھ شادی اب اپنی انا اور وقار کی جنگ ساری زندگی لڑنا تھی، رات بڑی ہنگامہ خیز رہی تھی دونوں طرف مہمان تھے۔ ڈھولک، گانے، ہنسی مذاق شہوار کے گھر والے رات ادھر ہی رک گئے تھیں۔ اگلے دن متوقع رسم کی تیاری کے لیے وہ اپنے گھروں کو سدھاری تھیں اور انا نے بھی دوبارہ بستر سنبھالنے کے بجائے خود کو بحال کرنے کا سوچتے حالات کے دھارے پر بہنے دیا تھا۔ انا اپنا موبائل بند کرکے الماری میں رکھ چکی تھی زہرہ پھوپو کی فیملی گاؤں شفٹ ہوچکی تھی اور بقول سبھی کے وہیں سے بارات آنی تھی سو شہوار کی فیملی ہی ساری رسمیں کرنے ان کی طرف آرہے تھے۔

رات مہندی کا فنکشن تھا روشی کے ساتھ وہ پارلر چلی گئی تھی۔ وہ سارا وقت اس کا پارلر میں گزرا تھا۔ خوب صورت تو وہ پہلے ہی بہت تھی تھوڑی سی اضافی محنت نے اس کے روپ کو اور بھی نکھار دیا تھا۔ شام کو واپسی ہوئی تھی مہندی پارلر والی نے لگادی تھی۔ عشاء کے بعد روشی اس کے ہاتھ پاؤں دیکھ کر ایک دم چیخی تھی۔

''اف انا تمہارے ہاتھوں پر کتنا زبردست رنگ آیا ہے، کتنے پیارے لگ رہے ہیں تمہارے ہاتھ پاؤں۔'' وہ تو ایک دم لٹو ہوگئی تھی انا مضمحل سے انداز میں محض مسکرائی تھی۔ شہوار کی فیملی والے مہندی لے کر آرہے تھے۔ روشی کے کہنے پر اس نے زہرہ پھوپو کی طرف سے بھیجا گیا لباس اور دیگر لوازمات زیب تن کرلیے تھے۔ وہ سنجیدہ و افسردہ تھی لیکن اس کے باوجود اس کے سوگوار حسن میں دل موہ لینے والی کشش تھی۔ سبھی سراہ رہے تھے۔ عباس اور رابعہ بھی ساتھ

آئے تھے۔ رابعہ دلہنوں والے سراپے میں عباس کے ساتھ خوب جچ رہی تھی۔ جو بھی ان کا کپل دیکھتا خوب سراہ رہا تھا۔ شہوار اور رابعہ ہر رسم میں پیش پیش تھیں۔ انا ان دونوں بہنوں کے خلوص اور محبت پر دل سے مشکور ہوئی تھی۔ وہ رات بھی بہت خوش گوار تھی۔ انا کو شہوار اور رابعہ نے ہر وقت الجھائے رکھا تھا اسے کچھ اور سوچنے ہی نہ دیا تھا۔ شہوار نے بتایا تھا کہ وہ لوگ صبح گاؤں کے لیے روانہ ہو جائیں گے اور پھر بارات کے ساتھ سبھی آئیں گے۔ ہنگاموں اور خوشیوں سے سجی وہ رات گزری تو اگلا دن شروع ہوا تھا ہر کوئی مصروف تھا۔ وقار صاحب، احسن اور ضیاء صاحب میرج ہال کے انتظامات میں مصروف تھے اور خواتین گھریلو ذمہ داریوں میں الجھی ہوئی تھیں بارات کی ٹائمنگ تین چار بجے کی تھی۔ 12 بجے کے بعد احسن نے اسے پارلر چھوڑ دیا تھا اور وہیں سے سیدھے میرج ہال جانا تھا انا کا موبائل مسلسل بند تھا۔ پارلر سے اسے احسن نے ہی پک کیا تھا وہ میرج ہال پہنچی تو ابھی بارات نہیں آئی تھی۔ دلہن بن کر اس پر جو روپ اور نکھار آیا تھا ہر دیکھنے والی نگاہ مبہوت سی ہو گئی تھی جیسے ہی صبوحی بیگم نے اسے دیکھا۔ ان کی نگاہ بھر آئی تھی۔ چہیتی بیٹی آج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پرائی ہو جانے والی تھی۔ افشاں اور روشانے بھی افسردہ افسردہ سی تھیں لیکن انا کے خیال سے خود کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ مغرب سے ذرا پہلے بارات کی آمد کا شور اٹھا تھا۔ روشی اس کے پاس آئی تھی۔

''آؤ بارات دیکھتے ہیں۔'' اس نے برائیڈل روم کی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے نہیں دیکھنی۔'' اس کا انداز قطعی تھا۔ روشانے کو کچھ اور لڑکیاں بلا کر لے گئی تھیں ایک دو لڑکیوں کے ساتھ وہ برائیڈل روم میں اکیلی تھی وہ لڑکیاں بھی کھڑکی سے باہر بارات دیکھنے لگی تھیں۔

''ارے زبردست دلہا کتنا ہینڈسم اور گڈ لکنگ ہے یار۔'' صبوحی بیگم کی جان پہچان میں سے کچھ لڑکیاں تھیں۔

''ڈریسنگ بھی کیا کمال کی ہے۔''

''بارات کے ساتھ نظر آنے والے سبھی لڑکے گڈ لکنگ ہیں یار۔'' وہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں یہ کمنٹس پاس کرتے وہ کھلکھلا کر ہنس بھی رہی تھیں۔

''سنا تھا بارات گاؤں سے آئی ہے لیکن یہ تو کہیں سے بھی گاؤں سے آئی بارات نہیں لگ رہی۔'' وہ لڑکیاں کمنٹس پاس کر رہی تھیں اور انا خاموشی سے سر جھکائے ان کو سن رہی تھی۔ بارات کی آمد بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ شہوار اس سے ملنے فوراً پہنچی اور پھر اسے دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

''ماشاءاللہ۔'' اس نے بے اختیار کہا۔

''یار تم تو بہت ہی پیاری لگ رہی ہو اتنی حسین تو میں بھی اپنی شادی پر نہیں لگ رہی تھی۔'' اس نے ایک دم فرط محبت سے انا کا رخسار چوما۔

''رئیلی تمہارا دلہا بھی بہت پیارا لگ رہا ہے۔'' وہ کہہ رہی تھی انا نے محض مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ شہوار کے علاوہ باقی لڑکیاں بھی وہیں جمع ہو گئی تھیں۔ وہ کچھ دیر وہیں بیٹھی تھیں اور پھر ہال میں چلی گئی تھیں نکاح کا شور بلند ہوا تو انا چونکی۔ اس کا دل بڑے عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا تھا نکاح کا رجسٹر لے کر آنے والوں میں احسن اور ضیاء ماموں تھے۔ انہوں نے انا کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کا سر خود بخود جھک گیا تھا۔

احسن نے اس کے سامنے نکاح کا رجسٹر رکھا تھا۔ اس کے اردگرد کافی لوگ تھے صبوحی بیگم بھی وہیں آ گئی تھیں۔ احسن نے دستخط کرنے والی جگہ پر انگلی رکھی تھی نکاح نامے کی دوسری سائیڈ کور تھی اور احسن کا ہاتھ دلہا کے دستخط والی جگہ پر اس طرح پھیلا ہوا تھا کہ وہ کچھ دیکھ ہی نہیں سکی تھی ضیاء صاحب نے اسے قلم تھمایا تھا۔ انا کے پاس روشی بیٹھ گئی تھی دوسری طرف افشاں بھی آ گئی تھیں قلم تھامے بغیر کسی پر توجہ دیے وہ قلم کو گھور رہی تھی۔

''انا بیٹی دستخط کردو نا'' ماموں کا ہاتھ اس کے سر پر مسلسل تھا۔ اس کے لب بھینچ کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی بازی ہارنے جارہی تھی۔
اس نے گم صم انداز میں دستخط کردیے تھے۔ اگلے صفحات پر بھی جہاں جہاں ماموں کہتے رہے اس نے بن دیکھے گم انداز میں دستخط کیے تھے۔ جیسے ہی دستخط ہوئے تھے ضیاء صاحب نے اسے سینے سے لگالیا تھا۔ وہ رونا چاہتی تھی پھوٹ پھوٹ کردل کھول کر لیکن آنسو تھے کہ نکل ہی نہیں رہے تھے ضیاء ماموں نے اسے چیک تھمایا تھا۔
''یہ تمہارے حق مہر کی رقم ہے۔''
احسن بھائی نے بھی نم آنکھوں سے بہن کو ساتھ لگالیا تھا وہ لوگ وہاں سے چلے گئے تو صبوحی بیگم اسے ساتھ لگا کر بے اختیار رودی تھیں۔ روشی خود بھی آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے تھی اس نے صبوحی بیگم کو انا سے جدا کیا اور پھر وہ ان کو لے کر باہر چلی گئی تھی۔ عجیب افسردہ سا منظر تھا۔ ایک لڑکی نے تو ماحول کی افسردگی دیکھتے باقاعدہ گانا شروع کردیا تھا۔
بابل کی دعائیں لیتی جا' جا تجھ کو سکھی سنسار ملے......
نکاح کے بعد کھانے کا دور چلا اس کے بعد دلہا کے ساتھ مختلف رسمیں ہوتی رہی تھیں بارات چونکہ واپس گاؤں جانا تھی سو جلدی جلدی مچادی گئی تھی دلہن کو دلہا کے ساتھ بٹھا کر مووی یا تصاویر بنانے والا سلسلہ ادھورا رہ گیا تھا انا کا دل عجیب سے انداز میں گھبرا رہا تھا۔ اس نے روشی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا اس کا ہاتھ شدید گرم تھا۔
''لگتا ہے تمہیں پھر بخار ہورہا ہے۔'' روشا نے کو تشویش لاحق ہوئی تھی۔ رخصتی کے وقت ماں باپ اور گھر والوں سے ملتے اس کی طبیعت ایک دم بگڑی تھی۔ اتنے دنوں کی شدید ٹینشن تھی یا رخصت ہونے کا صدمہ تھا۔ وہ چند منٹ کے لیے اپنے حواس پر قابو نہ رکھ پائی تھی۔ سبھی ایک دم پریشان ہوئے تھے۔ رخصتی کے وقت وہ نیم جاں سی تھی۔ گاڑی میں بٹھا کر شہوار ساتھ بیٹھ گئی تھی فرنٹ سیٹ پر رابعہ اور عباس بھائی تھے دلہا نے علیحدہ گاڑی میں آنا تھا۔ خوشیوں کا وہ بھرپور دن بڑے غم زدہ انداز میں سرانجام پایا تھا۔

❀......❀......❀

طویل سفر تھا حویلی پہنچتے پہنچتے ایک بج گیا تھا دلہن شدید تھک چکی تھی۔ مختلف رسموں کا طویل سلسلہ تھا جسے موقوف کرتے دلہن کی خرابی طبیعت کے سبب اسے فوراً اس کے سجے سجائے کمرے میں پہنچادیا گیا تھا۔ شہوار، رابعہ، شائستہ بھابی پھوپو اور دیگر کزنز پیش پیش تھیں۔ شہوار دوران سفر اس کا کافی برین واش کرچکی تھی سو حویلی پہنچ کر انا کی طبیعت کافی بہتر تھی۔ گھبراہٹ اور پریشانی البتہ اپنی جگہ پر تھی آنے والے وقت کا خوف اور لمحوں کا حساب۔
''کچھ نہیں ہوگا تم بس کانفیڈنٹ رہنا، ہمارے دلہا میاں اب اتنے بھی خونخوار نہیں ہیں تمہاری اتنی پیاری شکل دیکھ کر تو وہ ویسے بھی اپنے حواس کھو بیٹھیں گے۔'' شہوار نے مطمئن کرنا چاہا۔ وہ محض مسکرادی تھی۔
اسے اپنے لباس، حلیے سے سخت وحشت ہورہی تھی جی چاہ رہا تھا کہ سب کچھ ایک دم اتار پھینکے لیکن ہائے رے یہ دنیاداری۔ شہوار اور رابعہ آخری لمحوں تک اس کے پاس رہی تھیں اور اس کا دل بہلاتی رہی تھیں ڈھائی بجے کے قریب دلہا صاحب اپنے کمرے میں آرہے ہیں کا شور بلند ہوا تو انا کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ اسے یہ سب بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ جب سے حماد پاکستان آیا تھا ایک بار بھی اس نے ملنے کوشش نہیں کی تھی اور ایک کال کی بھی تھی تو انا کے دل سے خوش گمانیوں کی ساری تتلیاں اڑادی تھیں۔ رخصتی کے بعد سے لے کر اب تک ایک بار بھی اس نے دلہا کا ذکر سننا تو دور کی بات حماد صاحب کا نام تک نہیں سنا تھا نجانے اب کیا ہونے والا تھا۔
انا کو رہ رہ کر حماد کی فون پر کہی باتیں یاد آنے لگیں تو اس کا حلق خشک ہونے لگا وہ جو ساری عمر کسی اور کے خواب

دیکھتی رہی تھی آج کسی اور کے نام پر کسی اور کے لیے سجی سنوری اس کی سیج کو رونق بخش رہی تھی۔ انا کا جی چاہ رہا تھا کہ اس دو غلے پن پر دل کھول کر رو دے لیکن ماحول جگہ اور صورت حال ایسی تھی کہ وہ دل پر بند باندھ رہی تھی۔

"چلو جی ہم تو چلتے ہیں اب تم جانو اور تمہارے دلہا صاحب۔" شہوار نے شرارت سے کہا اور جھک کر اس کا گال چوم لیا۔

"بیسٹ آف لک ڈیئر بھابی جان۔" رابعہ نے بھی بہت محبت سے کہا تھا۔ انا کا وجود ہولے ہولے لرزنے لگا تھا۔ شہوار نے اس کے ماتھے کی بندیا درست کی تھی لباس ٹھیک کر کے اسے اچھی اور نیک خواہشات سونپ کر رابعہ کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔ انا ساکت و صامت سی اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھی جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کا دل بند ہوتا جارہا تھا۔ گھبراہٹ، پریشانی، الجھن اور شدید وسوسے وہ آنکھیں بند کر کے اللہ کو یاد کرنے لگی تھی۔ وہ پورے دل سے اللہ کو یاد کررہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر بند ہوگیا...... انا کا سر جھکا تھا۔ اس کی بند آنکھیں کچھ اور شدت سے بند ہوئی تھیں۔ آنے والا چلتا ہوا اس کے سامنے بستر پر بیٹھا اور اس کے جھکے سر کو دیکھ کر مسکرایا تھا آنے والے کے کلون کی مہک سے۔ انا کا دل گھبرا رہا تھا لیکن اس نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے دلہا صاحب نے اس کا ہاتھ تھاما تھا انا کو لگا جیسے اس کا پورا وجود کانپ اٹھا ہو۔ وہ اس کا ہاتھ دھیرے دھیرے سہلا رہا تھا۔ لمس کی نرمی اور ہاتھ کی گرمی انا کا دل مزید ڈوبا تھا۔ ہاتھ کو چھوڑ کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما تو انا کی لرزتی پلکیں کچھ اور سختی سے ایک دوسرے سے ہمکنار ہوئی تھیں۔ اس کے پاس موجود شخص کا لمس بول رہا تھا۔

"اب اتنا بھی ڈریکولا نہیں ہوں کہ تم آنکھیں کھولنے سے ہی انکار کردو۔" ہنس کر کہا گیا۔ انا جس کا سارا وجود کان بنا ہوا تھا ایک دم چونکی تھی۔

"یہ آواز۔"

"سنا تھا بہت حسین لگ رہی ہو ایک نظر دیکھ کر ہی جھٹ سے گروں گا اور پٹ سے بے ہوش ہوجاؤں گا۔" مزید کہا گیا تھا لہجے میں ہنسی کی آمیزش تھی انا نے خوف زدہ ہو کر آنکھیں کھولی تھیں اور اگلے ہی پل اس کی کھلی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی اس کے سامنے کوئی اور نہیں ولید تھا۔ وہ ولید جس کے اس وقت یہاں موجود ہونے کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔

"آ...... آپ......!" وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی تھی۔ جھٹکے سے ولید کے ہاتھ جھٹکے تھے۔

"کیسا لگا یہ سرپرائز۔" وہ مسکراہٹ لیے پوچھ رہا تھا۔ انا نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں لیکن یہ دھوکا نہیں حقیقت تھی۔ ولید مجسم اس کے سامنے تھا۔

"آ...... آپ کیوں آئے ہیں یہاں؟" وہ جو سمجھ رہی تھی اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر وہ تیزی سے بستر سے اتری اور پھنکاری تھی۔

"تو اور کہاں جاتا؟" ولید نے ہنس کر کہا تو انا کا جی چاہا کہ کاش زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کی آنکھیں اس منظر پر یقین کرنے کو تیار نہ تھیں۔

"آپ اس قدر گر سکتے ہیں میں نے سوچا بھی نہ تھا آپ کی ہمت کیسے ہوئی ہے یہاں آنے کی۔"

"انا......" ولید ایک پل کو رکا۔

"خبردار میرا نام بھی لیا تو...... آپ اب تک میرے ساتھ جو کرتے آئے ہیں میں نے سب کچھ سہہ لیا لیکن اب آپ کی اس گھٹیا حرکت پر خاموش نہیں رہوں گی آپ کی ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی میں شور مچادوں گی اگر آپ

یہاں سے نہ نکلے تو......!" وہ تو ایک دم مرد مار والی کیفیت میں آئی تھی۔

"اوہ تم جو سمجھ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے میں ہی تمہارا شوہر نامدار ہوں، میری تم سے شادی......!" ولید کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا سمجھ رہی ہے اس نے ہنس کر اسے بتانا چاہا تھا۔

"شٹ اپ!" اس نے ایک دم بھڑک کر ولید کو پیچھے دھکیلا تھا۔

"خبردار میرے ساتھ کوئی جھوٹ بولا تو میری شادی حماد سے ہوئی ہے اور آپ محض مجھے تکلیف دینے کے لیے اس قدر گھٹیا پن پر بھی اتر سکتے ہیں ناقابل یقین لیکن مجھے اتنا کمزور مت سمجھیں شرافت سے اس کمرے سے باہر نکل جائیں ورنہ میں شور مچا مچا کر سب کو اکٹھا کرلوں گی۔" وہ تو بھڑک کر پھٹ پڑی تھی۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا تھا اسے اپنا یہ سرپرائز بہت مہنگا پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ گزرتے دنوں میں اس انا کے ساتھ جو رویہ رکھا تھا ایسے میں انا کا یہ ری ایکشن کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا لیکن ویسا نہ تھا جیسا وہ سوچ رہا تھا وہ تو بپھری ہوئی شیرنی بن بیٹھی تھی۔

"انا کول ڈاؤن یار سن میں تمہیں ساری سچویشن سمجھاتا ہوں۔" خود کا توازن بحال کرتے وہ انا کی طرف بڑھا تو ایک دم پیچھے ہٹی تھی۔

"دور رہیں مجھ سے۔" وہ چیخی تھی۔ ولید اپنی جگہ رک گیا تھا۔

"مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی' آپ میرے ساتھ جو کچھ کر چکے ہیں اس کے بعد تو میں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی آپ انتہائی برے انسان ہیں ذرا بھی لحاظ نہیں کہ اس وقت آپ کس کے سامنے کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ غصے سے کہہ کر دروازے کی طرف پلٹی تو ولید ایک دم چونکا تھا۔ انا اگر باہر جاتی تو مطلب یہ تھا کہ سبھی بڑوں کو خبر ہو جاتی۔

"ارے انا رکو پلیز۔" وہ فوراً اس کے رستے میں حائل ہوا۔

"میرے رستے سے ہٹ جائیں ورنہ نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ میں مر جاؤں گی لیکن آپ کی کسی بھی گھٹیا پلاننگ کا حصہ نہیں بنوں گی۔" وہ دھاڑی۔

"شٹ اپ۔" ولید نے سختی سے کہا تو انا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"تم آرام وسکون سے میری بات سن لو تو بہتر ہوگا۔" ولید نے خود پر قابو پاتے نرمی سے کہا تو انا کے تنے اعصاب میں ذرا فرق نہ پڑا تھا۔

"بات ساری یہ ہے کہ ہم سب مل کر تمہیں تنگ کر رہے تھے حماد پاکستان لوٹا ہی نہیں وہ ابھی بھی ملک سے باہر ہے بلکہ جب سب کے سامنے تمہارا منگنی توڑ دینے والا قدم اور پھر حماد سے رشتہ جوڑنے والی ڈیمانڈ آئی تو بات بابا صاحب تک بھی پہنچی تھی اور پھر انہوں نے مجھے طلب کرلیا تھا مجھے تم پر غصہ ضرور تھا لیکن اب اتنا بھی کم فہم نہیں تھا کہ تم سے ہاتھ دھو بیٹھتا سو اپنی مشروط ہاں کے ساتھ میں نے بابا صاحب کو پازیٹیو جواب دے دیا تھا اس طرح تم سے میرا رشتہ طے پا گیا لیکن شرط یہ تھی کہ تمہیں نہیں بتایا جائے گا اور اس سلسلے میں سب نے میری مدد کی تھی۔ سب نے تمہیں یہ باور کرایا کہ حماد سے تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ جبکہ حماد تمہارا مجھ سے رشتہ طے ہو جانے پر ڈس ہارٹ ہوا تھا لیکن جب ساری صورت حال کا اسے علم ہوا تو اس نے خود کو سنبھال لیا تھا تمہاری شادی کسی اور سے نہیں صرف مجھ سے ہوئی ہے تمہیں آخر تک اس بات سے بے خبر رکھنا یہ سب پلاننگ تھا یار۔" انا حیرت اور بے یقینی سے سن رہی تھی۔

"اتنی بڑی پلاننگ۔" وہ نڈھال سی بستر کے کنارے گری تھی۔ ولید ایک دم گھبرا گیا تھا۔

"دیکھو اب بے ہوش ہونے کا پروگرام اگر ہے تو پلیز ملتوی کردو۔" انا نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"تمہاری وجہ سے پہلے ہی مجھے بہت سی صلواتیں اور گالیاں سننے کو مل رہی ہیں۔" ولید نے بے چارگی سے کہا تو انا بے اختیار ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی۔

"ارے یہ کیا کر رہی ہو پلیز چپ کر جاؤ اگر کسی کو خبر بھی ہوگئی تو میری بابا صاحب سے شامت پکی۔" وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل قالین پر بیٹھ کر منتوں پر اتر آیا تھا۔ اس نے انا کے ہاتھ ہٹانا چاہے تھے لیکن اس نے سختی سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"آپ بہت برے انسان ہیں۔ میں مرتی رہی، تڑپتی رہی اور آپ مجھے......!" وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تو ولید کو پہلی بار اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔

"ایم سوری یار، مجھے یہ تھا کہ تمہیں جب ساری صورت حال کا علم ہوگا تو یقیناً تم بہت خوش ہوگی۔"

"میرا دل کر رہا ہے خود کو شوٹ کرلوں، ساری دنیا میں میرا تماشا بنایا تھا حماد کا نام لے لے کر مجھے ملامت کرتے رہے ایک پل ایک لمحے کو بھی ذہنی اذیت سے چھٹکارہ نہ مل سکا تھا مجھے اور اوپر سے آپ کو ہمیشہ کے لیے کھو دینے کا دکھ۔" ولید نے بے چارگی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ جی بھر کر رو رہی تھی۔ اتنے دنوں کا غبار تھا جواب بہہ رہا تھا اس نے پتا نہیں ولید کی بات کا یقین کیا تھا یا نہیں لیکن اسے رونے کا موقع ضرور ملا تھا۔ کچھ دیر تک خوب رونے کے بعد اس نے سر اٹھایا تو میک اپ کا ستیاناس ہو چکا تھا اور اس کی شکل دیکھ کر ولید کی ہنسی چھوٹی تھی۔

"مائی گاڈ، بالکل بھوتنی لگ رہی ہو تم۔" شادی کی رات شاید یہ دنیا کا واحد دلہا تھا جو اپنی دلہن کی تعریف اس انداز میں کر رہا تھا۔ انا کا پارہ ہائی ہوا تھا۔ غصے سے ولید کو دیکھ کر جھٹکے سے اٹھی تھی۔ سامنے ہی ڈریسنگ ٹیبل تھی جس کے قد آور آئینے میں اس کی شبیہہ لہرائی تھی اسے دیکھ کر وہ ایک دم شاکڈ ہوئی تھی اور پھر ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی تھی۔ ولید نے چند پل اسے دیکھا اور پھر سائیڈ پر رکھے ٹشو کا رول اٹھا کر اس کے زبردستی ہاتھ ہٹا کر اس کا چہرہ صاف کیا تو انا نے لب بھینچے بہت غصے سے اسے دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم بہت خفا ہو لیکن اگر تم یہ بھول بھال کر مجھے کچھ اور کہنے کا موقع دو تو میں بھی کچھ عرض کروں۔"

ولید کا انداز اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔ انا کو پھر رونا آنے لگا تھا۔

"مجھے آپ کی کسی بھی بات کا یقین نہیں میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" بھاری کام والے دوپٹے سے بار بار چہرہ صاف کرتے اس نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں اب بھی جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ پچھلے دنوں جو کچھ کر چکے ہیں اس کے بعد میں کیا ہر کوئی یہی کہے گا۔" وہ غصے سے کہہ کر دوبارہ دروازے کی طرف لپکی تھی دروازے کے ہینڈل پر ابھی ہاتھ ہی رکھا تھا کہ ولید نے ایک دم اس کو پکڑ کر رخ اپنی طرف کرلیا تھا۔

"تمہیں اس بات پر شک ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو میں ابھی تمہاری کسی سے بات کرا دیتا ہوں پھر تو تمہیں یقین آجائے گا نا۔"

"مجھے کیا پتا آپ کس کو کال کر رہے ہیں آپ پیچھے ہٹیں میں خود پتا کرلوں گی۔" اپنا ہاتھ چھڑا کر ولید کو گھورتے وہ اپنے حلیے اور صورت حال کی پروا کیے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی۔ وہ اس حویلی میں شہوار کی شادی اور نکاح پر آئی تھی لیکن اس کے باوجود باہر نکل کر اسے سمجھ نہیں آیا کہ اب کدھر جائے۔ ولید نے اسے باہر نکلتے دیکھ کر فوراً شہوار کو کال ملائی تھی۔

"جلدی سے کمرے میں آؤ مصطفیٰ کو بھی ساتھ لے آؤ۔" فوراً یہ کہہ کر وہ انا کی طرف لپکا تھا جو اس دوران سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکی تھی ولید کا کمرہ اوپر والے حصے میں تھا۔

وہ اگر نیچے پہنچ جاتی تو مطلب سارے گھر والوں کو خبر ہو جاتی تھی ولید بھاگ کر اس کے رستے میں آیا تھا۔

"ہم یہ مذاکرات کمرے میں بیٹھ کر آرام وسکون سے طے کر سکتے ہیں۔"

"آپ کو یہ سارا ڈرامہ شروع کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا مجھے کیا پتا آپ کے اس ڈرامے میں کون کون شامل ہے میرے نزدیک تو ایسے سارے ہی دھوکے باز، فراڈی اور ڈرامے باز ہیں۔" انا کا انداز بے لچک تھا۔ ولید نے بہت ضبط سے انا کو دیکھا تھا تبھی شہوار اور مصطفیٰ آتے دکھائی دیے تو اس نے کچھ سکون محسوس کیا انا بھی ان کو آتے دیکھ کر مزید تن گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" دونوں نے فوراً قریب آ کر پریشانی سے پوچھا۔

"ان محترمہ کو یقین ہی نہیں آ رہا کہ ان کی شادی حماد سے نہیں بلکہ مجھ سے ہوئی ہے۔" ولید نے بتایا تو مصطفیٰ کی ہنسی چھوٹی تھی اور شہوار نے بہت خفگی سے دیکھا تھا۔

"دیکھ لیا اس سارے ڈرامے کا انجام، میں نے کتنا سمجھایا تھا۔" اس نے کہا تو انا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"یعنی تم بھی اس ڈرامے میں اپنے بھائی کے ساتھ تھی۔" شہوار نے چارگی سے دیکھا تو انا نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا۔ یعنی وہ واقعی کتنی بے وقوف تھی سبھی اس کے جذبات سے کھیلتے رہے اور وہ اپنا تماشا خود بنواتی رہی۔

"پلیز اس کو کمرے میں تو لے جائیں نا۔" ولید کو نیچے سے کسی کے آنہ جانے کی تشویش لاحق تھی۔ شہوار ولید کو غصے سے دیکھ کر انا کو بڑی مشکل سے دوبارہ کمرے میں لے جانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ کمرے میں آ کر ایک دفعہ پھر ساری صورت حال سمجھائی گئی تھی۔ مصطفیٰ نے ثبوت کے طور پر آج کے فنکشن کی ساری تصاویر دکھائی تھیں بلکہ اس نے نکاح نامے کی بھی ایک پک بنا رکھی تھی جس پر ولید سائن کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ نکاح کے بعد بھی نکاح کی چند تصاویر تھیں جہاں ولید کے سائن کے نیچے انا کے اپنے سائن تھے۔

"میں اس سارے ڈرامے میں ان کے ساتھ نہیں ہوں ان کو سمجھاتی رہی ہوں مصطفیٰ سے پوچھ لو مجھے خود چند دن پہلے علم ہوا تو ولید بھائی سے کتنا خفا ہوئی تھی۔" شہوار اپنی صفائیاں دے رہی تھی۔ انا کو اتنے سارے ثبوت دیکھ کر یقین آ گیا تھا اور آخر میں مصطفیٰ نے اس کی احسن سے بھی بات کرادی تھی۔ سب لوگ ڈرامہ کر سکتے تھے لیکن اس معاملے میں احسن جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

"ولید کا کہنا تھا کہ تمہیں تھوڑی بہت سزا تو ضرور ملنی چاہیے تا کہ آئندہ تم اس پر شک نہ کر سکو اور کسی بھی کاشفہ جیسی لڑکی کی باتوں پر یقین نہ کر سکو سو اس نے یہ پلان بنایا تھا اور ہم سب اس کا ساتھ دینے پر مجبور تھے حماد سے ہم نے ایکسکیوز کر لیا تھا وہ صورت حال سمجھ گیا تھا تمہاری شادی حماد سے نہیں ولید سے ہوئی ہے۔" یہ احسن بھائی کے الفاظ تھے۔ باقی دنیا تو جھوٹ بول سکتی تھی لیکن ایک بھائی نہیں، انا نے بہت غصے سے ولید کو دیکھا تھا۔ شہوار اور مصطفیٰ کے بار بار ایکسکیوز کرنے پر اس نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"اگر میں ٹینشن میں کچھ کر لیتی یا میرا ہارٹ فیل ہو جاتا تو ان کا کیا جانا تھا۔" اس نے ولید کو خفگی سے دیکھا اور شہوار سے شکوہ کیا۔

"اسی لیے تو تم سے فون پر رابطہ رکھا ہوا تھا تمہاری طرف سے بے خبر نہیں تھا میں۔" ولید نے کہا تو اس نے غصے سے دیکھا۔

''ہاں جتنی پروا تھی اندازہ ہوگیا ہے مجھے اور وہ حماد بن کر کالز بھی یقیناً آپ کرتے رہے تھے۔'' وہ اب روبرو ولید سے مخاطب تھی۔

''کیا کرتا تم اتنی آسانی سے بے وقوف بن رہی تھی تو سوچا کچھ انجوائے منٹ اور سہی۔'' ولید نے پھر چڑایا تھا مصطفیٰ اور شہوار ہنس دیے تھے۔

''لگتا ہے آج رات لڑ جھگڑ کر گزارنی ہے دیکھو یار اب ان محترمہ کو کیسے ہینڈل کرنا ہے خود سوچو ہمیں نہیں بلوانا اب ورنہ نیچے سے بڑوں کی پوری فوج لے کر آئیں گے ہم۔ اپنے مسائل خود حل کرو ہمیں تو سخت نیند آرہی ہے۔'' مصطفیٰ نے کہا اور شہوار کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے گیا تھا۔ ولید نے دروازہ بند کیا اور اس بار حفظ ماتقدم کے طور پر لاک بھی کردیا تھا۔ انا اسی طرح تنے تنے سے اعصاب لیے بیٹھی ہوئی تھی۔

''اوکے سیز فائر۔'' ولید نے اس کے سامنے بیٹھتے مسکرا کر کہا تو اس نے گھور کر دیکھا۔

''اس طرح کے تیور دکھاؤ گی تو میں تو ڈر کے مارے ہی فوت ہوجاؤں گا ویسے بھی رو دھو کر چہرے کا ستیاناس مار چکی ہو۔'' ولید نے کہا تو انا کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ اس وقت دلہن کے روپ میں ولید کے سامنے ہے۔ احسن سے بات کرلینے کے بعد اسے یقین آگیا تھا کہ اس کی شادی ولید سے ہی ہوئی ہے اس کے تنے تنے اعصاب ایک خوش گوار احساس کی لپیٹ میں آکر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اس نے دوپٹے کے پلو سے ہی اپنا چہرہ رگڑا تھا۔

''یہ لے لو۔'' ولید نے اسے ٹشو دیے تو اس نے خاموشی سے آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اپنا چہرہ صاف کیا تھا۔ آئی میک کافی حد تک ڈھل گیا کاجل نے چہرے پر رنگ بکھیرا تھا۔ باقی چہرہ کچھ نارمل ہی تھا اس نے چہرہ صاف کرتے اپنی صورت کو کچھ اور نارمل بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس کام سے فارغ ہوئی تو کچھ سمجھ نہ آئی کہ اب کیا کرے۔ لڑ بھی لیا تھا شکوے شکایتیں بھی سب ہوگئی تھیں شہوار اور مصطفیٰ بھی آکر سب معاملہ کلیئر کر گئے احسن سے بھی بات ہوگئی تھی جو جو باتیں تھیں سب کلیئر تھیں اب کیا کرنا تھا۔ وہ شش و پنج میں پڑ گئی تھی ولید چل کر خود اس کے پاس آرکا تھا۔ ولید کے شاندار سراپے میں اس کا رویا رویا متورم وجود جیسے چھپ سا گیا تھا۔

''ہاں بھئی اب کیا ارادہ ہے؟'' مسکرا کر پوچھا تو انا کا سر ایک دم جھکا تھا۔

اس وقت دل و دماغ میں بس یہی احساس حاوی تھا کہ وہ ولید کی دلہن بنی اس کے سامنے ہے آئینے میں نظر آتا دونوں کا عکس بھرپور تھا انا کے دل کی دھڑکنیں مچلی تھیں۔

''چلو آؤ صلح کرلیتے ہیں۔'' ولید نے کہا تو انا کا سارا وجود ایک نئے احساس سے اجاگر ہوا تھا۔

''آج ہماری شادی کی رات ہے باقی کی لڑائی کل۔'' گمبھیر لہجے میں کہا تو انا کسمسائی۔

''میں جان بوجھ کر نہیں لڑ رہی تھی آپ سے لڑنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی لیکن جب آپ مجھے اگنور کرتے ہیں اور مجھے ایٹی ٹیوڈز دکھاتے ہیں تو میرا دل کرتا ہے آپ سے بہت لڑوں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ میرے لیے کیا ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے یہ سب کیا میں واقعی مرجاتی تو......'' وہ اس وقت سنجیدہ تھی اور شکوہ کرتی انا ولید کو اس قدر اچھی لگی تھی کہ اس نے ایک دم اسے ساتھ لگالیا تھا۔

''ایم سوری......ایم سوری فار ایوری تھنگ۔'' ولید کے گمبھیر لہجے میں کچھ تھا جو وہ ایک عرصے سے اس کی ذات میں تلاشتی رہی تھی۔

ولید کے لمس میں محبت کی گرمی تھی چاہت کی نرمی تھی اور انا وہ تو جیسے آج بن مانگے ہی سب کچھ پا کر ایک دم شانت سی ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

شہر کے فائیو اسٹار ہوٹل میں ان تینوں کے ولیمے کا ری سپشن تھا۔ تینوں دلہا حضرات چہرے پر خوش کن مسکراہٹ لیے مہمانوں کو ویلکم کررہے تھے اور تینوں دلہنیں اسٹیج پر بیٹھیں لوگوں کی دادو تحسین حاصل کررہی تھیں۔ بیک گراؤنڈ میں میوزک چل رہا تھا۔

جنم جنم ساتھ چلنا یونہی
قسم تمہیں قسم
آ گے ملنا یونہی
اک جان ہو بھلے اور بدن ہوں جدا
میری ہو کے ہمیشہ ہی رہنا
کبھی نہ کہنا الوداع
میری صبح ہو تمہی
اور تمہی شام ہو
تمہی درد ہو، تمہی آرام ہو
میری دعاؤں سے آتی ہے بس یہ صدا
میری ہو کے ہمیشہ ہی رہنا
کبھی نہ کہنا الوداع

بابا صاحب اپنے بہو اور بیٹے کے ساتھ بہت ہی خوش و خرم انداز میں بڑے اعتماد کے ساتھ سبھی لوگوں سے ان کو متعارف کرارہے تھے۔ آج ان کے تین چہیتے پوتوں کی دعوت ولیمہ تھی۔ وہ بہت خوش تھے ان کی آج ساری اولاد ان کے ساتھ تھی ان کو اب کوئی خواب تنگ نہیں کرتا تھا۔ ان کے ذہن پر اب کوئی بوجھ نہ تھا۔ ان کا ضمیر اب مطمئن تھا۔ وہ بہت خوش باش انداز میں اپنے بیٹے فیضان اور بہو لالہ رخ کو قریبی حلقہ احباب سے ملوارہے تھے۔ ان کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی خوف اور کوئی ملال نہ تھا ان کے مدار سے جو تارا ٹوٹ کر خلا کی وسعتوں میں کہیں کھوگیا تھا وہ ان سے آملا تھا اور اس بار دوبارہ کھونے کا کوئی خدشہ بھی نہ تھا۔ ان کا یہ ٹوٹا ہوا تارا ان کا بیٹا فیضان حیات علی تھا۔

❀......❀......❀

وہ تینوں کپلز اسٹیج پر بیٹھے اسٹیج کو رونقیں بخش رہے تھے خاندان کے سبھی لڑکے لڑکیاں ان کے گرد جمع تھے۔ قہقہے تھے، خوشیاں تھیں رونقیں تھیں، لالہ رخ نے اپنے تینوں بچوں کو دیکھا تھا ان کے مسکراتے چہرے تھے۔ شہوار کی طرف جھک کر کچھ کہتا مصطفیٰ اور شہوار کے رخساروں پر پھوٹتی شفق رابعہ کا ہاتھ بڑے اعتماد سے تھام کر ایک کزن کے کیمرے کا مرکز بنے عباس اور رابعہ اور انا کی گھوریوں اور نخریلی اداؤں کو نظر انداز کرتا ولید، سبھی بہت پیارے لگ رہے تھے۔ ان کے دل سے ان سب کے لیے دعائیں نکل رہی تھیں۔

ان کے آشیانے کے یہ تینوں پھول آج اس خاندان کا حصہ بن چکے تھے۔ ایک بہت بھرپور منظر تھا۔ دلکش ہنستے مسکراتے چہروں سے سجا یہ منظر ان کے دل کی رونقیں بڑھا رہا تھا انہوں نے مسکرا کر اپنے محبوب شوہر کو دیکھا تھا۔ وہ بھی شاید انہی جیسے جذبات لیے اسی منظر میں کھوئے ہوئے تھے ان دو کھوئے ہوئے لوگوں نے ساری عمر اذیت و تکلیف کی زندگی گزاری تھی اپنی اپنی جگہ اولاد سے جدائی کا درد سہا تھا لیکن آج ان کا آشیانہ پھر سمٹ چکا تھا۔ ان کے یہ

خواب اپنے انجام کی طرف گامزن تھے اور یہ دونوں ایک عمر کا طویل ہجر کاٹنے کے بعد پھر سے ایک جان تھے کبھی نہ بچھڑنے کے لیے۔ فیضان نے بہت محبت اور گرم جوشی سے محبوب بیوی کا ہاتھ تھام کر دبایا تھا۔ اس دباؤ میں دوبارہ کبھی نہ بچھڑنے کا عندیہ تھا جو یالالہ رخ نے ایک مسکراہٹ اپنے محبوب شوہر کی نظر کی تھی یہ احساس تھا کہ وہ ہمیشہ اسی محبت کے حصار میں رہنا چاہتی تھیں۔

❀......❀......❀

ولیمے کے بعد سبھی شاہزیب صاحب کے گھر میں جمع تھے وقار صاحب اور ضیاء صاحب اپنی اہل خانہ کے ساتھ ہی اُدھر ہی تھے خوب رونق لگی ہوئی تھی فوٹو سیشن ہو رہا تھا۔ تینوں دلہنیں ایک ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں اور تینوں دلہا حضرات ہمراہ تھے۔ فیملی فوٹو سیشن ہو رہا تھا۔ سبھی لوگ اس سیشن میں حصہ لے رہے تھے۔ کیمرے والے کو رخصت کرنے کے بعد وہ سبھی کزنز پارٹی میں گھر گئے تھے بزرگوں کی اپنی محفل جم چکی تھی۔

''بے چاری انا کو تو سبھی نے خوب بے وقوف بنایا تھا یہ شادی یادگار رہے گی دلہن صاحبہ آخری لمحے تک شادی کس سے ہو رہی ہے کے بارے میں بے خبر تھیں۔'' عائشہ ریکارڈ لگا رہی تھی۔

''یادگار کیا بلکہ ریکارڈ میں رہے گی۔'' لائبہ نے ہنس کر کہا تو انا جھینپی۔ اس نے ولید کو دیکھا وہ مصطفیٰ کے ساتھ بیٹھا

سروے

ہر بار کی طرح اس بار بھی عید کی خوشیوں میں آپ کو شریک کرنے کے لیے خصوصی سروے کا اہتمام کیا گیا ہے سروے کے سوالات مندرجہ ذیل ہیں:۔

☆ سسرال والوں کی جانب سے آنے والی پہلی عیدی پر آپ کے تاثرات کیا تھے؟

☆ عید کے دن کی کوئی خاص بات جو آپ کو بے حد پسند ہو نیز عید کے دن آپ کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟

☆ خواتین کے ہار سنگھار ہمیشہ تاخیر کا سبب بنتے ہیں ایسے میں آپ کہاں جانے کے جھٹ پٹ تیار ہو جاتی ہیں اور کہاں تاخیر کا مظاہرہ کرتی ہیں؟

☆ عید کی شاپنگ کے لیے آپ شوہر یا بھائی وغیرہ کی جیب کیسے خالی کراتی ہیں؟

☆ رمضان المبارک میں کن تسبیحات وظائف کو اپنا معمول بناتی ہیں؟

☆ گھریلو امور میں عید کی تیاری کے حوالے سے کون سا کام آپ کے سپرد کیا جاتا ہے گھر کی آرائش و زیبائش کوکنگ یا کچھ اور......؟

☆ عید کے پہناوں پر آپ کی پسند (پسندیدہ لباس)؟

☆ عید کی شاپنگ عموماً کس کے ساتھ جا کر کرتی ہیں؟

☆ کوئی سب سے یادگار چاند رات جس کا حسن فسوں خیز آج بھی سحر میں مبتلا کر دے؟

☆ عید کی تیاری کے لیے کوئی ٹپ (میک اپ ڈش) طریقہ کار وغیرہ۔

❖ تمام بہنیں ان سوالات کے جوابات 8 جون تک ارسال کر دیں۔ ای میل کے لیے ایڈریس یہ ہے۔

info@aanchal.com.pk

کوئی بات کرر ہا تھا۔ آج ان کی شادی کو چوتھا دن تھا شادی کے چوتھے دن ولیمہ تھا۔ اور گزارے دن انا کی زندگی کے سب سے یادگار دن تھے۔ ولید جس سے اسے ہزار شکوے تھے شکایتیں تھیں گلے تھے وہ اب سب رفع ہو چکے تھے۔ بحیثیت شوہر اس نے ولید کا جو روپ دیکھا تھا وہ انتہائی خوب صورت تھا بے حد محبت کرنے والا اور پروا کرنے والا انسان جس کی سوچ محبت ڈائیلاگز میں کہہ دینے کا نام نہیں بلکہ محبت عمل مانگتی ہے۔

وہ محبت کو لفظوں میں ضائع کرنے کا قائل نہ تھا وہ محبت کو محبوب کے ساتھ بانٹ کر شیئر کر کے اس کی کیئر اس کی ذات کو اپنے ہونے کا افتخار بخش کر بلندیوں کو چھو لینے کی سوچ کا قائل تھا۔ وہ جان چکی تھی ولید اس سے بہت محبت کرتا تھا وہ محبت جو وہ شک کی نظر سے دیکھتی رہی تھی وہی محبت تو ولید کا غرور تھی اس کی ذات کا فخر تھی اور انا جیسی جذباتی لڑکی اس کی محبت کو اپنے جذباتی پن میں نہ سمجھ پائی تھی اور اب اسے ولید کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف ولید، ولید اور بس ولید ہی تھا۔ ولید نے اسے یوں مسلسل اپنی طرف دیکھتے پا کر بھنویں سکیڑ کر "کیا ہے" پوچھا تو اس نے مسکرا کر نفی میں گردن ہلاتے دوسروں کی طرف توجہ دی تھی۔

"بھئی ان کے تو خوب مزے ہیں بابا صاحب نے تینوں کو بیرون ملک ہنی مون کی آفر کی ہے بلکہ سارے اخراجات وہی ادا کریں گے۔" سجاد بھائی نے ہنس کر بتایا۔

"پھر کس جگہ جا رہے ہو تم لوگ۔" صبا نے شہوار سے پوچھا۔

"ابھی جگہ ڈیسائیڈ نہیں ہوئی مصطفیٰ کو چھٹیاں مل جائیں پھر ان کے مطابق پروگرام سیٹل کریں گے۔" شہوار نے بتایا۔

"پھر تو سمجھو ہنی مون گیا ہاتھ سے مصطفیٰ بھائی کو چھٹیاں نہیں ملنے والیں۔"

"نہیں انہوں نے وعدہ کیا ہے وہ چھٹیاں لے لیں گے اور ہم سب اکٹھے جائیں گے جہاں بھی گئے۔"

"زبردست...... بیسٹ آف لک۔" سبھی نے خوش دلی سے کہا تھا' کافی دیر تک محفل جمی رہی تھی۔ انا رابعہ والے کمرے میں آ گئی تھی۔ وہ لوگ سیدھا میرج ہال سے یہاں پہنچے تھے فوٹو سیشن کے بعد کچھ دیر آرام کی غرض سے کمرے میں آئی تھی' وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی جب ولید بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"کیا سوچا جا رہا ہے۔" ولید نے عقب سے آ کر اس کے گرد بازو حمائل کرتے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا کر آئینے میں اسے دیکھا۔

"میں سوچ رہی ہوں آپ کتنے خوش قسمت ہیں آپ کو مجھ جیسی لڑکی ملی۔" اس کے انداز میں شرارت تھی' ولید نے گھورا۔

"کیوں بھئی تم میں ایسی کیا خوبی ہے؟"

"دیکھیں نا' آپ پر مرنے والی آپ کے لیے کسی بھی حد تک چلی جانے والی لڑکی دنیا میں کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"محبت تو وہ کاشفہ بھی کرتی تھی۔" ولید نے جواباً چھیڑا۔ انا کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"نام مت لیں' اس چڑیل کا۔" ولید ہنس دیا۔ ہاتھ سے پکڑ کر بستر پر لا بٹھایا تھا۔

"خوش ہو نا؟" بغور دیکھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟" مسکرا کر جواباً دیکھا' ولید نے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے تھے۔

"جب ہم کسی کی پروا کرتے ہیں اس کی اداسی آنکھوں کی نمی اس کی مسکراہٹ کی کمی ہمیں محسوس ہونے لگے اور ہم

بے چین ہو جائیں تو یہ بھی محبت ہوتی ہے۔ محبت ضروری نہیں الفاظ کا پیراہن پہنا کر پیش کی جائے محبت تو محسوس کرنے اور دل سے دل تک کے سفر کو کہتے ہیں۔'' ولید نے کہا تو وہ مسکرائی۔

''ان گزرے دنوں میں جو حویلی میں آپ کے ساتھ گزرے ہیں وہ میری زندگی کے سب سے قیمتی دن ہیں اور ان گزرے لمحوں میں میں نے جانا ہے کہ آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ مجھے اپنے ہونے پر فخر ہونے لگتا ہے اور یہ احساس اور بھی معتبر کر دیتا ہے کہ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرے ہیں۔'' وہ ولید کے سینے پر سر رکھ کر وہ سب کہہ رہی تھی جو اس کے دل میں تھا اور ولید اس نے جواباً اسے کچھ کہنے کی بجائے بہت محبت سے سمیٹتے اس کی روشن چمکتی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے تھے۔

اس لمس میں بے پناہ وارفتگی تھی

جوش تھا

محبت تھی اور احساس تھا

اور انا ایک دم مطمئن سی ہو کر آنکھیں موند گئی تھی۔

❀......❀......❀

تین سال بعد......

انا کے نمبر پر بار بار کال آرہی تھی۔

''ہم کچھ دیر میں پہنچ رہے ہیں ایم سوری ایک پیشنٹ آ گیا تھا' جی شہوار بھی میرے ساتھ ہے......بس پلیز تھوڑی دیر......'' کال بند کر کے اس نے شہوار کو دیکھا جو مسکرا کر اپنا کوٹ اتار کر دوپٹہ درست کر رہی تھی۔ ''بھائی کی کال تھی۔''

''یس......عیسیٰ نے سارے گھر والوں کو تنگ کر رکھا ہے خفا ہو رہے تھی کہ کب گھر پہنچ رہے ہیں روشی کے بھی کئی فون آچکے ہیں۔'' اس نے جلدی جلدی سامان سمیٹتے بتایا تھا اور پھر گھنٹی بجا کر نرس کو بلوایا تھا۔

''ہم گھر جا رہے ہیں کوئی بھی مسئلہ ہو ڈاکٹر حامد اور ڈاکٹر فرح موجود ہیں وہ ڈیل کر لیں گی۔'' نرس نے سر ہلا دیا تھا۔ دونوں اپنا اپنا بیگ موبائل اور دیگر چیزیں سمیٹ کر باہر نکلیں تو گاڑی موجود تھی۔

''آج اس سیزرین کے کیس نے توڑ ہی ڈالا تھا۔''

''لیکن اللہ کا شکر ہے ماں اور بچے دونوں کی جان بچ گئی۔'' شہوار نے بھی کہا تھا' وہ دونوں اپنا ایک چھوٹا سا ہسپتال چلا رہی تھیں۔ یہ ہسپتال ایک سال پہلے بابا صاحب نے بنوا کر دیا تھا۔

''زیب النساء ہسپتال۔'' انہوں نے اپنی بیگم کے نام پر بنوایا تھا اور اس کا چارج شہوار اور انا کے ہاتھوں میں تھا' جہاں کچھ اور ڈاکٹر اور پیرامیڈیکل اسٹاف بھی تھا۔ دونوں نے فائنل ائر اور ہاؤس جاب کے بعد اپنا ہسپتال جوائن کر لیا تھا۔ انا شہوار کے ہمراہ ہی اوپر والے پورشن میں رہائش پذیر تھی جبکہ بابا صاحب' لالہ رخ' فیضان' ثریا بیگم اور ان کی بہو کے ہمراہ حویلی میں رہتے تھے' سہیل بھائی واپس باہر جا چکے تھے۔ انا اور شہوار دونوں کا ایک ایک بیٹا تھا' روشانے کی بیٹی پیدا ہوئی تھی جو اب تین سال کی تھی۔ رابعہ کی بھی بیٹی تھی' لائبہ کے دو بیٹے ہو گئے تھے۔ ولید شاہزیب صاحب کے ہمراہ مل کر بزنس کر رہا تھا جس میں احسن کے ساتھ اس کی پارٹنرشپ تھی' عبدالقیوم کا کیس تقریباً ایک سال تک کورٹ میں چلا تھا اور پھر اسے پھانسی ہو گئی تھی۔

مصطفیٰ کی بھرپور کوششوں کی بدولت لالہ رخ کو اپنی تمام جائیداد مل چکی تھی جو انہوں نے مختلف رفاہی کاموں کے لیے وقف کر دی تھی۔ عادلہ اپنے جیسے کسی مرد سے شادی کر کے ملک چھوڑ کر جا چکی تھی۔ ابوبکر بھی ہادیہ کے ہمراہ باہر

شفٹ ہوگیا تھا۔ سبھی لوگ اپنی اپنی زندگی میں اچھی طرح سیٹل تھے۔
آج روشانے کی بیٹی کی تیسری سالگرہ تھی' وہ انا کو بار بار کال کررہی تھی۔ انا نے بیٹے کا نام لالہ رخ کی پسند پر عیسیٰ رکھا تھا۔ عیسیٰ ولید کا بچپن میں نام تھا جو اسے بہت پسند آیا تھا جبکہ شہوار کے بیٹے کا نام عمر تھا جو مصطفیٰ کی پسند سے رکھا گیا تھا۔ وہ دونوں گھر پہنچیں تو سبھی تیار ان کے منتظر تھے۔
"یار کتنی دیر کردی ہے معلوم بھی تھا کہ آج احسن کی طرف جانا ہے۔" ولید نے دونوں کو آتے دیکھ کر کہا تو دونوں مسکرائی تھیں۔
"بالکل علم تھا لیکن ایمرجنسی کیس آ گیا تھا۔" شہوار نے بتایا۔
"مصطفیٰ آ گئے ہیں کیا؟" شہوار اپنے کمرے میں جاتے جاتے پلٹی تھی۔
"نہیں کال آئی تھی کہ وہ لیٹ ہوجائیں گے آفس سے سیدھا وہیں پہنچ جائیں گے۔" رابعہ نے بتایا تھا وہ سر ہلاتی اپنے کمرے کی طرف چل دی تھی۔ ان دونوں کی غیر موجودگی میں رابعہ اور لائبہ عیسیٰ اور عمر کو بھی سنبھال لیتی تھی۔ اس کے علاوہ بچوں کے لیے علیحدہ سے گورنس رکھی ہوئی تھی۔ رابعہ نے عیسیٰ کو تیار کررکھا تھا عمر بھی تیار تھا۔ وہ دونوں بھی جلدی جلدی تیار ہوئی تھیں۔ وہ لوگ روشی کی طرف پہنچے تو وہاں خوب رونق لگی ہوئی تھی۔
اچھی خاصی گیدرنگ تھی' روشانے کی بیٹی آ بگینے بہت پیاری بچی تھی۔ گول مٹول سی سفید فراک پہنے اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔ نانا نانی اسے دیکھ کر واری صدقے جارہے تھے۔ صبوحی بیگم اور وقار صاحب سبھی خوش تھے' ہر کسی آنکھ کا تارا تھی یہ ننھی سی آ بگینے۔
"بہت دیر کی آنے میں' فائن ہوگا آپ لوگوں پر؟" روشانے نے کہا تو وہ ہنس دی۔
شاہزیب صاحب کے علاوہ باقی سبھی افراد آئے تھے۔ بڑے تو اپنی محفل جما کر بیٹھ گئے تھے جبکہ یہ سب ایک طرف لان میں جہاں سالگرہ کا ارینجمنٹ کیا گیا تھا اسی طرف چلے آئے تھے کچھ دیر بعد آفس لباس میں مصطفیٰ بھی وہیں آ گیا تھا۔
آ بگینے نے کیک کاٹا تو بڑوں سے زیادہ ننھے ننھے بچے پُرجوش تھے آفاق چھ سال کا بچہ تھا' ان بچوں میں سب سے سینئر اور سینئر ہونے کا رعب بھی دکھاتا تھا۔ کھانے کے بعد خوش گپیوں کا دور چلا تھا۔ دوست احباب کچھ دیر بعد رخصت ہوگئے تھے۔ رات گئے تک ان لوگوں کی محفل جمی رہی تھی' صبوحی بیگم اور وقار صاحب نے ان سب کو زبردستی روک لیا تھا۔ بچے ماؤں کی گود میں ہی سو گئے تھے جنہیں ساجدہ باجی اٹھا کر اندر کمروں لٹا آئی تھیں۔ ساجدہ باجی کے شوہر کافی بہتر ہوچکے تھے وہ لاٹھی کے سہارے اب چلتے پھرتے تھے۔ ساجدہ باجی اور ان کے شوہر صبوحی بیگم کے ہمراہ ان کے بوتیک میں ہوتے تھے اس گھر میں آ کر یہ لوگ بہت خوش تھے۔
"آج بہت دنوں بعد یوں محفل جمی ہے' کتنا اچھا لگ رہا ہے نا۔" روشانے نے کہا۔ سبھی بے فکر ہوکر لان کی کرسیوں پر براجمان تھے ساجدہ باجی ان سب کو چائے دے گئی تھی۔
"بالکل' ایسی چھوٹی موٹی گیدرنگ ہوتی رہنی چاہیے' مل بیٹھنے کا بہانہ ہی سہی ورنہ عام روٹین میں تو فرصت ہی نہیں ملتی کسی سے ملنے ملانے کو۔" شہوار نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔
"آنٹی کتنے دنوں سے حویلی بلارہی ہیں' ہسپتال سے فرصت ہی نہیں ملتی وہ لوگ بھی عیسیٰ کے لیے اداس ہورہے ہیں بلکہ انکل تو چاہ رہے تھے کہ عیسیٰ کو ان کے پاس ہی چھوڑ دوں لیکن عیسیٰ میرے بغیر رہتا نہیں ہے نا۔" انا نے کہا تو ولید ہنس دیا۔

"بیٹے کا نام کیوں بدنام کررہی ہو تم کب اس کے بغیر رہتی ہو نجانے ہسپتال میں کیسے وقت گزار لیتی ہو۔"
"ہاں تو ماؤں سے زیادہ بچوں کے لیے اور کوئی بھی اتنا کانشس نہیں ہوسکتا۔" شہوار نے بھی کہا۔
"چلو مل کر پروگرام بناتے ہیں آؤ ٹنگ ہی سہی میں بھی ایک کیس نبٹا لوں پھر فارغ ہوں چکر لگا لیتے ہیں۔" مصطفیٰ نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔
"او کے تم پروگرام بناؤ ہم سب چلیں گے۔" عباس بھائی نے بھی او کے کردیا تھا' وہ سبھی اپنی اپنی بیگمات کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ہنسی مذاق' قہقہے سبھی کچھ تھا۔
"عباس بھائی ہامی بھریں تو میں آ بگینے کی منگنی ابھی کرنے کو تیار ہوں ویسے بھی مجھے آفاق بہت پسند ہے۔" کسی بات کے جواب میں روشانے نے کہا تو عباس نے ہنس کر دیکھا۔
"بھئی میں تو بچپن کے رشتوں کے حق میں نہیں ہوں۔"
"کیوں بھئی میں اور احسن آپ کو سمدھی کے طور پر پسند نہیں آئے کیا؟" اس نے فوراً کہا تھا' انداز میں شرارت تھی سبھی ہنس رہے تھے۔
"ایسی بات نہیں آ بگینے تو بہت ہی پیاری بچی ہے لیکن میں قبل از وقت ایسے کسی بھی فیصلے کے حق میں نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے بچوں کے ذہن متاثر ہوتے ہیں۔" عباس سنجیدہ ہوا۔
"بھئی مجھے اپنی پھوپو کا تجربہ ہے' ہمارا رشتہ انہوں نے ہی جوڑا تھا بلکہ انا اور ولید بھائی کا بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ مجھے یقین ہے ہم کوئی غلط فیصلہ نہیں کریں گے آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔ بیٹھے بٹھائے آپ کو اتنی پیاری سی بہو مل رہی ہے جو ہماری انا کی ہی طرح نخریلی' حساس اور ذہین بھی ہے۔" انا سمیت سبھی ہنس دیئے تھے' انا جھینپ گئی تھی آ بگینے واقعی اسی کا پرتو تھی۔
"سوچ لیں عباس بھائی بیٹھے بٹھائے رشتہ مل رہا ہے ناشکری مت کریں۔" سجاد نے چھیڑا تھا' وہ ہنس دیئے۔
"چلیں بات ذہن نشین کرلیتے ہیں لیکن قبل از وقت کچھ بھی نہیں کہوں گا۔"
"مبارک ہو روشی! بیٹھے بٹھائے رشتہ طے کرلیا ہے تم نے تو۔" شہوار ہنسی۔
"تم لوگ بھی طے کرلو ویسے عباس بھائی نے ابھی باقاعدہ ہاں نہیں کی۔" انا نے ولید کو دیکھا اس کے وجود کی دلکشی آج بھی اسی طرح برقرار تھی۔
مصطفیٰ کے ساتھ باتیں کرتا وہ بہت اٹریکٹو اور دلکش لگ رہا تھا۔ ولید نے اسے اپنی طرف متوجہ پاکر بھنوئیں اچکائی تھیں اور انا نے مسکرا کر نفی میں سر ہلاتے شہوار کی طرف رخ موڑا تھا اور اس سے کوئی بات کرنے لگ گئی تھی' وہاں موجود ماحول بہت مکمل تھا۔
سبھی بے فکری کی زندگی جیتے بہت خوش تھے۔ ان کے قہقہوں میں زندگی تھی' جوش تھا اور محبت تھی۔ وہ محبت جس نے ان سب کے دلوں کا باندھ رکھا تھا جو ان کو بکھرنے نہیں دیتی تھی اور دور اُفق پر ایک تارا مکمل تھا۔

(ختم شد)

☺

راہ گزر کا' موسم کا' نہ بارش کا محتاج
وہ دریا' جو ہر اک دل کے اندر رہتا ہے
کھا جاتا ہے ہر اک شعلۂ وقت کا آتش دان
بس اک نقشِ محبت ہے جو باقی رہتا ہے

مرد فطرتاً حسن پرست واقع ہوا ہے' جہاں کوئی خوب صورت لڑکی دیکھی اسے حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ اسے اپنی چکنی چپڑی باتوں میں الجھا کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی' اس میں نہ تو عمر کی کوئی قید ہے اور نہ ہی وقت کی پابندی۔ مرد کے دل میں انفرادی فتح مندی اور عورت کی ملکیت کا فطری جذبہ بروقت موجزن رہتا ہے۔ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ وہ ہر حال میں اپنی مردانگی کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایسے ہی مردوں میں ایک مرد کمال احمد بھی تھا جس کی شادی چند ماہ قبل ہی اس کی خالہ زاد سکینہ سے ہوئی تھی۔ سکینہ عمر میں تو اس سے چھ ماہ ہی چھوٹی تھی مگر ذہنی طور پر اس سے خاصی بڑی تھی۔ اصل میں دیہاتی لڑکیاں وقت سے پہلے ہی میچور ہو جاتی ہیں' زندگی کی حقیقتوں سے آشنا ہوتی ہیں۔ خوابوں کی دنیا میں رہنے کا موقع ہی نہیں ملتا انہیں۔

کمال احمد کو پڑھنے کا بہت شوق تھا مگر بابا جان نے میٹرک سے آگے پڑھنے کی ممانعت کر دی اور دو لاکھ روپے لگا کر اینٹیں پکانے والا بھٹہ لگا دیا۔ جہاں وہ صبح سے شام تک اینٹوں کی تقسیم کا حساب کتاب کرتا اور جب فارغ ہوتا تو بھٹے کے مزدوروں کے ساتھ تاش کی بازی لگا لیتا جبکہ گھر نزدیک ہی تھا بھٹے اور گھر کے بیچ صرف ایک سڑک ہی تو حائل تھی مگر وہ صبح کو جاتا تو شام ڈھلے ہی لوٹتا تھا۔ جیسے کہ گھر میں اس کی دلچسپی نہ ہو تب بابا جان نے اس کی شادی کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ رشتہ تو اس کے بچپن ہی میں طے پا چکا تھا' سکینہ کمال احمد کے چچا کی بیٹی تھی۔

کمال احمد ابھی اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ شادی کر سکے۔ اسے یہ علم بھی نہ تھا کہ بیوی سے کیسے ٹریٹ کیا جاتا ہے مگر بزرگوں کے سامنے کچھ بول نہ سکا اور بہاروں کی ایک گلابی شام وہ سکینہ کو بیاہ لایا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو سکینہ کے لیے اس کے دل

میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ایسے ٹھاٹھیں مارتے جذبات نہیں تھے جو کہ ہونے چاہئیں اسے تو اپنی شادی سے ہی خوشی نہ ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ سے پہلے محبت اور پھر شادی کا قائل تھا۔ اسے علم تھا کہ بہت سال پہلے ہی بزرگوں نے اس کی زندگی کی ہمسفر سکینہ کو بنا دیا ہے وہ تو چاہتا تھا کہ وہ آپس میں ملیں، عہد و پیمان کریں، اسی لیے وہ جب آٹھویں کلاس میں تھا تو روز شام کو بن ٹھن کر چچا کے ہاں پہنچ جاتا مگر اسے سکینہ نظر نہ آتی۔ پتا نہیں وہ کہاں چھپی رہتی تھی کہ اس کی نظریں اسے تلاش نہ کر پاتیں اور وہ دل برداشتہ ہو کر رہ جاتا۔ یونہی دو ماہ بیت گئے اور آخر اس نے چچا کے ہاں جانا بند کر دیا، اسے ایک دم ہی سکینہ سے چڑ ہو گئی۔ آخر وہ اس کی ہونے والی بیوی تھی اور اس کے ہاں تو بزرگوں کے فیصلے پتھر کی لکیر ہوتے ہیں اور وہ جسے دیکھنے کی تین سال پہلے شدید ترین خواہش تھی آج وہ اس کے کمرے میں کمال احمد کی منتظر تھی اور اس کا دل جذبات سے خالی تھا۔

مرد خود کو پتھر کی طرح سخت سمجھتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے مگر عورت بھی تو ایک آگ ہے۔ ایسی آگ جو سخت سے سخت پتھر کو نرم کر کے پگھلا دیتی ہے اور سکینہ کا قرب پا کر کمال احمد بھی تو پگھل گیا تھا۔

اس نے سکینہ کو بانہوں میں لے کر ڈھیروں گلے شکوے کر ڈالے تھے اور سکینہ منہ سے تو کچھ بھی نہ بولی۔ بس اس کے سینے میں منہ چھپا کر اور کمال احمد کے گلے میں چوڑیوں بھری بانہیں ڈال کر اس کے شکوؤں اور اپنی کوتاہیوں کی تلافی کر دی۔ عطر بیز باتوں اور امنگوں بھری رات بیت گئی، دوسرے دن وہ پھر وہی اکھڑ سا کمال احمد بن گیا۔

جو رات کو تو سکینہ کا دیوانہ تھا اور دن کے اجالے میں اس سے دور ہو جاتا تھا۔ ان کی شادی کو ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ ایک روز جب دوپہر کو کمال احمد گھر آیا تو سکینہ نے اپنا کمرہ خوب سجا رکھا تھا۔ اسے جہیز میں سنگھار میز کے علاوہ تین چار بڑے خوب صورت سے آئینے بھی ملے تھے۔ اس نے وہ دیہاتی خواتین کی طرح دیواروں پر ٹانک دیئے تاکہ کمرے کی خوب صورتی بڑھ جائے اور آئینوں پر کروشیئے سے بنائے گئے خوب صورت رومال ڈال دیئے۔ کمال احمد کمرے میں داخل ہوا تو اسے دیواروں پر آئینے دیکھ کر بہت غصہ آیا۔ دس جماعتیں پڑھ لینے کے بعد وہ خود کو شہری بابو سمجھنے لگا اور شہریوں جیسے طور اطوار اپنانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی اسٹڈی ٹیبل پر رکھا پیپر ویٹ اٹھا کر آئینوں پر دے مارا، شور سن کر سکینہ دوڑ آئی۔

''کیا کر رہے ہو جی؟''

''تم نے یہ شیشے یہاں لگائے ہیں؟'' وہ بولا۔

''ہاں جی، میرے جہیز کے ہیں۔'' وہ شرما کے بولی۔

''کیوں یہ حجام کا گھر سمجھ رکھا ہے تم نے؟'' کمال احمد نے دوسرا شیشہ بھی توڑ ڈالا۔

''توڑنے کی کیا ضرورت ہے کہہ دیتے کہ اچھے نہیں لگ رہے تو میں اتار کر رکھ دیتی۔'' سکینہ کے لہجے میں شکوے کے ساتھ ساتھ سختی بھی تھی۔ کمال احمد کچھ نہ بولا اور تنتناتا ہوا چلا گیا، تب ہی سکینہ کی جٹھانی زہرہ نے کہا۔

''کیا شور تھا؟'' اور سکینہ نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

''دیکھ سکینہ تُو اسے قابو میں رکھ، شروع شروع میں مرد قابو میں آ جائے تو کبھی کہیں نہیں جا سکتا۔ کڑی نظر رکھا کر اس پر، دس جماعتیں کیا پڑھ لی ہیں دماغ ہی نہیں ملتے اس کے۔'' زہرہ نے منہ بنا کر کہا اور زہرہ کی بات سکینہ کے دل کو لگی۔

اب تو اس نے کمال احمد کی ہر بات کا خیال رکھنا شروع کردیا۔ دیر سے آیا تو کیوں آیا' دوپہر کو کھانا کھانے گھر کیوں نہیں آیا' رات کو اگر وہ کروٹیں بدل رہا ہے تو کس کی یاد ستا رہی ہے۔ غرض کہ وہ ذرا ذرا سی بات پر مین میخ نکالتی اور کمال احمد بھی بجائے اس کے ٹھنڈے دل سے اس کی باتوں پر غور کرتا آرام سے اسے سمجھاتا' خود بھی تھے سے اکھڑ جاتا۔

جوانی تھی گرم خون تھا بھلا کسی کی باتیں سہی جا سکتی تھیں۔ نصیحتیں سننے کی عمر کب ہوتی ہے' یہ اور کوئی ٹوکے تو چڑ ہوجاتی ہے وہی کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے جس سے ٹوکا جائے۔

شادی ہوئی تو بچوں کا ہونا بھی لازمی امر تھا' شادی کے چھ سات ماہ بعد جب سکینہ کا جسم امید سے ہونے کی وجہ سے بے ڈول ہوگیا تو کمال احمد کو اس میں کوئی بھی کشش محسوس نہ ہوتی۔ وہ بے زار سا رہنے لگا' انہی دنوں اس کے پھوپی زاد انور کی شادی کے ہنگامے زوروں پر تھے اور کمال احمد ہر کام میں آگے آگے تھا۔ وہیں انور کی چھوٹی بہن حفظہ جس نے ابھی بالی عمریا میں قدم ہی رکھا تھا جس کی آنکھیں ابھی سپنوں سے آشنا ہی نہ ہوئی تھیں۔ اس کے معصوم حسن نے کمال احمد کے دل میں گدگدی مچانی شروع کردی اور چوتھی چالے تک حفظہ اور کمال احمد ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے' حفظہ کی آنکھیں سنہری سپنوں سے سج گئیں۔ دل کی دھڑکنوں میں کمال احمد بس گیا۔

محبت کا پہلا پہلا احساس بڑا عجیب اور منفرد ہوتا ہے بندہ سرشار ہوجاتا ہے۔ محبت کا نشہ ہی اور چیز ہے' دنیا کے ہر نشے سے بڑھ کر ہے۔ حفظہ اور کمال احمد کی ملاقاتیں اس طرح ہوتیں کہ شام کو کمال بھٹے سے فارغ ہوکر پھوپی کے ہاں چلا جاتا۔

پھوپی بھی نہ سمجھ سکیں کہ اچانک کمال کو پھوپی سے

کیا دلچسپی ہوگئی کہ بھتیجا اب روز آنے لگا ہے۔ انور تو اپنی نئی نویلی دلہن میں مست تھا اور کیوں نہ ہوتا اس کی پسند کی شادی تھی۔ حفظہ کی بڑی بہن حسینہ جام پور سے ڈلیوری کیس کے سلسلے میں آئی تو اس نے کمال احمد کی نظروں کے پیغام اور حفظہ کی مستانہ چال سے بہت کچھ جان لیا اور اس نے ماں سے کہا۔

''مجھے اچھا نہیں لگتا کمال کا روز روز آنا۔''

''کیوں؟'' ماں جی نے حیرت سے حسینہ کو دیکھا۔

''اماں بس کہہ جو دیا۔'' حسینہ جھنجلا کر بولی۔ وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ کیا خبر میں نے جو محسوس کیا ہے وہ غلط ہو مگر نہیں یہ تو سچ ہے۔

''آخر اس کی پھوپی کا گھر ہے کیوں نہ آئے' بھلا لڑکا ہے۔'' ماں جی بولیں۔

''اماں! ہماری حفظہ اب سیانی ہے۔'' وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ کر بولی۔

''میں سمجھی نہیں۔'' ماں جی واقعی نہ سمجھی تھیں۔

''اب کس طرح بتاؤں کہ حفظہ کی عمر ایسی ہے کہ وہ جلد بہک سکتی ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ......''

''لے وہ کیا پاگل ہے جو شادی شدہ مرد کی طرف بڑھے گی۔'' ماں جی اس کی بات کاٹ کر بولیں۔

''یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے کہ پاگل کر دیتی ہے اور مرد تو اپنی لچھے دار باتوں میں ایسے جکڑتا ہے کہ رہائی ممکن ہی نہیں ہوتی بس آپ کمال کو منع کر دیں کہ نہ آیا کرے اور حفظہ سے کہہ دیں کہ وہ آئے تو سامنے نہ جایا کرے۔'' حسینہ نے منہ بنا کر کہا اور اس کا آخری جملہ کمرے کے قریب سے گزرتی حفظہ نے سن لیا وہ دہل کر رہ گئی۔

''تو...... تو آپا کو شک پڑ گیا ہے۔'' حفظہ کا پورا وجود پسینوں میں ڈوب گیا۔

وہ لوگ احتیاط بھی تو نہیں کرتے تھے' کمال احمد آتا تو سب کے سامنے ہی اپنی مست آنکھوں سے جذبے لٹاتا رہتا اور حفظہ شرمگیں مسکراہٹ لبوں پر سجائے رہتی خود پر اس کی نظریں محسوس کر کے وہ سرخ ہوتی رہتی۔

''اب تو آپا مجھے اس کے سامنے نہیں جانے دیں گی۔'' یہ سوچ کر حفظہ کپکپا کر رہ گئی۔

اور تب ہی اس نے سوچا کہ دوسرا راستہ اختیار کیا جائے اور وہ راستہ تھا خط...... گاؤں کے اسکول سے حفظہ نے پانچ جماعتیں پڑھی تھیں اور ٹوٹا پھوٹا لکھنا بھی جانتی تھی۔

ایسا تو لکھ ہی سکتی تھی کہ اپنا مدعا بیان کر سکے اور شام کو جب کمال احمد کے آنے کا وقت ہوا تو وہ حویلی کے بڑے پھاٹک پر پہنچ گئی' سامنے ہی گلی میں کمال آرہا تھا۔ حفظہ کو دروازے میں کھڑے دیکھ کر اس کے قدم تیزی سے اٹھنے لگے اور جونہی وہ قریب آیا حفظہ نے جلدی سے ہاتھ میں دبا ہوا کاغذ اس کی طرف پھینکا اور تیزی سے اندر چلی گئی اور اس کی یہ حرکت کوئی بھی نہ دیکھ سکا۔ کمال احمد نے وہ کاغذ اٹھایا اور پھر اسے پڑھتے ہی چونک گیا۔

''کمال! پتا نہیں کس طرح آپا کو ہم دونوں کے تعلق کے بارے میں شک ہوگیا ہے اب میں تمہارے سامنے نہیں آؤں گی بلکہ تم عشاء کی اذان کے بعد کھیتوں میں آجایا کرو وہ کھیت جو کنویں کے قریب ہے۔ رات کو ہم سب فراغت کے لیے وہیں جاتے ہیں' میں کسی نہ کسی طرح راستہ نکال کر آجاؤں گی گھر میں بات چیت ممکن نہیں ہے خدا کے واسطے تم مجھ سے ناراض مت ہونا'

تمہاری حفظو''

کمال نے گیٹ پر کھڑے کھڑے ہی وہ پہلا محبت نامہ پڑھا تھا اور پھر وہ اندر جانے کی بجائے پلٹ گیا اب جانے کا کیا فائدہ تھا' اپنے گوہر مقصود کو تو وہ دیکھ

ہی نہ سکتا تھا اور پھر وہ شدت سے عشاء کی اذان کا منتظر تھا وہ گھر بھی نہ گیا کہ پھر واپس آنا مشکل تھا۔ اس لیے وہ اپنی محبوبہ کی بستی ہی میں ایک دکان پر بیٹھا رہا' جونہی اذان ہوئی اس کے قدم کنویں کے نزدیکی کھیتوں کی طرف بڑھنے لگے۔

کماد کے کھیتوں کی قطار تھی تیز ہوا کی وجہ سے گنے آپس میں کڑکڑا رہے تھے اور پگڈنڈی پر وہ سہمی ہوئی ہرنی کی طرح کھڑی تھی۔ ملگجے سے اندھیرے میں کمال احمد نے اسے پہچان لیا وہ چند گھنٹے دیر سے ملے تھے تو لگتا تھا صدیاں بیت گئی ہیں۔ بے قراریاں اور بے چینیاں بڑھ گئی تھیں۔ جذبات میں شدت آ گئی تھی ورنہ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ بات شوخ جملوں اور شدید مسکراہٹ تک محدود تھی یا تو گھر میں رہتے ہوئے کسی کے دیکھ لینے کا ڈر ہوتا یا پھر اتنی تنہائی نہ ہوتی تھی کہ وہ اتنا آگے بڑھتے۔ اور آج تنہائی بھی تھی اور اس تنہائی نے انہیں قریب کر دیا اور جب جذبات کا طوفان تھما تو حفظہ کو ہوش آیا وہ تڑپ کر چکنی مچھلی کی طرح کمال احمد کے بازوؤں سے نکلی مارے شرم کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور کمال احمد بھی تھوڑی دیر تک گنگ رہ گیا اور پھر ہنس دیا۔

اور پھر یہی ہونے لگا۔ کمال احمد عشاء کی اذان کے وقت اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ جاتا۔ حفظہ بھی آ جاتی ملاقات مختصر ہوتی مگر دیدار تو ہو جاتا' تشنگی نہ رہتی۔ وقت کا بادل اڑتا رہا' کمال احمد کی بیوی سکینہ نے ایک بچی کو جنم دیا جس کا نام فاطمہ رکھا گیا مگر فاطمہ کی محبت بھی کمال احمد کے پیروں کی زنجیر نہ بن سکی۔

کمال احمد اپنی محبت میں آگے بڑھتا رہا فاطمہ کے بعد عاطف نے جنم لیا اور تب ہی کمال احمد جو کہ محبت کے جھولوں میں جھول رہا تھا۔ ایک دم ہی جھولا چھوٹ گیا جب ایک ملاقات پر حفظہ نے بتایا کہ قادر بخش کے والد الٰہی بخش آئے تھے۔ الٰہی بخش کمال احمد کے چچا اور حفظہ کے ماموں تھے اور وہ حفظہ کو اپنے بیٹے کی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے تھے۔

وہ خوب صورت بھی تو بہت تھی' کچھ تو اسے کمال احمد کی محبتوں نے حسین بنا دیا تھا اور کچھ اس کی عمر ہی ایسی تھی کہ وہ عمر جب آتی ہے تو خود بخود ہی نکھار آ جاتا ہے۔ کمال احمد نے جب سنا تو اس کے دل میں دراڑیں پڑنے لگیں۔

''میں...... میں پھوپو سے تمہیں مانگ لوں گا۔'' اس نے کہا۔

''کچھ بھی کرو کمال! میں تمہارے علاوہ کسی بھی مرد کا تصور نہیں کر سکتی۔'' حفظہ رو دینے کو تھی۔

اور اس سے پہلے کہ کمال احمد خود کو پھوپو سے بات کرنے کے لیے تیار کرتا' حفظہ کی منگنی قادر بخش سے ہو گئی وہ بہت تڑپی روئی مگر کسی کو علم نہیں کہ یہ رونا تڑپنا کس کے لیے ہے اور کیوں؟ سب یہی سمجھے کہ اسے والدین کی جدائی کا غم ہے۔

اسے قادر بخش کسی صورت بھی پسند نہ آ سکتا تھا' وہ بونگا سا قادر بخش جو صبح کاذب کھیتوں میں ہل چلانے چلا جاتا سہ پہر کو مٹی میں لتھڑا ہوا واپس آتا۔ نہا کر ڈھیروں سرسوں کے تیل سے مالش کرتا' بالوں میں خوب تیل لگاتا' مونچھوں کو چپڑتا پھر سلائیاں بھر بھر کر سرمہ لگانے کے بعد کڑھا ہوا بوسکی رنگ کا کرتا پہنتا اور لنگی باندھ کر حفظہ کی گلی کے پھیرے لگاتا کہ ایک بار وہ دیکھ لے مگر وہ اسے دیکھ کے کیا کرتی۔ اس کے دل اور آنکھوں میں تو کمال احمد بسا ہوا تھا اور اونچے قد کاٹھ کا سانولا سلونا کمال احمد جس کے گھنگھریالے بال نہایت سلیقے سے جمے ہوتے' ہمیشہ شلوار سوٹ پہنتا جس کی چال میں ایک عجیب سا وقار اور تمکنت تھی جو نہایت شہد آگیں لہجے میں بات کرتا تھا۔ بھلا وہ کس طرح

قادر بخش کو پسند کر سکتی تھی۔ دونوں اب بھی عشاء کی اذان کے بعد کھیتوں میں ملتے سبز کھیت اور کنوئیں کی منڈیر ان کی محبت کی امین تھی۔

"کمال! ہم بھاگ نہ چلیں۔" ایک روز حفظہ نے اس کے کندھے سے سر ٹیک کر کہا تو کمال ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ یہی کچھ تو اس نے سوچا تھا مگر اپنی سوچ کو حقیقت نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ اس طرح تین خاندانوں میں دشمنی ہو جاتی۔ کمال اور قادر کے باپ جو کہ آپس میں سگے بھائی تھے ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے اور پھر حفظہ کے والد...... وہ تو ایسا نہیں کر سکتا تھا کسی صورت بھی نہیں۔

"تم چپ کیوں ہو؟" حفظہ اسے سوچوں میں گم دیکھ کر بولی۔

"کچھ نہیں......" کمال احمد کے لب کپکپائے۔

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟" حفظہ بولی۔

"بھئی وقت تو آنے دو سوچ لیں گے۔" کمال احمد نے اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

کمال احمد کچھ بھی نہ کر سکا اور حفظہ اور قادر بخش کی شادی کا دن آن پہنچا۔ کمال احمد اس کی شادی میں نہ گیا مگر اس نے سنا تھا کہ پہلے تو حفظہ نے مہندی لگوانے سے انکار کر دیا تھا۔ وقت نکاح بھی اس نے ناں کی مگر بھائی اور باپ کی زبردستی کی وجہ سے حامی بھر لی اور پھر اس نے ڈولی میں بیٹھتے وقت بھی کافی بدتمیزی کی۔ پوری برادری میں اس کے اور اس کی بدتمیزی کے تذکرے ہو رہے ہیں۔

سہاگ رات کو بھی قادر بخش سے اس کی ہاتھا پائی ہوگئی۔ وہ قادر بخش کو اپنے چھپر کھٹ پر بیٹھنے نہ دے رہی تھی اور وہ بونگا سا قادر بخش اسے جنون ہی تو چڑھ گیا تھا۔ اس نے اپنی اَن چھوئی دلہن کو دھنک کر رکھ دیا شور سن کر اماں اور بابا آ گئے وہ کمرے میں حفظہ کو مار رہا تھا اور حفظہ کے لبوں پر صرف کمال احمد کا نام تھا۔ بابا نے بڑی مشکل سے دروازہ کھلوایا اور پھر قادر بخش تنتناتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

دوسرے دن پوری بستی میں حفظہ اور کمال احمد کی کہانی کے چرچے تھے جو خود حفظہ نے قادر بخش کو سنائی تھی جب اس نے یہ پوچھا تھا۔

"تُو مجھے قریب کیوں نہیں آنے دیتی؟" تو حفظہ نے بلا جھجک کہہ دیا تھا۔

"میں کمال احمد کے علاوہ کسی بھی مرد کا تصور نہیں کر سکتی۔" اور اس کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ قادر بخش کا ہاتھ اٹھا اور حفظہ کے گال پر پڑا پھر تو ہاتھ اٹھتا ہی گیا۔ ادھر سکینہ نے سب سن کر سینہ پیٹ لیا' وہ تو کتنی کڑی نظر رکھتی تھی لیکن پھر بھی کمال احمد رسہ تڑا گیا تھا اور جب اس نے کمال احمد سے پوچھا تو وہ صاف مکر گیا۔

"وہ بکواس کرتی ہے سکینہ! کوئی اور کمال احمد ہوگا' تمہارے کمال سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ صرف تمہارا ہے' تمہارے بچوں کا ہے۔" انہی لچھے دار باتوں میں کمال احمد نے سکینہ کو ایسا جکڑا کہ وہ سب کچھ بھول گئی۔ اسے تو صرف اپنے مجازی خدا کی بات پر اعتبار تھا کہ وہ صرف اس کا ہے پھر حفظہ ویسے پر میکے آئی تو واپس سسرال نہ گئی اس نے ماں سے صاف کہہ دیا۔

"اماں شادی تم نے میری مرضی کے خلاف کی' اپنا دل ٹھنڈا کر لیا اب میں بسوں یا اجڑوں میری مرضی۔" حفظہ کا لہجہ اس قدر سخت تھا کہ ماں کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور حسینہ بیگم نے ماں کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔

"دیکھا اماں! میں نہ کہتی تھی کہ رسہ ڈلوا سے مگر تم نہ مانیں بہت اعتماد تھا اپنی بیٹی اور بھتیجے پر۔" اور اماں

جی نے سر جھکالیا۔
کمال احمد کو حفظہ کا پیغام ملا کہ وہ اس سے ملے اور کمال احمد نے کہلوایا کہ وہ بھٹے کے قریب ہی کپاس کے کھیت میں آ جائے۔ حفظہ کو کیا اعتراض تھا' رات کو جب سب سو گئے تو وہ اپنے کمال احمد کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گئی مگر کمال احمد نہ آیا کیونکہ اتفاق سے اس روز اس کے بیٹے عاطف کو ہیضہ ہوگیا تھا اور وہ ساری رات عاطف اور سکینہ کے پاس رہا۔ اماں اور بابا بھی بار بار ان کے کمرے میں عاطف کی خبر گیری کے لیے آتے رہے اور ادھر حفظہ سخت ٹھنڈ میں صرف ایک شال میں پوری رات کمال احمد کا انتظار کرتی رہی اور صبح جب اذان ہوئی تو وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اسے زندگی میں پہلی بار کمال احمد پر شدید غصہ آیا تھا۔ گھر میں تو اس کی ڈھونڈیا مچی ہوئی تھی اور جب وہ گھر پہنچی تو انور بھائی نے گرج کر پوچھا۔
''کہاں گئی تھی؟''
''کمال کے پاس۔'' وہ نہایت اطمینان سے بولی۔
''کیا......؟'' وہ حیرانی اور غصے سے چیخا۔
''ہاں اُس نے بلایا تھا۔''
''وہ ملا تجھ سے؟''
''ہاں ملا تھا۔'' حفظہ نے کہا اور جلدی سے اپنے کمرے میں گھس کر کنڈی لگالی' انور غصے میں بھرا ہوا کمال احمد کے ہاں پہنچ گیا۔
اور جب فضل الٰہی نے بتایا کہ حفظہ جھوٹ بولتی ہے کیونکہ کمال احمد تو تمام رات اپنی بیوی اور بچے کے پاس رہا ہے اس کی گواہ خود سکینہ اور باقی گھر کے افراد ہیں تب انور ٹھنڈا ہوا۔
کمال احمد نے اس روز سنجیدگی سے سوچا کہ وہ اب حفظہ سے نہیں ملے گا۔ آخر وہ اس کے کزن قادر

محبوب کی خاطر!

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا!
''اے جبرائیل کبھی تجھے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی سے آسمان سے زمین پر اترنا پڑا؟''
جبرائیل نے جواب دیا!
ہاں یارسول اللہ! چار مرتبہ ایسا ہوا۔ ایک مرتبہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا' دوسری مرتبہ جب حضرت اسماعیلؑ کی گردن اطہر پر چھری رکھ دی گئی' تیسری مرتبہ جب حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینکا گیا' چوتھی بار جب حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ حضورؐ کے دانت مبارک کا خون زمین پر نہ گرنے پائے۔ یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے جبرائیل میرے محبوب کا خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین پر نہ کوئی سبزی اگے گی اور نہ کوئی درخت' چنانچہ میں بڑی سرعت سے زمین پر پہنچا اور آپؐ کے خون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔''
(نازیہ عباسی......ٹھٹھہ)

بخش کی امانت ہے اور پھر اس نے نہایت اعتماد کے ساتھ ایک آدمی سے کہلوایا کہ وہ اسے خواب سمجھ کر بھول جائے اور اپنا گھر بسائے کیونکہ اب وہ دونوں کسی صورت بھی ایک نہیں ہوسکتے۔ اس کا پیغام ملنے پر حفظہ تڑپ کر رہ گئی۔
''اس سے کہو ایک بار تو مجھ سے مل لے۔'' اس نے پیغام رساں سے کہا اور کمال احمد اس سے نہ ملا کیونکہ وہ اسی روز راولپنڈی اپنے ایک دوست کی شادی میں چلا گیا۔
بزرگوں کے کہنے پر حفظہ کو اس کے سسرال والے لے گئے اور وہ بھی چلی گئی کیونکہ جس کی خاطر اس نے سب کچھ کیا تھا اسی نے کنارہ کشی کرلی تھی تو وہ کیا کرتی' نارسائی کا دکھ اس کا کلیجہ چیر گیا۔

قادر بخش کے ساتھ اس کا رویہ کبھی نرم ہوتا کبھی انتہائی ہتک آمیز، مگر اسے گزارا کرنا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ کم از کم ایک بار تو کمال احمد اس سے مل لے۔

نجانے کیوں وہ اس سے ملنا چاہتی تھی، اب تو کمال احمد نے بستی ہی میں آنا چھوڑ دیا تھا اور حقیقت یہ تھی کہ اب وہ اپنی تمام تر توجہ بیوی اور بچوں کو دیتا تھا کیونکہ اسے نجانے کیوں ایک دم ہی وہ خدمت گزار سکینہ بہت اچھی لگنے لگی تھی۔ پھر وہ اس کے بچوں کی ماں تھی اور بچوں کے مستقبل کی خاطر اس نے سمجھوتا کرلیا اور یہ سکینہ ہی تو تھی جو کہ اس کی پیٹ کی اور جسم کی بھوک مٹاتی تھی۔ حفظہ سے اسے کیا ملنا تھا صرف باتیں یا پھر کسی کے دیکھ لیے جانے کا خوف مگر پھر بھی وہ حفظہ کو نہ بھول پایا۔ کبھی کبھی اسے ضرور یاد کرلیتا، اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا اور ایک قادر بخش تھا کہ کمال احمد سے ایسے ملتا جیسے کہ پہلے ملتا تھا وہی محبت اور وہی خلوص تب کمال احمد خود سے بھی شرمندہ ہوجاتا۔ مگر قادر بخش کو یقین تھا کہ حفظہ نے جھوٹ بولا تھا اس کی پسند کوئی اور ہوگا مگر یہ کمال احمد نہیں ہوسکتا اور یہ اعتماد محض اس بات کا تھا جب حفظہ پوری رات کمال احمد کی منتظر تھی اور وہ عاطف کی بیماری کی وجہ سے نہیں آسکا تھا مگر اس نے بھائی انور سے کہا تھا کہ وہ کمال سے مل کر آئی ہے۔ قدرت نے کمال کی عزت رکھنی تھی سو رکھ لی۔

یونہی پورا سال بیت گیا، کمال احمد کے ہاں بیٹی نے جنم لیا اب اس کے تین بچے تھے اور وہ ڈاکٹر کے پاس سکینہ کی دوائی لینے گیا تو وہیں کلینک سے نکلتی حفظہ سے اس کا ٹکراؤ ہوگیا۔

''کمال......'' حفظہ کے لب کپکپائے، کمال احمد نے دیکھا سفید لیلن کی چادر میں اس نے اپنے پورے وجو کو چھپایا ہوا تھا مگر چادر اس کے اندر کی چغلی کھا رہی تھی وہ بے ڈول سی حفظہ، کمال کا دل اتھل پتھل ہونے لگا۔

اس نے تو کبھی بھی اس بے ڈول حفظہ کو نہیں چاہا تھا اس کے تصور میں تو ہمیشہ وہی برسوں پرانی حفظہ رہی تھی اور ایک دم ہی دل کے کینوس سے حفظہ کی تصویر دھندلانے لگی اور وہ حقارت سے اس کی طرف دیکھتا ہوا اندر چلا گیا اور حفظہ اس کی آنکھوں میں محبت کے سمندر کی بجائے حقارت دیکھ کر وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی اور گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر رودی۔ محبتوں کا یہ انجام اسے رُلا گیا۔ یہ کمال احمد ہی تو تھا جس کی خاطر اس نے اتنی بدنامی مول لی، اپنوں کے دل توڑے۔ شوہر کے دل میں بدگمانی کا بیج بویا۔ سسرال میں بے عزت ہوئی، زندگی بھر کے طعنے مول لیے اور وہی شخص جس کی خاطر وہ کانٹوں کی سیج پر بیٹھی اس نے ایسی بے مروتی دکھائی کہ یہ تک نہیں پوچھا کہ کیسی ہو حفظہ؟ اور کتنی بے دردی سے چلا گیا۔ حفظہ کو لگا کہ وہ اس کے دل کو پیروں تلے کچلتا ہوا آگے بڑھ گیا ہو۔

اور وہ رو رہی تھی کیوں نہ روتی آج اپنی وفائیں اسے لعنت ملامت کر رہی تھیں۔ اس کا کچلا ہوا دل صدائیں دے رہا تھا اور آنسو حفظہ کے مکھن جیسے گالوں پر پھسلتے جارہے تھے یوں لگتا تھا جیسے کہ یہی مقدر ہو اور...... اور آج اسے پتا چلا تھا کہ محبت میں اندھی ہوکر جو لڑکیاں قدم اٹھاتی ہیں بعد میں انہیں یونہی رونا اور پچھتاؤوں کے سنگ زندگی بسر کرنا پڑتی ہے۔

❁

چراغِ غزنا
رفعت سراج

کہتے ہیں کہ چپ چاپ سے رہتے ہیں وہ اکثر
زلفیں بھی سُنا ہے کہ سنوارا نہیں کرتے
دن رات کہ اُن کے گزرتے ہیں پریشان
آرام سے ہم بھی گزارا نہیں کرتے

﴿گزشتہ قسط کا خلاصہ﴾

سعدیہ کمال فاروقی سے ایڈریس سمجھ کر اسپتال کے لیے روانہ ہوتی ہیں۔ پیاری کو مانو پھوپو پر ترس آتا ہے کوئی رشتہ نہ ہوتے ہوئے بھی وہ پیاری کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہیں۔ اچانک دانیال کمرے میں داخل ہوتا ہے اور مانو پھوپو کو سوتا دیکھ کر پیاری سے اشارے میں حال دریافت کرتا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے سعدیہ کمرے میں داخل ہوتی ہے اور بیٹے کو پیاری سے بات کرتے دیکھ کر ان کے شک کی یقین دہانی ہوجاتی ہے۔ سعدیہ طنز سے مانو آپا کو سوتا دیکھ کر بڑبڑاتی ہیں جبکہ دانیال خجل سا ہوجاتا ہے مانو آپا بھی سعدیہ کی آواز سن کر اٹھ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ کمال فاروقی خود پر ضبط کرتے ہر طرح سے سعدیہ کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں پرائی بچی کی عزت پر کوئی ضرب نا آئے اس لیے کمال فاروقی دانیال اور پیاری کی شادی کی بات کرتے ہیں۔ مانو آپا پیاری کو اپنے ساتھ گھر لے جانا چاہتی ہیں وہ پیاری کو اس کے پرانے گھر میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھیں اس لیے مانو آپا دانیال سے بات کرتی ہیں تو اسے بھی یہ ہی بہتر لگتا ہے۔ مانو پھوپو پیاری کو تسلی دیتی ہیں کہ اس کا بھائی مشہود اللہ نے چاہا تو جلد واپس آجائے گا پیاری ایک بار پھر بھائی کی یاد میں گم جاتی ہے۔ پیاری فیصلہ سنا چکی تھی اس کے بعد دوسرا حل دانیال کو نکالنا تھا اور اب وہ گھر آ کر اسی حوالے سے سوچ رہا ہوتا ہے کہ مشہود کی طرف سے بھی مسلسل خاموشی تھی۔ عالی جاہ پیاری کے قریب آ کر اس کی نبض چیک کرتا ہے اسے پیاری کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی ہوتی تب ہی مانو آپا سلام پھیر کر عالی جاہ کو مخاطب کرتی ہیں۔ کمال فاروقی ہمدردی کی انتہا پر جا کر سعدیہ کی نیندیں حرام کردیتے ہیں بلال (کمال فاروقی کا بڑا بیٹا) اس نے پہلے ہی امریکن لڑکی سے سٹیزن شپ کی وجہ سے شادی کرلی تھی اور سعدیہ رشنا (بہو) کے باپ کا اسٹیٹس دیکھ کر چپ ہوگئی تھی لیکن اب پیاری کو لے کر دانیال کی طرف سے فکر مند ہورہی تھیں۔ پیاری اپنا کچھ سامان لینے گھر آتی ہے اور بہشتن بوا کی چیزوں کو دیکھ کر آبدیدہ ہوجاتی ہے۔

﴿اب آگے پڑھیے﴾

❁......❁......❁

"پھوپو میرا کوئی نہیں ایک بھائی تو ہے ناں مجھے کہیں سے میرا بھائی لادیں۔" پیاری مانو پھوپو کے گلے سے لگی بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"بیٹا...... مسلمان مایوس نہیں ہوتا اللہ کی رحمت پر نظر رکھتا ہے...... ان شاء اللہ وہ ضرور تمہیں اس آزمائش سے نکالے گا۔" مانو پھوپو اس کی پشت پر ہاتھ پھیر رہی تھیں اور سورۃ العصر کی عملی تفسیر دکھائی دے رہی تھیں۔

"جو حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے (ترجمہ)

"مشہود بھائی...... آپ کہاں ہیں کہاں ڈھونڈوں آپ کو؟" پیاری کے ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے۔

بڑی عجیب فطرت ہے انسان کی غم کی انتہا پر اسے

گزشتہ سارے رنج والم یاد آنے لگتے ہیں اور گریہ طویل صوفے پر ہی دراز ہو گئیں۔

❁......❁......❁

ہو جاتا ہے۔

''اگر تم ٹھنڈے دماغ سے غور کرو تو تمہیں احساس ہوگا کہ اللہ نے تمہارے سر پر ہاتھ رکھا ہوا ہے تمہاری برابر مدد کر رہا ہے، تمہیں ان لوگوں سے ملا دیا جو خوشی خوشی تمہاری ذمہ داری قبول کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ احسان کیا کم ہے۔''

مانو پھوپو کی دانش وری نے واقعتاً پیاری پر فوری گہرا اثر چھوڑا اس کے آنسو تھم گئے اس نے آنسو بھری آنکھوں سے مانو پھوپو کی طرف دیکھا لمحے بھر میں اللہ کی رحمت نے دل پر سکینت اتار دی۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں پھوپو۔'' دانیال سے گزر کر پھوپو تک پہنچنے کا عمل کم از کم جنگل اور بھیڑیوں کے خوف سے تو آزادی ہے۔ بیٹا پانچ وقت نماز پڑھ کر بھائی کے لیے دعا کرو رات کو نیند نہ آئے تو وضو کر کے اللہ سے رجوع کرو۔ آزمائش لمبی ہوئی تو بھی وہ صبر و حوصلہ عطا کردے گا۔ عالی جاہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا تھا بس اللہ سے دعائیں کی۔ اب یہ تو نہیں کہوں گی کہ بہت دین دار ہو گیا ہے لیکن اتنا تو ہوا کہ ماں کا احساس کرنے لگا...... جس پر لاکھوں کروڑوں، شکرانہ......!''

''جی پھوپو۔'' مانو پھوپو کے خلوص نے پیاری کو بڑی طمانیت و تقویت دی۔ یوں لگا بیٹری چارج ہو گئی ہو۔

''یہ رشتے ناطے، دوستیاں سب دل کے بہلاوے ہیں بیٹا اول و آخری ساتھ تو بس اللہ ہی کا ہے۔'' مانو پھوپو پیاری کی طبیعت میں بحالی محسوس کر کے اب سکون سے مخملی صوفے میں دھنس گئیں اور اطراف میں نظر دوڑانے لگیں۔

''بیٹا دھیان سے اپنی روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں رکھ لو، کوئی جلدی نہیں ہے۔''

''پھوپو آپ کے لیے چائے بناؤں گھر میں سب چیزیں ہیں۔'' پیاری اپنے بیڈروم کی طرف جاتے جاتے پلٹ آئی اچانک دھیان آ گیا تھا۔

''بس بیٹا تم اپنا کام سنبھالو، چائے تو بس شام کو ہی پیوں گی۔'' پیاری آگے بڑھ گئی مانو آپا کمر سیدھی کرنے

بہت دنوں بعد اتنے اہتمام سے تیار ہوا تھا۔

چھاپ تلک موہے چھین لی رے
موسے نیناں ملائی کے

اس وقت وہ گوری کا پیا بنا ہوا تھا جو پی کو چھب دکھلانے کے شوق میں پاگل ہوئی جاتی ہے مگر پی کے چھب دیکھ کر اپنی چھب بھول جاتی ہے۔ کڑھا ہوا کرتا جس کا سیاہی مائل میرون کلر اس پر بہت اٹھ رہا تھا سفید کاٹن کی شلوار، پسندیدہ جانفزاں روح پرور خوشبو کی لپٹیں، نفاست سے بنے بال، پاؤں میں لیدر کی ڈارک براؤن پشاوری چپل...... اس نے آئینے میں اپنا حتمی جائزہ لیا۔

''کسی اور پلینٹ پر جا کر ڈھونڈلو ایسا چاہنے والا نہیں ملے گا۔'' اس نے گویا خود پر نثار ہوتے ہوئے کمرہ چھوڑا تھا۔

❁......❁......❁

مانو آپا پیاری کو لے کر اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو پیاری نے وسیع و عریض جدید انداز کے بنے ہوئے گھر کو دیکھ کر بے ساختہ مانو آپا کو دیکھا تھا۔

گھر کا ظاہر مکینوں کی خوش حالی کا اعلان کرتا دکھائی دیا، ہرے بھرے لان کو دیکھ کر طبیعت میں تازگی اترنے لگی شوقین مزاج عالی جاہ نے گھر کے لان کو دیسی بدیسی پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ کتنی سادگی ہے مانو پھوپو کے مزاج میں اور کتنا سادہ پہناوا ہے گھر دیکھ کر تو لگتا تھا کہ یہاں حُسن برستا ہے۔ وہ کار سے اتر کر اندر کی طرف بڑھی مانو پھوپو نے اسے یوں تھاما ہوا تھا جیسے کسی پیشنٹ کو تھامتے ہیں یا رخصت ہو کر پہلی بار سسرال آنے والی دلہن کو لاؤنج بہت بڑا تھا چاروں کونوں میں آرائشی فرنیچر اور بڑے بڑے گملے تھے جن میں سائے میں پروان چڑھنے والے سرسبز پودے مسکرا رہے تھے۔

''ابھی تو تم میرے کمرے میں رہو گی کیونکہ گیسٹ روم اوپر ہے۔''

''جی...... جی پھوپو میں آپ کے ساتھ ہی رہوں

گی۔" پیاری بے ساختہ بولی۔

اس گھر میں عالی جاہ بھی رہتا تھا اس کی خوداعتمادی جو بے باکی میں ڈھلی لگتی تھی اس نے پیاری کو بہت محتاط کردیا تھا اس کے لیے یہ امر نہایت قابل اطمینان تھا کہ وہ مانو پھوپو کے ساتھ ساتھ ہی رہے گی۔ مانو پھوپو اسے لے کر اپنی خواب گاہ میں آ گئیں، پرانے زمانے کا شیشم کا بنا ہوا جہازی سائز بیڈ کمرے کے درمیان رکھا تھا اور کمرے میں صرف دو کرسیاں و مرکزی میز تھی۔ ایک کونے میں نماز کا تخت تھا جس پر نیلی مخملی چادر پڑی ہوئی تھی اس پر فیروزی بڑے سائز کی جائے نماز بچھی ہوئی تھی۔ کھڑکیوں میں ہلکے وزن کے وہائٹ ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ اتنا کشادہ اور سادہ سا کمرہ دیکھ کر طبیعت ہلکی سی ہوگئی، کوئی غیر ضروری شے کمرے میں نظر نہ آئی تھی جو کچھ بھی موجود تھا نہایت صاف ستھرا تھا ڈریسنگ روم پر جالی کے پردے پڑے ہوئے تھے وارڈ روب کے چھ دروازے بہت واضح نظر آ رہے تھے۔

"میری وارڈ روب میں ایک خانہ بالکل خالی ہے اس میں اپنے کپڑے لٹکا لینا نیچے شیلف اور دراز بھی ہے باقی چیزیں وہاں رکھ دینا۔" مانو پھوپو کے اعصاب پر مغرب کی نماز حاوی ہوگئی تھی وہ خاصے عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

"جی ٹھیک ہے۔" پیاری نے مؤدبانہ کہا۔

"بس اب کچھ دیر میں مغرب کی اذان بھی ہونے والی ہے نماز پڑھ کر چائے پی لیں گے۔" مانو آپا نے واش روم سلیپر پاؤں میں اٹکاتے ہوئے پیاری کی طرف دیکھا جو ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی اور اپنا ہینڈ بیگ مرکزی میز پر رکھ دیا تھا۔

"دونوں وقت مل رہے ہیں ورنہ میں تمہیں کہتی تھوڑی دیر آرام کرلو۔"

"کوئی بات نہیں پھوپو...... میں ٹھیک ہوں......!"

"جیتی رہو۔" مانو آپا یہ کہہ کر واش روم میں چلی گئیں۔

پیاری آنکھیں بند کرکے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی عجیب سی ہجرت لاحق ہوگئی تھی۔ مگر تبدیلی کے اس لمحے میں فنا ہوکر ہی زندگی کی ضمانت مل رہی تھی۔

❁......❁......❁

دانیال اور عالی جاہ کی کاریں آگے پیچھے ہی پورچ میں داخل ہوئی تھیں۔ عالی جاہ اپنی فطری عجلت و پھرتی کے انداز میں دروازہ کھول کر کار سے باہر آیا اور دانیال کے باہر آنے تک رک گیا تھا۔ دانیال اتر کر سیدھا اس کے پاس آیا اور خالص کاروباری لوگوں کے انداز میں مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"کیسے ہو یار، تم سے تو ملاقات ہی نہیں ہو پاتی۔" عالی جاہ مشینی انداز میں اظہار اپنائیت کررہا تھا۔

"بس یار اسی بھاگ دوڑ کا نام زندگی ہے۔"

"اماں تو آج ہی گھر آئی ہیں، تھینک گاڈ...... یار کسی بڑے آدمی نے بالکل ٹھیک ہی کہا ہے کہ ماں کے بغیر گھر قبرستان دکھائی دیتا ہے۔"

"ابھی اماں سے ملاقات نہیں ہوئی مگر باہر سے ہی لگ رہا ہے گھر میں رونق ہے۔" عالی جاہ اپنے مخصوص پُرجوش انداز میں مخاطب تھا۔

"آگ کا بنا ہوا ہے، قوم جنات سے زیادہ قریب ہے۔ پارے کی طرح بے قرار...... ایک پل چین نہیں ہڈی کو۔" مانو آپا اکثر اس قسم کے جملوں سے بیٹے کی تواضع کرتی رہتی تھیں۔

"ہوں...... پھوپو سے ملنے اور ان کا شکریہ ادا کرنے ہی آیا ہوں۔" دانیال اب عالی جاہ کے ہمراہ اندر کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کس بات کا شکریہ...... تمہارا بنتا ہی نہیں، شکریہ اگر اتنا ہی ضروری ہے تو اس لڑکی کو بولنا چاہیے کیا نام تھا اس کا......!" وہ نام سوچنے کے لیے ذہن پر زور ڈالنے لگا۔

دانیال کا عالی جاہ سے خون کا رشتہ تھا ساتھ کھیلے بڑھے تھے عالی جاہ کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔

"چھوڑو نام کو...... نام یاد نہیں تو کوئی مسئلہ نہیں تم پر کوئی فائن چارج نہیں ہوگا۔" دانیال بجائے اس کے نام بتا کر

اس سے تعاون کرتا اسے مشقت سے بچاتا جان بوجھ کر پیاری کا نام نہیں لیا۔ کسی غیرت مند قبائلی کی طرح جو یہ بات بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کے گھر میں عورتوں کی تعداد کی بھی کسی کو خبر ہو، نام لینا تو دور کی بات۔ اب دونوں لاؤنج میں پہنچ گئے تھے۔ عالی جاہ تو صوفے میں یوں دھنس گیا گویا دیر تک اٹھنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

"ابھی اماں نماز پڑھ رہی ہوں گی، نماز پڑھ کر ایک گھنٹے کی تسبیح چلے گی پھر پھونکیں ماریں گی فرشتوں سے ہاتھ ملائیں گی اتنی دیر میں عشا ہو جائے گی۔" عالی جاہ بڑے لاابالی پن سے بول رہا تھا۔

"چائے پلواؤں؟" اس نے فاصلے پر بیٹھے دانیال کی طرف دیکھا۔

"نہیں یار...... موڈ نہیں تم اپنے لیے بنوالو۔" دانیال نے جواب دیا۔

"نہیں...... میں تو اماں سے مل کر ایک شاندار ڈنر پر جا رہا ہوں چائے پی لی تو ساری بھوک ہی مر جائے گی۔"

"یار تمہارا تو خرچہ ہی نہیں ہے لنچ ڈنر تو دوسروں کے خرچے پر چلتا ہے جب دیکھو عالی جاہ کسی ڈنر پرائیوٹ ہے۔" دانیال نے اپنے ذہن کو پیاری کے خیال سے ہٹانے کی شعوری کوشش کی اور عالی جاہ سے مذاق کرنے لگا۔

"چھوڑو یار...... پانچ سو روپے کا کھانا کھلا کر ہزاروں لاکھوں کے کام نکالتے ہیں ہم سے...... یہ کاروباری کھانا ہوتا ہے جو باتوں میں ہی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔" عالی جاہ اسی طرح لاابالی پن سے جواب دے رہا تھا جو اس کی فطرت ثانیہ تھی۔ گھر میں پھیلی ہوئی خاموشی اتنی گہری تھی کہ کہیں پیاری کے قدموں کی آہٹ ابھرتی تو وہ دل کے کانوں سے سن لیتا۔

"شاید سو رہی ہو؟" وہ اندازوں میں کھیلنے لگا۔

"یار دانیال...... یہ لڑکی...... کیا نام ہے اس کا۔" عالی جاہ بات کرتے کرتے پھر الجھا۔

"یار تمہارا واسطہ ہی نہیں، نام کے بغیر بھی بات کر سکتے ہو۔" اب دانیال نے قدرے چڑ کر ٹوکا۔ یوں بھی اسے تو اچھا ہی نہیں لگ رہا تھا کہ عالی جاہ پیاری پر غور کرے یا اس کا نام سوچے۔

"یار اماں اٹھا کر گھر لے آئی ہیں، واسطہ تو بنتا ہے۔"

اور عین اسی وقت پیاری نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔ دانیال کو لگا سات دن کی جھڑی تھم گئی مغربی افق پر ست رنگی قوس و قزح نمودار ہو گئی۔

عالی جاہ کی بات ادھوری رہ گئی، اس نے سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹ سکیڑے، وہ جس "قصائیانہ" انداز میں ایک نازک اندام کا ذکر کرنے چلا تھا اور دانیال کے گلے پر اہتمام سے دستہ پکڑ کر الٹی چھری چلانے ہی لگا تھا کہ بچت ہو گئی۔ سمندر نے ڈکار لی تھی سیلابی پانی پل بھر میں خطرے کے نشان سے نیچے چلا گیا۔ ناپسندیدہ جذبات بلبلوں کی مانند ہوا، میں گم ہو گئے اب تو بس رنگ و روشنی کی آگہی تھی۔

فیروزی اور زرد رنگ کے امتزاج سے تیار شدہ ملبوس میں اپنی سنہری رنگت اور دراز چوٹی کے ہمراہ...... دولت و اقتدار کا نشہ ہرن کرتی جادوگرنی دکھائی پڑتی تھی۔

"السلام علیکم۔" سلام تو دانیال کے لیے تھا جس سے ہزاروں گلے اپنی جگہ مگر مانو پھوپو کی مہربانیاں بھی تو اسی کی مرہون منت تھیں۔

اب اس سلام میں عالی جاہ کا حصہ خود بخود پڑ رہا تھا بالکل اسی طرح جس طرح شریعت ترکے میں حصے داری اور درجہ بندی کرتی ہے اور قرابت داری کی فہرست جاری کرتی ہے۔

"وعلیکم السلام......!" عالی جاہ کی ہر ادا میں بہت دھوم دھام تھی اس نے سلام کا جواب بھی اس انداز میں دیا جس انداز میں زیادہ پرافٹ دینے والی گاڑی کے مالک کو دیا کرتا تھا جو فائنل پیمنٹ کے ساتھ اس کے شوروم میں داخل ہوتا تھا۔ پیاری تو اپنی خود اعتمادی کھو بیٹھی۔ عالی جاہ نظروں ہی نظروں میں ثابت نگل رہا تھا دانیال کی گلہ آمیزی نظر جھکائے رکھنے پر بضد تھی۔

"ایکسیوزمی۔" پیاری میں اس سے زیادہ تاب نہ تھی، معذرت کر کے پھر مانو آپا کے بیڈروم کی طرف چل پڑی۔

دانیال کو اپنا آپ سنبھالنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا مگر عالی جاہ کے لیے مسئلہ نہ تھا۔ وہ تو اتنی جلدی میں رہتا تھا کہ بس نہ چلتا تھا کہ ڈکار بھی ایڈوانس میں لے لے..... چند سیکنڈ کا جھٹکا بھی اسے تاخیر محسوس ہوتا تھا۔

"یار تمہارے دوست کی سسٹر ہے تم سے تو بات چیت کرتی ہوگی۔" عالی جاہ بلاتکلف پیاری کو موضوع بنا رہا تھا۔

"بات چیت دوستوں سے رہتی ہے، ان کے فیملی ممبرز دوستوں کی لسٹ میں نہیں آتے۔" دانیال نے ٹکڑا توڑ جواب دیا۔

"اوہ.....!" عالی جاہ نے جانے کیا سمجھا اور کیا نہیں مگر اپنی جگہ سے کھڑا ضرور ہوگیا پیاری کی ایک جھلک نے اسے بے قراری بخش دی تھی جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔

"یار..... میں ذرا فریش ہوکر آتا ہوں اماں کی تسبیح بھی اینڈ ہو رہی ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ چل پڑا۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ۔

ایک طرح دار دوشیزہ جھلک دکھا کر احساسات میں رنگ بکھیر رہی تھی دانیال البتہ دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا۔

پیاری اور عالی جاہ..... ایک چھت تلے..... محبت کی شدتیں..... رقابتوں کے کانٹوں سے الجھنے لگیں۔

❁..... ❁..... ❁

پیاری نے تو جیسے واپس کمرے میں آ کر دم لیا تھا۔ عالی جاہ کی نظریں تو جیسے کمر سے چپک کر ساتھ ہی آ گئی تھیں۔ مانو آپا اپنی تسبیح پوری کرکے نماز کے تخت سے اتر رہی تھیں انہوں نے پیاری کا جانا اور واپس آنا نوٹ کیا تھا۔

"بیٹا ذرا باہر لان میں ہی تھوڑا سا ٹہل لیتیں اب اسے اپنا ہی گھر سمجھو، مہمان بن کر ایک کمرے میں بند ہوگئیں تو طبیعت الجھے گی۔" پاس آ کر وہ بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں مستقبل کے حسین سپنے ان کی آنکھوں کو ماورائی چمک عطا کر رہے تھے یوں لگتا تھا کہ بس بہو بیاہ کر لے آئیں۔

"جی وہ باہر دانیال اور آپ کے بیٹے بیٹھے ہیں مجھے اچھا نہیں لگا اس لیے واپس آ گئی، آپ ہوتیں تو دوسری بات تھی۔" پیاری نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا' خیر سے عالی جاہ وقت سے گھر آ گیا چلو اچھا ہوا۔ دانیال نے تو آنا ہی تھا اس نے فون پر مجھے بتادیا تھا میں سوچ رہی تھی ابھی تک آیا کیوں نہیں۔" وہ پرجوش انداز میں بولتی ہوئی دروازے تک جارہی تھیں۔ پیاری کے پاس اس خودکلامی کے جواب میں صرف خاموشی تھی۔

"اچھا تم آجاؤ میں تمہیں عالی جاہ کے مرحوم باپ کی لائبریری دکھاتی ہوں اللہ بخشے مرحوم کتابوں کے بہت شوقین تھے عالی جاہ تو پتا نہیں کس پر پڑا ہے وہ تو بس موٹروں کے اشتہار ہی پڑھتا ہے۔ وہاں چھوٹا سا ٹی وی بھی لگا ہے..... دل گھبرائے تو کتابیں بھی پڑھ سکتی ہوٹی وی بھی دیکھ سکتی ہو۔" مانو آپا دروازہ کھولتے ہوئے پلٹ کر اس سے مخاطب ہوئیں۔

"جی بعد میں دیکھ لوں گی، ابھی تھوڑا ریسٹ کرنا چاہتی ہوں۔" وہ باہر نکلنے کے خیال سے ہی گھبرا گئی۔

دشمنِ جاں سامنے ہی تو بیٹھا تھا اس کی نظر کی چھلنی سے گزر کر آگے بڑھنا کوئی کارِ آسان نہ تھا اس پر مستزاد عالی جاہ کا اندازِ نظر جس پر دیوار کی طرف منہ کرکے بھی تبصرہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مانو آپا چلی گئیں تو وہ ان کے صاف ستھرے بستر پر دراز ہوگئی اور ایک خیال کی تکرار میں گھر گئی۔

یہ کیا زندگی..... کیسی زندگی ہے؟

اپنا گھر..... اپنا ہوتا ہے یہاں سے وہاں تک چلنے پھرنے، ہر کام کی آزادی کمرے میں بند ہوتے باہر آنے کی آزادی۔ اپنے گھر میں کام کتنے ہوتے ہیں ختم ہی نہیں ہوتے۔ کھانا پکانا' روزمرہ کی صفائی ہوگئی تو بکھری الماریاں یاد آ گئیں۔ یارڈی کا ڈھیر نظر آ گیا کیاریوں کی گوڈی سوجھ گئی۔ کچن کی کیبنٹس میں اسپرے کر دیا موسم کے کپڑے نکالنا یاد آ گئے پرانے کپڑے الگ کرکے ضرورت مند کو دینے کا دھیان آیا گیا۔ مار گھر تو کنوئیں ہوتے ہیں بھرتے ہی نہیں' بوا کی آواز آس پاس سے ہی سنائی دی۔

"صبح سے اٹھ کر جت جاؤ۔ سوتے سے پالا آتا ہے یہ کام تو رہ ہی گیا رستے بستے گھروں کے کام ختم نہیں ہوتے خبر نہیں بعض عورتیں پو پھٹتے ہی باہر کیسے نکل جاتی ہیں، گھر اوندھے پڑے ہیں پھرنے کی پڑی ہے یہاں پڑوس والی درس میں بلانے آتی ہے تو نکلنے کا رستہ ڈھونڈتے ہیں یہ ہوجائے تو نکلیں وہ ہوجائے تو باہر کا منہ دیکھیں۔" بوا کی زندگی سے بھرپور آواز دل کے گنبد میں بازگشت کی صورت گونجنے لگی پیاری کی آنکھیں نم ہوگئیں، اس نے انگلی کی پور سے آنسو جھٹکے۔

❁ .... ❁ .... ❁

"کھانا کھائے بغیر تو میں نہیں جانے دوں گی، اب آگئے ہو تو ٹک کر بیٹھو۔" مانو پھوپو کچن کی صورت حال دیکھنے جارہی تھیں دانیال کے منہ سے روانگی کی باتیں سن کر وہیں کی وہیں رک گئیں۔ عالی جاہ اپنے بیڈروم میں جاچکا تھا جن کی خاطر پیروں میں پر باندھے تھے وہ تو جھلک دکھلا کر تڑپا کر پس پردہ چلی گئی تھی۔ اب اسے یہاں بیٹھنا جھک مارنا ہی لگ رہا تھا۔ دوسرے عالی جاہ اور پیاری کا ایک چھت تلے رہنے کا احساس نامعلوم سی بے کلی پیدا کررہا تھا۔

تمنا مچل رہی تھی کہ یہ صورت حال زیادہ دیر نہیں رہنی چاہیے اسے سوچنا تھا کہ اب اگلا قدم کیا اٹھانا ہے۔ عالی جاہ کی بے باک نگاہیں...... غیر محتاط انداز گفتگو کانٹا بن کر دل میں اٹک گیا تھا۔ جب پیاری کے یہاں آنے کی بات ہوئی تو اسے ریلیف لیتے ہوئے خیال تک نہ آیا کہ آگے چل کر سچویشن کیا ہونے جارہی ہے۔ وہ تو ہاتھ آیا خزانہ کہیں گراچکا تھا۔ نئے سرے سے محنت کرنا تھی۔

بدگمانی کے نشتر دل سے کھینچ کھینچ کر نکالنے تھے پھر رستے زخموں پر مرہم رکھنا تھا ناکردہ جرم کی معافی مانگ مانگ کر ہلکان ہونا تھا زندہ بھائی کی جدائی کے غم سے نڈھال بہن کو قدم قدم پر سنبھالنا تھا۔ اگر ممی مسئلہ نہ کرتیں تو پیاری میرے گھر پر ہوتی، کم از کم اس قدر ڈسٹنس تو نہ ہوتا۔

"اللہ کرے مشہود کا جلدی کچھ پتا چل جائے، اللہ کرے وہ خیریت سے واپس گھر آجائے...... اس کے نہ ہونے سے یہ ساری گوٹیں بکھر رہی ہیں کچھ بھی اپنی جگہ پر نہیں ہے۔"

وہ مشہود کی تلاش کے لیے وہ سب کچھ کررہا تھا جو اسے کرنا چاہیے تھا مگر پیاری کو رپورٹ اس لیے نہیں کرتا تھا کہ خدانخواستہ مضبوط آس ٹوٹنے سے اسے کچھ نہ ہوجائے پولیس، حساس ادارے سب کو اپروچ کررہا تھا کمال فاروقی نے اپنے اثرورسوخ کا جال الگ پھیلایا ہوا تھا مگر فی الحال ہر طرف سے مایوسی تھی مگر دانیال ناامید نہیں تھا۔ رات کی گہری خاموشی میں کسی وقت مشہود دل میں بولتا تھا۔

"یار خیال رکھنا تم پر بہت مان ہے گھنے جنگل میں راستہ ڈھونڈ رہا ہوں، بہت جلدی تم سے ملاقات ہوگی۔" اور اس کے بعد دانیال کی امید روح میں پاؤں جما کر کھڑی ہوجاتی تھی۔

"کھانا تیار ہی سمجھو...... عالی جاہ کو بلواتی ہوں۔" مانو آپا کچن کا جائزہ لے کر واپس آگئی تھیں۔

"ابھی تو ایسی خاص بھوک بھی نہیں تھی پھوپو...... کیوں تکلف کررہی ہیں۔" دانیال نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے تکلفاً کہا۔

"ارے بچی نے کب سے ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا، آج سب کے ساتھ بیٹھے گی تو کچھ نہ کچھ پیٹ میں ڈالے گی۔"

"بچی......؟"

"اوہ...... یہ تو پھر بہت ہی اچھا ہے کم از کم کھانے کی ٹیبل پر تو ساتھ رہے گا، وہ پھر بھی اپنے ہونے کا احساس دلا کر گھر واپس جائے گا کچھ نہ کچھ تو رجسٹرڈ کرانا ہوگا تاکہ وہ اس گھر میں بیٹھ کر اس کا انتظار کیا کرے۔"

"پھوپو...... گھر میں آئس کریم ہے، کھانے کے بعد آئس کریم کا موڈ ہورہا ہے۔"

"جذبات توانا ہوگئے، نئی نئی سوجھنے لگی۔"

"ارے آئس کریم بہت، یہ عالی جاہ ہر دوسرے روز ڈبہ اٹھالاتا ہے۔ مہمان داری میں کام آجاتی ہے، ورنہ پڑی

رہتی ہے۔"

"پیاری کو قلفہ بہت پسند ہے۔" دانیال کے منہ سے لاشعوری طور پر پھسل گیا مگر بولتے ہی بدحواس بھی ہوا۔

"کبھی کبھی مشہود کے ساتھ ہوتا تھا تو وہ راستے میں گاڑی روک کر قلفہ لیتا تھا کہ پیاری کو بہت پسند ہے۔" اس نے جلدی سے صفائی پیش کی، ایسی صفائی جس کو لفٹ ہی نہیں کرائی گئی مانو آپا تو مشہود کا نام سنتے ہی افسردہ ہوگئیں۔

"یااللہ اس معصوم کے بھائی کو اپنی امان میں رکھ، بچہ جہاں ہو خیریت سے ہو، اس کے مرحوم ماں باپ کی روحیں بے چین پھرتی ہوں گی۔ یااللہ ان کی روحوں کو سکون وقرار دے آمین۔" مانو آپا بڑی رقت سے دعا کررہی تھیں آئس کریم ایک طرف ہوگئی۔ منظر پر صرف مشہود رہ گیا۔

مانو آپا کی پُرخلوص دعا میں اتنی تاثیر تھی کہ دانیال کا ذہن بھی درحقیقت ہر طرف سے ہٹ کر مشہود کی ذات میں حلول کرگیا۔ یار باش خوش مزاج دوست کی یاد اعصاب پر بوجھ ڈال رہی تھی۔ مانو آپا کھانے کی میز مرتب کرانے کے خیال سے پھر اٹھ گئیں۔ دانیال کی نظر پھر اس سمت اٹھی جس طرف پیاری کو جاتے ہوئے دیکھا تھا ابھی اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ پیاری کا قیام مانو آپا کی خواب گاہ میں ہی ہے۔

❁......❁......❁

"میری بچی کا تو جیسے تماشا ہی بن گیا۔" رشنا کی ماں میمونہ اس وقت سعدیہ سے دوٹوک بات کرنے کے موڈ میں آئی تھیں۔

"میمونہ آپ مجھے الزام دے کر زیادتی کررہی ہیں۔ یہ سارا قصور مانو آپا کا ہے آپ کے ہزبینڈ اسد حسین کمال کی کمپنی کے بڑے شیئر ہولڈر ہیں۔ ہمارا آپ کے ساتھ زیادہ مضبوط تعلق ہے مانو آپا سے آپ کی فرینڈشپ ہے آپ دونوں نے آپس میں کیا طے کیا، کیا بات ہوئی ہمیں کچھ نہیں پتا۔" سعدیہ بھی صاف صاف بات کرنے کے موڈ میں نظر آئیں۔

"بات کیا ہونا تھی، انہوں نے رشنا کے لیے دلچسپی ظاہر کی پھر رشتے کی بات کی۔ دیکھے بھالے لوگ ہیں ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ ساری باتیں ہونے کے بعد یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئیں کہ سعدیہ کا رشنا پر بہت دل ہے اور میں بھائی سے تعلق نہیں بگاڑ سکتی۔ اب سعدیہ دانیال کا رشتہ مانگیں تو ہاں کردینا، دانیال بھی میرا ہی بچہ ہے...... میں بیٹی کی ماں ہوں، کسی کے ساتھ زور زبردستی تو نہیں کرسکتی روز آپ کا انتظار کیا مگر آپ کی طرف سے تو سوائے خاموشی کے کچھ نہیں۔" میمونہ بہت سوچ سمجھ کے ساتھ دل کی بات کررہی تھیں۔

"خاموشی کا تو یہی مطلب ہوا ناں کہ اب یہ معاملہ جہاں تک آیا تھا وہیں ختم بھی ہوگیا۔" سعدیہ نے صاف کورا جواب دیا تو میمونہ ہکا بکا ہوکر دیکھنے لگیں جیسے کچھ سمجھ ہی نہ آئی ہو۔

"کیا مطلب، نہ عالی جاہ، نہ دانیال......!" ان کے منہ سے خود بخود نکلا۔

"ظاہر سی بات ہے ہمارے گھر میں تو خود اچھی خاصی کل کل ہوگئی یہ رشتہ ہو بھی جاتا تو دلوں میں کینہ بغض پلتا رہتا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، مانو آپا نے اپنے منہ سے کہا تھا کہ وہ دانیال کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہی ہیں، اب میرے بھائی بھابی رشتے کی بات کرنے آئیں گے۔" میمونہ کا تو جیسے دل بیٹھنے لگا۔

"اپنی طرف سے کہہ گئیں تو میرا کیا قصور۔" سعدیہ نے ماتھے پر آنکھیں رکھ کر تکڑا توڑ جواب دیا۔

"عالی جاہ کا رشتہ بھی ہاتھ سے گیا دانیال کے انتظار میں ایک رشتہ اور بھی واپس ہوا، آپ لوگوں نے آخر کس حساب سے میری بچی کا تماشہ بنایا؟" اب میمونہ ضبط کھوکر پھٹ پڑیں۔

"یہ تو آپ مانو آپا سے پوچھیں۔" سعدیہ کی ڈھٹائی نقطہ کمال کو چھو رہی تھی۔

"لیکن سارا معاملہ تو آپ کے بیچ میں کود پڑنے سے

خراب ہوا۔ میری بیٹی کی توہین ہوئی ہے۔ شرمندگی سے وہ چپ چپ رہنے لگی ہے۔ ہنسنا مسکرانا بھول گئی ہے۔" میمونہ نے بھی اب برہم ہوکر کہا۔

"وہ عالی جاہ کا ابھی تک کہیں رشتہ نہیں ہوا، ابھی بھی وہاں بات ہوسکتی ہے میرا بیٹا تو ابھی شادی کے لیے تیار ہی نہیں۔"

"تو پہلے بیٹے سے پوچھ لیتی ناں یا صرف نند سے پرانے ادھار چکانے کے لیے میری معصوم بچی کا تماشا بنایا۔" میمونہ نے تیزی سے بات کاٹی اور مکمل ضبط کھودیا۔

کمال فاروقی نے بیڈروم سے باہر آتے ہوئے میمونہ کے آخری الفاظ سن لیے تھے حیران پریشان کشاں کشاں لاؤنج میں کھنچے چلے آئے۔

"السلام علیکم۔" انہوں نے میمونہ کو سلام کیا جو خاصے طویل عرصے بعد ان کے گھر میں نظر آرہی تھیں۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہیں کمال بھائی۔" میمونہ نے نیچے فرش پر پڑا ہینڈ بیگ اٹھا کر گویا روانگی کے لیے پر تولے اور زبردستی کی مسکراہٹ سے دیرینہ تعلقات کو سنبھالا دینے کی کوشش کی۔

"شکر ہے، آپ سنایئے۔" وہ ابھی تک میمونہ کے الفاظ میں پھنسے ہوئے تھے مخاطب میمونہ سے تھے اور نظریں بیگم پر تھیں جو اپنے تاثرات چھپانے کی مطلق کوشش نہیں کررہی تھیں، پیشانی کی لکیریں گہری ہورہی تھیں۔ کمال فاروقی کی نظریں ٹیبل پر رکھے فریش جوس کے گلاسوں پر پڑیں، جن سے ایک گھونٹ بھی نہیں لیا گیا تھا۔

"آپ جارہی ہیں؟ یہ جوس تو لیں ناں، لگتا ہے بہت جلدی میں ہیں؟" ان کی حیرت زدہ سوالیہ نظریں مسلسل سعدیہ کے چہرے کا طواف کررہی تھیں۔

"تھینک یو کمال بھائی...... پھر سہی اس وقت واقعی میں جلدی میں ہوں۔" یہ کہہ کر پھر سعدیہ کی طرف متوجہ ہوئیں جو بالکل ٹھس بیٹھی ہوئی تھیں۔

"ٹھیک ہے سعدیہ...... میرا خیال ہے اتنی بڑی بات کے بعد ہمیں ملنے کی ضرورت نہیں...... مگر میں اپنی بیٹی کی بے عزتی معاف نہیں کروں گی۔" میمونہ کے الفاظ کمال فاروقی پر بجلی بن کر گرے انہوں نے بے اختیار سعدیہ کی طرف دیکھا۔

"بھابی ایک منٹ بیٹھیے تو سہی مجھے تو بتایئے ہوا کیا؟" کمال فاروقی نے میمونہ کو باہر کا رستہ لیتے دیکھا تو بے تابی سے پیچھے پیچھے چلنے لگے...... ماحول کی بدمزگی تو وہ ویسے ہی محسوس کرچکے تھے دیرینہ دوست کی بیوی کو عالم خفگی میں دیکھ کر چکرا کررہ گئے۔

"کمال بھائی جو کہنا تھا کہہ دیا اب آپ سعدیہ سے پوچھ لیجیے میں آج کل ویسے ہی تناؤ کی مریضہ بنی ہوئی ہوں، ذرا سی دیر میں دماغ چکرانے لگتا ہے آپ سے معافی چاہوں گی۔" میمونہ نے رک کر بڑے مہذبانہ انداز میں معذرت کی اور رستہ لیا۔ کمال فاروقی خجل سے ہوکر چند ثانیے کھڑے سوچتے ہی رہ گئے۔

"ہمیں جھوٹا ثابت کرنے کے لیے پورا زور لگا رہی تھیں کھلم کھلا الزام لگا کر گئی ہیں کہ ہم نے ان کی بیٹی کا تماشا بنا کر رکھ دیا۔" سعدیہ نے کمال فاروقی کو چونکانے کے لیے کہ وہ اب پہلو بدلیں اور ان سے معاملہ سمجھیں بڑے تیکھے لہجے میں پورا پیراگراف پڑھ دیا۔

"ہاں تو غلط نہیں کہہ رہیں، بچی کا تماشا تو بنا ہے اور اس کی ذمہ دار بھی تم ہو۔" کمال فاروقی یہ کہہ کر رکے نہیں، اپنے بیڈروم کی طرف تیزی سے بڑھتے چلے گئے، انداز ایسا تھا کسی نے پکڑ کر کھینچا تو ہی رکیں گے سعدیہ کو تو زندگی میں ان کی انا نے باندھ کر جکڑ کر رکھا تھا۔ غلطی ماننے کی تو عادت ہی نہیں تھی ان کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا تھا جو الزامات کی سیاست کرتے ہیں۔

وہ گنگا نہائیں اور اس کے بعد گنگا ہی سوکھ گئی۔

"میرے ساتھ زیادتی کی میں نے اس پر ری ایکٹ کیا اور یہ نیچرل تھا۔ کسی کے ساتھ بھی یہ سب ہوتا تو وہ یہی کرتا جو میں نے کیا تھا۔" وہ ہٹ دھرمی سے سوچتی، خود کو بے قصور قرار دیتی اپنے سیل فون پر کسی بیسٹ فرینڈ کا نمبر

سرچ کرنے لگیں جو دانیال کے لیے دو تین بہت اچھے گھرانوں کے رشتے بتا چکی تھی۔

❁......❁......❁

ڈائننگ ٹیبل پر مانو آپا پیاری کے برابر بیٹھی ہوئی تھیں، دانیال مرکزی نشست پر براجمان تھا، دانیال مانو آپا اور پیاری کے مقابل بیٹھا ہوا تھا۔ عالی جاہ نے بھی اپنا ڈنر کینسل کردیا تھا اور سب کے ساتھ براجمان تھا۔

''یہ دم کا قیمہ لو یہ کیا چاول کے دو نوالے پلیٹ میں ڈال کر بیٹھ گئیں۔'' مانو آپا نے ڈش پیاری کے سامنے رکھتے ہوئے پیار بھری جھاڑ بھی پلائی، پیاری کے لیے تو دو نوالے چاول کھانا ہی بہت بڑا کام تھا الٹے ہاتھ پر عالی جاہ...... سامنے دانیال۔ کھانا کیا تھا احساسات کی دنیا میں گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا البتہ عالی جاہ اپنی طبیعت کے موجب بہت دل لگا کر ڈنر کررہا تھا دل کو ایک راحت سی تھی ایک پری وش مہ جبیں، اس دستر خوان کی سب سی بڑی زینت تھی۔

بھرپور جذباتی زندگی کا شعور رکھنے والا مرد ایسے ماحول میں ایک ایک نوالے سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وسیع دستر خوان، محل سرا، ٹھنڈی خواب گاہیں، دلی اجاڑنے کی حجت بنتی ہیں۔ عالی جاہ کا مزاج ویسے ہی شاہانہ تھا، دل پھینک بھی تھا مگر پیاری کے حسن میں جو وقار و جاہ و جلال تھا اس نے عالی جاہ جیسے لاابالی بندے کو بھی جامے میں رکھا ہوا تھا۔ دوئم ماں کی موجودگی کے احساس نے بھی برتن میں رکھا ہوا تھا۔ دانیال اور پیاری کے ہاتھ ایک ساتھ پانی کی بوتل کی طرف بڑھے تھے۔ یہ یکسوئی، یک رنگی، یکساں عمل...... چغلی کھا رہا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے بڑی خاموشی سے ہمکلام ہیں کمال کی خیال آرائیاں سرگرداں ہیں۔

الفاظ...... جو خیال کی بندش کرتے ہیں بے حیثیت تھے۔ کیونکہ جو کچھ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے وہ الفاظ کے پیمانوں سے زائد تھا دانیال پانی کی بوتل سے دست بردار ہوا مگر اس نے اب پیاری کی خجالت کو مٹانے کی کوشش کی اور اس کے گلاس میں خود پانی انڈیل دیا بظاہر یہ عمل مہذبانہ اور معمولی تھا۔ مگر بھرا گلاس ہونٹوں تک آتے آتے بہشتی مشروب میں تبدیل ہوگیا پینے پلانے کے عمل میں اصل دھوم تو ساقی کی ہوتی ہے۔

پیاری دانیال کی وارفتگی، بے ساختگی معذرت بھری نگاہیں سب محسوس کررہی تھی مگر...... نسوانی پندار ہر نفسانی خواہش پر یوں حاوی تھا جیسے سورج کی روشنی ہر شے پر غالب اور یکساں طاقت سے پڑتی ہے۔

مجھے کیا سمجھتا تھا؟ کیسے سوچ لیا تھا؟ بھائی سے دھیان لمحہ بھر کو ہٹتا تھا تو یہ الفاظ اس کی روح کو بدروح بن کر نوچنے کھسوٹنے لگتے تھے۔

''یار فوروہیل آئی ہے میرے پاس دیکھنے والی شے ہے آنا چاہو تو کل شوروم آجاؤ۔'' شکر خورا شکر پر گرتا ہے عالی جاہ نے پیاری کو متاثر کرنے کے لیے اپنی فطرت کے مطابق بات چیت شروع کی۔

''فوروہیل تو پاپا اس وقت دلا رہے تھے جب میں اے لیول میں تھا مجھے تو وہیل فوروہیل کا مسئلہ نہیں ہے۔ چلتی کا نام گاڑی اور گاڑی بس چلتی رہنا چاہیے۔'' دانیال نے سلاد کی پلیٹ سے کھیرے کا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے لاپروائی سے جواب دیا۔

''یار زیرو میٹر سمجھ لو آدھی سے بھی کم قیمت میں مل رہی ہے۔ صرف پچیس لاکھ۔''

''توبہ...... پچیس لاکھ تھوڑے ہوتے ہیں...... صرف پچیس لاکھ کیا وقت آگیا ہے پچیس لاکھ بھی صرف ہوتے ہیں۔'' مانو آپا بڑبڑائیں۔ طبعاً سادہ مزاج تھیں گھریلو امور میں خوش رہنے کی عادت تھی گھر اور گھر والوں کے علاوہ سوچنے کی عادت نہ تھی کاروباری باتیں پہلی بار ان کے سامنے ہورہی تھیں شوہر مرحوم بھی کاروباری معاملات گھر تک نہیں لاتے تھے۔

تیس سال پہلے کی گریجویٹ تھیں مگر ٹیکنالوجی میں برپا ہونے والے انقلاب میں کچھ زیادہ دلچسپی نہ لی ان کی کچھ اسمارٹ سی فرینڈز انہیں فیس بک ٹوئٹر اکاؤنٹ، واٹس

اپ استعمال کرنے پر زور دیتی تھیں کہ بہت سہولت ہو جاتی ہے تو وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر کہتی تھیں۔

"میری طبیعت اور طرح کی ہے ان چیزوں پر مائل نہیں ہوتی، ہزار دو ہزار درود شریف پڑھ لیتی ہوں تو روح خوش رہتی ہے۔" بیٹا جدید دور کے تمام تقاضے اس طرح پورے کرتا تھا گویا کہیں ڈھیلا پڑا تو تاوان ادا کرنے پڑیں گے۔

صرف پچیس لاکھ میں صرف اس لیے استعمال ہوا تھا کہ لڑکیاں لاکھوں کی باتیں کرنے والے کے منہ سے لاکھوں کے ساتھ صرف سن کر بے حد متاثر ہوتی ہیں۔ عالی جاہ کا علم اور اڑان بس اتنی ہی تھی کہ لڑکی، اسٹائل، شغل اور پیسے پر مرتی ہے۔ اسی لیے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی خو تھی۔ اتنا شاندار اور رنگین ڈنر اور وہ بھی اپنے گھر میں ایک پیاری سی لڑکی جس کی حیاء اور احتیاط ہی اس کی ساری سج دھج تھی سارے ماحول میں رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

دانیال بہت زیر بار تھا جس کو وہ اپنے سائے کا پردہ دینے کا خواہش مند رہا آج اسے کوئی اور دیکھ کر بھی خوش ہو رہا تھا۔ وہ جلد سے جلد اس صورت حال سے چھٹکارا پانے کے لیے بے چین ہونے لگا کھانے سے زیادہ اس کی توجہ اس تنہائی پر تھی جو میسر آتے ہی اس کی پناہ گاہ بنتی اور وہ سوچتا کہ اس روحانی اذیت سے چھٹکارے کے لیے کیا راستہ نکالا جائے۔

عالی جاہ کی چہک، خوش مزاجی...... غیر ضروری آؤ بھگت......صرف لاکھوں کی باتیں اسے لاشعوری طور پر اندیشہ مند کر رہی تھیں۔ یہاں پیاری کیسے رہے گی؟ یہ اس کا مزاج نہیں اسے بہت جلد کچھ کرنا ہوگا۔ کیا کرنا ہوگا واضح کچھ بھی نہیں تھا۔

"پھوپو آپ کے ہاں تو سب کاموں کے لیے ملازم ہیں میں کب تک اس طرح فارغ بیٹھی رہوں گی کچھ تو کرنا چاہیے۔" اگلے دن جب دن چڑھ گیا اور پیاری کتابیں پڑھ پڑھ کر اکتا گئی تو مانو آپا سے کچھ سوچ کر اپنے احساسات بیان کرنے لگی۔

"اتنا بڑا گھر پڑا ہے، جو کام سمجھ آئے کر ڈالو، میں تمہیں منع نہیں کروں گی۔" مانو آپا نے پیاری کے سر پر بڑے شفیق انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"پھوپو...... میں سوچ رہی ہوں کسی پرائیویٹ اسکول میں جاب کرلوں اور نرسری، پریپ کے بچوں کو پڑھاؤں۔ بچے بہت نیچرل ہوتے ہیں ان کی کمپنی سے زیادہ دلچسپ کمپنی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔" پیاری نے وضاحت سے اپنی خواہش کی بنیاد بھی بتائی۔

"اللہ نیک نصیب کرے، آمین...... بات تمہاری بالکل ٹھیک ہے بچے ہی تو اس زمین کی بہار ہیں اب میں تمہیں اپنی بیٹی سمجھ کر ایک بات بتاؤں جو کسی غیر کو تو آج تک نہیں پتا چلی، جن کو پتا تھے وہ بے چارے دنیا سے چلے گئے یا ادھر اُدھر ہم سے گم ہو گئے۔" مانو آپا کا لہجہ یکلخت بہت سنجیدہ ہو گیا۔

پیاری ہکا بکا تکنے لگی دل ذرا سا گھبرایا۔ خدا معلوم کیا راز کی بات کرنے جا رہی ہیں۔

"میرا نکاح سترہ سال کی عمر میں ہو گیا تھا مگر رخصتی سے بائیس دن پہلے میرے شوہر کی ایک ایکسیڈنٹ میں ڈ-یتھ ہو گئی۔"

"رخصتی سے پہلے۔" پیاری کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔

"آگے تو سنو۔ اس کے بعد دو تین سال تک تو کوئی ڈھنگ کا رشتہ نہ آیا پھر میرے والد کے ایک شاگرد سے میرا رشتہ طے ہوا۔ وہ منگنی کے بعد ہالینڈ چلے گئے، دو سال تک یہی سنتے رہے کہ آج آ رہے ہیں، کل آ رہے ہیں پھر ایک دن خبر آئی کہ انہوں نے وہیں شادی کرلی۔"

"اوہ......!" اب پیاری نے زبردست قسم کی ہمدردی کی لہریں اپنے اعصابی نظام میں دورہ کرتی محسوس کیں۔

"تیسری جگہ رشتہ ہوا تو پتا چلا کہ وہ لالچ میں اندھے ہو رہے ہیں۔ سلامی میں اس زمانے کے لحاظ سے جو کار مانگی وہ تو سرکار اے سی، ڈی سی کو دیا کرتی تھی۔ میرے والد مرسڈیز بھی دے سکتے تھے مگر انہوں نے فوراً فیصلہ کرلیا کہ میں اپنی بیٹی کسی غریب کو دے دوں گا لالچی کو نہیں دوں گا

اس کے بعد میں نے اپنی ماں سے کہہ دیا کہ اب آپ لوگ میری شادی کی کوئی بات نہ کریں۔ میری چھوٹی بہنوں کی شادیاں ہوچکی تھیں ماشاء اللہ آج بھی بہت اچھی زندگی گزار رہی ہیں امریکہ میں بسے زمانے ہوگئے وہیں بچوں کی شادیاں کر رہی ہیں۔ جب آخرکار میری شادی ہوئی میری بہنوں کے بچے پوتے قد کے ہو رہے تھے۔"

"آپ کی شادی مگر آپ نے تو شادی سے انکار کردیا تھا۔" پیاری کی زبان پھسل گیا۔

"پینتیس سال کی عمر میں میری شادی ہوئی شادی کے چھ سال بعد ایک بیٹا ہوا ظاہر ہے اتنی عمر ہوگئی تھی اللہ نے ایک بھی دے دیا تو اس کا بہت احسان ہے۔" مانو آپا پیاری کا سوال نظر انداز کرکے اپنی دھن میں بولتی چلی جارہی تھیں۔

"پھر آپ کیسے شادی کے لیے مانیں؟" پیاری نے انہیں سانس لیتا دیکھ کر پھر اپنا سوال دہرا دیا۔ کیونکہ اس وقت وہ صریحاً مانو آپا کے ماضی میں سرگرداں تھی اور بہت دلچسپی سے ایک ایک لفظ سن رہی تھی۔

"بس اپنے اسی پیارے بھائی کی خاطر مجھے اپنا فیصلہ بدلنا پڑا کمال نے صاف کہہ دیا تھا جب تک آپا کی شادی نہیں ہوگی میں بھی شادی نہیں کروں گا۔ میں نے سوچا میں اپنی وجہ سے اپنے بھائی پر خوشیوں کے دروازے کیوں بند کروں؟ ماں باپ بھی ساتھ چھوڑ کر جنت مکانی ہوئے بھائی کا مجھے ہی سوچنا تھا بیٹا۔" مانو آپا نے دم بخودسی پیاری کا گال چھو کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی......جی......!" پیاری جلدی سے گویا ہوئی آخر کچھ تو کہنا تھا۔

"پھر عالی جاہ کے باپ سے میری شادی ہوگئی۔ پورے بیس برس بڑے تھے مجھ سے۔" مانو آپا گویا چشم تصور میں اپنے مرحوم شوہر کو دیکھ رہی تھیں، بہت اچھے تاثرات تھے۔

"بیس سال۔" پیاری کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

"ہوں......دوسری بیوی تھی میں۔" مانو آپا بہت نرم اور دھیمے انداز میں گویا ہوئیں۔

"د......د......دوسری......یا اللہ۔" پیاری کو پھر زور کا جھٹکا لگا۔

"ہاں ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اولاد کوئی نہیں تھی لوگوں سے سنا انہیں اپنی مرحومہ بیوی سے پیار نہیں عشق تھا پندرہ برس ان کی یاد میں گزار دیے پھر ماں بہنوں کے بہت کہنے سننے پر آخرکار شادی پر رضا مند ہوگئے میرا نصیب ان کے ساتھ لکھا تھا آہ......" مانو آپا کی بات مکمل ہوئی اور انہوں نے گہری سانس لی۔

"آپ......آپ سے بھی اپنی مرحومہ بیگم کا ذکر کیا ہوگا آپ کو سن کر کیسا لگتا تھا؟" پیاری نے جانے کیوں پوچھ لیا تھا۔

"کچھ بھی نہیں محبت کا عالم تو اللہ جانے مگر خیال بہت رکھا کبھی وہ بچی آواز سے بات نہیں کی پیسہ بہت تھا اور دل بھی تھا شاہ خرچ تھے آرزوؤں، فرمائشوں کی نوبت ہی نہیں آئی، ہر شے سوچ سے پہلے موجود......اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، یہ سارا قصہ سنانے کی اصل وجہ یہ تھی کہ میں تمہاری تنہائی، آزمائش اور روحانی اذیت کو بہت اچھی طرح محسوس کرسکتی ہوں اور تم جو معصوم بچوں کو پڑھانے کا سوچ رہی ہو، اس کا بھی مجھے اندازہ ہے بہت بھلا انتخاب ہے۔ عالی جاہ سے پہلے دنیا میرے لیے بانس کا جنگل تھی بیٹا عالی جاہ گود میں آیا تو مجھے لگا میں آج ہی دنیا میں آئی ہوں آج ہی پہلی بار ٹوٹ کر خوشی برسی ہے بانس کا جنگل باغ بن گیا۔ بچے ہی تو فطرت سے قریب کرتے ہیں۔ سو کی ایک بات سچی خوشی یا تو نیکی کرنے سے ملتی ہے یا پھر معصوم بچوں کے بیچ۔" مانو آپا نے قطعیت کے ساتھ کہا۔

"مگر میں کسی اور طرح سے سوچ رہی ہوں۔" قدرے توقف کے بعد انہوں نے پیاری کی طرف دیکھا۔ پیاری کچھ بولی نہیں بس سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تمہاری وقت سے شادی ہوجائے تو اپنے بچوں کے

ساتھ پو کھیلو لوگ سمجھتے ہیں چراغ فانوس سے روشنی ہوتی ہے میں کہتی ہوں پھولوں سے بھی روشنی ہوتی ہے۔ آج کل کے فیشن ایبل لوگ کم بچے خوش حال گھرانہ، توبہ استغفار قرآن میں اللہ صاف صاف کہہ رہا ہے تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی۔ میں تو اللہ سے دعا کرتی ہوں، یا اللہ عالی جاہ کو پانچ چھ بچے تو ضرور دینا میرے عالی جاہ کا گھر بچوں سے بھر دے میرے مالک۔''
مانو آپا نے بے ساختگی کے عالم میں آنچل پھیلا کر باقاعدہ دعا بھی کرڈالی۔
''پانچ چھ......!'' پیاری پانچ چھ بچوں کا تصور کرنے لگی کہ ان کی ماں کو تو شاید سر کھجانے کی فرصت بھی نہ ملے گی۔
معاً اسے خیال آیا یہ اس کے ساتھ بچوں کی باتیں کرتے کرتے مانو آپا عالی جاہ کے پانچ چھ بچوں کی دعائیں کیوں کرنے لگیں۔
''اللہ تمہیں جلد اپنے گھر کی خوشیاں نصیب کرے، تم اپنے بچوں کے ساتھ ہر خوشی مناؤ، آمین۔'' عالی جاہ کے پانچ چھ بچوں کے بعد اسے اپنے گھر کی دعا ملی، مگر پیاری کی اتنی استطاعت نہیں تھی کہ قرطاس پر مندرج الفاظ کے بین السطور پر بھی غور کرے۔
''تم کل میرے ساتھ چلنا میری ایک پرانی دوست بیس سال سے اپنا اسکول چلا رہی ہے جانے پہچانے لوگوں میں بیٹھو گی تو مجھے بھی تسلی رہے گی تم مشہود کی امانت ہو، کوئی گھڑی جاتی ہے اور تمہارا بھائی آتا ہے ان شاء اللہ۔''
گویا اتنے سارے قصے واقعات کا تعلق ایک اجازت نامہ سے بندھا ہوا تھا پیاری کو اس احساس سے عجیب سی طمانیت محسوس ہوئی کہ اب وہ مصروف ہونے جارہی ہے فضول خیالات سے بچنے کا یہی ایک دانشورانہ فیصلہ ہے۔
''آپ کا بہت بہت شکریہ پھوپو۔ آپ بہت اچھی ہیں۔'' پیاری دفورِ جذبات میں اتنا ہی کہہ پائی۔
''بس بیٹا اللہ کی توفیق ہے چہ پدی چہ پدی کا شوربا۔'' مانو آپا نے عاجزی و انکساری سے کہا۔
''بوا کی طرح اردو بولتی ہیں پھوپو، پیاری اب کھلے دل اور آزاد ذہن سے سوچ رہی تھی۔

***

''مصروفیت اچھی چیز ہے، مگر اس کے بھائی کی اپنی فیکٹری ہے وہ ادھر بزی کیوں نہیں ہوتی دوسروں کی غلامی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' عالی جاہ لیٹ ناشتہ کرتا تھا اس کا بریک فاسٹ ہی لنچ ہوتا تھا مانو آپا اپنے سامنے ناشتہ کراتی تھیں روز اس کے ناشتے پر کچھ نیا ہوتا تھا۔
فریش جوس تو ایک مقررہ وقت پر اس کے بیڈ روم میں ہی پہنچ جاتا تھا اس کے بعد وہ بہت اہتمام سے تیار ہوکر ناشتے کی میز پر آتا تھا۔ دانیال کے دل کو جو بے قراری لگی تھی اس نے صبح ہوتے ہی پھر مانو آپا کے گھر کی طرف دھکیل دیا تھا اندر قدم رکھتے ہی اس نے عالی جاہ کا تبصرہ سن لیا تھا کھڑے کھڑے دل کو کچھ ہوا۔
''پیاری اب عالی جاہ کا موضوع بن رہی ہے عالی جاہ کون ہوتا ہے کہ پیاری کے معاملات پر خیال آرائی کرے۔''
''السلام علیکم۔'' اس سے پیشتر عالی جاہ کے منہ سے کچھ اور سن لیتا اس نے بلند آواز سے سلام کیا۔
''وعلیکم السلام۔'' مانو پھوپو کے جواب میں بلا کی گرم جوشی تھی۔
''آؤ...... دانیال ناشتہ کرو۔'' عالی جاہ نے بھی مشینی انداز میں تکلفات نباہے کہ ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہی شوروم پہنچ جاتا تھا۔ رابطے میں متوقع لوگوں کے نام ذہن میں آجاتے تھے اس کو یہ کہنا ہے اسے یہ بتانا ہے بینک فون کرنا ہے دماغ چک پھیریاں کھا رہا ہوتا۔
''میرا تو لنچ ٹائم ہونے والا ہے۔'' دانیال نے ڈائننگ میں داخل ہونے کا تکلف ہی نہیں کیا، لاؤنج کے صوفے پر ہی ڈھیر ہوگیا اور بے قرار نگاہیں اِدھر اُدھر دوڑائیں، مگر منظر پر صرف عالی جاہ اور مانو آپا تھے۔
''اماں...... دانیال کے لیے لنچ پر بٹیریں فرائی کرالیں۔'' عالی جاہ اسی طرح میکانکی انداز میں جلدی جلدی چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"توبہ اس سڑی گرمی میں بٹیریں، یہ تو انگارے پیٹ میں ڈالنا ہوا۔" مانو آپا کو بٹیروں کے نام سے پسینے آنے لگے۔

"اگلے وقتوں میں گرمی سردی کے کھانے ہوتے تھے اب تو جو ہاتھ لگے پیٹ میں ڈال لو، گرمی میں فش سردی میں کڑھی، سب چل رہا ہے۔"

"سوری آپ لوگ کسی سیریس ٹاپک پر بات کر رہے تھے لگتا ہے میں نے مداخلت کی ہے۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" عالی جاہ نے آملیٹ فورک سے کھاتے ہوئے عجلت بھرے انداز میں کہا۔

"پیاری اسکول میں پڑھانا چاہتی ہے، بات دل کو بھی لگتی ہے خالی بیٹھنے سے تو الٹی سیدھی سوچ تنگ کرتی ہے، اچھا ہے مصروف ہوجائے گی۔ اللہ اس کے بھائی کو خیریت سے گھر لائے آمین۔" مانو آپا اپنے کام بھلا کر دانیال کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔

لفظ غلامی جو ذہن میں کسی پن کی طرح چبھ گیا تھا وضاحت کے بعد خود ہی سکون میں آ گیا۔ مگر زیر موضوع شخصیت کی نہ آہٹ تھی نہ امکان کہ اس وقت کیا کرتی ہوگی، جس کی ایک جھلک کی خاطر سو کی اسپیڈ سے کار بھگا کر لایا وہ تو یوں ترسا رہی تھی گویا دشمن کے ہتھے چڑھے مجرم کو بوند بوند پانی سے ترسایا جا رہا ہو۔

"تم کیا کہتے ہو، کوئی حرج تو نہیں؟" مانو آپا نے روا داری کے ضمن میں صلاح لی تھی آخر اس گھر کا رستہ دکھانے والا تو دانیال ہی تھا۔ یہ ہیرا اسی کے توسط سے تو ہاتھ آیا تھا۔

"اماں یہ پیاری کا پرسنل میٹر ہے آپ دانیال کو کیوں بیچ میں لا رہی ہیں۔" عالی جاہ نے ٹشو پیپر سے ہاتھ منہ پونچھے اور کھڑا ہو گیا۔

عالی جاہ پیاری کا نام لے رہا تھا اس کے لہجے میں وہ سب تھا جو کسی اپنے کے لیے متعین ہوتا ہے۔ دل کسی تیرہ وادی میں لڑھکتا چلا گیا بظاہر کچھ برا نہیں ہوا مگر لگا کچھ اچھا بھی نہیں۔

"او کے باس۔" عالی جاہ نے دانیال کی طرف مصافحے

کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ انداز ایسا تھا گویا کرسی کے نیچے چھپی ہوئی بلی کی طرف اشارہ کررہا ہو۔ گھیکوار کے پودے کی طرح جس کی شاخ میں خم ہی نہیں ہوتا نہ لچک ہوتی ہے دانیال نے چھونے کے انداز میں اس کا ہاتھ تھام کر چھوڑ دیا۔ دل پرخوانخواہ کی کدورت کے بادل جو چھا گئے تھے۔

پیاری کھانا چھوڑ کر صرف چائے پی رہی تھی اس عمل میں ایک عجیب سا پردہ تھا وہ کسی طرف متوجہ نہیں تھی کیونکہ وہ چائے پی رہی تھی۔ عالی جاہ نے سب کی نظر بچا کر ایک نظر پیاری کو دیکھا، اس لیے کہ جوان لڑکی تھی خوب صورت طرح دار، باوقار تھی کیسے نہ دیکھتا۔

''اللہ حافظ اماں...... دعا کیجیے گا، منان ٹھیکیدار کی لینڈ کروزر نکل جائے۔'' یہ کہتا ہوا نکل گیا۔

''اے ہاں، اماں کو کاروبار میں الجھا دو، مجھے اور کام نہیں ہیں۔'' مانو آپا نے شگفتہ انداز میں کہا تھا الفاظ کچھ تھے مگر انداز ایسا تھا گویا کو بازو سے پکڑ کر منان ٹھیکیدار کی لینڈ کروزر کا سودا کرائیں گی عالی جاہ کے جاتے ہی پیاری نے بھی کپ رکھ کر نشست چھوڑ دی۔

دانیال کے لیے اس کا یہ عمل غیر متوقع تھا یوں دیکھتا رہ گیا گویا دونوں ہی کبوتر اڑ گئے اور نور جہاں خالی ہاتھوں کو دیکھتی رہ گئی۔

۞......۞......۞

پیاری نے کمرے میں آ کر دیر بعد کھل کر سانس لیا۔ محبوب کبھی سابقہ نہیں ہوتا...... شوہر ضرور ہوسکتا ہے خوانخواستہ شکر رنجیاں، دل شکستگی رابطے مزید گہرے کردیتی ہے خیال دشمن جاں سے ہٹتا ہی نہیں۔ یوں بھی دوستی سے زیادہ دشمنی میں دم ہوتا ہے دونوں کیفیات کا تعلق کا ہی عکس ہوتی ہیں ایک سکے کے دو رخ دوستی میں دماغ کو زیادہ کام نہیں کرنا ہوتا۔ مگر دشمنی میں کام بہت نکلتا ہے۔ عشق سکون کا دشمن اس لیے آٹھ پہر کام ہی کام، عشق نیند کا دشمن جاگتے رہو، اندازوں میں کھیلتے رہو۔ شاید یوں ہوجائے، شاید وہ ہوجائے، شاید آجائے، شاید نہ آئے، اگر آجائے تو گریز کی ادائیں، نہ آئے تو غضب کی قربتیں۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

وہ ابھی گھر میں ہی تھا اور وہ اٹھ کر چلی آئی مگر دل کی بے قراری کمال ہوگئی۔

اٹھ کر تو آ گئے ہیں تیری محفل سے مگر
یہ دل ہی جانتا ہے کس دل سے آئے ہیں

میں تم سے خفا ہوں، بس اب سارے کام چھوڑ دو اور غور کرتے رہو کہ میں تم سے کیوں خفا ہوں۔ سوچتے رہو مجھے اس لیے کہ میں جو سوچتی ہوں ٹھکرا دیا ہے مگر دھیان ہٹتا نہیں۔ اس لیے کہ اس دل میں تمہارے سوا نہ کوئی تھا نہ ہوسکتا ہے۔ اپنے کٹھور پن پر اپنی ہی آنکھیں بھیگ گئیں۔ یا محبت کا اعجاز تھا آنکھیں کسی کی ...... آنسو کسی کے؟

۞......۞......۞

''دیکھو کمال، سوکی ایک بات پرائی بچی کو زیادہ دیر اس طرح نہیں رکھا جاسکتا۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسے پرندے کے پر بھی باندھ دیے ہوں اور پنجرے میں بھی ڈال دیا ہو۔'' مانو آپا نے کمال فاروقی سے خصوصی وقت مانگا تھا ضروری بات کرنا تھی وہ اپنے کام پینڈنگ میں ڈال کر بہن کی پکار پر دوڑے چلے آئے۔

''آپ نے کیا سوچا ہے جو میرے اختیار میں ہوگا وہ ضرور کروں گا آپ بے فکر رہیں۔'' کمال فاروقی کو مکمل اعتماد تھا کہ مانو آپا اگر کچھ کریں گی تو بہت خلوص اور سمجھداری سے کریں گی وہ ہمہ تن گوش تھے۔

''دیکھو کمال میں نے عالی جاہ سے ابھی کوئی بات نہیں کی نہ اشاروں میں نہ کھل کر اس لیے کہ جب رشنا کے لیے گئی تھی تب بھی وہ کچھ نہیں بولا تھا بہت پوچھا تھا کہنے لگا اماں آپ جو کریں گی اچھا ہی سوچ کر کریں گی۔'' کمال فاروقی فوراً سے پیشتر مانو آپا کا مدعا سمجھ گئے کیونکہ گفتگو کے دوران اچانک رشنا کا ذکر آیا تھا۔

موضوع خود بخود واضح ہوگیا پیاری کی فکر رشنا کا ذکر...... دل کو کچھ ہوا جو سمجھ نہ آیا۔ یوں جیسے سودا سمجھ نہ آیا تو

واپس رکھ دیا لیکن دیر تک سوچ ساتھ رہی طے ہوجاتا تو اچھا تھا چیز اچھی تھی مگر درمیان میں ایسا کچھ ہوا کہ دست برداری کا فیصلہ کرنا پڑا۔

''کوئی زیادہ لمبا چوڑا چکر نہیں پیاری کی رضا مندی مل گئی تو سادگی سے نکاح اور ہفتے بعد عالی جاہ کی پسند کی جگہ پر ولیمہ آخر ساری زندگی لوگوں نے بلایا اور ہم گئے ایک ہی ایک بچہ ہے ولیمے میں تو سب کو بلانا پڑے گا۔'' کیا بات تھی مانو آپا کی مختصر ترین وقت میں مدعا بھی فیصلہ بھی کمال فاروقی ضرور الجھتے اگر مانو آپا یہ نہ کہہ دیتیں کہ پیاری کی رضا مندی مل گئی تو۔

پیاری رضا مند ہوجاتی ہے تو یہ کرائسس تو ویسے ہی اپنی موت مر جائیں گے آج جس گھر میں پناہ گزیں ہے یہی اس کا مسکن بن جائے گا آج کا ٹھکانہ کل کا آشیانہ۔ اس سے زیادہ اچھی بات کیا ہوسکتی ہے۔ سعدیہ نے ایک سیدھی سی بات کو عالمی ایجنڈا بنادیا تھا مانو آپا نے تو جیسے دال بگھاری تھی چھن من چھن من اور بس...... کام ختم......

''اللہ آپ کو اس نیکی کا اجر دے آپا یہ بہت بڑا فیصلہ تھا اور آپ نے بڑے آرام سے کرلیا۔''

''کمال...... یہ زندگی ایک اچھو کی محتاج ہے پل میں اِدھر اُدھر ہوجاتا ہے انسان...... کفن دفن میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔ سانس کی ڈور پلک جھپکتے ٹوٹ سکتی ہے آج مرے کل دوسرا دن جو کرنا طے ہوجائے تو اگر مگر کیسی؟'' مانو آپا در حقیقت کچھ کر جانے کے موڈ میں تھیں۔ کمال فاروقی کے پاس اپنی کوئی بات تھی ہی نہیں جو تبادلہ خیال کی نوبت آتی، سعدیہ سے نمٹنے میں ہی زمانہ لگ جاتا۔

''اگر پیاری راضی ہوجاتی ہے تو یہ بہت اچھا فیصلہ ہے۔'' کمال فاروقی خیال کے جنگل میں اٹکتے بھٹکتے منطقی جواب تک پہنچے۔

''اللہ تمہیں خوش رکھے آمین۔''

''دانیال بچہ ہے اور یہ بات بہت ذمہ داری کی ہے تم سے کرنا ضروری تھی آج میں پیاری سے اس موضوع پر سکون سے بات کروں گی اگر اسے کوئی اعتراض نہیں تو پرسوں جمعہ ہے عصر مغرب کے درمیان نکاح ہوجائے گا۔''

''ٹھیک ہے آپا آپ چاہیں تو دانیال کو خود بتادیں یا میں بتادوں گا۔'' کمال فاروقی کی کیفیت ابھی بھی اس طرح تھی جیسے ہزار کا نوٹ رکھ کر بھول گئے ہوں اور مسلسل سوچ رہے ہوں کہاں رکھا تھا۔ بار بار دھیان دانیال کی طرف چلا جاتا تھا۔ خون کے رشتوں کو روحانی رابطے جوڑ کر رکھتے ہیں۔ خیال ذہن میں ابھرتا ہے دوسری طرف دل میں اترتا ہے دانیال کے دل میں کیا ہے۔

''اتنا انوالو ہے کہیں پیاری کو پسند تو نہیں کرتا۔'' بیٹے کا عالم تصور خیال کی روشنی کس وقت چھو کر گزرتی ہوگی۔ طیارہ راڈار کی پہنچ سے آگے جاتا ہے تو لاپتا ہوتا ہے۔ بیٹے کی بھاگ دوڑ آنکھوں کے سامنے تھی خیال موجود تھا توجہ نہیں دی وہ الگ بات تھی۔ مگر وہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ دانیال نے کچھ نہیں کہا تھا۔

''آپ کا فیصلہ بہت اچھا ہے ایک پریشان حال بچی کو ریلیف مل رہا ہے یہ تو بہت بڑی نیکی ہے اور ہر اچھے کام میں، میں آپ کے ساتھ ہوں تسلی رکھیں۔'' اب وہ ہر خیال جھٹک کر بہن کی حوصلہ افزائی کررہے تھے۔

❁......❁......❁

پیاری عشا کی نماز سے فارغ ہوئی تو مانو آپا آ گئیں۔ پیاری لپٹی ہوئی چادر اتار رہی تھی، مانو آپا بیڈ پر بیٹھ کر اس کی طرف بہت غور سے دیکھنے لگیں۔ پیاری کو ان کے دیکھنے کا انداز بہت خاص لگا تو وہ نظر چرا گئی۔

''آؤ ادھر میرے پاس بیٹھو بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے۔'' مانو آپا نے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

پیاری کو ضروری بات سن کر اندیشے آنے لگے دل بڑے زور سے دھڑکا کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی کہیں کوئی بے احتیاطی تو نہیں پکڑی گئی، وہ چپ چاپ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ مانو آپا نے بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

''بیٹا عاقل بالغ ہو، آگے پیچھے کوئی نہیں دیکھتا، اپنی

طرف دیکھو، اس وقت تمہیں آنے والے وقت کو سوچنا ہے۔" مانو آپا نے تمہید باندھی۔
"جی۔" پیاری بس یہی کہہ سکی۔
"دیکھو بیٹا عالی جاہ بس اولیول تک پڑھ سکا اے لیول میں داخلے سے پہلے ہی اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا جما ہوا کاروبار تھا نوکروں پر نہیں چھوڑا جاسکتا تھا بچے کو پڑھائی چھوڑ کر کاروبار دیکھنا پڑا۔ بے چارے کے دو سال ویسے ہی ضائع ہوگئے تھے باپ نے اپنے شوق میں اسے کیڈٹ کالج بھیج دیا تھا کہنے لگے کیڈٹ کالج میں پڑھے گا تو نظم وضبط ڈسپلن سیکھے گا مگر اس کا دل نہیں تھا۔ بہت شکایتیں آئیں تو اسے وہاں سے نکالا، اولیول میں ایڈمیشن دلایا۔ انجینئرنگ میں سلیکٹ نہیں ہوسکا تو کامرس میں داخلہ ہوگیا شکر ہے اچھے نمبروں سے پاس ہوگیا۔" پیاری سر جھکائے سن رہی تھی، مانو آپو کے انداز، عالی جاہ کی پروفائل بڑے واضح اشارے تھے جوان لڑکی کی چھٹی حس ان معاملات میں بہت اچھی طرح کام کرتی ہے کیونکہ سمجھ آرہی تھی اس لیے خاموشی کا پردہ تھا۔
"باقی گھر بار، لڑکا سب تمہارے سامنے ہے......"
لو بھئی مدعا کھل کر سامنے آ گیا عالی جاہ کی بات بڑی آسانی سے ہوگئی تھی دانیال کے بارے میں تو پھوپو کو پہلے سوچنا چاہیے تھا منظر پر تو ہر طرف دانیال ہی دانیال تھا پھر اس کی طرف دھیان کیوں نہیں گیا۔ ایک لمبی زقند بھر کر یہ عالی جاہ کیوں سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ مایوسی کی انتہا پر سوچ رہی تھی۔ یوں جیسے اسٹیج ڈرامے کے آخری منظر پر پردہ گرنے کو تھا۔ دل میں اتھل پتھل ہونے لگی زندگی بھر کا سوال تھا ایک دو روز کی بات تو نہیں تھی۔
"پھوپو جب تک مشہود بھائی کا کچھ پتا نہیں چلتا میں اپنی شادی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی مجھے معاف کردیجیے۔" تذبذب کی کیفیت سے نجات پانے کے لیے اسے بروقت جواب سوجھ گیا کیونکہ تذبذب کی حالت میں کبھی اعتماد سے فیصلے نہیں ہوتے۔
"اللہ تمہارے بھائی کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین۔ ثم آمین۔ لیکن بیٹا جوان جہاں لڑکی کی ذمہ داری بہت بڑی ہوتی ہے یہ فیصلہ مجبوری کا نہیں تم مجھے اچھی لگیں اب بیٹے کی شادی کہیں نہ کہیں تو کرنا ہی ہے میں تو کب سے مناسب لڑکی کی تلاش میں تھی تم پہلی نظر میں میرے دل میں اتر گئیں۔ یہاں آ گئی ہو تو میں چاہتی ہوں اب یہی ٹھکانہ تمہارا گھر بن جائے۔ تم بھی زندگی میں بہت سکون محسوس کروگی اپنے گھر کی بات ہی الگ ہوتی ہے۔"
پیاری کو یوں لگا جذباتی لمحات میں ایسا کچھ ہوجائے گا کہ عمر بھر سوچتی رہے گی کہ یہ ہوجاتا وہ ہوجاتا۔ حلق میں گٹھلی سی پھنسنے لگی۔
ہاں کہنا قیامت...... نا کہنا ایک آفت۔ معاً ایک فطری سوال نے کسی گوشے سے سر اٹھایا، بڑی ہمت سے پوچھا۔
"آپ نے اس ٹاپک پر کمال انکل سے بھی بات کی ہے؟"
"لو سب سے پہلے تو اسی سے کی ہے، اس سے بات کیے بغیر تو تم سے بات کر ہی نہیں سکتی تھی اس کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔"
"اعتراض؟" پیاری چونک پڑی۔
ابھی تک دل کی بات باپ تک نہیں پہنچی، پھوپو کو اتنی فکر اور محبتوں کے دعویدار بڑے آرام میں ہیں ان کو تو پھوپو سے پہلے یہ سب کچھ سوچ لینا چاہیے تھا۔
"پھوپو پلیز آپ مائنڈ مت کیجیے گا، آپ مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دیں کیونکہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا کچھ بھی ہوسکتا ہے۔" پیاری نے ہمت کر کے کہہ ہی ڈالا۔
"ہاں...... ہاں کیوں نہیں اچھی طرح سوچ لو، یہ تمہارا حق ہے۔" مانو پھوپو نے بڑے کھلے دل سے کہا۔
(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

سانسوں کی مالا
اقرأ صغیر احمد

مقامِ نور سے آتا ہے ہر کرن کا جواب
دلوں میں جب کوئی روشن سوال ہوتا ہے
وہ انتہائے کرم سے نواز دیتا ہے
مجھے جب اپنی خطا پر ملال ہوتا ہے

اس کے پھنکارتے لہجے میں ایسی ہی کوئی بات تھی۔ اس کا دل لمحے بھر کو دھڑکنا بھول گیا' مارے دہشت کے خون ہڈیوں میں جمتا ہوا محسوس ہوا تھا وہ محض دھمکی نہ تھی۔ اس نے جو کہا تھا وہ کر دکھانے کی بھی اہلیت رکھتا تھا وہ ایسا ہی ظالم وجابر تھا۔

"ابھی جاؤ اور اسی وقت شادی سے انکار کردو نانی جان سے۔" وہ سخت لہجے میں حکم نافذ کررہا تھا وہ خاموش ہی رہی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں میں دیواروں سے نہیں۔" وہ ہونٹ بھینچے خاموش کھڑی رہی۔

"سمجھ نہیں آرہی ہے تمہیں میری بات ایڈیٹ؟ میں تم سے ہی بکواس کررہا ہوں۔ جاؤ اور جاکر نانی جان سے کہہ دو' تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی...... وہ یہ رشتہ ختم کردیں۔" دومنٹ میں ہی وہ آپے سے باہر ہوگیا تھا۔

"آپ خود انکار کیوں نہیں کردیتے؟" اسے ساتھ رہتے ہوئے کئی ماہ ہوگئے تھے اور اس نے ایک دفعہ بھی اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی تھی جو باتیں جو الزام اس سے منسوب تھے۔ یہ درست تھا وہ غصہ ور' تندخو سخت مزاج' کسی پر بھی اعتبار نا کرنے والا بندہ تھا۔ منہ پھٹ اور صاف گو حد سے سوا تھا' ایک بار سنی سنائی باتوں کے زیراثر وہ اس کے کردار سے بدگمان ضرور ہوئی تھی اور آج تک وہ اپنی اس وقت کی سوچ پر شرمندہ تھی۔ اس نے یہی پرکھا تھا وہ بددماغ ضرور تھا مگر بدکردار ہرگز نہیں...... پھر اس سے اتنی بڑی بات کہنے کی جرأت بھی شاید قائم ہونے والے اس رشتے نے دی تھی کہ تقدیر نے اسے ملازمہ سے کزن بناڈالا تھا۔

"وہاٹ...... کیا کہا تم نے...... پھر سے کہنا؟" اس کی جرأت اسے بھی حیران کرگئی تھی۔

"آپ خود اماں بی کو انکار کردیجیے میں انکار نہیں کرسکتی۔"

"کیوں...... کیا وجہ ہے انکار نہ کرنے کی؟" وہ اس کی پشت پر بکھرے سنہرے ریشمی بالوں کو گھورتا ہوا بولا۔

"میں دو خون اپنے سر نہیں لے سکتی' یہاں اماں بی کی ہارٹ کنڈیشن بہتر نہیں ہے اور وہاں میرے ابا زندگی کی ٹوٹتی سانسیں گن رہے ہیں دونوں کی نظریں مجھ پر ہی لگی ہیں' ایسی حالت میں ان کو کس طرح صدمہ پہنچا جاسکتا ہے۔" بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"دیکھو...... تم مجھے ایموشنل بلیک میل ہرگز نہیں کرسکتی' نانی جان کو بہتر علاج کے لیے امریکہ لے جاؤں گا اور رہا سوال تمہارے باپ کا تو مجھے اس شخص سے کوئی سروکار نہیں وہ مرے یا جیئے۔" سفاکیت و بے رحمی اس کے لہجے میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"پلیز...... میرے ابا کے بارے میں ایسے نہ کہیں' وہ آپ کی پھوپو کے شوہر ہیں۔ آپ کے والد کی بہن کے شوہر۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"نہ میں اس عورت سے کوئی رشتہ رکھنا پسند کرتا ہوں جس کی خود پرستی کی خاطر میرے بابا مما اور دادی کو شہر بدر ہونا پڑا اور نہ ہی اس عورت سے وابستہ کسی رشتے کو میں

مانتا ہوں۔"

"آپ مانیں نہ مانیں، رشتے آسمانوں پر بنائے جاتے ہیں اور آج نہیں تو کل ان رشتوں کو ماننا ہی پڑے گا۔" وہ اسی طرح رخ موڑے ہوئے بولی۔

"اس بکواس کا مطلب ہے تم انکار نہیں کرو گی؟ آل رائٹ، انجام کے لیے بھی تیار رہنا۔" وہ غراتا ہوا واپس چلا گیا۔

❀......❀......❀

اماں بی کی دیرینہ خواہش پوری ہونے جارہی تھی حالانکہ ابوبکر نے کسی مرکھنے بیل کی مانند رسی توڑ کر بھاگنے کی ہر ممکن سعی کی تھی اور ہر راہ پر اماں بی کسی اڑیل قصائی کی طرح پہلے ہی راستہ روکے کھڑی تھیں۔ فرار کی ہر راہ مسدود دیکھ کر وہ بپھرا ہوا جنت کی طرف آیا تھا۔ اس کو سو فیصد یقین تھا کہ وہ ڈری سہمی رہنے والی کمزور اور بے ضرر سی لڑکی اس کے کہے پر چلے گی۔ جو وہ کہے گا مانے گی، اس کی بات سے انحراف کرنا اس کے اختیار میں نہیں ہوگا مگر اس کی تمام خوش گمانیاں ہوا میں تحلیل ہوگئی تھیں۔

وہ کمزور اور بے ضرر لڑکی، بہت نڈر و باحوصلہ ثابت ہوئی تھی۔ اس کے ایک دو نہیں کئی بار کہنے کے باوجود وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی اور یہیں سے وہ اس کا دشمن بن بیٹھا تھا کیونکہ اسے یقین تھا۔ نانی جان اس پر اپنا فیصلہ زبردستی نہیں لاگو کریں گی لیکن وہ بہت ہوشیار ثابت ہوئی تھی۔ پروں پر پانی نہ پڑنے دیا تھا، اس نے تہیہ کرلیا تھا اس زبردستی کا مزہ وہ اسے خوب چکھائے گا اس کا ساتھ نہ دے کر جنت نے اپنا مقدر خود خراب کرلیا تھا۔

❀......❀......❀

اکبر کی حالت روز بروز بگڑتی جارہی تھی مگر وہ خود کو سنبھالے ہوئے جنت کی شادی کی تیاریوں میں لگا ہوا تھا۔ شریفہ اور صدف کو جب یہ معلوم ہوا کہ جنت کی ماں کا تعلق امیر کبیر گھرانے سے تھا نیز یہ کہ وہ اماں بی کے ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ اس وقت کو کوس رہی تھیں جب اس کو ملازمت کے لیے وہاں پر چھوڑ کر آئی تھیں اور اس سے بھی زیادہ برا وقت وہ تھا جب وہ اکبر کی باتوں میں آکر اسے اس بڑھیا سے ملانے لے گئی تھی اور یہی اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی اس کو محسوس ہوئی تھی۔ نہ وہ جنت کو وہاں ملازمت دلواتی نہ اس طرح اکبر اور اس بڑھیا کی ملاقات ہوتی (جو جنت کی ماں کی سگی خالہ تھی) پھر نہ ہی اس لڑکی کے نصیب کھلتے، وہ لڑکی جو کسمپرسی و تنگ دستی کی گود میں پلتی آئی تھی، اب اس کے مقدر نے ایسی پلٹی کھائی تھی کہ وہ حقیقتاً نوکرانی سے رانی بننے جارہی تھی۔

اس کی خوشی ان کا غم بنی ہوئی تھی اکبر کا بدلا ہوا رویہ کچھ کہنے کی اجازت نہ دیتا تھا کہ کل تک وہ بیٹی سے جس قدر بے پرواہ بے فکر رہا کرتا تھا۔ اب ایسا بیٹی کا گرویدہ ہوا تھا کہ اس کے سوا کوئی دوسرا اسے دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کی حیثیت ابوبکر کے سامنے آٹے میں نمک کی مانند ہے اس نے جنت سے شادی کی ہامی بھر کر اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے وہ ان کے شایان شان تو نہیں مگر اپنی بساط سے بڑھ کر تیاریاں کررہا تھا۔ اس ہفتے میں ہی نکاح و رخصتی کی ڈیٹ فکس کردی گئی تھی۔ وہ اماں بی کے کہنے پر جنت کو یہاں نہیں لایا تھا ان کی طرح وہ بھی شریفہ اور صدف پر بھروسہ کرنے کو تیار نہ تھا۔ ابھی بھی وہ جنت سے ان کی جلن وحسد کو اچھی طرح محسوس کررہا تھا حالانکہ وہ کئی بار ابوبکر کے خلاف اس کے کان بھرنے کی کوشش کرچکی تھی اور وہ ہر بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتا رہا تھا اور اسے یقین تھا اول تو وہ ایسے گرے ہوئے کردار کا ہوگا نہیں اور دولت کے نشے میں پاؤں ڈگمگا بھی گئے ہوں گے تو جنت جیسی صابر و فہم وفراست کی مالک لڑکی بہت جلد اسے راہ راست پر لے آئے گی پھر جنت کو سہارا دینے کے لیے اماں بی کا بھرپور ساتھ موجود تھا جو ہر دم اس کے ساتھ کھڑی تھیں۔

ابوبکر کی شادی کی خبر رباب بیگم سمیت سب پر ہی بجلی بن کر گری تھی۔ کچھ ماہ سے جو گھر میں ان لوگوں کے درمیان رسہ کشی چل رہی تھی وہ اماں بی کی ایک کال نے ختم کردی تھی کیونکہ انہوں نے حکم دیا تھا۔ ابوبکر کا پورشن

ڈیکوریٹ کروایا جائے وہ اسی گھر میں بارات لانا چاہتی تھیں۔ یہ کام ملازموں کو کرنا اور کروانا تھا سو کام شروع ہوچکا تھا اور ساتھ ہی ان لوگوں کی گپ شپ بھی شروع تھی۔ سب سے زیادہ تجسس ان لوگوں کو ابوبکر کی دریافت ہونے والی کزن کا تھا شام میں وہ چاروں لان میں چائے پی کر فارغ ہوئی تھیں معاً نفیسہ بیگم رباب سے استہزائیہ لہجے میں کہنے لگیں۔

"اللہ ہی جانے کس لڑکی کا نصیب پھوڑنے کا ارادہ کرچکی ہیں اماں بی...... بلقیس کی بیٹی ملنے کا تو ڈھونگ کررہی ہیں' کہیں غریب غرباء میں کوئی لڑکی دیکھ لی ہے ایسے ہی لوگوں میں اس کو لڑکی مل سکتی ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابی...... شریف وعزت دار لوگ کیوں اپنی لڑکی اس جیسے اوباش کو دے کر اس کا مستقبل خراب کرنا چاہیں گے۔"

"اپیا...... یہ سارا قصہ کیا ہے؟ بلقیس کون ہے' کہاں رہی ہے؟" وردہ نے پاؤں ہلاتے ہوئے پرتجسس انداز میں پوچھا۔

"ارے کیا بتاؤں وردہ...... آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ ابوبکر کی پھوپو نے بھی اسی طرح خاندان کی ناک کٹوائی تھی' وہ بھی گھر کے ڈرائیور پر فدا ہوکر اس حد تک پہنچ گئی کہ...... گھر سے بھاگنے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔ باپ تو اس کا پہلے ہی نہ تھا' ماں اور بھائی نے خاندان کی عزت بچانے کے لیے چار لوگوں کو بلا کر اس ڈرائیور کے ساتھ اس کا نکاح پڑھوایا اور ہمیشہ کے لیے ناطہ توڑ لیا تھا پھر بھی لوگوں نے ان کا رہنا وہاں دشوار کردیا اور ان لوگوں کو حیدرآباد چھوڑ کر جانا پڑا تھا اور اب اسی ڈرائیور کی بیٹی کو بہو بنانے کی بات کی جارہی ہے۔" رباب نے بہن کو مزے سے بتایا۔

"بات پھر وہی ہے کہ تمہیں اور اس کی بیٹی کہاں مل گئی؟ جس کو بچھڑے برسوں گزر گئے وہ ملی بھی تو اماں بی کو ہی ملی۔"

"وہ آئیں گی جبھی پتا چلے گا حقیقت کیا ہے؟"

"صاف بات ہے بھابی...... میں ابوبکر کے کسی رسم' کسی کام میں شریک ہونے والی نہیں ہوں۔ اماں بی اور وہ اس گھر میں جس دن بھی قدم رکھے گا میں اسی دن وردہ کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔ میں اور وردہ کس دل سے وہ تماشہ دیکھ سکتے ہیں؟" رباب نے قطعیت بھرے لہجے میں کہا تو وردہ خاموش بیٹھی ادینہ سے ذومعنی لہجے میں مخاطب ہوئی تھی۔

"ادینہ...... کافی اپ سیٹ لگ رہی ہو۔"

"وہ دراصل نیوز ہی ایسی سنی ہے پریشانی تو ہوگی' خیر یہ بتاؤ ابوبکر کی شادی کے فنکشنز اٹینڈ کروگی یا ہماری طرح واک آؤٹ کرجاؤ گی؟" وہ مسکرارہی تھی۔

"میں وہ کروں گی جو مما مجھ سے کہیں گی۔" اس نے خاموش بیٹھی نفیسہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں کیا کہوں گی بھلا' اس معاملے میں ہارون کسی کی سنے گا؟ وہ اس گھر میں شادی کرنے کے ہی خلاف ہے۔" انہوں نے صفائی سے اپنا دامن چھڑایا۔

"ہارون نے ناراضی کا اظہار کیا ہے کیا بھابی؟"

"ایسا ویسا...... وہ اماں بی کو کال کررہا تھا کہ ان کو بھی واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے وہیں اپنے لاڈلے کے ساتھ ہمیشہ کے لیے رہیں۔"

"اور یقیناً خالد بھائی نے کال کرنے نہیں دی ہوگی' وہ چیخ چلا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا ہوگا۔" رباب نے ان کی بات قطع کرکے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"ہاں یہی ہوا ہے تم تو خالد کا مزاج اچھی طرح سے جانتی ہو۔"

"بالکل میں خالد بھائی کے مزاج کو بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں لیکن اب آپ کیا کریں گی۔ ہارون کے دماغ کی گرمی آپ خوب جانتی ہیں وہ جو بات کہہ دے اسے پورا کرکے ہی دم لیتا ہے اور ادھر وہ ابوبکر وہ اس معاملے میں سب سے آگے ہے وہ بھلا ہارون کی بات کو خاطر میں کہاں لائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک جنگ تیار کھڑی ہوگی۔" وہ خوف زدہ انداز میں گویا ہوئیں۔

''اس خوف نے میری راتوں کی نیندیں اڑا رکھی ہیں۔''

''اس کا سیدھا حل یہ ہے کہ آپ ہارون اور ادینہ کو کہیں بھیج دیں نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔''

❀......❀......❀
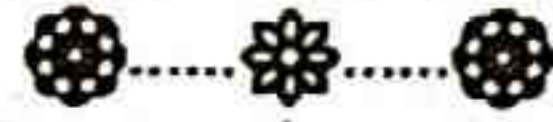
عزت وذلت، نیک وبد، پستی وبلندی سب رب کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کس کو کیا عطا کرتا ہے، اس کا انحصار پروردگار کی مرضی اور ہمارے اعمال پر بھی ہے۔ اس کی ماں نے شاید اس کی پیدائش سے قبل اس کے اچھے نصیب کی دعائیں مانگی ہوں گی شاید وہ اس وقت ٹوٹ کر بکھر گئی ہوگی جب اس پر یہ بھید کھلا ہوگا کہ اکبر کی محبت صرف دولت پانے کی چاہ میں تھی، وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔ اس کو صرف جوئے کی لت سے پیار تھا۔ چند دنوں میں ہی احساس ہوا ہوگا کہ اس نے کیا پایا کیا کھویا؟ ان دکھ بھرے دنوں میں ہی اس نے دعا کی ہوگی اپنی پیدا ہونے والی اولاد کی خوش قسمتی کی، خوش بخت ہونے کی گو کہ ماں کی بدنصیبی کا سایہ بچپن سے اس کے ساتھ رہا تھا اور شاید اب قسمت مہربان ہونا چاہتی تھی یا اس کے نصیب میں اندھیروں کا اضافہ مزید ہونے چلا تھا کیونکہ ابوبکر کے تیور مسلسل بگڑے ہوئے تھے کئی بار اس نے کوشش کی کہ وہ اس شادی سے انکار کردے مگر وہ باپ اور اماں کی دگرگوں حالت کے سبب منہ پر قفل لگا کر بیٹھی رہی تھی۔ اپنی بدلتی تقدیر پر حیرت اسے بھی تھی۔ اماں بی سے اتنی قریبی رشتے دار نکل آئے گی اور دوسری ناممکن بات ممکن یوں بنی تھی کہ اس کا باپ جس نے کبھی شفقت بھری نگاہ اس پر ڈالنا گوارا نہ کی تھی۔ وہ اب اس کی آنکھوں کا تارا بنی ہوئی تھی۔

''تم جب پہلی بار میرے سامنے آئی تھیں جنت، میں تمہیں دیکھ کر سکتے میں آ گئی تھی کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا میری بلقیس میرے سامنے کھڑی ہے برسوں بعد میرا دل عجب انداز میں دھڑکا تھا۔'' وہ اس وقت شادی کی تیاریوں میں مگن تھیں، شوخ رنگوں کے ملبوسات

ان کے سامنے رکھے تھے۔ جیولری بکس بھی رکھا ایک تو لکھا ہار ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ کھوئے کھوئے لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"کیا آپ بہت محبت کرتی تھیں ان سے؟"

"وہ میری جان تھی، بہت چاہا تھا میں نے اسے۔ میری کوئی بیٹی نہ تھی، بیٹیوں والے سارے ارمان میں نے اس پر ہی پورے کیے تھے اور وہ بھی مجھے صابرہ آپا سے زیادہ چاہتی تھی پھر نا معلوم کیسا عشق کا بخار چڑھا اسے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسے ہم سب سے جدا کر گیا تھا۔" ان کے لہجے میں ایک دم نمی اتر آئی اور صدیوں کی تھکن بھی، ہار اسے دے کر وہ نڈھال سی ہو کر لیٹ گئیں۔

"شادی کے بعد رفعت نے کوئی رابطہ نہ رکھا پھر بھی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے آپا صابرہ اور اصغر سے چھپ کر اسے بہت تلاش کیا مگر اس کو نہ ملنا تھا نہ وہ ملی۔" وہ گزرے وقت کو یاد کر کے رونے لگیں۔ جنت بھی دل پر بھاری بوجھ محسوس کر رہی تھی وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگی تھی۔

"محبت نے اسے کیا دیا؟ بغاوت کب سیدھی راہ دکھاتی ہے اس کا انجام بھی وہ ہوا جو ہر اس ذی نفس کا ہوتا ہے جو چمکتی ہوئی چیز کو سونا سمجھ کر بھاگتے ہیں اور پھر کھائیوں میں گر جاتے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے تمہارے روپ میں دوبارہ اس سے مل رہی ہوں۔" انہوں نے اٹھ کر اسے سینے سے لگا لیا اور اندر آتے ابوبکر کا موڈ بری طرح آف ہو گیا تھا کہ وہ کوریڈور سے ان کی باتیں سنتا آ رہا تھا پھر ان کو ایک دوسرے سے لپٹ کر روتے دیکھ کر بھسم ہوا۔

"کس قدر خراب عورت تھی وہ، جو مر کر بھی آپ کو آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے رہی۔" نفرت ہی نفرت تھی لہجے میں۔

"ابوبکر...... شرم کرو کچھ، وہ بڑی تھیں تمہاری۔" جنت اس کے قدموں کی چاپ سنتے ہی ان سے علیحدہ ہوئی تھی اس کی حالت ایسی ہی تھی جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو جبکہ اماں بی نے تنبیہ کی تھی۔

"بڑی...... مائی فٹ انہوں نے جو کیا وہ کرتے وقت شرم کی تھی انہیں۔"

"میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتی مگر رفعت کو کچھ کہنے سے قبل خیال کیا کرو، یہ اس کی بیٹی ہے۔"

"اور آپ یہ جان کر بھی کہ کسی ماں کی یہ بیٹی ہے، اس کو مجھ پر مسلط کر رہی ہیں۔" وہ مار ڈالنے کی حد تک صاف گو تھا۔

"بیٹی جنت...... برا نہیں ماننا ابوبکر حواسوں میں ذرا کم ہی رہتا ہے۔ اچھے و برے صحیح و غلط کی تمیز کرنے کا شعور ابھی اجاگر نہیں ہوا ہے اس میں۔" وہ بھی اس کی نانی تھیں بھڑکنے یا جذبات میں آنے کے بجائے تحمل سے کہہ رہی تھیں اور وہ گہرا سانس لے کر انہیں دیکھتا رہا۔

"میری شکل کیا دیکھ رہے ہو جنت کو ساتھ لے جا کر پسند کی شاپنگ کراؤ۔"

"یہ سب آپ کی مرضی و پسند سے ہو رہا ہے سو آپ ہی اپنے دل کے ارمان پورے کیجیے مجھے معاف ہی رکھیے پلیز۔" وہ کہہ کر واپس چلا گیا۔

❁......❁......❁

ابوبکر کی شادی کی خبر اور انیکسی کی ڈیکوریشن نے ہارون کو ذہنی خلجان میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ اس حد تک ذہنی و دماغی ابتری کا شکار ہو گیا تھا کہ اس نے بیڈ روم کی ہر چیز توڑ پھوڑ کر رکھ دی تھی۔ ادینہ سے جھگڑا کیا، نفیسہ خالد کسی کو بھی خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ اعصابی دباؤ کی زیادتی بے انتہا تھی۔ اس کا ہیجان اس تک بڑھا تھا کہ اسے دماغی امراض کے ہسپتال میں ایڈمٹ کروانا پڑا جہاں ایک ہفتہ ٹریٹمنٹ کے بعد وہ گھر آیا تھا۔ گھر آ کر چند دن وہ دواؤں کے زیر اثر زیادہ تر سوتے ہوئے یا غنودگی میں گزارا کرتا تھا اور جب مکمل ہوش میں ہوتا تو پھر ابوبکر کے حوالے سے ادینہ کو تنگ کیا کرتا تھا اور اس حد تک زچ کر دیتا کہ وہ زبان درازی پر مجبور ہو جاتی اور پھر وہ ہاتھ اٹھاتا، نتیجتاً گھر میں بے سکونی و رونق مفقود ہو چکی تھی۔

سب اپنی جگہ پریشان وفکر مند تھے۔ کسی کو بھی اس مسئلے کا حل نظر نہیں آرہا تھا ادینہ سانس لیتی مجسمہ بن کر رہ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کس طرح زندہ رہے؟ وہ خاموش رہتی تو ہارون الزام لگاتا وہ ابوبکر کی شادی کا سوگ منا رہی ہے۔ ہنستی تو اعتراض ہوتا اسے دھوکہ دے رہی ہے' مسکراتی تو چیختا وہ اس کا مضحکہ اڑا رہی ہے۔ نفیسہ بیگم بیٹے کی دیوانگی دیکھ کر ہک دہک تھیں۔ ہارون ابوبکر کی رقابت میں دن بہ دن ہوش وخرد سے بے گانہ ہوتا جا رہا تھا نہ وہ خودخوش رہتا تھا نہ کسی کو رہنے دیتا تھا۔ اس ساری صورت حال نے انہیں جلد بستر سے لگا دیا تھا کیونکہ اولاد کا دکھ ہر دکھ سے بڑھ کر ہوتا ہے پھر اولاد بھی وہ جس کی جا بے جا خواہشیں آرزوئیں وہ بچپن سے پوری کرتی آرہی تھیں۔ اب بھی اس کے تمام دکھ لے کر اپنی ساری خوشیاں اسے دینا چاہتی تھیں اور وہ تھا کہ سب کے ساتھ ان کو بھی اپنا دشمن سمجھنے لگا تھا یہی غم ان کو گھائل کرنے لگا تھا۔

''خالد...... یہ بیٹھے بٹھائے ہم پر کسی مصیبت آ گئی ہے نہ ہم سکون سے سو سکتے ہیں نہ جاگ سکتے ہیں' نہ کھا سکتے ہیں نہ پی سکتے ہیں۔ ہارون کے رویوں میں دن بہ دن جارحانہ شدت آتی جارہی ہے۔ دوائیں بھی اس پر اثر نہیں کر رہیں۔ وہ ہم سب کے لیے سزا بن کر رہ گیا ہے۔'' نفیسہ ابھی ہارون اور ادینہ کے درمیان ہونے والے جھگڑے کو نبٹا کر آئی تھیں' اپنے روم میں آتے ہی وہ اپنی جلتی آنکھوں پر قابو نہ پاسکی تھیں۔

''سزا...... ہارون سزا بن گیا ہے؟'' وہ قریب بیٹھ کر سنجیدگی سے بولے' تب نفیسہ ٹشو سے آنسو اور ناک صاف کرتی گردن ہلانے لگیں۔

''جانتی ہو بیگم...... سزا تب ملتی ہے جب کوئی قصور سرزرد ہوجاتا ہے' کوئی بڑی غلطی ہوجاتی ہے اور احساس دلانے کے لیے سزا دی جاتی ہے۔''

''اولاد سے محبت کرنا غلطی ہے...... بچوں سے پیار کرنا قصور ہے؟''

''محبت' نفرت' پیار' عداوت ہر جذبہ ایک حد تک ہی اچھا لگتا ہے۔ سمندر اپنی حد میں رہتا ہے تو خوب صورت لگتا ہے اگر کناروں سے باہر آجائے تو طوفان بن کر تباہی پھیلا دیتا ہے۔ جن کو ہم صرف لینا سکھاتے ہیں وہ دینے کا ظرف کھو بیٹھتے ہیں۔ ہارون کے ساتھ بھی تم نے یہی معاملہ رکھا۔'' وہ کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گئے۔

❀......❀......❀

باہر پہاڑوں پر کہر طاری تھی' سارا دن وقفے وقفے سے بارش ہوتی رہی تھی۔ موسم میں خوشگواریت تھی ہر سو ہریالی نگاہوں کو خیرہ کررہی تھی۔ وہ کھڑکی میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا جب سے نانی جان نے اس کی شادی کا اعلان کیا تھا وہ اپنے اندر اضطراب کو پھیلتے ہوئے محسوس کررہا تھا۔ آج سے کچھ سال قبل وہ بھی عام مردوں کی طرح سوچا کرتا تھا' اپنی شریک سفر کے مطابق جو چہرہ اس نے شعوری طور پر تراشا تھا وہ اسے ادینہ کی صورت میں مل گیا تھا' ادینہ اس کی آئیڈیل تھی' بہت کم عرصے میں ان دونوں کے اندر ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوگئی تھی اگر ان میں اختلاف پیدا ہوتا تھا تو اس کی وجہ ادینہ کی وہ عادتیں تھیں جن میں بے صبرا پن' جلد بازی اور بے اعتباری پن شامل تھا نامعلوم کس نوعیت کی محبت وہ اس سے کرتی تھی کہ وہ ذرا بھی اس پر اعتماد اور اعتبار نہ کرتی تھی بہت عجیب و نافہم محبت تھی۔

پہاڑوں پر چھائی دھند میں لپٹا اسے اپنا ماضی دکھائی دینے لگا۔ ہسپتال میں کئی بار ادینہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی اور ہر بار ناکامی ہوئی تھی پھر وہ گھر آ گیا تھا۔ زخم گہرے تھے جن کو مندمل ہونے میں بھی ایک عرصہ لگا تھا تین ماہ کی طویل مدت میں وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں کامیاب ہوا تھا اس میں نانی جان کی دعاؤں اور وظیفوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ وہ تندرست ہوتے ہی سب سے پہلے اس کے پاس آیا تھا۔

''آ گئی آپ کو میری یاد' کہاں تھے اتنے دنوں تک؟''

اس سے ملنے وہ اس کے اپارٹمنٹ آیا اور والدین کی غیر

موجودگی کے سبب وہ اسے ڈرائنگ روم میں بلا چکی تھی۔

"یہ مت پوچھو میں کہاں تھا آج تم میرے سامنے ہو اور یہ میرے لیے سب سے اچھا وقت ہے۔ میں چاہتا ہوں تم میرے سامنے بیٹھی رہو اور میں تم کو دیکھتا رہوں...... دیکھتا رہوں۔" اس کے لہجے میں محبت کی آنچ تھی لمحے بھر کو اس کا دل موم ہوا تھا پھر دوسرے لمحے ہی ہارون کی بتائی گئی باتیں یاد آنے لگیں۔

"اچھا نہیں پوچھتی' آپ کہاں تھے یہ تو بتائیں' وردہ کا کیا ہوا؟"

"ہونہہ...... ایسے اچھے موقع پر اس کا نام کیوں لے رہی ہو؟" اس کی آنکھوں میں ناگواری چھلکنے لگی تھی۔

"مجھے بے وقوف مت بنائیں ابوبکر! میں سب جانتی ہوں اتنا عرصہ آپ نے کہاں اور کس کے ساتھ گزارا ہے؟ یہاں مجھے انتظار کی سولی پر چڑھا کر خود وردہ کے ساتھ ٹائم اسپینڈ کرتے رہے۔" وہ ایک دم کسی بم کی مانند بلاسٹ ہوئی تھی۔

"وردہ کے ساتھ ٹائم اسپینڈ کرتا رہا' کیا بکواس کررہی ہو؟ یہ سب کس نے کہا تم سے؟" وہ حیرانی سے گویا ہوا تھا۔

"کسی نے بھی کہا ہو آپ یہ بتائیں' سچ ہے یا جھوٹ ہے؟"

"جھوٹ ہے...... سفید جھوٹ۔"

"پھر آپ کہاں تھے؟" وہ بپھری ہوئی تھی۔

"میں تمہارے آگے صفائی پیش نہیں کروں گا۔"

"اگر تم سچے ہو تو صفائی پیش کرو' گھبرا کیوں رہے ہو؟"

"ادینہ...... ٹو مچ' حقیقت تمہیں معلوم نہیں مت بحث کرو۔" وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی کھڑی ہوگئی تھی۔

"مجھے معلوم تھا تمہارا رویہ ایسا ہی ہوگا' تم جاؤ یہاں سے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ اس سے ملنے کی تڑپ میں بھاگا بھاگا وہاں آیا تھا اور اس کا بدصورت رویہ اور وہ ہی بے اعتباری سے بھرپور انداز تھا۔ اس سے ملاقات کی خوشی جھاگ کی مانند بیٹھ گئی تھی۔ ڈھائی تین ماہ جو تکلیف میں گزرے تھے اس کی تکلیف دو چند ہوگئی تھی۔ وہ وہاں سے چلا آیا اور اپنے روم کی طرف جارہا تھا جب مسکراتا ہوا ہارون سامنے آگیا۔

"کیا ادینہ سے لڑائی ہوگئی ہے؟" بڑا کاٹ دار انداز تھا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ میں اس سے مل کر آرہا ہوں؟" وہ چونکا تھا۔

"وہ...... میں نے تمہیں بڑی خوشی خوشی جاتے دیکھا تھا' میں اس وقت ہی سمجھ گیا تھا تم ادینہ سے ملنے جارہے ہو' کیونکہ اس سے ملتے وقت تمہارا چہرہ چمک اٹھتا ہے۔" ہارون نے اپنی گھبراہٹ پر تیزی سے قابو پایا تھا' ابوبکر جو اس کے سوال پر چونکا تھا اس کے انداز پر مطمئن ہوگیا۔

"اب تمہیں منہ لٹکائے واپس آتے دیکھ کر صاف لگ رہا ہے کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس سے تمہارے دل کو ٹھیس پہنچی ہے' ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟" اس نے کچھ نہیں کہا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔

❁......❁......❁

"ابوبکر...... ابوبکر...... بیٹے!" اماں بی کی آواز اسے ماضی سے حال میں کھینچ لائی تھی۔ اس نے چونک کر دیکھا وہ اندر داخل ہورہی تھیں۔

"خیریت ہے نانی جان! آپ نے کیوں زحمت کی' مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"بات ہی ایسی ہے کہ مجھے خود آنا مناسب لگا۔" وہ اس کا سہارا لے کر بیڈ پر بیٹھتی ہوئی گویا ہوئی تھیں۔

"کیا بات ہے آپ ڈسٹرب لگ رہی ہیں؟" وہ قریب بیٹھ گیا۔

"جنت کے والد کی طبیعت بگڑ گئی ہے' ہسپتال سے اس کی ماں کا فون آیا تھا' میں نے ڈرائیور کے ہمراہ جنت کو وہاں بھیج دیا ہے۔"

"شادی سر پر ہے اور ایسے میں اکبر کا شدید بیمار پڑنا'

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی ہے کہ کروں تو کیا کروں؟" وہ سخت متفکر تھیں۔

"نانی جان...... آپ کو کسی کی خاطر اسٹریس لینے کی ضرورت نہیں ہے میں کہتا ہوں ابھی بھی سوچ لیں آپ' میں ویسے ہی اس رشتے کے خلاف ہوں۔" ان کی گھورتی نگاہوں نے اسے خاموش ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ اس کا بازو شانوں سے جھٹک کر سر دھیری سے کہنے لگیں۔

"میں اکبر سے وعدہ کرچکی ہوں جنت کو اپنی بہو بنانے کا اس بے سہارا بچی کو سہارا دینے کا۔ اگر تم تیار نہیں ہوتو میں مرتو سکتی ہوں مگر وعدہ خلافی کسی صورت نہیں کروں گی۔"

"سوری نانی جان...... میں نے آپ کے جذبات مجروح کیے۔"

"گاڑی نکالو اور میرے ساتھ چلو ہمیں بھی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔" مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ ان کا حکم ماننے پر مجبور تھا۔ پوری دنیا میں واحد ہستی وہ ہی تھیں جو اسے دل و جان سے عزیز تھیں وہ ان سے وقتی طور پر خفا ہوسکتا تھا' مگر حکم عدولی نہیں کرسکتا تھا اکبر کی حالت سیریس تھی۔ جنت نے رو رو کر حالت خراب کررکھی تھیں شریفہ کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ خاصی بجھی بجھی و پریشان تھی۔ اماں بی نے جنت کو سینے سے لگایا ساتھ ہی شریفہ کو بھی تسلی دی تھی۔

وہ کوریڈور میں موجود تھے اندر اکبر کے پاس ڈاکٹر موجود تھے وہ عجیب بے بسی و تکلیف کے عالم میں تھا۔ اس کی نگاہیں ڈاکٹرز سے گفتگو کرتے ہوئے ابوبکر کے وجیہہ چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ گرے پینٹ اور بلو شرٹ میں مہذب انداز میں گفتگو کرتے وہ متاثر کن شخصیت کا مالک لگ رہا تھا۔

"تیرا آخری وقت چل رہا ہے اکبر! ساری زندگی تُو نے جنت سے بے پروائی برتی ہے۔ اس کو اپنی محبت سے محروم رکھا ہے' یہ لڑکا اس کی زندگی میں آجائے گا تو میری جنت کی ساری محرومی دور ہوجائے گی۔ پیسہ ہر کمی کو دور کردیتا ہے' ہر دکھ کو بھلا دیتا ہے۔ میں جاتے جاتے اپنی بیٹی کے آنچل میں خوشیوں کے پھول کیوں نہ بھر جاؤں' کہیں ایسا نہ ہو کسی کے بہکاوے میں آکر ابوبکر جنت کو اپنانے سے انکار کردے اور میری بیٹی پھر در در کی ہوکر رہ جائے۔ نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" وہ یک ٹک ابوبکر کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا' آنسو بے آواز آنکھوں کے گوشوں سے بہہ کر سفید تکیے میں جذب ہورہے تھے اس کی حالت مزید بگڑنے لگی تھی۔

اماں بی اور ابوبکر سے جو آخری خواہش اس نے ہاتھ جوڑ کر کی تھی وہ ابھی اس کے سامنے ان دونوں کے نکاح کی تھی۔ اماں بی کی دلی خواہش پوری ہورہی تھی' انہیں انکار ہی نہ تھا۔ ابوبکر جو عام حالات میں بھی یہ بات ماننے والا نہ تھا۔ اس مرتے ہوئے شخص کی بجھتی ہوئی آنکھوں میں حسرت و آس کے جلتے بجھتے دیوں نے اس جیسے سنگ دل شخص کے دل کو بھی کچھ موم کرڈالا تھا۔

ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں اکھڑی سانسوں اور بند ہوتی آنکھوں نے بیٹی کو سہاگن دیکھ کر سکون سے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

❀......❀......❀

ہارون بے حد خوش تھا۔ ابوبکر اور ادینہ کے درمیان فاصلے اسی طرح طول پکڑنے لگے تھے جس طرح وہ چاہتا تھا۔ محبت میں ایک فریق دوسرے پر اعتماد و اعتبار بہت زیادہ کرتا ہے یا بالکل بھی نہیں کرتا۔ ادینہ بھی محبت میں ایسی اندھی تھی وہ ابوبکر سے ٹوٹ کر محبت کرتی تھی مگر بے اعتباری اس کی سرشت میں شامل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ابوبکر کے سچ کو جھوٹ اور ہارون کے جھوٹ کو سچ سمجھتی اس سے دور اور ہارون کے قریب ہوگئی اور ہارون اسے مٹھی میں دبوچنے کے ہر گُر سے آشنا تھا پھر وہ ہمیشہ سے ابوبکر سے مقابلہ کرتا رہا تھا۔ دوستی کی آڑ میں اس سے دشمنی کرتا رہا تھا اور یہاں اس کا ساتھ دینے والی نفیسہ بیگم تھیں' وہ ان کی سب سے بڑی اولاد تھا بہت پیار کرتی تھیں وہ اس سے اور ان کی خواہش تھی وہ سب گھر والوں کا ایسا ہی لاڈلا

اور چھپتا بن جائے مگر وہ جھگڑالو بدتمیز ہونے کے باعث ایسی ویلیو نہ بنا سکا تھا جو ابوبکر کی تھی کیونکہ وہ ماں اور باپ کی محرومی کے باوجود بہت لائق ذہین و خوش اخلاق بچہ تھا۔ پڑھائی اور اسپورٹس میں وہ نمایاں رہا کرتا تھا۔ نفیسہ بیگم نے شروع سے منافقانہ رویہ رکھا تھا سب کے سامنے وہ ابوبکر سے پیار و محبت سے پیش آتی تھیں۔ درحقیقت وہ اس کے خلاف تھیں' ان کا کہنا تھا اماں بی گھر کے سارے بچوں کا حق تنہا ابوبکر کو دے رہی ہیں جو کسی طور بھی معافی کے لائق نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہارون کی اس کے خلاف زیادتیوں اور غلطیوں کو دیکھ کر بھی اسے سرزنش کرنے کے بجائے نظر انداز کردیا کرتی تھیں۔ ان کے اور ہارون کے تعلقات ابھی تک دوستانہ و مضبوط تھے وہ ان سے ہر بات ابھی بھی شیئر کیا کرتا تھا اور وہ حوصلہ افزائی کرتی تھیں وہ بھی ایک ایسی ہی رات تھی۔

ادینہ اور ابوبکر کے درمیان پھیلتی ہوئی چپقلش پر وہ ان سے بیٹھا گفتگو کررہا تھا' نفیسہ نے بتایا کہ وردہ آئی ہے اور اماں بی نے یہی کہا تھا وہ ابوبکر کو سمجھنے کو پوری سعی کریں گی تاکہ وہ وردہ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔

''آپ کا کیا خیال ہے وہ راضی ہوجائے گا' وردہ سے شادی کرنے کے لیے؟''

''کچھ کہہ نہیں سکتی ویسے وہ آج کل خاصا ڈسٹرب لگ رہا ہے۔''

''ڈسٹرب تو ہوگا مما! اس کی محبت جو ہاتھوں سے جارہی ہے۔'' ہارون کے انداز میں عجیب سی سرخوشی تھی۔

''آپ بھی کہاں اس کا تھوکا ہوا چاٹنے جارہے ہیں بیٹا!''

''ارے کیسی بات کررہی ہیں مما! وہ اسے تھوکنا کہاں' نگلنا چاہتا ہے۔ بڑے دل سے اس نے ادینہ سے محبت کی ہے۔''

''رات گہری ہورہی ہے آپ بھی سونے جاؤ' میں بھی جارہی ہوں۔'' بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی معاً فضا نسوانی چیخوں سے گونج اٹھی تھی وہ دونوں ہی گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''الٰہی خیر...... یہ...... یہ وردہ کی چیخوں کی آواز ہے۔''

''جی بالکل! لیکن ابوبکر کے بیڈ روم کی طرف سے آرہی ہے۔'' لمحوں میں سب ہی جاگ گئے تھے' رباب اور خالد سب سے آگے تھے احسان صاحب بھی چشمہ درست کرتے پیچھے آرہے تھے۔

''وردہ یہ کیا ہوگیا...... وردہ......؟'' رباب کی آواز چیخ بن کر نکلی تھی' انہوں نے بھاگ کر گرم شال اپنے شانوں سے اتار کر اس کے جسم پر ڈالی تھی' وردہ کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔

''آپی...... آپی ابوبکر نے......'' وہ اس سے لپٹ کر رو پڑی تھی' وہاں ایک دم سناٹا چھا گیا تھا صرف وردہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ اسی پل وہ بھی دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا بدحواسی چہرے سے عیاں تھی۔ روتی بلکتی وردہ پر سے نگاہیں ہٹ کر اس کے چہرے پر مرکوز ہوئی تھیں اور اسی ساعت اماں بی بھی وہاں پہنچ گئی تھیں۔

''یہ آدھی رات کو کیا تماشہ ہورہا ہے گھر میں۔'' وہ بولتے ہوئے قریب آئی اور وردہ کو روتے ہوئے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رکی تھیں۔

''ارے کیا ہوا' یہ کیوں رو رہی ہے اور تم سب کیوں خاموش ہو؟''

''اماں بی! آپ کے اس لاڈلے نے ہمیں بولنے کے قابل کہاں چھوڑا ہے' کالک مل دی ہے اس بچی کے مستقبل کے ساتھ ساتھ ہمارے چہروں پر بھی۔'' خالد نے آگے بڑھ کر ابوبکر کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

''کیا کیا ہے اس نے؟'' وہ ہک دک رہ گئی تھیں۔

''ہمیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا اس نے' میری کنواری بہن کے تقدس کو پامال کردیا اس وحشی نے۔ ہم پر قیامت توڑ دی ہے ہم تباہ و برباد ہوگئے ہیں۔'' رباب وردہ سے زیادہ بلند آواز میں رونے لگی تھیں۔

''ہوش سے کام لو تم لوگ' ابھی سرونٹ کوارٹرز سے ملازم یہاں آجائیں گے آوازیں دور دور تک جارہی ہیں

اور نوکروں کو کوئی بات پتا ہونے کا مطلب ہے کہ سب کو معلوم ہو جانا' گھر کی بات ابھی گھر میں ہی ہے اماں بی کے کمرے میں چلیں وہاں جا کر فیصلہ ہوگا۔" احسان صاحب نے بردباری سے کہتے ہوئے خالد کے ہاتھوں سے ابوبکر کا گریبان چھڑایا اور حیران و پریشان کھڑی اماں بی کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں آ گئے تھے۔ اماں بی پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہاں دروازے کے قریب مجرم کی مانند سر جھکائے کھڑے ابوبکر کو دیکھ رہی تھیں اور ایسی ہی بے یقینی و حیرانی وہاں موجود ہارون کی نگاہوں میں بھی تھی جبکہ نفیسہ بیگم بھی ان کے پاس بیٹھ گئی تھیں' خالد ابوبکر کو قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے غصے سے احسان صاحب سے مخاطب ہوئے تھے۔

"جو نیچ حرکت اس خبیث نے کی ہے اس خباثت کے باعث اس کا اس گھر میں رہنے کا حق ختم ہو چکا ہے۔ میرا تو دل اسے گولی مارنے کو کر رہا ہے۔"

"ماردیں اس ذلیل کو گولی' یہ اسی قابل ہے۔ اس کی ماں مر چکی ہے اور بہن کوئی ہے نہیں جو اسے دوسروں کی بہنوں کی عزت کا خیال ہو۔ شادی سے فوراً ہی انکار کر دیا تھا پھر کیوں ہوس کا شکار بنایا میری معصوم و بے گناہ بہن کو۔" رباب ابوبکر کو گھورتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

"بات ابھی بھی ہمارے اختیار میں ہے' ہم اس ہفتے میں ہی ان کی شادی کر دیتے ہیں ابوبکر سے غلطی ہو گئی ہے۔" احسان صاحب نے بات بڑھتی دیکھ کر مسئلہ کا حل پیش کیا تھا۔

"ایک بار میرے بچے سے بھی معلوم کرو' جو یہ لڑکی کہہ رہی ہے وہ سچ بھی ہے یا نہیں؟" اماں بی امید بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی تھیں جو مسلسل نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔

"واہ بھئی واہ' کیا خوب انصاف ہے اماں بی آپ کا؟ میری بہن کی حالت' اس کے آنسو' اس کے پھٹے ہوئے کپڑے کچھ بھی آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔ کچھ تو خیال کریں آپ یہ آپ کی پوتی نہیں ہے مگر پوتی کی عمر کی ضرور ہے اس کی جگہ آپ کی کوئی پوتی ہوتی پھر بھی آپ یہی فرماتیں؟ کیا کوئی لڑکی اپنی عزت کا تماشہ بنانے کا تصور بھی کر سکتی ہے؟ کیا سوچ کر آپ نے وردہ کے متعلق ایسی بات کی ہے؟ کیا سمجھا ہے آپ نے۔" رباب کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی وہ کف اڑا رہی تھیں۔

"کول ڈاؤن آنٹی! پلیز اتنا ہائپر نہ ہوں آپ۔" ہارون نے آگے بڑھ کر انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا تھا۔

"ابوبکر! تمہاری یہ خاموشی گواہ ہے تمہارے جرم کی' تمہیں اب ہر حال میں وردہ کو اپنی شریک حیات بنانا ہے تمہارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے پرسوں جمعہ کا مبارک دن ہے اور اسی دن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری اور وردہ کی شادی کر دی جائے گی۔"

"مجھے آپ کے فیصلے سے انکار ہے۔" اس نے بہت اطمینان سے کہا۔

"دیکھا...... دیکھا کس قدر بے غیرت انسان ہے یہ۔"

"رباب...... تم چپ کرو۔" خالد پرطیش لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"اور تم......؟" وہ جارحانہ انداز میں ابوبکر کی طرف بڑھے۔

"ابھی اور اسی وقت اپنی منحوس صورت لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ' زندگی بھر یہاں پلٹ کر نہیں آنا۔ اس گھر میں بیٹیاں موجود ہیں اور تم اس قابل نہیں ہے کہ بہن و بیٹیوں والے گھر میں رہ سکو۔" خالد نے اسے وہاں سے دھکے دیتے ہوئے نکالا تھا' وہ بھی بنا کچھ لیے وہاں سے چلا گیا تھا۔ اماں بی زار و قطار رونے لگی تھیں۔

"اس گھر میں اس کے لیے اب کوئی جگہ نہیں ہے' وہ مر گیا ہے آج سے ہمارے لیے۔" خالد اماں بی کے پاس آ کر گویا ہوئے تھے۔

"اس کے مرنے جینے سے کیا ہوتا ہے؟ تباہ تو میری بہن ہوئی ہے میرے والدین پہلے ہی نہیں ہیں' کیا ہوگا میری بہن کا اب؟" وردہ کی سسکیاں' رباب کے بین کم نہ

ہو کر دے رہے تھے۔
کئی دنوں تک اس واقعے کا چرچا ان لوگوں کی زبان پر رہا تھا ابوبکر نے فون کے ذریعے اماں بی سے رابطہ رکھا ہوا تھا۔ گھر میں نہ اسے بلایا گیا نہ اس نے خود آنے کی سعی کی تھی۔ نانی کے علاوہ اسے کسی کی پروا نہ تھی لیکن نانی اس کی جدائی کا درد زیادہ عرصہ برداشت نہیں کرسکی تھیں اور بار بار ہاسپٹلائز ہونے کے باعث وہ سب پریشان ہوگئے تھے کیونکہ ان کی بیماری کا براہ راست تعلق ابوبکر کی جدائی سے تھا پھر ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ ہوا کہ ابوبکر کو گھر آنے کی اجازت دے دی جائے مگر اس کے باوجود اس کو صرف انیکسی تک ہی محدود کردیا جائے۔ گھر کے اندر آنے کی اجازت نہیں دی جائے۔ انیکسی کا ایک راستہ باہر گیٹ سے ملحقہ تھا اور دوسرا اندر اماں بی کے کمرے تک جاتا تھا اور اس کو یہ اجازت دے دی گئی تھی۔ وہ بیرونی راستے سے اماں بی کے کمرے تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اس عرصے میں نامعلوم کس طرح ہارون نے ادینہ کے دل تک رسائی کرلی تھی، وہ اسے ابوبکر کی گھناؤنی حرکت کا بتاچکا تھا۔

پھر سب کچھ سہل ہوتا چلا گیا چند دنوں میں ہی ادینہ...... ادینہ ہارون بن کر اس گھر میں آگئی تھی اور یہ اس دوست نما دشمن کی سب سے بڑی جیت تھی۔ ابوبکر نے کہا تھا وہ ادینہ کو اس سے چھین نہیں سکتا اور اس نے اسے چھین کر دکھایا تھا اور یہاں بھی اس کے دل کو قرار نہیں ملا تھا۔ اس کی موجودگی میں وہ بانہوں میں بانہیں ڈالے لان میں گھوما کرتا تھا۔ ان کے قہقہے ان کی شوخیاں ہر سو گونجا کرتی تھیں، ادینہ بھی اپنے ہرجائی محبوب سے بدلہ لینے کے لیے اس کا بھرپور ساتھ دیتی تھی۔ اماں بی کی خراب صحت کے باعث ابوبکر وہاں رہنے پر مجبور تھا لیکن وہاں رہنا اسے انگاروں پر چلنے کے مترادف لگا کرتا تھا اور اماں کے صحت یاب ہوتے ہی وہ آوارہ گرد بن گیا تھا۔

گھر میں مہمانوں کی مانند آنے لگا تھا، ہارون کو جتنا اس کھیل میں مزہ آتا تھا، اب کاتب تقدیر نے مزہ کو سزا بنادیا تھا۔ شروع سے ابوبکر کو ہرانے کا جو چسکا پڑ گیا تھا وہ اب دیوانگی میں بدلنے لگا تھا۔ پرسکون زندگی سکون کو ترسنے لگی تھی، کل جس ادینہ کو پانے کے لیے وہ پاگل ہو رہا تھا۔ آج وہ ہی ادینہ بے وفا لگتی تھی، نفیسہ ماں تھیں اور اولاد کی معمولی سی تکلیف ویسے ہی ماں کو بے چین کرڈالتی ہے یہاں ان کی تکلیف حد سے سوا تھی کہ ہارون ذہنی مریض بن گیا تھا ایک ایسا نفسیاتی مریض جو خود تو بے سکون و بے چین تھا ہی ساتھ میں گھر والوں کو بھی اس نے پریشان کررکھا تھا۔ آج بھی ادینہ سے اس کی لڑائی ہوئی تھی اور اس حد تک لڑائی ہوئی تھی کہ اس نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا ادینہ دن یہ دن اس کے ٹارچر کا شکار ہونے پر گھر چھوڑ کر میکے چلی گئی تھی۔

''ممی! میں اس عورت کو طلاق دے دوں گا وہ میرے ٹائپ کی نہیں ہے بیوی میری ہے وہ اور یادوں میں اس کی رہتی ہے۔'' اس کے جانے کے بعد بھی ہارون کا غصہ کم نہ ہو رہا تھا۔

''ابوبکر...... ابوبکر کسی آسیب کی مانند تم سے چمٹ کر رہ گیا ہے یہ نام، زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے ہم سب کی، تم اس کو بھول کیوں نہیں جاتے؟ کب تک خود بھی پریشان رہو گے اور ہمیں بھی رکھو گے۔'' وہ پریشانی سے گویا ہوئی تھیں۔

''یہ سب آپ کی وجہ سے ہے ممی! اس سب کی آپ ہی ذمہ دار ہیں۔'' ہارون کے انداز میں عجیب آنچ تھی، چبھتی، کاٹتی، جھلساتی ہوئی۔

''میری وجہ سے...... کیا...... کیا ہے میں نے ایسا؟''
وہ تپیں۔

''آپ نے شروع سے ہی ابوبکر سے دشمنی کی اور آپ کی دشمنی میری اور ابوبکر کی دوستی میں دراڑیں ڈالتی گئی اور وہ مجھے اپنا دوست نہیں دشمن نظر آنے لگا۔'' وہ بے گانہ نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا۔

''اچھا، کرو خود اور نام مجھ پر لگاؤ، واہ بھئی۔ اب بھی یہ کہہ دینا تمہارے اور ادینہ کے درمیان جھگڑے بھی میں

کردار ہی ہوں، میرا تو کام یہی ہے نا۔" بیٹے کا انداز ان کو ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"آپ سے بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

❀......❀......❀

اکبر کو اس جہاں سے گزرے دو ماہ ہو چکے تھے اس دوران صدف ایک بیٹی کی ماں بن گئی تھی۔ ماں بیٹی کا رویہ جنت کے ساتھ بالکل بدل گیا تھا۔ وہ بھی باپ کی جدائی کے غم میں ڈوبی ہوئی تھی جس نے ساری زندگی اس کو اپنی محبت کی چھاؤں سے دور رکھا تھا اور جب اس کی شفقت کا بادل اس پر برسنے لگا تو موت جدائی بن کر ان کے درمیان حائل ہو گئی تھی، وہ پورا ہفتہ اماں بی روز چکر لگاتی رہی تھیں۔

اس کی دل جوئی میں بھی انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اور ساتھ ہی شریفہ کو بھی یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ وہ فکر نہ کرے ہر ماہ اسے سیلری اسی طرح ملے گی بلکہ پہلے سے بڑھ کر کیونکہ اس کے سر پر بیوگی کی چادر آ گئی ہے اور اس کی کوئی اولاد نرینہ بھی نہ ہے۔

"بیگم صاحبہ! کیا ابھی بھی جنت آپ کی نوکری کرے گی؟" شریفہ کے لہجے میں الجھن تھی، وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"نہیں نہیں...... نوکر تو میں نے اسے کبھی بھی نہیں سمجھا تھا اور اب تو تقدیر نے اسے اس کی اصل جگہ دلوا دی ہے، وہ میرے آنگن کا چاند ہے اور بھلا چاند کی چاندنی کی بھی کوئی قیمت دے سکتا ہے؟" ان کی بات شریفہ کے پلے نہ پڑی تھی مگر اس کے لیے یہ ہی کافی تھا کہ وہ اس کو پیسے دینے کو تیار تھیں خواہ ترس کھا کر یا بیوگی کا خیال کر کے۔

ابوبکر سے نکاح ہونے کے بعد ایک بار بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی وہ ایک ہفتہ اپنے باپ کے گھر رہی تھی اور جس دن وہ اپنے گھر لوٹ کر آئی اس ہی صبح اس کے آنے سے قبل وہ کاروباری دورے پر سنگاپور چلا گیا تھا۔

آج اس کی واپسی تھی اماں بی نے اس کے ہاتھوں پر مہندی لگوائی تھی ایک شوخ رنگ کا سوٹ زیب تن کرنے کو دیا تھا، جڑاؤ نیکلس اور جھمکیاں اور طلائی چوڑیاں اسے پہننے کو دی تھیں۔

وہ بری طرح پزل ہو رہی تھی سمجھ نہیں آ رہا تھا یہ سب پہن کر وہ ابوبکر کا سامنا کس طرح کرے گی؟ نکاح بڑے غمگین ماحول میں ہوا تھا پھر باپ کی موت نے دل کو ایسے دکھ سے بھر دیا کہ وہ کئی ہفتوں تک اپنی بدلتی زندگی کے روپ کو پہچان ہی نہ سکی تھی پھر اماں بی کی باتیں ان کے ارمان و خواہشوں نے رفتہ رفتہ یہ باور کرانا شروع کیا وہ اب تنہا نہیں رہی ہے کسی کی زندگی میں شامل ہو گئی ہے اور یہ احساس آہستہ آہستہ اس کی دھڑکنوں میں دھڑکنے لگا۔ ایک خوشگواریت رگ و پے میں سرایت کرنے لگی تھی کہ وہ بھی ایک معتبر ہستی بن گئی ہے۔ کل تک وہ نصیب کی ٹھوکروں پر تھی اور اب وہ ہی نصیب بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

"ارے بیٹی! میں جانتی ہوں ابھی تک تمہارا دل باپ کی جدائی سے بوجھل ہے پھر کوئی رسم بھی ادا نہیں ہو سکی جو اس نئے رشتے کے حوالے سے تم کو کوئی خوشی ملتی۔" سبز کاہی کلر کے چمکتے دمکتے سوٹ میں طلائی زیورات اور سادی چوٹی میں اس کا حسن کسی نوخیز کلی کی مانند لگ رہا تھا۔ اعلیٰ لباس اور عمدہ جیولری میں اس پر خوب روپ چڑھا تھا پھر ان کے اصرار پر اس نے ہلکا میک اپ کیا تو خوشی سے بلائیں لینے لگی تھیں۔

"اماں بی...... ایک بات کہوں آپ برا تو نہیں مانیں گی؟" جنت نے ڈرتے ڈرتے ان سے پوچھا تھا۔

"ہاں ہاں...... ایک نہیں ہزار باتیں پوچھو۔"

"مجھے...... یہ سب اچھا نہیں لگ رہا......"

"کیا اچھا نہیں لگ رہا ہے، یہ تیار ہونا؟" وہ متعجب ہوئیں۔

"جی، وہ کیا سوچیں گے مجھے اس طرح بنا سنورا دیکھ کر۔"

''ارے وہ اچھا ہی سوچے گا' اسے خیال آئے گا وہ ابھی چھڑا چھانٹ نہیں رہا' بیوی والا ہوگیا ہے۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔ وہ گردن جھکا کر خاموش ہوگئی اب کیا بتاتی وہ روز کال کر کے ان سے بات کرتا تھا کبھی وہ سو رہی ہوتیں تو مجبوراً اس سے ان کی خیریت دریافت کیا کرتا مگر بھول کر بھی کبھی اس کے متعلق نہیں پوچھا تھا' مروتاً بھی حال احوال دریافت نہ کیا تھا۔ ہر بار وہ ہی پہلے جیسا سرد سپاٹ لہجہ تھا جس رشتے نے اس کے دل کی حالت بدل دی تھی' اس رشتے نے اس پتھر کو چھوا بھی نہ تھا۔

رات گئے وہ آیا تھا خوشبوؤں میں بسا کئی منٹ تک اماں بی کے سینے لگا بیٹھا رہا۔ اس پر ایک نگاہ بھی ڈالنا گوارہ نہ کی تھی حالانکہ اماں بی بہانے بہانے سے اسے جنت کی طرف راغب کرنے کی سعی میں مگن رہی تھیں نہ جانے وہ سمجھا نہ تھا یا سمجھ کر بھی نہ سمجھنے کا ڈھونگ کر رہا تھا۔

''وقت بہت ہوگیا ہے اب تم بھی اپنے روم میں جاؤ آرام کرو۔'' کھانے کے بعد کافی ان کے کمرے میں ہی پی گئی تھی' اماں بی نے لیٹتے ہوئے کہا۔

''اتنی جلدی نانی جان...... میں تو بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ سے' اتنے عرصے بعد ہم مل رہے ہیں۔'' معاً چونک کر استفسار کرنے لگا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کیسا فیل کررہی ہیں؟''

''میں ٹھیک ہوں بیٹا! ذرا ذرا سی بات پر بچوں کی طرح گھبرایا نہیں کرو' بڑھاپا ہے میرا اس عمر میں طبیعت آرام کرنا چاہتی ہے اور کوئی بات نہیں۔''

''ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے آپ کی عمر کی عورتیں بہت ایکٹیو رہتی ہیں اور آپ نے خود کو بوڑھا کہہ کہہ کر بیمار کر ڈالا ہے۔''

''یہ تمہاری محبت ہے بیٹا...... ورنہ حقیقت یہی ہے عمر کے آخری دور میں داخل ہوگئی ہوں میں اور رہا سوال ان عورتوں کا جو عمر چھپانے کے لیے الٹی سیدھی حرکتوں میں خود کو ہلکان رکھتی ہیں لیکن عمر سے کوئی نہیں جیت سکتا پھر خود کو تھکانے سے کیا فائدہ۔'' وہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر گویا ہوئی تھیں۔

''چلیں آپ آرام کیجیے پھر ہم صبح ہی ملیں گے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''جنت...... تم بھی جا کر آرام کرو بیٹی' میں اب سوؤں گی۔'' وہ خاموش بیٹھی جنت سے مخاطب ہوئیں۔

''ابوبکر...... جنت کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔''

''کہاں لے کر جاؤں؟'' اس کو گویا چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ لگا' وہ پلٹ کر گویا ہوا۔

''اپنے روم میں لے کر جاؤ اور کہاں لے کر جاؤ گے۔'' وہ دانستہ شوخ لہجے میں گویا ہوئی تھیں مگر اس کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جنت گومگو کی حالت میں کھڑی تھی۔

''میں اپنے روم میں کیوں لے کر جاؤں گا اسے؟''

''اتنے نادان مت بنو ابوبکر...... اس سے تمہارا نکاح ہوا ہے' بیوی ہے یہ تمہاری' ذمہ داری نبھاؤ اپنی جو تم پر عائد ہوئی ہے۔''

''میں نے آپ کے کہنے سے نکاح کیا ہے اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ...... آپ اسے زبردستی میرے سر پر سوار کریں۔'' وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا بے زاری سے گویا ہوا۔

''چلو دل سے نہ سہی میرا دل رکھنے کے لیے ہی تم نے اس بچی کو اپنی زندگی میں شامل کیا ہے تو اب یہ گلے میں پڑا ڈھول تمہیں بجانا ہی پڑے گا۔'' وہ بھی اس کی نانی تھیں ضد و ہٹ دھرمی میں اس کے ہم قدم اور ہمسفر۔

''سوری نانی جان...... میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں باہر چلا گیا۔ گہرا سکوت ماحول پر چھا گیا' اماں بی اس کے پیچھے بند دروازے کو دیکھ رہی تھیں اور وہ نگاہ ہی نہ اٹھا سکی تھی۔

''بیٹی جنت...... ادھر آؤ میرے پاس۔'' انہوں نے بڑی محبت سے اسے پکارا اور قریب آنے پر لپٹا کر شفقت سے سمجھانے لگیں۔

"مجھے معلوم ہے تمہارے دل کو بڑی ٹھیس لگی ہوگی' کوئی بھی عورت خود کو ٹھکرائے جانا برداشت نہیں کرتی۔ وہ ابھی تمہیں ٹھکرا کر چلا گیا اور اس بات سے قطع نظر کہ میں اس کی نانی ہوں بحیثیت ایک عورت میری انا بھی بڑی مجروح ہوئی ہے اگر تمہاری جگہ میں ہوتی تو یقیناً میں بھی ایسے مرد کی طرف مڑ کر دیکھنا گوارا نہ کرتی مگر......" ضبط کے باوجود وہ بے اختیار رونے لگی۔

"یہاں معاملہ مختلف ہے' ابوبکر کسی ضد و انا کی خاطر تمہیں نہیں ٹھکرا رہا' وہ ان چیزوں سے واقف بھی نہیں ہے ضد' انا' خود پرستی میں وہ کبھی مبتلا نہیں رہا ہے بس کبھی زندگی میں ایسے حادثات نمودار ہوتے ہیں کہ وہ انسان کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ خیر اس کے ساتھ کیا ہوا وہ کہانی میں تمہیں بعد میں سناؤں گی' تمہیں رونے کی ضرورت نہیں میرے ساتھ چلو۔" وہ اس کے آنسو پونچھ کر دھیرے سے بیڈ سے اٹھنے لگیں۔

"کہاں...... کہاں لے کر جا رہی ہیں آپ مجھے؟" وہ سراسیمہ ہوئی۔

"اس نالائق کے بیڈ روم میں اور کہاں لے کر جاؤں گی۔"

"لیکن...... وہ منع کر گئے ہیں۔"

"اس کے منع کرنے سے کیا ہوتا ہے؟"

"پلیز اماں بی...... آپ کو معلوم ہے ان کا غصہ خطرناک کتنا ہے۔" وہ سخت خوف زدہ و حواس باختہ ہوئی تھی۔

"اس کے غصے سے مت ڈرو' تم نے ابھی میرا غصہ نہیں دیکھا چلو آؤ' دیکھتی ہوں اس کو بہت کر لی اپنی من مانی اس نے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

✿......✿......✿

وہ اماں بی کو منع کر کے آ گیا تھا مگر بے چینی بے قراری خون کی روانی میں پھیلتی چلی گئی تھی۔ اس نے اپنے اوپر جو سرد مہری و بیگانگی کا خول چڑھا رکھا تھا وہ اب چٹخنے لگا تھا اور ماضی کی دھند پوری طرح اسے اپنی گرفت میں لینے لگی تھی۔ وہ جو آج ایک کرخت و سرد مزاج شخص بن کر رہ گیا تھا جس کو نہ کسی کے دکھ سے غرض تھی نہ کسی کی خوشیوں سے سروکار تھا جو بے حس و بے درد بن کر رہ گیا تھا۔ وہ بہت شوخ و شنگ' باغ و بہار طبیعت کا مالک تھا کسی کی دل آزاری کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے موم جیسے دل کو پتھر بنانے والی لڑکی تھی ادینہ...... اس کی پہلی محبت' پہلی چاہت...... ایک اتفاقیہ ملاقات اسے زندگی کا حاصل محسوس ہوئی تھی پھر بلا سوچے سمجھے وہ اس پیار کے ساگر میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ ساحل پر آ کر معلوم ہوا اصل ابوبکر تو ڈوب چکا ہے چاہت کے بجائے فریب اور بے اعتباری کی زور آور لہروں نے اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالا تھا۔ اس کو شکست کسی اور نے نہیں اس کی محبت نے دی تھی۔ وہ لڑکی جس کی چاہ میں وہ دنیا سے ٹکرانے کا عزم کر بیٹھا تھا جس کو پانے کی جستجو میں اس نے نانی جان جیسی عزیز ہستی کی پروا نہ کی تھی۔ رباب ممانی کی سالوں پر محیط رفاقت کو ٹھوکر مار دی تھی اور بدلے میں اسے بھی ٹھوکر ہی ملی تھی۔

اس نے اضطرابی انداز میں سگریٹ سلگائی اور ونڈو سلائیڈ کھسکا کر باہر دیکھنے لگا۔ نیلے آسمان میں آخری راتوں کا چاند بے شمار ستاروں کی جھرمٹ میں آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ تاریکی کی گہری چادر نیچے وادی پر چھائی ہوئی تھی' اسے وہ سیاہ رات کبھی بھولی نہ تھی جس کی سیاہی پوری شدت کے ساتھ اس کی زندگی پر چھا گئی تھی۔ وہ ایک سیاہ رات تھی آسمان پر سیاہ بادلوں کی سیاہی اتنی گہری تھی کہ ماحول میں بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

سرد رات میں تیز ہوائیں مست ہاتھیوں کی مانند چنگھاڑتی پھر رہی تھیں۔ وہ کمرے میں آ کر اضطراری کیفیت میں ٹہل رہا تھا کئی ہفتے بعد اسے صحت یابی نصیب ہوئی تھی وہ بھیانک ایکسیڈنٹ کا شکار ہوا تھا جس میں بیرونی سے زیادہ اندرونی چوٹوں نے گھر سے باہر نکلنے سے معذور کر دیا تھا۔ جس دن وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا سب سے پہلے ادینہ سے ہی ملنے گیا تھا اس عرصے میں اس سے رابطہ ایک بار بھی نہیں ہوا تھا وہ کس قدر پریشان

ہوگی یہی سوچیں اسے فکر مند کرتی رہی تھیں۔ سارے راستے وہ اسے منانے کے طریقے سوچتا پھول اور چاکلیٹس لے کر گیا تھا۔ ادینہ بہت عجیب وغریب رویے کے ساتھ ملی تھی وہ اس پر کسی طرح اعتبار کرنے کو تیار نہ تھی اس کی آنکھوں میں بے گانگی تھی وردہ اور اس کے متعلق فضول گوئی کرتی رہی ٗ ایک موقع پر اس کا دل چاہا وہ اسے ایکسیڈنٹ کے بارے میں بتادے لیکن اس کے بدگمان تیور کہہ رہے تھے وہ اس کے سچ کو بھی جھوٹ ہی سمجھے گی پھر سمجھایا ان کو جاتا ہے جو سمجھنا چاہتے ہیں۔ وہ دلبرداشتہ ہوکر وہاں سے گھر چلا آیا تھا اور ہارون سے بات ہوئی تھی ٗ ادینہ کے سرد و بے گانے رویے کی تلخی بھلائے نہیں بھول رہی تھی ٗ اس نے اسے دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔

کئی گھنٹے گزرنے کے بعد بھی جب اضطراب میں کمی نہ آئی تو واش روم میں گھس گیا تھا کہ شاید دل میں بھڑکتی آگ میں کچھ کمی واقع ہو۔ ذہنی ابتری ٗ دماغی بے سکونی میں کوئی سست روی پھیل جائے نہ جانے کیا ہوا تھا کہ ادینہ گویا اس سے دور جا چکی تھی اور یہی احساس اسے وحشی بنائے ہوئے تھا۔

❀......❀......❀
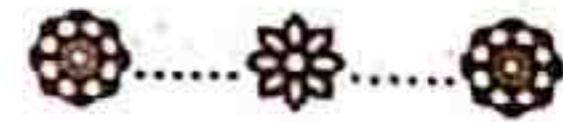
وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس باہر نکلا تو ششدر رہ گیا ٗ وہ بہت ایزی انداز میں مہکی مہکی اس کے بیڈ پر دراز تھی بے حد پُراعتماد انداز میں۔

”تم......؟“ وہ دور سے ہی ناگوار لہجے میں گویا ہوا۔

”تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بیڈ پر لیٹنے کی ٗ گیٹ لاسٹ۔“ اس کو ڈھٹائی سے لیٹا دیکھ کر اس نے غصہ سے کہا۔

”کول ڈاؤن مائی ڈیئر...... آپ تو ایسے غصہ کررہے ہیں جیسے ہمارے درمیان کوئی ریلیشن نہ ہو؟ اب غصہ تھوک دیں ٗ یہاں میرے قریب آکر بیٹھیں۔ اماں بی اور آپو ہماری شادی پلان کررہے ہیں اور آپ ابھی بھی بے خبر ہیں ٗ آئیں ہم بھی بیٹھ کر فیوچر کی پلاننگ کرتے ہیں۔ بتائیں ہنی مون پر کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟ میں تو......“ باقی

حضور ﷺ نے فرمایا!

”چاند کا وقت سے پہلے نکلنا“

قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا اور (پہلی تاریخ کے چاند کو) کہا جائے گا کہ یہ تو دوسری تاریخ کا چاند ہے۔ اور مسجدوں کو راستہ بنالیا جائے گا اور اچانک موت عام ہوجائے گی۔“

(سحرش فاطمہ......کراچی)

”عرب کی تباہی“

”حضرت طلحہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرب قیامت کی ایک علامت عرب کی تباہی ہے۔“

(نداحسنین......کراچی)

”کرنا چاہتے ہو تو“

✦۔ ہمدردی کرنا چاہتے ہو تو یتیموں سے کرو۔

✦۔ ابتداء کرنا چاہتے ہو تو بسم اللہ سے کرو۔

✦۔ گرنا چاہتے ہو تو سجدے میں گرو۔

✦۔ ڈرنا چاہتے ہو تو خدا سے ڈرو۔

✦۔ حاصل کرنا چاہتے ہو تو علم حاصل کرو۔

✦۔ مرنا چاہتے ہو تو عزت سے مرو۔

(نادیہ احمد......دبئی)

ماندہ الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے تھے۔ اس نے بڑھ کر پُرطیش انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ سے اٹھایا تھا اور کسی بال کی مانند دروازے کی طرف اچھال دیا تھا اس کے انداز میں اتنی شدت تھی کہ وہ اپنا بچاؤ نہ کرسکی اور دروازے کے پاس گری تھی۔

”میں تم جیسی لبرل لڑکی کے ساتھ چند لمحے نہیں گزار سکتا اور تم ساری زندگی گزارنے کی بات کرتی ہو۔ آئندہ بھول کر بھی میرے بیڈ روم کے قریب سے گزرنا ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گا ٗ فوراً یہاں سے جاؤ ورنہ میں رباب ممانی کو بلا کر لے آؤں گا اور سب بتادوں گا۔“

"کیا کمی ہے مجھ میں؟ کیا میں حسین و جوان نہیں ہوں؟" وہ کارپٹ سے اٹھتی ہوئی گلوگیر لہجے میں گویا ہوئی۔

"ساری بات یہ ہے میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں' اس کے علاوہ میں کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ سمجھ میں آیا اب جاؤ یہاں سے تم۔"

"میں بھی آپ سے محبت کرتی ہوں ابھی سے نہیں اس وقت سے جب آپ کو پہلی بار دیکھا تھا تب سے میں آپ پر مرتی ہوں۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب چلی آئی تھی۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتا اور نہ کبھی کروں گا جاؤ یہاں سے۔"

"تم میری محبت کی توہین کر رہے ہو ابوبکر! یاد رکھنا عورت کبھی بھی اپنی محبت کی انسلٹ برداشت نہیں کرتی۔ میں کہتی ہوں ابھی بھی وقت ہے' تم اسے بھول جاؤ جس کی خاطر تم باغی بن گئے ہو وہ تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔" مسلسل ہونے والی اہانت پر وہ زخمی ناگن کی طرح پھنکار رہی تھی۔

"ہونہہ..... تم کون ہوتی ہو یہ فیصلہ کرنے والی کہ وہ مجھے ملے گی یا نہیں؟ قبل اس کے کہ میں تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکالوں اور تمہارا تماشہ بنے خود ہی یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"اچھا..... تم مجھے دھکے دے کر نکالو گے..... میرا تماشہ بناؤ گے؟ میں تم پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے آئی تھی۔ عورت ہو کر پہل کی میں نے اور تم نے میرے جذبوں کو قدموں تلے بے دردی سے روندھ ڈالا' میری محبت کی تذلیل کی' میں نے تمہیں محبوب بنایا اور تم دشمن ثابت ہوئے اب تم میرا انتقام دیکھنا' اب تم دیکھنا تماشہ کس کا بنتا ہے گھر سے دھکے کس کو ملتے ہیں؟" اس کا نرم لہجہ بپھر گیا تھا بڑی دلیری سے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہی تھی اور پھر اچانک ہی اس نے اپنا لباس پھاڑنا شروع کر دیا۔

"ار..... ر..... رے..... یہ..... یہ کیا کر رہی ہو..... پاگل ہو گئی ہو تم.....؟"

"دیکھنا یہ میرا پاگل پن تمہیں کہاں لے کر جائے گا؟" اس کے لبوں پر مکروہ انداز گہری مسکراہٹ تھی۔

لباس جگہ جگہ سے نوچنے کے بعد دوپٹہ بیڈ پر اچھالا تھا' سائیڈ کارنر پر رکھے گل دان کارپٹ پر پھینک کر توڑے تھے اور انہیں اٹھا کر ہذیانی انداز میں ہاتھوں اور گلے پر خراشیں ڈالی تھیں لمحوں میں برق رفتاری سے اس نے یہ کام کیے تھے اور قبل اس کے وہ ان حرکتوں سے اسے باز رکھتا وہ چیختی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی' وہ دم بخود کھڑا رہ گیا پیچھے نہ جا سکا' اس شاطر لڑکی نے کس قدر بھیانک چال چلی تھی۔ پھر وہ ہوا جو وہ کر گئی تھی' اس کی بات کسی نے سننا ہی گوارا نہ کی۔ روتی' بلکتی زخموں سے چور نیم بے ہوش وردہ کی بگڑی حالت' کمرے کا بکھرا ماحول اور وہاں موجود دوپٹہ ابوبکر کے خلاف گواہ تھے' وہ وردہ کی عصمت کا قاتل تھا' ان کی خوشبوں کا لٹیرا تھا۔ ہر طرح سے اس کا جرم ناقابل معافی تھا' اسی رات اسے دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ گھر کے دروازے اس پر بند ہو چکے تھے۔ لمحوں میں وہ کیا سے کیا بن گیا تھا' ساری زندگی اس نے اپنی سوچوں کو بھی آلودہ ہونے نہ دیا تھا' خیالی گندگی کو بھی خیالوں سے دور رکھا تھا۔ ادینہ سے ملاقاتوں میں بھی اپنے جذبوں کو بھٹکنے نہ دیا تھا۔ باعصمت عورت ہی نہیں مرد بھی ہوتا ہے شرط ہے نفس کو ہر لمحے قابو میں رکھنے کی' جذبے وقت بے وقت پر بھی بے لگام کیے جائیں تو وہ قابل گرفت نہیں ہوتے ہیں۔

پوش علاقے میں اس کا اپنا اپارٹمنٹ تھا وہ وہیں چلا آیا تھا چند دن اسے خود کو امپروو کرنے میں صرف ہوئے تھے ملال و صدمے کی کیفیت سے وہ باہر نکلا تو نانی جان کی شدت سے یاد آئی تھی۔ اس کی خودداری اجازت ہی نہ دے رہی تھی کہ وہ دوبارہ اس گھر میں قدم رکھے جہاں بلا تحقیق زندگی کا بدترین الزام لگا کر اسے دھکے دیئے گئے تھے مگر وہ نانی جان کو نہیں چھوڑ سکتا تھا خواہ وہ ان لوگوں کی

باتوں میں آ کر اس کو مجرم سمجھ بیٹھی ہوں اس نے سوچ و بچار کے بعد ان کو کال کی تھی۔

"یہ لوگ کچھ بھی کہیں ابوبکر...... لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے، تم ایسا نہیں کرسکتے، تم ایسے کم ظرف نہیں ہوسکتے میرے بچے۔" وہ اس کی آواز سن کر روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ "دل میں خدا رہتا ہے اور دل کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔"

"نانی جان...... آپ نے مجھے بڑی اذیت سے نکال لیا ہے، میں آج سکون سے سوؤں گا۔" سلگتے دل پر گویا برف سی گرنے لگی تھی، نانی جان نے اسے قید سے آزاد کردیا تھا۔ بہت اذیت ناک ہوتا ہے اپنوں کی نظروں سے گر کر زندہ رہنا۔ نانی جان کی طرف داری اور یقین اس کی ذات کو معتبر کرگئی تھی وہ دوبارہ سے جی اٹھا تھا لیکن ابھی امتحان شروع ہوئے تھے۔ اس کی یہ خوشی وقتی ثابت ہوئی تھی وہ ابھی نانی جان سے بات کرکے فارغ ہی ہوا تھا کہ ادینہ کی کال آ گئی اور اس کی باتوں نے ذات، عزت نفس، انا و خودداری کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے تھے۔

"جب شروع شروع میں ہارون نے مجھے تمہارے فلرٹ بی ہیویئر کے متعلق بتایا تھا، مجھے یقین نہیں آیا تھا مگر کب تک یقین نہ آتا سچائی ایک نہ ایک دن خود کو منوا کر رہتی ہے میں وردہ سے مل کر آئی ہوں۔ اس بے چاری نے کئی بار خودکشی کی کوشش کی ہے۔ گھر والوں کی وجہ سے وہ بچ گئی مگر اس کی حالت ابھی تک خراب ہے تم انسان نہیں درندے ہو۔" اس کی ذات ذرہ ذرہ ہوکر بکھر گئی تھی۔ ہارون...... ہارون...... ہارون ایک بازگشت تھی، لنکا ڈھانے والا اس کے گھر کا بھیدی ہی تھا۔

"مجھ سے کبھی ملنے کی کوشش نہیں کرنا میں تمہاری صورت دیکھنا بھی نہیں چاہتی، میری ماں کی دعاؤں نے مجھے تمہاری ہوس سے دور رکھا ہے ورنہ......" اس نے موبائل پوری بات سنے بغیر ہی دیوار پر دے مارا تھا۔ بے اعتباری ہی بے اعتباری یہ صلہ تھا اس کی پاکیزہ چاہتوں کا اور یہ بدلہ دیا تھا ہارون نے اس کی دوستی کا، دوستی اور محبت دونوں نے اسے لوٹا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھتا چلا گیا، الجھی گتھی سلجھنے لگی تھی۔

"کون ہے یہ، مس ورلڈ؟" ہارون کی نگاہیں اسکرین پر چپکی تھیں۔

"ادینہ ہے مائی لو یعنی تیری ہونے والی بھابی۔"

"بڑا لمبا ہاتھ مارا ہے یار تُو نے۔ میں حیران ہوں اتنی خوب صورت لڑکی تجھے مل کیسے گئی۔"

"یہ تو رشک کررہا ہے یا حسد؟" وہ اسے ادینہ سے ملوا کرلایا تھا۔

"تم نے ادینہ سے اس کا سیل نمبر لیا؟"

"نہیں...... نہیں وہ فرینڈ تمہاری ہے نمبر میں کیوں لوں گا۔" ایکسیڈنٹ ہونے کے بعد اس نے ادینہ سے بات کرنے کے لیے اس سے سیل مانگا تھا اور اس نے کہا تھا وہ سیل گھر بھول آیا ہے۔ اس کے جانے کے بعد وہاں موجود سسٹر نے اس سے کہا تھا۔

"آپ کے دوست نے آپ سے جھوٹ کیوں بولا؟ ان کے پاس سیل فون ہے کچھ دیر پہلے وہ کوریڈور میں کسی سے باتیں کررہے تھے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے سسٹر...... وہ مجھ سے جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔" اس نے پورے اعتماد سے کہا تھا نرس نے اس کی طرف تاسف سے دیکھ کر شانے اچکائے تھے پھر ادینہ نے جس انداز میں اس سے گفتگو کی تھی۔ وہ اس سے پوری طرح بدظن و بے اعتباری پر مبنی تھی، اس وقت اسے محسوس ہوا تھا کوئی ادینہ کو اس سے دور کرنا چاہ رہا تھا۔ کسی نے اس کے خلاف اس کے دل میں نفرت بھری تھی لیکن ایسا کون کرے گا اور کیوں؟

ضمیر کی اس صدا پر وہ خاموش ہوکر رہ گیا، آج وہ کینہ پرور چھپ کر وار کرنے والا شخص سامنے آ گیا تھا۔ ہارون جو بچپن سے اس سے اس کی پسندیدہ چیزیں مانگتا اور چھینتا آیا تھا آج اس کی سب سے بڑی خوشی...... سب سے بڑی چاہت، اس سے چھین چکا تھا۔ ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی کام کرتا ہے کام کسی کا پھول بانٹنا ہوتا ہے،

کسی کا کام راہ میں کانٹے بچھانا' کسی کا کام معاف کرنا اور کسی کا انتقام لینا ہوتا ہے۔ ہارون نے تمام پھول اپنے حصے میں کر لیے تھے اور تمام کانٹے اس کی راہ میں ڈال دیئے تھے یہیں سے دوسرے ابوبکر نے جنم لیا تھا۔

شدید ترین محبت کا دوسرا رخ شدید ترین نفرت ہوتا ہے۔ ہارون کی کمینگی کا اسے ایک حد تک ملال تھا لیکن ادینہ کی بے وفائی حد سے سوا تھی۔ ادینہ کی بے وفائی اور وردہ کی مکاری اسے عورتوں سے متنفر کر گئی تھی پھر وہ اس صنف سے دور ہی رہا زندگی میں بہت تبدیلیاں آئیں اور ہر تبدیلی اسے پتھر بناتی چلی گئی تھی۔ اس کے لیدر کے بزنس کو مزید وسعت مل گئی تھی اس کی مصروفیت بڑھتی چلی گئی۔ سال میں چند ہفتے ہی ملک میں گزار پاتا تھا' نانی جان نے اس کی جدائی و گھر بدری کا روگ دل سے لگا لیا تھا جس کے سبب بار بار انہیں بیماریوں میں مبتلا ہو کر ہاسپٹلائز ہونا پڑ رہا تھا' جس سے پریشان ہو کر ماموؤں نے اسے گھر آنے کی مشروط اجازت دی تھی۔

وہ ان سے کوئی تعلق نہ رکھے گا اور وہ خود بھی ان کی صورتیں دیکھنے کا روادار نہ تھا' کبھی کبھی جاتا تو انیکسی میں ہی ٹھہرتا تھا۔ ہارون اور ادینہ کی شادی کی خبر اس نے بہت عام انداز میں سنی تھی کیونکہ وہ ان دنوں واشنگٹن میں تھا۔ ہارون نے ایک بار بھی اس کا سامنا نہیں کیا تھا اور بھاگتے وہ ہی لوگ ہیں جن کے دل میں چور ہوتا ہے جو غلط کرتے ہیں۔ وہ ان کی شادی کے چھ ماہ بعد واپس آیا تھا' نانی کی خراب طبیعت اسے یہاں کھینچ لائی تھیں اور تب وہ پہلی بار اس کے سامنے آیا تھا۔

ادینہ کے گرد بازو لپیٹے' گردن اکڑا کر فتح مندی سے اسے دیکھتا کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔ لمحے بھر کو وہ شاکڈ ضرور ہوا تھا پھر دوسرے لمحے ہی نفرت کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ ان کی خوشی' ان کا غم اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے جن لوگوں کی محبت دل سے نکل جاتی ہے وہ زندہ ہو کر بھی مر جاتے ہیں اور اس کو ان کی محبتوں پر مٹی ڈالے ایک عرصہ گزر چکا تھا۔

وفا و بے وفائی' اعتبار و بے اعتباری وہ ان جذبوں سے لاتعلق ہو گیا تھا اس نے ارادہ کر لیا تھا اب کوئی لڑکی اس کی زندگی میں نہیں آئے گی لیکن حادثاتی طور پر ایک لڑکی نہ صرف اس کی زندگی میں آئی بلکہ وہ اس کے نام کے ساتھ جڑ بھی گئی مگر اس نے بھی تہیہ کر لیا تھا' نانی کی محبت ایک طرف وہ لڑکی جبراً اس کی بن تو گئی ہے مگر اسے کبھی حاصل نہ کر سکے گی۔

❀......❀......❀

اماں بی کی جلالی کیفیت نے ان کے اندر بلا کی پھرتی و تندرستی بھر دی تھی' وہ اس کا بازو پکڑے تیز تیز قدموں سے ابوبکر کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں' وہاں جا کر دروازے پر انہوں نے دستک دی تھی۔

"جی......آ جائیں بابا۔" اندر سے آواز آئی تھی وہ اسی طرح اندر چلی آئی تھیں۔

"نانی...... جان......" وہ کھڑکی کا پردہ درست کر کے پلٹا اور انہیں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ وہ غیض و غضب کی تصویر بنیں ڈری سہمی جنت کا ہاتھ تھامے کھڑی ہوئے تھیں۔

"ہاں......میں تمہاری نانی......تم نے جرأت کیسے کی میری حکم عدولی کرنے کی......تم کیا سمجھتے ہو میں تم سے کمزور ہوں......تم بہت بہادر و نڈر بن گئے ہو؟"

"نہیں......میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا' یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟"

"سوچ نہیں سکتے مگر عملی مظاہرے کر کے دکھا سکتے ہو۔"

"آیئے بیٹھے تو سہی۔" اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھانا چاہا تھا لیکن شدید غصے میں وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر کہنے لگیں۔

"یہ جگہ جنت کی ہے اس کو بٹھاؤ مجھے نہیں۔"

"جی بہتر' پہلے آپ تو بیٹھیے نا' اتنا غصہ آپ کی صحت کے لیے اچھا نہیں۔"

"تمہیں اگر میری صحت کا خیال ہوتا تو تم اس بچی کو

وہاں چھوڑ کر نہیں آتے' ساتھ لے کر آتے یہ منہ دیکھے کی محبت نہ جتاؤ۔" اسے معلوم تھا نانی کو غصہ کم کم ہی آتا ہے مگر جب آتا ہے تو پھر بڑا ہی خطرناک آتا ہے اب وہ زیر عتاب آ گیا تھا۔

"سوری...... غلطی ہوگئی مجھ سے آپ پلیز ریلیکس ہوجائیں۔"

"ہونہہ...... اچھا لفظ بنا ہے یہ "سوری" کسی کے دل میں چھریاں اتار دو' کسی کو قتل کردو اور پھر آہستہ سے کہہ دو سوری۔"

"زیادتی کر رہی ہیں نانی جان آپ' کہاں ہے میرے ہاتھ میں چاقو' پستول' خنجر جو میں کسی کو قتل کروں گا۔" ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے وہ دھیمے انداز میں مسکرا کر گویا ہوا۔

"یہ زبان جو ہے نہ بڑی خاموش قاتل ہے یہ گھائل بھی کرتی ہے تو کسی کو پتا نہیں چلتا اور مار بھی دیتی ہے تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح تم ابھی دو دل زخمی کرکے آئے ہو اور تمہیں ملال تک نہیں ہے اور کہہ رہے ہو تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔" ان کا مزاج مزید گرم ہوگیا تھا۔

"غلطی ہوگئی مجھ سے معاف کردیجیے نانی جان۔" وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

"جنت یہیں رہے گی کان کھول کر سن لو اگر تم نے اس کو آنکھیں دکھانے کی کوشش کی پھر مجھ سے برا کوئی نہیں یہ یاد رکھنا تم۔"

"مجھے یقین نہیں ہو رہا' آپ میری نانی ہیں یا کسی اور کی؟" وہ شانے اچکاتا ہوا حیرانی سے بولا۔

"یہ بھی سب زبان کا ہی کمال ہے زبان میں مٹھاس و خلوص ہوگا تو غیروں کو بھی اپنا بنا لیتی ہے اور کڑواہٹ ہو تو اپنے بھی غیر بن جاتے ہیں۔"

"یعنی خون سے زیادہ زبان کے رشتے پائیدار ہوتے ہیں؟"

"مجھے باتوں میں الجھا کر وقت برباد نہیں کرو' مجھے ویسے ہی نیند آ رہی ہے۔"

"جی ہاں...... بہت خوب' میں کچھ کہوں تو وقت کی بربادی نظر آتی ہے' نیند آنے لگتی ہے۔ دوسروں کی خاطر ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں شکوہ در آیا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ غصہ بھول کر بے ساختہ مسکرانے لگی تھیں۔

"خیر' جو میں نے کہا ہے وہ یاد رکھنا کسی قسم کی شکایت نہیں ملنی چاہیے مجھے۔" وہ جنت کا سر تھپتھپاتی وہاں سے چلی گئی تھیں' ابوبکر ان کو سہارا دے کر وہاں سے لے کر گیا تھا اب وہ وہاں تنہا رہ گئی تھی تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ' اس کا کمرہ اس کے مزاج کی طرح سرد تھا۔ اعلیٰ ترین ڈیکوریشن کا شاہکار خاصا بڑا کمرہ تھا' وہ وہیں کھڑے کھڑے جائزہ لیتے ہوئے مبہوت سی رہ گئی تھی۔ اس کا یہ بیڈ روم' اس کی آرائش خوابوں کے نگر جیسی تھی وہ سخت مرعوب ہوگئی تھی۔

ابوبکر نانی کو چھوڑ کر کمرے میں آیا تو خاصا اپ سیٹ تھا وہ ہنوز اسی جگہ کھڑی تھی جہاں نانی کے ساتھ آ کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی پتھریلی ہوتی چلی گئی تھی۔ جنت کی موجودگی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ اپنی تنہائیوں میں کسی کی مداخلت کسی صورت گوارا نہ تھی اور وہ وہاں بن بلائے مہمان کی طرح آ کر مسلط ہوگئی تھی۔ اسے کمرے میں آتے دیکھ کر جنت دم سادھے کھڑی تھی' وہ خاصا جھنجلایا ہوا لگ رہا تھا اسے نظر انداز کرکے ڈریسنگ کی دراز کھول کر چیک کرتا رہا پھر چینج کرنے ڈریسنگ روم میں گھس گیا وہاں سے نکلا تو آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر بالوں میں برش کرتا رہا' اس کے ہر انداز سے بے اطمینانی ظاہر ہو رہی تھی۔ کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں مگر وہ سخت کٹھور تھا ذرا بھی اس پر ترس کھانے کو تیار نہ تھا پھر سائیڈ ٹیبل کی دراز سے لائٹر اور سگریٹ نکال کر صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ایک کے بعد دوسری سگریٹ سلگا کر اس کی آنکھیں اسے دیکھنے کے قابل ہوئی تھیں' وہ سرد و سپاٹ لہجے میں

مخاطب ہوا تھا۔

"نانی جان نے جو باتیں کی ہیں ان سے تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے وہ میری اس دنیا میں واحد عزیز ہستی ہیں میں چاہنے کے باوجود ان سے کوئی اختلاف رائے نہیں رکھ سکتا۔ کچھ رشتے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہیں آپ کو مضبوط کرتے ہیں تو کہیں کمزور بھی کردیتے ہیں۔" اس کی مخاطب وہ ہی تھی مگر وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"نانی کی خوشی کے لیے آخری سانسیں لیتے ہوئے شخص کی التجا پر یا نانی کی بگڑی حالت کے پیش نظر میں نے نکاح نامے پر سائن کیے تھے اس میں نہ میری خواہش شامل تھی اور نہ مرضی میں سوچ رہا تھا مناسب وقت پر کوئی فیصلہ لوں گا' وہ وقت ابھی آیا نہیں ہے اس وقت تک میں تمہیں یہاں برداشت کرنے کو تیار ہوں مگر یہ سب مشروط طور پر ہوگا جو میں کہوں گا وہ تمہیں کرنا ہوگا' کروگی؟"

"کیا کرنا ہوگا مجھے؟" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"میں جو بھی کہوں مگر تمہیں انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔"

"جی لیکن کرنا کیا ہوگا؟"

"میں نے کہا نہ تم کو سوال کرنے کا حق بالکل نہیں ہے انڈرسٹینڈ۔" وہ ایش ٹرے میں سگریٹ رگڑتا ہوا دھاڑا۔

"جی...... جی اچھا۔" اس کی دھاڑ پر وہ اچھل پڑی تھی۔

"میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے رشتہ کوئی بھی ہو میں سچائی سے نبھانے کا عادی ہوں۔ تمہارا ساتھ میری مجبوری ہے اور کسی کی مجبوری کے ساتھ فائدہ اٹھانا میری نظر میں سب سے زیادہ بزدلی و کم ظرفی ہے' میں تمہارے ساتھ ٹائم شیئر نہیں کروں گا۔ نانی جان تمہیں چھوڑ کر گئی ہیں ان کی خواہش کے احترام میں تمہیں یہاں سے بے دخل نہیں کروں گا مگر میں یہاں نہیں رہوں گا۔" وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

❀......❀......❀

ہارون کی ذہنی حالت اس قدر ابتری کا شکار تھی کہ وہ سائیکو کیس بن گیا تھا نہ وہ ادینہ کو ساتھ رکھنے پر تیار تھا نہ اس کے بغیر رہنے کو' ادینہ ایک ہفتے سے میکے میں تھی وہ لینے گیا تھا اس نے آنے سے انکار کردیا تھا پھر وہ غصے میں وہاں خوب ہنگامہ کرکے آیا تھا۔ اس کا ایب نارمل رویہ دیکھ کر ادینہ کے والدین نے نفیسہ بیگم کو فون کرکے کہہ دیا تھا' وہ اپنی بیٹی کو اس پاگل کے پاس کبھی نہیں بھیجیں گے۔ نفیسہ کی زندگی دہری مشکل میں پھنس گئی تھی ایک طرف محبت کرنے والا بیٹا دشمن بن گیا تھا تو دوسری طرف ادینہ کے والدین نے نیا تنازعہ کھڑا کردیا تھا' ان کے سمجھانے اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا کیونکہ ہارون دو تین بار وہاں جاکر ان سے جھگڑا کرکے آتا رہا تھا بات اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ وہ لوگ خلع لینے کا سوچ رہے تھے اور ان کی جان پر بنی ہوئی تھی کہ وہ جانتی تھیں ہارون ادینہ کو طلاق دینے کے بجائے کوئی انتہائی قدم نہ اٹھالے۔ وہ اسی سوچ میں گم بیٹھی تھیں ہارون کو کس طرح سمجھائیں وہ ان کی کوئی بات سننے کو راضی ہی نہ تھا رباب وہاں آئیں اور قریب بیٹھ گئیں۔

"بھابی! سمجھ نہیں آتا اس گھر کو کون سی نحوستوں نے گھیر لیا ہے خوشی کی خبر سننے کو کان ترس گئے ہیں پتا نہیں ایسا کیا ہوا ہے؟"

"جب سے اماں بی گھر سے گئی ہیں لگتا ہے ہماری خوشیاں اور سکھ بھی ساتھ ہی لے گئی ہیں روز کوئی نہ کوئی نئی مصیبت ہماری منتظر ہوتی ہے۔" نفیسہ آہ بھر کر گویا ہوئیں۔

"اماں بی کی بات آپ رہنے ہی دیں' وہ تو اپنے کمرے تک ہی محدود رہتی تھیں' انہیں صرف فکر اپنے چہیتے ابوبکر کی ہوتی تھی' دوسرا کوئی مرے یا جیے اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔" وہ منہ بنا کر بولیں۔

"پہلے ایسا نہیں تھا جب سے ابوبکر پر اس گھر میں داخلے پر پابندی لگی تھی اس وقت سے ہی انہوں نے خود کو

اپنے کمرے تک محدود کرلیا تھا۔"
"ان کی وجہ سے اس کو گھر کی دہلیز پر قدم رکھنے کی اجازت ملی تھی ورنہ اس نے جو کیا ہے اس کی پاداش میں اسے سنگسار کردینا چاہیے۔" رباب کی نفرت میں ذرا کمی نہ آئی تھی۔
"اس کو اس گھر سے اور ہم سے جدا ہوکر کیے کی سزا مل گئی ہے۔"
"لیکن...... بھابی! وردہ کو بنا قصور کے ہی سزا مل رہی ہے۔ میرے چاروں بچے اس سے چھوٹے ہیں مگر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں اور وہ ان سے سالوں بڑی ہونے کے باوجود گھر بیٹھی ہے۔ مجھے اس کی شادی کی فکر رہتی ہے پھر اس کے ساتھ گزرنے والے واقعے نے اس کی زندگی پر بُرے اثرات ڈالے ہیں' جب ہی رشتے آتے تو ہیں لیکن پھر کوئی پلٹ کر آتا نہیں ہے۔"
"یہ سب نصیب کے کھیل ہیں رباب! جب اللہ کا حکم ہوگا تو وہ اپنے گھر کی ہوجائے گی۔ اس کے ساتھ گزرنے والے واقعے کی خبر ہمارے سوا کسی کو نہیں ہے۔ تم یہ خیال دل سے نکال دو' باہر کسی کو بالکل خبر نہیں ہے وردہ کے ساتھ کیا ہوا ہے پھر اب تو اس بات کو گزرے عرصے بیت گیا ہے۔" نفیسہ نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"مجھے تو لگتا ہے بندش وغیرہ ہے وردہ کے کام میں۔"
"اللہ کے کام میں کسی بندے کے مداخلت کرنے کی جرأت ہے بھلا' میں ایسی بندش وغیرہ کو نہیں مانتی' اگر ہمارے کسی کام میں دیر ہوتی ہے تو پھر اس میں ہماری ہی کوتاہی ہوتی ہے یا پھر تقدیر ہمیں کچھ بہت اچھا عطا کرنا چاہتی ہے۔"
"میں دیکھ رہی ہوں بھابی! جب سے ہارون کی طبیعت خراب رہنے لگی آپ میں بے حد تبدیلی آگئی ہے بہت چینج ہوگئی ہیں آپ۔"
"میری دعا ہے اولاد کا دکھ کسی دشمن کے نصیب میں بھی نہ لکھا ہو' میری دعا ہے' ہم اپنے دکھوں سے لڑ سکتے ہیں' تکالیف برداشت کرسکتے ہیں مگر بچوں کا دکھ ان کی معمولی سی تکلیف بھی ماں کو بے چین کرڈالتی ہے پھر ہارون تنہا نہیں ہے اس کی بیوی ہے' جس کو بڑی چاہ سے وہ اپنا بنا کر لایا تھا اور......" وہ بے ساختہ رونے لگیں۔
"آج وہ اسی کا دشمن بنا ہوا ہے اور عجیب دشمنی ہے نہ اس سے دور رہ سکتا ہے نہ پاس رکھنے کو تیار ہے' نامعلوم کیا چاہتا ہے' کیا سوچتا ہے؟ ہر دوسرے دن رباب اور اس کی ممی پپا سے جھگڑا شروع کردیتا ہے۔"
"آپ جاکر ادینہ کو گھر لے کر آجائیں وہ غصہ بھول جائے گا۔"
"دو دن بعد پھر اس کو مار کر نکال دے گا اور میں کس منہ سے بہو کو لینے جاؤں' کتنی مرتبہ اس کے ممی پپا سے ہارون کے رویے پر معذرت کرکے ادینہ کو لے آئی ہوں اور ہارون کا رویہ ہر دوسرے دن بدل جاتا ہے۔ وہ ہاتھوں کی مار بھی مارتا ہے اور زبان کی مار بھی' وہ جسمانی طور پر بھی گھائل ہوتی ہے اور ذہنی طور پر بھی۔ پہلے میں اس کی پروا نہیں کیا کرتی تھی لیکن جب سے میرا دل زخمی ہوا ہے مجھے اس کے غم کا احساس ہونے لگا ہے۔"
"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ' دوسروں کو یہ احساس کم ہی ہوتا ہے اب ابوبکر کو ہی دیکھ لیں جب وردہ سے شادی نہیں کرنی تھی پھر اس کی زندگی کیوں خراب کی؟ اب خود آرام سے شادی کرکے بیٹھ گیا ہے۔ ندامت کا احساس چھو کر بھی نہیں گزرا' اس بے حس لڑکے کو میری بددعا ہے وہ آباد ہوکر بھی آباد نہیں ہوگا جس طرح میری بہن کی زندگی برباد کرکے گیا ہے اسی طرح اس کی زندگی بھی برباد ہوگی۔"
"جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی بھرتا ہے یہ قدرت کا اصول ہے' وہ لوگ بہت جلد یہاں آجائیں گے میں یہ سوچ سوچ کر ہول جاتی ہوں' ابوبکر کو یہاں دیکھ کر ہارون کا ردعمل کیا ہوگا؟"
"یہی میں سوچ کر پریشان ہوں وردہ کے زخم پھر سے تازہ ہوجائیں گے۔ میری لاکھ کوششوں کے باوجود اس کا کہیں رشتہ طے نہ ہوسکا۔"
"میں یہی تو سوچتی ہوں ہم سے ایسی کیا خطا

ہوگئی جو ہماری خوشی غموں میں بدل گئی اور بے فکری کو فکر کی دیمک لگ گئی ہے ہر دن ایک نئی آزمائش لے کر طلوع ہوتا ہے۔"

❀......❀......❀

وہ نانی سے دل و جان سے محبت کرتا تھا یہ محض زبانی دعویٰ تھا اس کا ثبوت اس نے عملی طور پر بھی دیا تھا وہ رات اسے یہاں چھوڑنے آئی تھیں۔ ان کے احترام میں ان کی خواہش کا خیال کرتے ہوئے وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا تھا اور برابر والے کمرے میں سویا تھا۔ دوسرے دن وہ اس کے بیدار ہونے سے قبل چلا گیا تھا اماں بی اور اس نے ناشتا کیا۔ ناشتا کے دوران وہ خاموش نظروں سے اس کا جائزہ لیتی رہی تھیں اور ان کے چہرے پر سوچوں کی پرچھائیاں گہری ہونے لگی تھیں۔

"قاعدے کی رو سے آج ناشتا ابوبکر کو ہمارے ساتھ ہی کرنا چاہیے تھا مگر اچانک کوئی فون آ گیا وہ سویرے ہی گھر سے چلا گیا تم خیال نہیں کرنا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔

"آپ فکر مند نہیں ہوں اماں بی...... مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے یہ میرے لیے کافی ہے انہوں نے ناپسندیدگی کے باوجود آپ کی محبت میں مجھے اپنی زندگی میں شامل کرلیا ہے۔ اپنا نام دیا ہے اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ...... میں جو مٹی کا ذرہ تھی کوہِ نور بن گئی ہوں۔" وہ چائے کا مگ ان کو پکڑاتی بولی۔

"جیتی رہو بیٹی...... خوش رہو سدا آباد رہو میں جانتی ہوں ابوبکر نے تمہیں ابھی وہ جگہ نہیں دی ہے جو خاوند بیوی کو دیتا ہے لیکن مجھے یقین ہے تمہارا صبر و استقامت خلوص و بے لوث محبت بہت جلد اسے تمہاری طرف کھینچ لائے گی۔ وہ تمہارا ہو جائے گا تمہیں چاہنے لگے گا مرد کی بیگانگی بے مثال ہوتی ہے تو اس کی محبت کی بھی وسعت ناپی نہیں جا سکتی۔ آج اس کی بے رخی کی دھوپ تمہیں جھلسا رہی ہے کل یقیناً اس کی محبت کی چھاؤں تمہیں مسرور کردے گی۔" وہ کہہ رہی تھیں اور وہ گردن جھکائے

سوچ رہی تھی۔ انہوں نے ماں بن کر پالا تھا اور ہر ماں اپنے بچوں کے لیے اچھے جذبات رکھتی ہے۔

''آج تمہاری ماں کی طرف چلتے ہیں اس کی عدت پوری ہوگئی ہوگی۔ میں کچھ دیر بیٹھ کر آ جاؤں گی۔ تم آرام سے رہنا ساتھ نہیں لاؤں گی' رات تک بلواؤں گی۔'' وہ ناشتے کے برتن سمیٹ کر ٹرالی میں رکھ رہی تھی معاوہ بولیں۔

''جی اچھا آپ کا سوٹ نکال دیتی ہوں۔''

''ارے نہیں میں نے کچھ دیر قبل ہی چینج کیے ہیں تم کسی خوب صورت سوٹ کے ساتھ ہلکی پھلکی جیولری پہن لوتا کہ ان کو یاد رہے تم ان کی بیٹی ہی نہیں ہماری بہو بھی ہو۔'' وہ اس کا سادہ اور زیورات سے مبرا چہرہ دیکھ کر جتانے والے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

جب سے اس کی تقدیر بدلی تھی' شریفہ اور صدف کا رویہ بھی بدل گیا تھا' اس کو اور اماں بی کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ اماں بی زیادہ وقت بیٹھ کر نہیں گزار سکتی تھیں اس لیے وہ کھانے کے بعد جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور حسب عادت نوٹوں کی گڈی چپکے سے شریفہ کو تھما کر چلی آئی تھیں اس سے کیے گئے وعدے کو وہ خاموشی سے نبھا رہی تھیں حتیٰ کہ اس کا ذکر انہوں نے جنت سے بھی کرنا مناسب نہ سمجھا تھا لیکن وہ ان کے اس ایثار سے اچھی طرح واقف تھی' انہیں بتانا اچھا نہیں لگا اسے جتلانا نامناسب لگا تھا۔ ان کی اس سخاوت پر وہ دل سے ان کی قدر دان ہوگئی تھی کہ اب ایسے لوگ مٹھی برابر ہی رہ گئے ہیں جو چھپ کر مستحق و مجبور لوگوں کی امداد کریں۔ کل تک شریفہ خانم بھی دنیا کو ٹھوکر میں رکھا ہوا تھا آج وہ محکوم بن کر اس کی ٹھوکروں میں آ گئی تھی' محتاج و بے بس ہوگئی تھی۔

''اب تم بھی تھوڑا آرام کرلو جب سے آئی ہو دعا کو گود میں لیے بیٹھی ہو۔ لاؤ اسے مجھے دو' اس کے سونے کا ٹائم ہو رہا ہے' صدف سلائے گی اسے۔'' وہ اس کی گود سے صدف کی بیٹی کو لیتے ہوئے جنت سے مخاطب ہوئی۔

''اس میں وزن ہی کہاں ہے چھوٹی ماں...... پھولوں جیسی ہے بالکل نازک و پیاری۔'' اس نے چار ماہ کی دعا کے رخسار چومتے ہوئے کہا۔

''وزن کہاں سے آئے گا بچی میں بیٹا؟ ڈبے کا دودھ کتنا مہنگا ہوتا ہے ہم جیسے لوگ کہاں خریدنے کی اوقات رکھتے ہیں۔'' شریفہ بچی کو بے بی کوٹ میں لٹاتے اپنے دکھڑے رو رہی تھی۔ اس کی نگاہیں جنت کے گولڈن پرس پر تھیں۔

''چھوٹی ماں...... اماں بی جو رقم دیتی ہیں وہ کم تو نہیں ہوتی سب سے پہلے آپ اس میں سے دعا کے لیے دودھ منگوایا کریں پھر کچھ اور کام کیا کریں۔'' اس نے مناسب انداز میں انہیں جتایا تھا۔

''ارے وہ رقم...... (چالاک بڑھیا کہتی ہے میں اس رقم کے متعلق کسی کو نہیں بتاتی ہوں) ارے گھر کے خرچ ہی اتنے ہیں کہ ان پیسوں میں بچتا ہی کیا ہے' تمہارا ابا اتنے پیسے بھی نہیں چھوڑ کر گیا کہ میں چند دن سکون سے گزار سکوں۔ مجبوری کی حالت میں داماد کے گھر پر پڑی ہوں' پھر بہروز کون سا لکھ پتی ہے' ایک مزدور ہے' کبھی مزدوری ملتی ہے کبھی نہیں ملتی لیکن پیٹ تو روز کھانے کو مانگتا ہے اس جہنم کو تو بھرنا ہی پڑتا ہے۔'' وہ غمزدہ لہجے میں کہہ رہی تھیں کوئی اور وقت ہوتا تو جنت کی روئی کی مانند دھنائی ہو چکی ہوتی مگر اس کی تقدیر بدل گئی تھی۔ وقت نے اسے جنت اکبر سے جنت ابوبکر بنا دیا تھا۔

''جنت...... تم دلہا بھائی سے کہہ کر بہروز کو کوئی اچھی جگہ نوکری دلوا دو نا' جہاں لاکھوں روپے سیلری ہو' بنگلہ' کار ہر چیز ملے۔'' صدف نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ملتجی لہجے میں کہا۔

''ارے ہاں بڑے کمال کی بات کی ہے تم نے صدف۔'' شریفہ بھی پھرتی سے وہاں آ کر بیٹھی تھی۔

''تمہارا میاں بہت امیر ہے بڑے بڑے لوگوں سے ملنا جلنا ہوگا ان کا' تم ان سے کہہ کر بہروز کی تگڑی سی نوکری لگوا دو جنت۔''

''میں کیسے کہہ سکتی ہوں ان سے؟'' وہ بے

ساختہ بولی۔
"لو یہ کیا بات کی تم نے؟" شریفہ بے ساختہ ہنستی ہوئی بولی۔
"منہ سے کہو اور کیسے کہو گی، ابھی تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں اور تم ان سے ہر بات منوا سکتی ہو پھر یہ بات بھی منوالو۔"
"لیکن چھوٹی ماں...... وہ ایسے نہیں ہیں۔"
"کیا مطلب وہ ایسے نہیں ہیں...... ہوں...... کیا وہ تم سے پیار نہیں کرتے؟" ان کی نگاہوں میں ایک دم تجسس ابھر آیا تھا انہوں نے حیرانی سے صدف کی طرف دیکھا اور وہ چور سی بن گئی نہ چاہتے ہوئے بھی سچ منہ سے نکل گیا تھا حالانکہ ابوبکر نے سخت تنبیہ کی تھی کہ ان کے تعلقات کی کسی کو بھی بھنک نہیں پڑنی چاہیے اور اس کی دھمکی سے قطع نظر یہ اس کی بھی عزت نفس وانا کا معاملہ تھا۔ وہ کیوں اپنا ٹھکرایا جانا کسی کو سنا کر تماشہ بنتی، سو ایک دم ہی ذرا جھینپ کر مسکراتی ہوئی دفاعی انداز میں گویا ہوئی۔
"نہیں نہیں...... میرا یہ مطلب نہیں تھا وہ بہت خیال رکھتے ہیں میرا۔"
"ہاں، خیال کیوں نہیں رکھے گا اپنی مرضی سے تم سے بیاہ کیا ہے کسی نے اس کے گلے پر چھری رکھ کر مجبور تھوڑی کیا تھا کہ تم سے شادی کرو۔" ان کی آنکھوں میں جلنے والی جوت یک دم بجھ گئی تھی۔
"توبہ اماں...... اتنے امیر وکبیر آدمی کو بھی کوئی زبردستی شادی کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ یہ تو جنت کی قسمت ہے جو سنڈریلا کی طرح بدل گئی۔" وہ اس کے قیمتی ملبوس ورونی اسٹون کی نازک وحسین جیولری کو دیکھتی رشک آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"یہ کوشش کرے تو تمہاری تقدیر بھی بدل سکتی ہے۔"
"جنت میری بہن ہے یہ کیوں نہیں کوشش کرے گی، ضرور کرے گی۔ یہ ہمیشہ سے ہمارا خیال رکھتی آئی ہے جب یہ خالی ہاتھ تھی اور آج تو کروڑوں کی مالکن بن گئی ہے ایسے میں ہماری مدد کیوں نہیں کرے گی۔" صدف نے لپیٹتے ہوئے بڑے لگاوٹ بھرے لہجے میں کہا۔

پھر رات تک وہ اسے شیشے میں اتارتی رہی تھیں، صدف اپنی مصائب بھری زندگی کی پریشانیاں بار بار سناتی رہی۔ شریفہ اس کی باتوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتی جاتی اور ساتھ ساتھ میاں کو قابو کرنے کے گر بھی از بر کرواتی وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔
"اگر ان باتوں کا ادراک ابوبکر کو ہو جائے تو وہ کیا کرے گا؟ یقیناً اسے اٹھا کر کمرے سے باہر نیچے کھائیوں میں پھینک دے گا۔" اس احساس سے ہی اسے مارے خوف کے جھرجھری لی تھی۔
پھر اس کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا جب بہروز خان نے اندر آ کر اطلاع دی کہ باہر ابوبکر اسے لینے آیا ہے، وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔
"دیکھ...... کتنا پیار کرتے ہیں تم سے، ذرا دیر ہوئی نہیں اور دوڑے دوڑے چلے آئے تمہیں لینے۔ بہروز کی نوکری کی بات ضرور کرنا۔" اس کو شال اوڑھتے دیکھ کر شریفہ نے ہنس کر کہا۔
"میرا نہیں تو میری بچی کا خیال کرنا جنت...... ہمارا بھی حق ہے اچھی زندگی جینے کا کب تک سسک سسک کر زندگی گزاریں گے ہم۔"
"اگر تم کہو گی تو تمہارا میاں بہروز کو اپنی ہی کسی کمپنی میں نوکری دے دے گا۔" بہروز نے اس سے کہا کہ ابوبکر کو جلدی ہے وہ اندر نہیں آئے گا وہ اس کو بلا رہا ہے۔ وہ شال اوڑھ چکی تھی اس نے جھک کر بے بی کاٹ میں کچھ دیر قبل سوئی دعا کو پیار کیا اور پرس میں سے کچھ رقم نکال کر سوئی ہوئی دعا کی مٹھی میں دبا دیے تھے۔ اماں بی وقتاً فوقتاً اسے روپے دیتی رہتی تھیں جس کے استعمال کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔
"ارے وہ ہم غریبوں کے ہاں کیوں آئے گا۔" دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے شریفہ کی بڑبڑاہٹ سنی تھی اور سانس بھر کر رہ گئی۔
"بہن جنت...... اماں اور صدف کی باتوں کا پروانہ

کرو آپ ان سے ہمارا نوکری کا بات نہیں کرنا۔ ابھی آپ کی شادی کو دن کتنا ہوا ہے آپ ان کو نوکری کا بولے گا تو وہ کیا سمجھے گا کیسا لالچی لوگ ہے ہم۔" بہروز خان اسے کار تک چھوڑنے جارہا تھا اور اس کے کانوں میں ان کی باتیں پڑ گئی تھیں وہ شرمندہ سا گویا ہوا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بہروز بھائی...... اماں اور صدف نے اپنا سمجھ کر کہا ہے مجھے۔"

"سب سمجھتا ہے ہم یہ سارا پیسے کا کمال ہے ورنہ تم کل بھی ان کا اپنا تھا۔" بہروز نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔ وہ سست روی سے کار کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"آگے آؤ، نوکر نہیں ہوں تمہارا۔" وہ اس کی طرف بنا دیکھے اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے دیکھ کر اسے دھاڑا تھا اور جنت کانپ کر رہ گئی تھی۔ فرنٹ ڈور کھول چکا تھا وہ اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے عجیب سی کپکپی کا شکار تھی دروازہ بھی بڑی مشکل سے بند کیا تھا۔

"تم نے ڈور ٹھیک سے بند نہیں کیا دوبارہ کھول کر بند کرو۔" اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مصیبت ہے بھئی، تم کو ڈور بھی بند کرنا نہیں آتا حد ہوتی ہے۔" دروازہ درست طریقے سے بند نہیں ہوا تھا اس نے جھنجلاتے ہوئے جھک کر ہاتھ بڑھایا اور کھٹاک سے دروازہ بند کر دیا تھا خوشبو کا ایک زبردست جھونکا اس کی ناک سے ٹکرایا تھا۔ لمحے بھر کو وہ اس کے مہکتے حصار میں قید ہو کر رہ گئی تھی پل بھر کو وہ بادل کی طرح اس پر چھا گیا تھا۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ سیدھا ہوا۔

"نانی جان کو بھی ہر وقت دوسروں سے ہمدردی کا بخار چڑھا رہتا ہے کہہ بھی رہا تھا میں تھکا ہوا ہوں آپ شوفر کو بھیج کر اپنی لاڈلی کو بلوا لیجیے مگر جب تک وہ میرے خلاف فیصلہ نہ کرلیں ان کو زندگی بے مزہ لگتی ہے۔ میں جس قدر کمپرومائز کررہا ہوں وہ مجھے اس قدر ہی پریشرائز کرتی ہیں۔" جتنی شدت سے وہ کار ڈرائیو کررہا تھا اتنی ہی شدت سے اس کی زبان بھی چل رہی تھی۔

وہ اسے پک کرنے آیا ہے یہ سن کر ہی وہ سکتے میں آ گئی تھی کہ وہ اسے لینے آیا ہے اور اس کے دل نے گواہی دی تھی وہ آیا نہیں بھیجا گیا ہے۔ اس خیال کی تصدیق اس کے سرد وخشک رویے نے کردی تھی۔ اس نے دروازہ اس زور سے بند کیا تھا کہ وہ جو اس کو اپنی طرف جھکتے دیکھ کر پیچھے ہوئی تھی اس اثناء میں اس کا ہاتھ لٹکا گیا تھا اور دروازہ میں دب کر رہ گیا تھا مارے تکلیف کے اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا وہ گردن جھکا کر رہ گئی تھی۔ وہ سخت غصے میں تھا اور اس کی ہمت ہی نہ ہوئی بتانے کی ابوبکر بے حدرش ڈرائیونگ کررہا تھا۔

باہر اندھیرے میں چاندنی کا غبار پھیلا ہوا کسی طلسماتی بستی کا منظر پیش کررہا تھا اونچے نیچے پتھریلے راستے اور اس کی فاسٹ ڈرائیونگ تکلیف سے اس کا برا حال تھا وہ شال کی اوٹ میں منہ چھپائے سسکیاں چھپا رہی تھی۔ وہ اس کو پوری طرح نظر انداز کیے ڈرائیونگ کررہا تھا شاید ایک بار دیکھ لیتا تو اس کی تکلیف کا احساس ہو جاتا اسے مگر وہ جلد از جلد گھر پہنچنے کی دھن میں کار دوڑا رہا تھا۔ کار گیراج میں رکی تو وہ درد سے بے حال ہو چکی تھی بڑی ہمت کر کے اس نے دروازہ کھولا اور نیم مردہ ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر اندر چلی گئی تھی۔ ابوبکر نیجر کی آنے والی کال سن رہا تھا سن کر اس نے برابر کی سیٹ پر دیکھا اور دروازے کی آف وائٹ سطح دیکھ کر وہ چونک گیا۔ وہاں تازہ خون کے قطرے پھیلے ہوئے تھے۔

"مائی گاڈ...... یہ خون ہے...... خون کہاں سے آیا؟ یہاں وہ بیٹھی تھی......" اس نے خون کو چھوتے ہوئے سوچا پھر کار سے اتر کر بھاگتا ہوا اندر کی جانب بڑھا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

مل کے جدا ہوئے تو نہ سویا کریں گے ہم
اک دوسرے کی یاد میں رویا کریں گے ہم
آنسو چھلک چھلک کے ستائیں گے رات بھر
موتی پلک پلک میں پرویا کریں گے ہم

رب نیاز نے ڈیوڑھی کی اندرونی جانب تنی چقیں اٹھائیں اور دزدیدہ نگاہوں سے چاروں اطراف دیکھا۔ گویا باہر سے ہی کسی مجرم کی تلاش میں آیا ہو اور اب اندر کونے کھدرے کو تفتیشی نگاہوں سے تاڑ رہا ہو۔ لائٹ گئی ہوئی تھی، پر وہ لالٹین کی روشنی میں ہی نگاہوں کو شانت کرنا چاہ رہا تھا۔ یہی حال دستگیر کا تھا منہ ہاتھ دھو کر تولیہ کم، گھر کے افراد کو زیادہ تلاش کررہا تھا۔ اتنے میں مرینہ جلدی سے دھلا ہوا تولیہ لے آئی۔

''سب خیر بھرجائی......'' اس کی بھاری آواز گونجی۔

''ہاں خیر ہے......کھانا لگاؤں۔'' مرینہ کا بس چلتا تو اس کا منہ ہاتھ بھی خود پونچھ دیتی۔

''بچے سارے ٹھیک ٹھاک......'' رب نیاز چٹائی پر بیٹھ گیا۔

''ہاں رب نیاز سب ٹھیک، بس گوشی کا بخار ابھی نہیں اترا۔ میرے خیال میں ڈاکٹر بدل دینا چاہیے۔'' بڑی بھابی نورین ایسے احوال سنانے لگیں گویا سامنے دیور نہیں حاکم اعلیٰ کو رپورٹ پیش کررہی ہوں۔

''صحیح کہا...... کھانا کھا کر گوشی کو تیار کردینا لے جاؤں گا، کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس۔'' ذری پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

''بچی اس کی اور حکومت چاچا تایا کی......ہنہہ۔''

بے بے ڈیم سے آئی تازہ تازہ مچھلیاں فرائی کرتے ہوئے اپنے ساتوں بیٹوں کو پیار بھری نظروں سے وقتاً فوقتاً دیکھ کر نظروں ہی نظروں میں بلائیں لے رہی تھیں۔ خوشیاں چہار سو پھیلی ہوئی تھیں، یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جسے کچن کی شکل میں ترتیب دیا گیا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد اکٹھے بیٹھ کر ناشتہ یا کھانا کھاسکیں۔ سات بیٹوں، چار بہوؤں، گیارہ پوتوں اور پانچ پوتیوں پر مشتمل یہ گھرانہ قومی یک جہتی کی مکمل تفسیر تھا۔ اکٹھے کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور ایک جگہ سب کا اکٹھے کھانا پکنا گو کہ ایک مکمل گھرانے کی تشبیہہ صادق آتی تھی، بس اس پُرسکون ندی میں کنکر مارنے والے دو ہی کردار تھے جو گھر کے تمام معاملے میں ٹانگ اڑانا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے، یوں سمجھ لیا جائے ان دو کنوارے دیوروں کی دہشت ہی بہت تھی کہ سب اپنی

اپنی جگہ سمٹے رہ جاتے تھے' بے بے کے حتمی فیصلے میں دراڑ ڈالنے والے یہی دو بیٹے تھے' حالانکہ تین کنواروں میں ایک بڑا بھی تھا لیکن یہ بے چارہ بھی باقی چار شادی شدہ کی طرح ہر وقت کھسیائی کیفیت میں رہتا جیسے ان دونوں کے ساتھ پانچوں نے کوئی بہت بڑی واردت کی ہو اور اب منہ چھپائے لبوں پر قفل ڈالے پھر رہے ہوں کہ اسی میں عافیت ہے۔ جب سے ابا جی کا سایہ سر سے اٹھا یہ دونوں شیر ہوگئے تھے۔ سب سے بڑے کنوارے کو اس شرافت پر "بزدل" کا خطاب بھی ملا تھا جو اس نے سمجھ داری کے ساتھ شانے پر سجانا بہتر سمجھا بجائے اس کے کہ آگے بڑھ کر رعب وداب کی اس جنگ میں شریک ہوتا۔ دونوں کی کچھ ازلی حاکمانہ طبیعت بھی تھی کہ سب ان دونوں کے آگے بحث ومباحثہ سے گریز کرتے بلکہ ان کے فیصلے کو مان لینے میں ہی اپنی جان بخشی سمجھتے۔

بڑے چھوٹے سب کے سب ان کے ہر فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کیے رہتے۔ رات کو دکان سے واپسی پر ایک ایک بچے کی رپورٹ طلب کی جاتی کہ کس نے دن بھر میں کیا کیا فعل انجام دیا۔ گھر اور اسکول دونوں کی کارکردگی انہیں ہر بچے کی چاہیے ہوتی اور کسی غلطی یا نمبر کم آنے کی صورت میں ان دونوں کی شکل دیکھ کر تھر تھرائے بچے کو مرغا بھی بننا پڑتا۔ کسی کو کچھ کہنے کی مجال نہیں تھی۔ سب کی مائیں حسب معمول کام انجام دے رہی ہوتیں مار کھاتے بچے کو دیکھ کر بھی۔ یہ صورت حال ان لوگوں کے لیے تو شاید قابل فخر تھی پر ذری کی سوچ ان سب سے نمایاں تھی کیونکہ وہ پڑھی لکھی تھی۔ اس خاندان کی پہلی تعلیم یافتہ بہو جو ایک مہذب معاشرے سے آئی تھی' جو ساس کی پسند تھی انہیں ذری ہی اپنے اکلوتے پڑھے لکھے بیٹے کے لیے پسند آئی تھی۔ ذری کی سوچ تو تعلیم یافتہ ماحول کی وجہ سے وسیع تھی پر ارباز کا ماحول بہت مختلف تھا وہ اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا نہ اسے آرزو تھی خود کو ذری کے لیے بدلنے کی' یہی بات اسے اندر ہی اندر سلگانے کے لیے کافی تھی۔ اوپر سے یہ دو حاکم اعلیٰ ٹائپ کے دیور' ان کے رویے اور ان کے اطوار جلتی پر تیل کا کام کرتے۔ اپنی ذات اور خیالات پر کسی کی حکمرانی اس کے لیے سخت تکلیف دہ تھی۔ ابھی بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ سب لمبی چوڑی چٹائی پر جمع ہوگئے تھے۔ بڑی بھابی نے جلدی سے دسترخوان بچھایا تاکہ سب مرد کھانا کھا کر فارغ ہوجائیں اور جب رب نیاز اور دیگیرا آجائیں تو دیر کی گنجائش ہی ختم ہوجاتی ہے باقی دونوں بھی برتن' پانی ترتیب دینے لگیں' ذری کو یہ سب پسند ہی نہ تھا تو وہ جھجکتی کیسے۔ جب مرد عورت کو یکساں حقوق دیتے ہوئے یہ معاشرہ رواں تھا تو اس نے پڑھ لکھ کر گنوایا نہیں تھا کہ اپنے حقوق کو پہچانتی نہیں۔ انہیں بھی ساتھ ہی بیٹھ جانا چاہیے تھا پر نہیں' پہلے سب مرد کھاتے پھر بچے اور عورتیں۔ وہ دور کھڑی تماشا دیکھتی رہی۔

"پتر تو وی بیٹھ جا...... رائتہ بنا لے اشفاق ورنہ روٹی نہیں کھائے گا۔" انہوں نے دوسرے نمبر کے جٹھ کا نام لیا اس کی تیوری کے بل میں کچھ اور اضافہ ہوگیا۔

"بے بے...... گوشی اور جبران کے پیپر ہو رہے ہیں میں انہیں تیاری کرا رہی ہوں۔ آپ کو تو پتا ہے ان کی ٹیوشن کہ ذمہ داری بھی میری ہی ہے' جب ہمارے لیے کھانا لگے تو بلا لیجیے گا ورنہ ٹائم ضائع ہوتا ہے۔" اپنی باتوں سے ہی وہ سب کی حاکمانہ طبیعت صاف کردیا کرتی۔

"سارا دن مغز ماری کرتی رہی ہے' تھوڑا دماغ کو ہوا لگا اپنے بھی اور بچوں کا بھی۔"

"ہنہ" "صاف کیوں نہیں کہتیں کہ غلام بن کر بیٹھ جا ان مسٹنڈوں کے آگے۔"

"پڑھائی پڑھائی ہوتی ہے بے بے' جتنی بھی تیاری کرالو کم۔ سلیبس اتنا ٹف ہوتا ہے کہ سر کھپانے کو بھی جی نہیں کرتا۔" اس نے نروٹھے پن سے معاملہ کلیئر کرنا چاہا۔ انہوں نے بے زاری سے اس کے روکھے پھیکے انداز کو دیکھا۔ اس پُررونق ماحول سے اس کا فرار مناسب نہ لگا' باقی تین بھی تو مستعدی سے شوہر' جیٹھ اور دیور کے آگے کھانا چن رہی تھیں نہ چہرے پر ملال تھا نہ بے زاری' نہ

کوفت بلکہ اطاعت و محبت کا مظہر بنی تینوں دوپٹے سے سر کو لپیٹے آگے بڑھ بڑھ کر ڈش بڑھا رہی تھیں جو مزید اسے چڑ میں مبتلا کر رہی تھی۔ پہلے ماں نے بیٹوں کا دماغ عرش معلیٰ پہ پہنچایا بعد میں بھابیاں حکم کی غلام بن کر انہیں مطلق العنان بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

"ارے مساوات کی بنا پر کہاں لکھا ہے کہ سب اکٹھے کھانا نہ کھاسکیں۔" ایک اچٹتی نگاہ رب نیاز نے ذری کو دیکھا۔

"انوشہ کدھر ہے؟" سرد لہجے کا وار کیا۔

"اندر مراد کو ہوم ورک کرا رہی ہے۔" بڑی بھابی ہولے لہجے میں منمنائیں۔

"رشنا کدھر...... مرجان کدھر...... رملہ ابھی تک سو کیوں رہی ہے۔" آخر میں بھتیجوں کی خبر گیری ہو کر انکوائری کا دائرہ ختم ہوا۔ بچوں کے باپ چپ چاپ کھانا کھا رہے تھے اور دونوں چچا باپ بن کر سب کی رپورٹ لے رہے تھے۔ حسب سابق...... وہ پاؤں پٹختی کمرے میں چل دی۔ آخر بارود بھرا بم ارباز کے سامنے پھٹا۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو...... آخر کیوں سب کا باپ بنا بیٹھا ہے اور آپ لوگوں کی زبان کیوں نہیں کھلتی اس کے آگے' کیا قرض کھا کر بیٹھے ہیں ان کا' اور تو اور بڑی بھابیوں کو بھی کچھ نہیں سمجھتا' جیسے سب اس کے ماتحت ہوں' کیسے رعب سے کہہ رہا تھا۔

"بھائی نے دکان پر زیادہ کام نمٹایا ہے' میں گوشی کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا۔" اس نے نقل اتاری۔

"صحیح تو کہہ رہا ہے چچا ہے بچوں کی خبر گیری کر لی تو اچھی بات ہے۔ کچھ ہمارا بوجھ بھی آدھا ہو جاتا ہے' تم خوامخواہ کی ٹینشن مت لیا کرو۔ جاؤ بے بے کھانا کھانے بلا رہی ہیں' بھابیاں بھی تمہارے انتظار میں بیٹھی ہیں۔" اس نے ٹی وی آن کیا۔ "جاؤ میں گوشی کو تیار کرتا ہوں' رب نیاز لے جائے گا۔"

"کوئی ضرورت نہیں کہ وہ لے کر جائے' آخر آپ باپ کس بات کے ہیں۔ یہ ساری مہربانی کر کے وہ مجھے اور میرے بچوں کو اپنے رعب میں رکھنا چاہتا ہے' یہ میں کبھی نہیں ہونے دوں گی اور میں باقی تینوں کی طرح اس کی ماتحتی میں آنے والی نہیں۔ اتنا شعور رکھتی ہوں میں کہ کس کے کتنے حقوق و فرائض ہیں اور کس کو کس حد تک آپے سے باہر ہونا چاہیے۔ باقیوں کی طرح اندھی تقلید کا شکار میں نہیں ہوں گی۔" وہ اندر ہی اندر گھر کی۔

"بھئی محبت کی ایک قسم ہے یہ کوئی رعب داب نہیں۔ میرا باپ کا عہدہ ختم نہیں ہو جائے گا۔ چچا کو بھی اپنے فرائض نبھانے دو' سچ مانو میرا خود اب اٹھنے کو بھی دل نہیں کر رہا۔ گاہکوں کو فارغ کرتے جسم و جان تھک گئے ہیں۔ اب سونا چاہتا ہوں۔" اس کے تن بدن میں گویا آگ لگ گئی۔

"اسی لیے...... اسی لیے وہ کسی فرض کی انجام دہی کے بعد شتر بے مہار کی طرح جسے جو دل چاہے کہتے پھرتے ہیں' ارے اولاد ہماری ہے تو تکلیف بھی ہم ہی جھیلیں گے نا۔ یہی چھوٹے بڑے کام ہماری کاہلی کی وجہ سے دونوں نمٹا کر ہمارے سروں پر دندناتے پھرتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا ہے میں گوشی کو اس کے ساتھ نہیں بھیجوں گی اور محبت کی یہ کون سی قسم ہے؟ لہجہ دیکھا ہے اس کا' جیسے پیدا کرنے سے پالنے پوسنے' تعلیم و ترتیب سب فرائض کی انجام دہی سے دونوں فارغ ہو چکے ہوں۔ اس قسم کا جاہلانہ لہجہ ہمارے محنت سے پالنے پوسنے والے والدین نے نہ اختیار کیا یہ دونوں خدا جانے خود کو کیا سمجھتے ہیں۔"

"آہستہ بولو......" اس کا بس چلتا تو اس کا منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیتا۔ "بے بے نے سنا تو کیا کہیں گی کہ پڑھی لکھی بہو کتنا تیز بول رہی ہے اور جاہل' جاہل کہنا بند کر دو تو بہتر ہے۔ ماحول کو خراب مت کرو۔ الٹے سیدھے الفاظ بول کر۔" وہ بھی کچھ بدمزہ سا ہو گیا۔

"نہیں اب "عالم" بولوں گی ان لوگوں کو جنہیں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ ان کے لٹھ مارے انداز دلوں میں بے زاری اور کوفت کے علاوہ کچھ نہیں پیدا کرتے۔" اچھی خاصی بحث ہو گئی تھی' ارباز تو کروٹ بدل کر سو گیا۔ چند ہی

لمحوں میں اس کی سانسوں کی آواز بھی سنائی دینے لگی اور وہ کھانا کھا کر واپس آ گئی، گوشی غائب تھی۔

"اوہ......" وہ اسی حلیے میں لے گیا تھا اسے ڈاکٹر کے پاس، جس بات سے وہ چڑ رہی تھی وہی بات اس نے کر دکھائی، خوامخواہ کی ارباز سے چغل خوری الگ ہوئی اور مفت کا دل بھی جلایا، رب نیاز اور دستگیر اپنی کرنی کر کے رہتے، کسی کے مزاج اور دلی کیفیت کی قطعی پروا نہ تھی انہیں، اس دن تو غضب ہو گیا۔ رب نیاز کسی کام سے شام ہی کو گھر آ گیا...... شاید کچھ لینا تھا، اسی وقت رملہ مراد کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ شام ڈھل چکی تھی۔ اندھیرا اور اجالے کا سنگم تھا۔ مرینہ بھابی تھر تھر کانپنے لگیں۔ لٹھے کی طرح چہرہ سفید پڑ گیا، اندر داخل ہوتے دونوں بچے بھی ٹھٹک گئے، اسے غضب ناک انداز میں دیکھتا پا کر۔ رملہ کی آنکھوں میں تو وحشت اتر آئی۔ لگ رہا تھا آفاق پر پھیلتی سرخی اس کی آنکھوں میں چھا گئی تھی۔

"شاوا وی شاوا...... ادھر تو عیاشیاں ہو رہی ہیں۔ موج میلے منائے جا رہے ہیں۔" وہ آستین چڑھاتا ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بڑی بھابی سہمتی پیچھے جا کھڑی ہوئیں۔

"رب نیاز...... رب نیاز...... میری بات سنو۔"

"او...... پراں ہٹ بھر جائی...... ان مردوں کے آگے حیلے بہانے پیش کرنا جو کانوں کے کچے ہوتے ہیں۔ یہ اس ٹائم آخر کدھر گئی تھی، وہ بھی مسینے بھائی کے ساتھ جسے کبھی دکان پر بیٹھنے کو بولتا ہوں تو موت گلے پڑ جاتی ہے۔" ایک ساتھ اس نے دونوں کو رگیدا۔

"رب نیاز یہ بہانہ نہیں واقعی اپنی سہیلی کے گھر گئی تھی کوئی کاپی لینی تھی۔ اب مراد کو اکیلا بھیجتی تو وہ لوگ بھی جانے کیا سمجھتے، اس لیے رملہ بھی ساتھ چلی گئی تھی۔ میں نے اجازت دی تھی۔"

"تو اجازت دینے والی کون ہوتی ہے، اس گھر کے مرد مر گئے تھے کیا، جب ہر کام کے لیے ہم لوگ کھڑے رہتے ہیں تو کیا ضرورت تھی، سیانی لڑکی کو شام ڈھلے بھیجنے کی، پتہ بھی ہے زمانہ کتنا خراب ہے۔ ارے بڑی بڑی واردات کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے تو جرائم کیسے نہ ہوں، پھر بھی عقل نہیں آئی مغز میں۔ ابھی سکھاتا ہوں عقل کسے کہتے ہیں؟" ایک زبردست تھپڑ کے وار نے مراد کے چودہ طبق روشن کر دیے۔

"مسینے...... تو لے کر کیوں گیا...... یہ ذات تو ہوتی ہی ہے ناقص العقل، تو تو زنانی نہ بن۔"

"اور تو......" اسے ایک طرف لڑھکا کر رملہ کی طرف بڑھا۔ اس کا ایک کان پکڑ کر یوں مروڑا کہ سونے کی ننھی سی بالی نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور سوراخ چر گیا۔ خون کی دھار بہنے لگی۔ زیادہ شوق ہو رہا تھا نا باہر کی دنیا دیکھنے کا۔ اب دیکھ دنیا۔"

"چاچا...... کان چھوڑیں...... بہت ضروری کام تھا اس لیے گئی تھی، معاف کر دیں اب نہیں جاؤں گی۔" وہ زار زار رونے لگی۔

"ضروری کام تھا تو فون کس لیے لگوایا ہے، یا فون نہیں کرنا آتا ہے سکھا دوں نمبر ملانا......؟" خون کی ننھی دھار دیکھ کر بھی دل نہیں پسیجا...... بڑی بھابی سے یہ منظر برداشت نہ ہوا، آنکھوں میں آنسو لیے کمرے کی طرف دوڑ گئیں۔ نہ بولنا کام آ رہا تھا نہ مرتبے کا خیال تھا۔ ایک بے چارگی تھی جو چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔ اس کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں، حقوق انسانیت کی کھلی خلاف ورزی یہ......

کیا تھا جو وہ کسی کام سے چلی گئی تھی بمشکل آدھ گھنٹے میں واپس آئی تھی جس پر یہ درگت...... سچ تھا جہالت اور علم میں بہت درجے کا فرق ہے۔ تنگ ذہنیت کے مالک یہ نفوس کسی کی عزت نفس کی دھجیاں بکھیرنے میں پس وپیش کا بھی تامل نہیں کرتے تھے، بے بے جو گندم کا بورا گودام سے نکال رہی تھیں، پسوانے کے لیے، بڑی دیر میں بھاگتی آئیں اور رملہ کو چھڑایا۔ جب رملہ اور مراد کی اچھی خاصی دھنائی ہو چکی تھی۔

مرد نام کے اجارہ دار نے اپنے نام نہاد حقوق کا

خوب استعمال کیا تھا۔ اسے تو بے بے کی رب نیاز پہ خفگی
بھی ڈرامہ بازی ہی لگی‘ شروع سے ہی تمیز کا درس دیتیں
تو آج یہ بدتمیزیاں کھلے عام نہیں ہوتیں۔ رب نیاز اور
دستگیر دونوں اپنے آپے میں رہتے۔ اندر ہی اندر خوش
ہوتی ہیں بیٹوں کی بہادری کے کارنامے پہ اسے تو بڑی
بھابی پہ بھی بڑا غصہ آیا‘ کم از کم وہ تو روک سکتی تھیں نہ اس
کے جارحانہ پن کو‘ ان کی خاموشی اور بے چارگی رب نیاز
کے بڑک پن کو اور ہوا دے رہی تھی۔ جب رات کو بستر
میں وہ رملہ کی چوٹ پہ مرہم لگا رہی تھیں تو اس کے اندر کی
آگ بھڑک اٹھی۔

”کیا فائدہ دوائی لگانے کا‘ یہ زخم آپ کے اپنے
ہاتھوں کی کرشمہ سازی ہے‘ اسے ایسے ہی رہنے دیں‘ کل کو
وہ سب کا باپ اس سے بھی بڑا زخم دے گا۔“ انہوں نے
ستا ہوا چہرہ اٹھایا۔

”کیا کرتی میں.....؟ کیسے روک سکتی تھی جب
بڑے بڑے ان باتوں کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے تو
میں کیا کرتی؟“

”یہ آپ کی اولاد ہے بڑے بڑوں کی نہیں۔ ان کی
حمایت کرنا‘ ان کے لیے سینہ سپر ہو جانا آپ کا کام ہے‘
کسی اور کا نہیں‘ ارے جب اپنے حقوق کا خود آپ کو
احساس نہیں تو دوسرے صرف تماشائی کا رول ادا کریں
گے حق چھین کر نہیں دیں گے۔“ ابلتے خون کی شدت
سے وہ خود پریشان ہو گئی تھی۔

”بات حق کی نہیں..... غلطی میری ہے‘ ان لوگوں
نے جوان بچی کے باہر نکلنے پر پابندی لگائی ہوئی ہے
اور سب کام خود انجام دینے کے لیے کھڑے رہتے
ہیں تو مجھے رملہ کو نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔“ جس کی سزا تو
اسے ملنی ہی تھی۔ وہ گھر میں عائد قوانین کے رنگ میں
رنگی ہوئی تھیں۔

”ہاں تو سمجھانے کے طریقے بھی ہوتے ہیں۔ خود
بدتمیز بن کر تمیز سکھانا کہاں کا شیوہ ہے‘ اس بچی کو کھڑے
کھڑے سزا دینا یہ سزا نہیں بڑائی ہے‘ اس گھر کے حاکم
مردوں کی‘ کیوں اتنے غلط طریقے سے حق جتاتے ہیں یہ
دونوں‘ شادی شدہ خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں اور یہ
دونوں سب کے دادا بنے کھڑے رہتے ہیں۔ الٹا قانون
ہے بھئی۔“ کسی نے کوئی باز پرس نہیں کی‘ سرفراز بھائی کو پتا
چلا تو وہ الٹا بیوی پر برس پڑے۔

”ہاں تو کیا ضرورت تھی اسے کسی کے گھر بھیجنے کی۔
غلطی تو تیری ہے نا اب اپنی غلطی پر چھوٹے بھائی سے تو
منہ ماری نہیں کر سکتا میں۔“ اس گھر کا نظام کبھی نہیں بدل
سکتا تھا‘ ان کی باتیں سن کر تاسف میں گھری وہ اپنے
کمرے میں آ گئی۔ دونوں بچے سو رہے تھے۔ کل کو گوشی
اور جبران کے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی کیا تو.....“ اندر ہی
اندر وہ لرز گئی۔

”نہیں..... کبھی نہیں‘ میں مرینہ‘ نورین یا کوثر نہیں
بنوں گی‘ میری مضبوطی میرے بچوں پر آنچ بھی نہیں آنے
دے گی۔ اپنے بچوں پر کسی کی حکومت نہیں چلنے دوں گی۔
مصمم ارادہ کر لیا‘ خیال تھا دیور اور بھابی کی چند دنوں تک
اندرونی جنگ۔ چلے گی پر اس وقت بہت حیرانی کا سامنا ہوا
جب دوپہر کو رب نیاز کے بالوں میں مرینہ بھابی کلر لگا
رہی تھیں۔ بے حد شگفتہ موڈ میں رب نیاز بھی آنکھیں
موندے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔

”وقت سے پہلے بال سفید ہو گئے ہیں۔ رنگ لگا کر
رکھا کرو ورنہ کوئی لڑکی نہیں دے گا۔“

”نہ دے میری جتی کو بھی پروا نہیں‘ زندگی
صرف زنانیوں کے گرد نہیں گھومتی‘ بہت کام پڑے
ہیں زندگی میں۔“

”سب کاموں میں سے ایک کام بیوی کے نخرے
اٹھانا بھی ہے‘ کبھی اٹھا کے دیکھنا..... پھر بھرجائی کی بات
یاد آئے گی۔“ انہوں نے کلر لگا کر پیالہ ایک طرف رکھا اور
ہاتھوں سے پلاسٹک کے دستانے اتارے۔

”کھول لوں آنکھ.....“ اس نے اجازت چاہی۔

”ہاں بھئی میں کون سا تمہاری پلکوں پر کلر لگا رہی تھی
کھولو اور شیشہ دیکھو۔ کیسی مہارت سے لگایا ہے میں

نے۔" انہوں نے شیشہ آگے کیا۔
"ہاں...... بھائی کا چونڈا رنگ رنگ کے ہاتھوں میں صفائی جو آ گئی ہے۔" وہ زیرلب مسکرایا تو بھابی نے سر پہ برش سے ٹھونگ دیا۔
"نہالوں اب۔" اس نے الگنی سے تولیہ اتارا۔
"ارے نہیں۔" وہ جو دوسرے کام میں مصروف ہونے جارہی تھیں۔ چلائیں۔ "سوکھنے دو اتنی جلدی تو رنگ سارا بہہ جائے گا' بہت جلدی ہوتی ہے تمہیں ہر کام کی۔"
"اف کیا سیاپا مل دیا ہے۔" وہ دوبارہ چارپائی پر سر لٹکائے لیٹ گیا۔ وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے چل دیں۔
لگ ہی نہیں رہا تھا کوئی بات ہوئی ہے وہ چاول کم چن رہی تھی ان لوگوں کی باتیں زیادہ سن رہی تھی۔ رب نیاز کی چونچالیاں زیادہ دیکھ رہی تھی اور ناز برداری کرنے والی بھابی کو بھی۔ ایک سانس لبوں سے خارج ہوئی' سر جھٹک کر کام میں مصروف ہونا چاہا لیکن دل و دماغ مطمئن ہو کر نہیں دے رہے تھے۔ رملہ کا زخم بھی بھر گیا تھا۔ انوشہ اور اس نے کالج جانا شروع کردیا تھا۔ بے حد کڑے پہرے میں۔ عبایا پہنیں دونوں نوخیز لڑکیاں بے حد پیاری لگتیں۔ کبھی دستگیر تو کبھی رب نیاز چھوڑنے اور لینے جاتے۔ اتنے غنڈے ٹائپ بڑی بڑی مونچھوں والے باڈی گارڈ کو دیکھ کر کس کی ہمت ہوگی کہ انہیں چھیڑے وہ چڑتی' بچوں کو اعتماد کی فضا میں پالنا چاہیے تاکہ وہ خود اپنی حفاظت کرسکیں۔ ورنہ خود سے بھی بھروسہ اٹھ جائے گا۔ وہ مگن ہو جاتی گوشی اور جبران میں' میں تو ان لوگوں کو اتنا اعتماد دوں گی کہ اپنی زندگی کے لیے خود مضبوطی پیدا کرسکیں گے۔
بارہا چاہا کہ ارباز الگ ہوسکے اس گھٹے گھٹے ماحول سے جہاں تیز آواز میں عورتوں کا ہنسنا بھی منع تھا۔ ورنہ بچے سہمی سہمی فضا میں کملا جائیں گے۔ جس طرح اس گھر کی باقی لڑکیاں پرورش پارہی تھیں لیکن اس کے خیال میں نہ یہاں جگہ کی کمی تھی نہ اس ماحول اور اس کے مکینوں پر اعتراض تھا۔ پھر اکٹھے کا کام تھا۔ الگ رہنے پر بہت سے مسائل پیدا ہوجائیں گے۔ بے بے کو کتنا دکھ ہوگا جو بات کبھی کسی بڑے بیٹے نے نہیں کہی وہ تقاضا یہ بیٹا کررہا ہے۔
"آپ لوگوں کی نظر سے خود کو نہیں دیکھیں' اپنے بچوں کی بہتری سوچیں' کیا اس فرسودہ اور جاگیردارانہ ماحول میں بچے ترقی کرپائیں گے جنہیں ضرورت سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ ابھی سے دلوں میں ڈر اور خوف سما گیا ہے۔"
"جوان ہونے پر سب ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ بے فکری سے کہتا۔ "کیا باقی بچے نہیں پڑھ رہے۔ انوشہ اور رملہ پری انجینئرنگ میں داخلہ لے چکی ہیں۔ مراد اور غفار بی بی اے کررہے ہیں۔ ہاں سب گھر والوں کی طرف سے ایک حد نافذ ہے جو انہی کی بھلائی کے لیے ہے۔"
"کس طرح پڑھ رہے ہیں وہ' آپ اور میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ پتہ بھی کھڑک جائے تو بچوں کے دل کانپ جاتے ہیں۔ آپ کبھی نہیں جانیں گے ارباز میرے اختیاجات کو......" وہ تاسف سے سوچتی نیم دراز ہوگئی۔
کتنا مشکل ہوتا ہے وہ وقت جب آپ کے فیصلوں میں کوئی شریک نہ ہو۔ خاص کر کے ہم سفر اور ہم اپنی سوچ سمیت اپنی خواہشوں کے تانے بانے بنتے اکیلے رہ جائیں۔ ارباز خراٹے لے رہا تھا۔ اس نے رخ موڑ کر دیکھا' ان لوگوں کو نیند بھی بہت جلدی آجاتی ہے' کبھی کسی فکر سے نیندیں اچاٹ ہوں تو ہوں' بے زاری رگ رگ میں آسمائی تھی۔
وقت کچھ اور سرکا...... رملہ کا رشتہ بھی آگیا' اپنے ہی خاندان سے..... لڑکا ان پڑھ تھا پر زمینوں اور پیسوں والا تھا۔ خوب صورت بھی تھا' لمبا چوڑا' رنگت بھی بے حد صاف تھی' سرفراز بھائی کو یہ رشتہ بہت پسند آیا' پہلی طلب پر ہی انہوں نے نیم رضامندی دے دی' پر رملہ کی آنکھوں میں ایک دکھ آسمایا تھا جو ذری کی نگاہوں سے

پوشیدہ نہ تھا۔
جب اپنی ماں کو اس کے چہرے کی اداسی نظر نہیں آتی تو میں چچی ہو کر کیا کر سکتی ہوں اور ان لوگوں کے مسئلے میں پڑنا خود کو شرمندہ کرنے کے برابر ہے۔ شاید اس نے ماں کو اپنے خیالات سے کچھ آگاہی دے دی تھی۔ لیکن وہ بھی مجبور تھیں اسے بھی سہا کر رکھ دیا۔
''چپ رہ...... کوئی نیا فتنہ مت ڈالنا' مانیں گے تو کوئی بھی نہیں الٹا بدلحاظی' بے شرمی کا طوق گلے میں لٹک جائے گا۔'' انہوں نے گھر کا...... وہ اندر ہی اندر پگھل رہی تھی جانے کس طرح رب نیاز کو خبر ہوگئی شاید کسی نے ''ان پڑھ'' ہونے کا خطاب اس تک پہنچا دیا تھا۔ اس نے فوراً رملہ کو طلب کرلیا۔ بھابی تو زرد پتے کی طرح کانپنے لگیں۔
''یہ لڑکی بھی نا' نیا چاند چڑھائے گی' ماں باپ کو بھی سولی پہ لٹکائے گی۔''
''رملہ تو کچھ نہ کہنا...... صاف کہہ دینا تجھے کچھ نہیں پتا۔''
''امی...... میں نہیں جاؤں گی چاچا کے سامنے' مجھے تو ذلیل کردیں گے...... آ...... آپ کوئی بہانہ کردیں۔''
''کیا بہانہ کروں؟ رب نیاز کسی چکروں میں آنے والا نہیں' چل اب...... میں ہوں نا...... چل ذری چاچی بھی ساتھ ہے۔'' انہوں نے اسے گھسیٹا لامحالہ اس اکڑو کے سامنے اسے جانا پڑا۔
''میں کیا سن رہا ہوں رملہ......'' اس نے مونچھوں کو تاؤ دیا۔ ذری کو ایسے ہی تاؤ آنے لگا۔ وہ سر جھکائے کانپنے لگی۔
''کیا...... کیا چاچا۔''
''تجھے یہ رشتہ پسند نہیں......'' وہ اس کے اور قریب آ گیا' اب تو رملہ کو لگا وہ کھڑے کھڑے گر جائے گی۔
''نہیں...... چاچا۔'' گھبرا کر ماں کی اوٹ میں ہوئی۔
''سچ سچ بتا...... چھپنے سے کام نہیں چلے گا۔'' خوامخواہ مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔
''سچ چاچا...... میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔''
''تو پھر ہم ہاں کردیں...... اور کہہ دیں کہ آ کر رشتہ پکا کر جائیں۔'' وہ جانے کیا اگلوانے اور کیا اگلنے کے در پے تھا۔
''جی......'' گرم گرم آنسوؤں کا ریلہ رملہ کے رخسار کو بھگو گیا۔
''تو یہ آنسو کس لیے۔'' ایک انگلی سے اس کا چہرہ اونچا کیا' اس نے آنکھیں میچ لیں۔ اس کی قہر آلود آنکھیں نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔
''کیا میں چاہتا ہوں کہ میری پڑھی لکھی بھتیجی کا رشتہ ایک ان پڑھ سے ہو؟'' قیامت قریب تھی۔ اپنی سماعت پر تینوں کو یقین نہیں آیا تھا۔ رملہ نے جھلمل آنکھیں کھولی تھیں۔
''چاچا......''
''جا آرام کر...... میں بھائی سے بات کرلوں گا۔'' اتنی عنایت سنگلاخ چٹانوں سے خوشبو آ رہی تھی۔
''بھرجائی بھائی کو بتا دینا' پڑھے لکھے خاندان کا رشتہ ہے میرے پاس' انہیں صوم وصلوٰۃ کی پابند پردہ دار لڑکی چاہیے۔'' رملہ تو دھڑکتے دل سمیت سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔
''بھابی نے تو گویا نیا جنم لیا تھا جیسے قید بامشقت کے بعد رہائی ملی ہو۔ چہرے پہ بشاشت عود کر آئی تھی۔ ذری بھی متحیر کمرے سے نکل آئی۔ اندر دیور بھابی میں لمبی میٹنگ ہوئی تھی۔ رملہ کی شادی کے بعد بے مستعدی سے رب نیاز اور دستگیر کے لیے لڑکیاں ڈھونڈنے لگیں۔ عمریں نکلی جا رہی تھیں اور دونوں کو حاکمیت کے آگے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ خیال تھا دونوں کی اکٹھے شادیاں کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہوجائیں گی۔ ذری کا خیال تھا دونوں کی نکیلیں بیویاں آ کر گرفت میں لے لیں گی۔ جتنی حکومت بھابیوں' بھتیجے' بھتیجیوں پر چلانی تھی چلالی' اب اکڑ طنطنے اور جاہلانہ پن کی سلطنت تاراج ہوجائے گی' پر یہ خام خیالی ثابت ہوئی' رب نیاز اپنی بے حد خوب صورت بیوی کو بھی خاطر میں نہ لاتا' رعب ودبدبے میں وہ

بھی پسنے لگی تھی۔ شروع میں ہراساں ہوئی لیکن پھر اس کی مزاجی کیفیت کو سمجھ کر اس کے ہی رنگ میں رنگ گئی۔ دونوں شریف خاندان کی لڑکیاں تھیں، کوئی باغیانہ ہمک بھی اٹھتی تو اندر ہی اندر اس کا گلا گھونٹ دیتیں۔ زری کو بہت افسوس ہوتا انہیں دیکھ کر ارمانوں بھرا دور دونوں سہم کر گزار رہی تھیں باقیوں کی طرح۔

❁.....❁.....❁

ایک دن پھر حد ہوگئی کسی نے رب نیاز کو حذیفہ (جو تیسرے نمبر والی جٹھانی کا بیٹا تھا) کے بارے میں اطلاع دی کہ تمہارا بھتیجا آج کل غلط قسم کے لڑکوں کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہا ہے اور تو اور سگریٹ نوشی بھی کرتا ہے، بس پھر کیا تھا دستگیر اور رب نیاز آندھی طوفان کی طرح گھر میں داخل ہوئے سامنے پڑی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے، مرینہ بھابی نے برتن دھو کر ٹوکری میں خشک ہونے کے لیے اوندھائے رکھے تھے ایک لات کی ٹھوکر سے سارے برتن ادھر ادھر بے تحاشا آواز کے ساتھ بکھر گئے۔ کتنے ہی ٹوٹ گئے، گھر والوں کو اس انداز پر کسی آفت ناگہانی کی اطلاع مل گئی تھی۔ بے بے دوڑتی ہوئی باہر نکلیں۔

''اب کیا ہو گیا......؟ کیوں آفت مچائی ہے رب نیاز تجھے تو اللہ پوچھے، دیکھ تو گھر کا کیا حال کر دیا؟'' پورے آنگن میں بھرے پانی کی بالٹی جولات مار کر انڈیلی تو ٹوٹے برتن، پانی اوندھا سامان مل کر عجب ہی نقشہ کھینچ رہے تھے۔

''گھر کا حال تو اب بنے گا جب وہ نشئی منحوس میرے سامنے آئے گا جو نیا نیا جوان ہوا ہے۔ جوانی کی چیزیں چکھ رہا ہے۔ آج میں اس کا یہ نشہ اتاروں گا'' اس نے آستین چڑھائیں اور دستگیر کمروں میں مجرم تلاش کرنے گھس گیا۔

''او کس کی بات کر رہا ہے، کون اتنا گناہ گار بن گیا ہے۔ نام لے گا کہ نہیں۔'' بے بے نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

''تیرا خوب صورت ترین، گبرو جوان پوتا حذیفہ جس کی تو نظر اتارتی ہے۔ آج میں اس پر چڑھا شیطان اتاروں گا۔ سگریٹ کے سوٹے میں وہ کون سا غم بھلاتا ہے اور غلط لڑکوں میں اٹھ بیٹھ کر رنگ رلیاں منانے کے خواب دیکھتا ہے۔ او نکال دستگیر باہر اسے۔'' کوثر بھابی دل پہ ہاتھ رکھتی بیٹھتی چلی گئیں۔

''اندر نہیں ہے بھائی......'' وہ باہر نکلا، بھوکے شیر کی طرح۔

''یہ کالج جانے کا ٹائم ہے، کالج گیا ہے، حوصلہ رکھ آ جائے گا۔ تو پوچھ گچھ کر لینا، ہولا رکھ ذرا بچہ ہے۔''

''آنکھ میں دھول جھونک کر کالج کالج کر رہا ہے۔ دستگیر اس کے کمرے کی تلاشی لے......کوئی تو نشانی اس چور نے چھوڑی ہوگی۔'' اور اس کا نشانہ درست ثابت ہوا۔ اس کے کمرے سے سگریٹ کے پیکٹ، واہیات فلموں کی سی ڈیز برآمد ہوگئیں۔ سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''آنے دے آج اسے۔ آخری دن کر دوں گا اس کا۔'' اور پھر شام کو بند کمرے سے مار پیٹ کی آواز سب کا دل دہلا رہی تھی۔ اشفاق بھائی بھی پریشان کمرے کے باہر ٹہل رہے تھے۔ کئی بار دستک دی۔

''رب نیاز...... چھوڑ دے...... سمجھا دوں گا آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ بلکہ کالج جانا ہی بند کر دوں گا، دکان سنبھالے گا اب ہمارے ساتھ۔ بس کر دے۔''

''آنکھیں کھلی رکھی ہوتیں آپ نے تو آج عزت پلید نہ ہوتی۔ چھوڑ تو دوں گا ہی پر انسان بنا کر۔'' اور آدھے گھنٹے میں نیل و نیل انسان باہر نکلا، کوثر بھابی دوڑیں اور گلے سے لگالیا۔ کف اڑاتا رب نیاز بھی پیچھے تھا۔

''لگا گلے تاکہ کل کو کوئی نیا کارنامہ منتظر ہو ہمارا او عقل کو ہاتھ مار بھر جائی، بجائے سمجھانے اور غصہ کرنے کے شہ دے رہی ہے جیسے میں نے ظلم کیا ہو اس کے ساتھ۔''

''نہیں......بس دل پریشان ہے رب نیاز...... ماں ہوں نا......'' وہ منمنائیں، حذیفہ باہر پڑی چارپائی پہ ڈھے گیا۔ زری کو اس کی چوٹیں اپنے جسم پر

محسوس ہو رہی تھیں۔

"صحیح تو کہہ رہی ہیں بھابی، کیا انہیں برداشت ہو رہا ہوگا حذیفہ کا یہ حال...... پیار محبت سے بھی تو سمجھا سکتے تھے۔" اب اس سے برداشت نہ ہوا تھا۔

"او...... رہنے دے بھرجائی پیار اور محبت جیسی ڈرامہ بازیاں۔ یہ نئی نسل ہے نا بڑی سر چڑھی ہے۔ آرام سے سمجھاؤ تو اور گلے پڑتی ہے۔ عزت سے کھیلنے والے کو تو میں کبھی معاف نہیں کرتا۔"

"لیکن تم نے بہت ظلم کیا ہے؟ بہت خاموش رہتی ہوں یہ جاہلانہ پن دیکھ کر تمہارا۔ خدا جانے زندگی میں تم نے کچھ سیکھا بھی ہے کہ نہیں۔ تمہیں تو پولیس میں ہونا چاہیے تھا، ناکردہ گناہ بھی اگلوا لیتے ہو۔" اس کے اندر کا زہر غبار بن کر نکلا۔

"بھرجائی......! منہ مت لگ میرے اور بچوں کے آگے فلسفہ نہ بول ورنہ ہماری عزت، لحاظ سب بھول جائیں گے یہ۔"

"عزت، لحاظ کا مطلب جانتے ہو تم، نہیں۔ ورنہ آج اس لہجے میں مجھ سے بات نہ کر رہے ہوتے۔" ذری نے بھی آج آخر کرنے کی ٹھانی تھی۔

"میں واقعی تیرا لحاظ کر رہا ہوں۔ سمجھائیں بھائی بھرجائی کو جذباتی تقریر نہ کرے۔" ارباز سمجھانے آگے بڑھا، اس کی سانس تو جیسے دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔

"اور کس حد تک آگے جاسکتے ہو تم، خوب جانتی ہوں اور تمہارے بھائی کیا سمجھائیں گے مجھے جو تم لوگوں کو آج تک سمجھا نہ پائے۔ یہ لوگ ہیں کسی قابل کہ کسی کو کچھ کہہ سکیں، سارے آئین وقوانین تو تم لوگوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں کس کو سدھارنا ہے؟ کس کی زندگی کا فیصلہ کرنا ہے۔ کان کھول کر سن لو ان بچوں کی مائیں اور باپ تمہیں اپنا حاکم اعلیٰ سمجھیں گی پر میں نہیں۔ میں اپنے بچوں کی تربیت کی ذمہ دار خود ہوں گی، ان پر تمہاری حاکمیت کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دوں گی۔"

"ذری...... ذری ہوش کے ناخن لے۔ وہ جو کرتا ہے بھلے کے لیے کرتا ہے۔" ارباز نے اس کا منہ بند کرنا چاہا پر اس پر تو آئینہ دکھانے کا بھوت سوار تھا۔

"اگر گوشی اور جبران پر اپنی من مانی چلانے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" رب نیاز کے فخر وغرور کی ایک طناب ٹوٹی تھی۔ اس کے چہرے پہ تاریکی کا سایہ سا لہرایا تھا، آج تک کسی نے اس سے اس کا اپنا پن چھیننے کی کوشش نہیں کی تھی۔

باقی عورتیں معاملے کی نزاکت کو سمجھتی ادھر ادھر ہو لی تھیں، بس بے بے چارپائی پر حذیفہ کے پاس بیٹھی تھیں۔

"نہیں...... میں گوشی اور جبران پر کسی قسم کے حق کا استعمال نہیں کروں گا۔ بے فکر ہو جا بھرجائی۔" رب نیاز کی آواز جیسے کسی گہرے کنویں سے ابھری تھی۔ اس نے سر جھٹکا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا تھا۔

وہ اس کی فتح کا دن تھا، جب اس نے جابر حکمران کے آگے زبان کھولی تھی۔ ارباز کی ہر سرزنش کو چٹکی میں اڑا دیا تھا۔

ظلم سہنے والا بھی ظالم کی فہرست میں شمار ہوتا ہے، شکر ہے میں ان میں سے نہیں۔ فرسٹ ایئر کی گوشی اور نائنتھ کلاس کے جبران کو جھک کر اپنی بانہوں میں سمیٹنا چاہا جو سوئے ہوئے بے حد معصوم لگ رہے تھے۔ ذہن میں بے اختیار اجڑے حلیے والے حذیفہ کا سراپا اتر آیا۔ اس نے جھرجھری لی۔

"اچھا کیا آج طبیعت صاف کردی۔ برسوں سے ذہن پر جمی کائی اتری تھی۔ کچھ پتہ تو چلے میں باقی بے شعور عورتوں کی طرح نہیں ہوں۔" تکیے پر سر ٹکا کر پرسکون ہوئی۔

اس دن سے رب نیاز میں بہت تبدیلی آ گئی تھی۔ بہت خاموش رہنے لگا تھا۔ حد درجے کی بڑھی ہوئی اکڑ فوں والی کیفیت ختم ہو گئی تھی۔ پر بے بے ذری سے بہت کھنچی کھنچی رہنے لگی تھیں، جس کی اسے قطعی پروا نہیں تھی۔ رب نیاز کی ماتحتی میں رہتی تو کلیجے سے لگا کر رکھتیں۔ ہنہ ایسی غلامی کی زندگی نہیں چاہیے۔ سر جھٹک کر اپنے دونوں

بچوں میں مصروف ہوجاتی۔

اس دن سے بے بے اس کے مزاج سے کچھ واقف ہوگئی تھیں۔ تبھی اس کے کسی فعل میں دخل اندازی بھی نہیں کرتیں بلکہ ایک دن تو اسے اسی گھر کے دوسری جانب بنے گھر میں رہنے کا مشورہ بھی دیا گیا جو مہمانوں کی آمد ورفت کے لیے بنوایا گیا تھا۔ بات تو توجہ طلب تھی پر اس کے لیے خوشی کا پیغام تھا آنکھیں پھاڑے دیکھے گئی۔

''ہاں پتر تو آرام سے اپنی مرضی سے جینا...... ہم نے ہی غلطی کی تھی تیرے جیسی پڑھی لکھی لڑکی کو ایک لاٹھی سے ہانکنا چاہا تھا۔ تیرے ارمان اور خواہشات کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا تھا۔ بڑی بھول ہوگئی ہم سے۔'' وہ تذبذب کی کیفیت میں تھی۔

''تو فکر نہ کر میں ارباز سے بات کرلوں گی۔ ویسے بھی کون سا دور ہے تو پچھواڑے میں تو گھر ہے۔ آنا جانا روز کا لگا رہے گا۔'' وہ ہنسیں پر اس ہنسی میں چھپا دکھ وہ محسوس نہ کرسکی۔ ارباز تو جانے کس طرح تیار ہوا پر اس نے جلد از جلد سامان سمیٹنا شروع کردیا۔

بڑی پرسکون زندگی کا آغاز ہوچکا تھا۔ ذہن ودل ایسے شاد تھے جیسے ایک دم ان لوگوں کی زندگی سے دور ہوچکی ہو۔ جہاں ہر گھڑی کام ہی کام تھے۔ ایک بھرا پرا کنبہ جو آباد تھا تو نہ کام کی کمی تھی نہ تھکان کی اب راوی ہر جانب، ہر گھڑی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ اپنی مرضی سے اس نے گوشی کے ساتھ مل کر ہر چیز ترتیب دی۔ ارباز کے ستے ہوئے چہرے کی پروا کیے بغیر۔ اب اپنی مرضی سے سوتی، جاگتی، شام کو دونوں بچوں کو پڑھانے بیٹھ جاتی۔ مغرب کے بعد جبران باہر کھیلنے نکل جاتا دوستوں کے ساتھ اور گوشی کمپیوٹر لیے گیم کھیلتی یا کوئی میوزک سنتی رہتی۔ اس کے خیال میں بچوں کی ذہنی تفریح کے لیے ان چیزوں کی سہولیات سے آگاہ کرنا چاہیے۔ اب نہ کوئی تفتیشی نگاہ تھی نہ تاڑتے ہوئے انداز، جس سے اسے سخت کوفت ہوتی تھی۔ بے بے شروع میں آتیں، کچھ دیر بعد چلی جاتیں، کبھی کبھی دیورانی جٹھانی بھی آجاتیں لیکن بس اس بات کی خوشی تھی کہ رب نیاز اور دستگیر کا سامنا نہیں ہوتا تھا۔

وقت سرکا، رب نیاز ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا باپ بن گیا۔ دستگیر کا بھی ایک بیٹا تھا۔ کسی تقریب میں اکٹھے ہوتی تو اسے اب بھی بھتیجے بھتیجیوں میں مگن پاتی، محسوس ہی نہ ہوتا کہ اس کے اپنے بچے کون سے ہیں، بھابیاں دونوں کے بچوں کو مائیں بن کر پال رہی تھیں۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ جس طرح پہلے بڑے بھائی اپنے تمام بچوں کی طرف سے آنکھیں بند کرکے رب نیاز اور دستگیر کے حوالے کیے رہتے تھے اب دونوں اپنے بچوں کو بھابیوں کے رحم وکرم پر چھوڑے رہتے۔ لگتا ہی نہیں ماں کون ہے اور بڑی مائیں کون ہیں؟ اس وقت اسے اپنا آپ بہت عجیب محسوس ہوتا اس لیے تقریب ختم ہوتے ہی جلدی سے اپنے گھر واپس آجاتی۔

اس کے دونوں بچے پڑھائی میں بہت تیز تھے اور یہی تیزی جبران نے کسی اور میدان میں بھی دکھادی جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ جب وقت اسے اپنے ہاتھوں سے نکلتا محسوس ہوا تھا۔ کمپیوٹر رات گئے آن رہتا تو جواب ملتا امپورٹمنٹ چیزیں سرچ کررہا ہوں مما، ہر وقت کی موبائل چیٹنگ، قابل دوستوں سے رابطے میں رہنے کا جواز بنتیں اور دیر سے گھر آنا دوستوں کے ساتھ مل کر نوٹس بنانے کا بہانہ تھیں۔

وہ جو قابل لائق فائق، سب سے پڑھی لکھی بہو تھی، جس نے اپنی قابلیت کے بل بوتے پر اپنے بچوں کی تربیت کی ذمہ داری خود اٹھائی تھی، اس کی آنکھوں میں دھول کی آلودگی کیسے آسمائی تھی کہ اپنے بیٹے کی کارکردگی کی خبر ہی نہ ہوسکی تھی، جبران کو کالج کی طرف سے ملا ہوا نوٹس اس کے ہاتھ میں تھا۔ جس میں وارننگ دی گئی تھی کہ دو دن کے اندر آکر کالج جوائن کرلے ورنہ ایڈمیشن نہیں بھیجا جائے گا۔''

''لیکن تم تو روز کالج جاتے تھے۔ پھر یہ نوٹس......؟'' وہ تقریباً چیخی۔

"وہ...... مما...... میں اپنے دوستوں کے ساتھ سیر وتفریح کررہا تھا' مختلف علاقوں کی' لیکن پرامس آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ بس کچھ انجوائے کرلیا اب ختم ساری ایکٹوٹیز' آپ پریشان مت ہوں پلیز......" اس نے اس کے شانے پکڑے' اس پر تو جیسے سکتے کی کیفیت طاری تھی۔

وہ کیا کہہ رہا تھا' اس کی بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اس کے اعتماد کو کس غرور کی سزا ملی تھی۔ اس پوری رات اسے نیند نہیں آئی تھی' دوسرے دن کالج گئی' ارباز کو ابھی شریک حال نہیں کیا تھا' کس منہ سے کرتی' کالج سے اور بھی چودہ طبق روشن کرتی اطلاع ملی تھی کہ فیس بک پر کتنی لڑکیوں کو بے وقوف بنانے کے ساتھ کتنوں کو اپنے جال میں بھی پھنسا کر رکھا ہے۔ جو سہولیات اس نے ان کا ذہن کھولنے کے لیے فراہم کی تھیں' اس کا غلط استعمال منہ چڑا رہا تھا۔ بہت بھاری قدموں کے ساتھ گھر واپس آئی تھی۔ گوشی کے کمرے کا دروازہ کھولا کیونکہ وہ آج بخار کی وجہ سے کالج نہ جا سکی تھی۔ جوں ہی ڈور کھلنے کی آہٹ ہوئی گوشی نے کان سے لگا موبائل جلدی سے ہٹایا اور لا کر پرر کھ دیا۔ وہ جو آج کل پتہ کھڑکنے سے ڈر رہی تھی پل بھر میں سارا تماشا دیکھ چکی تھی۔

"کس سے بات کررہی تھی تم...... کس سے بولو؟" جلدی سے موبائل پر گمنام نمبر دیکھا اور اسے دھن ڈالا وہ روتی رہ گئی...... اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا' بالوں کی چٹیا پکڑ کر جھٹکا دے کر چہرہ آگے کیا' تھپڑوں کی بارش کردی' جو چیز ہاتھ میں آئی اس سے پل پڑی' ناخنوں سے نوچ ڈالا۔ وہ پاگل ہو چلی تھی۔ جنونی ہوگئی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کبھی کسی کے اسی جنونی پن کو اس نے جاہلانہ پن کہا تھا۔ اچھی طرح پٹائی کرنے کے بعد وہ ہانپ گئی تھی۔ گوشی ایک طرف پڑی بے دریغ آنسو بہا رہی تھی۔

"یہ صلہ دیا ہے میرے اعتماد کا تم دونوں نے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کس لمحہ میری آنکھ لگی اور چور میرے دروازے پر نقب لگا گیا۔"

رات کو بہت شکستہ ہوکر وہ ارباز کے سامنے بیٹھی اپنے ہار کی داستان سنا رہی تھی۔ وہ اصل مجرم اسی کو سمجھ رہا تھا' جس کا غرور اسے لے ڈوبا تھا۔ خاندان میں سب جاہلوں کے بچے سدھرے ہوئے تھے اور اس کے دونوں بچے نیا راستہ منتخب کرچکے تھے۔

"مجھ سے کچھ مت کہو' سنبھالو اپنی اولاد جن پر تم کسی کا ایک فقرہ بھی برداشت نہیں کرتی تھی اب جب زمانے والوں کی انگلیاں اٹھیں گی تو انہیں برداشت کرنے کے لیے تم تیار رہنا۔"

"انگلیاں اٹھنے کو کثر ہی کیا باقی رہ گئی تھی۔ کچھ ہی دنوں بعد جبران نے کسی محبت' اعتماد' لاج' لحاظ کو خاطر میں لائے بغیر دونوں کے سامنے اعلان کردیا کہ وہ کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے' اگر آپ لوگ رشتہ لینے نہیں گئے تو وہ کورٹ میں نکاح کرلے گا۔"

اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور سر سے آسمان کھسکنے کو تیار تھا۔ وہ لڑکی کیسی ہوگی جو کورٹ میرج کے لیے تیار ہے۔ وہ اچھی طرح جان گئی تھی۔ رسوائی منہ کھولے نگلنے کو تیار کھڑی تھی۔

باہر والوں سے زیادہ خاندان والوں کی نگاہوں کا سامنا یوم حشر میں اپنا احتساب لگ رہا تھا' ارباز تو جیسے ڈھے گئے تھے۔ اس کا ایک ایک لمحہ کانٹوں پہ گزر رہا تھا۔ آنکھ موند کر دیوار سے ٹیک لگائی تو بے اختیار وہ لمحہ ذہن کے دریچے پر آ سمایا جب رب نیاز گوشی کو کاندھوں پر اٹھائے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا تھا۔

جب مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے رملہ اور انوشہ کو کالج لے کر جاتا تھا' کہ کسی کی نگاہیں ان پر اٹھنے سے پہلے سو بار سوچتی تھیں' بھابیاں مست ہوکر گھر کے کام کاج کرتی تھیں اور بے فکری کی نیند سوتی تھیں۔ اپنی ساری تھکن' ذمہ داریاں اور الجھنیں وہ لوگ ان دونوں کے کاندھوں پر ڈال کر کتنی شاد رہتی تھیں اور وہ دونوں راتوں کی نیند دن کا چین حرام کرکے سب کی ایک ایک پل کی خبر رکھا کرتے تھے کہ کہیں کوئی چور لمحہ ان کی عزت کو داؤ پر نہ لگا جائے۔ وہ نگران آنکھیں کہاں سے لاؤں جو محافظ تھیں' بہت سے

سکون بھرے لمحات کی۔

ایک لڑی میں پروئے ہوئے تھے وہ لوگ کہ کوئی نہیں توڑ سکتا تھا۔ جاہل گھرانے کی لڑکیوں کی شادیاں کتنے اچھے گھرانوں میں ہوئی تھیں۔ رملہ اور انوشہ اپنے اپنے گھروں میں شاد آباد تھیں محض شرافت کی بنا پر اور پڑھی لکھی عورت کی بیٹی کو کون پوچھے گا' جس کی سوچ کی لگامیں بنا محافظ کے بہک چکی تھیں۔ دوسرے روز اشارے سے رب نیاز کے پانچ سالہ بیٹے کو بلایا۔

''بابا کام سے آجائیں تو یہاں بھیجنا۔'' اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ وقت ابھی گزرا نہیں تھا کچھ لمحات باقی تھے۔ جنہیں وہ قید کرسکتی تھی۔

''کچھ کام ہے تائی......؟'' گول مٹول سا شاہنواز مسکایا تھا۔

''ہاں...... بولنا ذرتائی نے بلایا ہے ضروری کام ہے۔'' وہ سر ہلاتا بھاگ گیا تھا۔ اب جھک جانے میں ہی عافیت تھی۔ بجائے اس کے کہ دنیا اسے جھکائے۔

رات وہ اس کے دروازے پہ دستک دے رہا تھا۔ اس نے دروازہ دھڑ سے کھول دیا جیسے کب سے منتظر ہو اس دستک کی۔ ارباز سوچ چکا تھا۔

''کیا ہوا؟ سب خیر ہے بھرجائی؟'' کتنے دنوں بعد یہ جملہ سنا تھا' اطمینان بھرا...... سارے دکھوں کو اپنے اندر سمو لیتا...... اس کی آنکھیں ہی نہیں بھر آئیں پھوٹ پھوٹ کر رونے کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔ اسے کمرے میں لے گئی۔

''کیا ہوا کچھ تو بول بھرجائی...... اپنا ہوں...... غیر مت سمجھ۔'' کیا اپنائیت تھی اس کے جملے میں۔

''اسی بات کا تو دکھ لے ڈوبا ہے رب نیاز کہ اپنے کو اپنا نہیں سمجھا...... ساری آن' بان' سب مٹی میں رل گیا۔ مجھے معاف کردو۔'' اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

''نہ...... نہ بھرجائی گناہ گار مت کر۔ تو ماں جیسی ہے۔ میں تیرا دکھ سمجھ گیا ہوں۔ جبران کی ساری رپورٹیں میرے پاس ہیں' دل بس خون کے آنسو پی کر رہ جاتا تھا' بولنے کی اجازت جو تو نے چھین لی تھی۔ بول اب کیا کرنا ہے؟'' وہ نگران آنکھیں اب بھی ان لوگوں کا محاصرہ کرتی تھیں۔ بس وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ حیرانی سے اپنے سامنے موجود آہنی چٹان کو دیکھا۔

''میں تھک گئی ہوں رب نیاز' بھول گئی تھی کہ اولاد کو کھلانا سونے کا نوالہ چاہیے اور دیکھنا شیر کی نگاہ سے۔ اپنی سرمستی میں اولاد کو تم لوگوں کے حصار سے کھینچ لائی' وقت نے بہت کڑا وار کیا میرے غرور پر' سمجھ نہیں آرہا کس طرح حالات کو قابو کروں۔ بہت مضبوط حصار تھا تم لوگوں کا' نکلی تو کمزور پڑ گئی۔ رب نیاز تم کڑوی دوائی تھے' جس کی تلخیاں لمحاتی تھیں پر زخم کو ناسور بننے سے روک دیا کرتی تھیں۔''

''بس بھرجائی...... فکر مت کر کل بھائی کے ساتھ لڑکی کے گھر جاؤں گا' سارا معاملہ لڑکی کے ماں باپ سے مل کر حل ہوگا۔ جوانی اتھری گھوڑی ہے آسانی سے قابو نہیں آنے کی' بہرحال تو پریشان نہ ہو' ہم سنبھال لیں گے سب۔'' آج یہ اکڑ الہجہ کتنا سرور بخش رہا تھا' کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔

''اور گوشی کے لیے رشتہ تلاش کرو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اب رونا نہیں۔'' اس کا بھاری کھردرا ہاتھ سر پہ دھرا تھا اور وہ آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ رہی تھی۔ اب اس حصار کو اس نے ٹوٹنے نہیں دینا تھا۔ جان گئی تھی جب غرور کا بند ٹوٹتا ہے تو آنسوؤں کے سیلاب کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ رب نیاز جا رہا تھا اسے پرسکون نیند کی ضمانت دے کر۔

موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 23

کب عشق کیا، کس سے کیا جھوٹ ہے یارو
بس بھول بھی جاؤ جو بھی ہم سے سنا ہو
اب میری غزل کا بھی تقاضا ہے یہ تجھ سے
انداز و ادا کا کوئی اسلوب نیا ہو

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ہاجرہ بیگم کو شادی کے انتظامات نے تھکا دیا تھا زیبا گھر آ کر ماں کو آرام کرنے کی ہدایت کرتی ہے۔ صفدر گھر آ کر زیبا کو عارض کے گھر چلنے کا کہتا ہے جس پر جہاں آرا بیگم صفدر کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں لیکن صفدر اپنی ضد پر بضد ہوتا ہے اور زیبا کو لے کر عارض کے گھر آ جاتا ہے۔ شرمین کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے وہ اسپتال سے صفدر کو فون کر کے بتاتی ہے شرمین کے ہاتھ اور سر میں چوٹ آئی تھی وہ اذان والے میٹر کو لے کر بہت زیادہ پریشان تھی تب عارض اسے اپنے ساتھ گھر لے جاتا ہے۔ اذان شرمین کے ہاتھ اور سر پر پٹی بندھے دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے اذان شرمین کے پاس رہنا چاہتا ہے لیکن عارض اسے کمرے سے باہر بھیج دیتا ہے۔ شرمین کے سیل فون پر کشف (اذان کی پھوپو) کا فون آتا ہے شرمین دوا کے زیر اثر سو رہی ہوتی ہے تب عارض ہی کشف سے بات کرتا ہے۔ جہاں آرا صفدر کو آڑے ہاتھوں لیتی ہیں صفدر ایک بار پھر زیبا کو عارض کے گھر لے جانا چاہتا ہے جبکہ دوسری طرف ننھی کی شادی کے دن بھی قریب تھے جہاں آرا زیبا کو روکنا چاہتی ہیں لیکن صفدر غصہ و ضد میں آ کر زیبا کو زبردستی عارض کے گھر لے جاتا ہے۔ عارض اپنے ملازم آصف کو بلاتا ہے زیبا اس کو دیکھ کر غصہ میں آ جاتی ہے اور ساتھ ہی برا بھلا کہنے لگی تھی تب ہی صفدر کے سامنے سچ سامنے آ جاتا ہے۔ صفدر عارض سے معافی مانگتا ہے اور زیبا کو طلاق دے کر گھر سے نکل جاتا ہے۔ زیبا کا نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے عارض اسے اسپتال لے آتا ہے زیبا کو آئی سی یو میں رکھا گیا تھا عارض صفدر کو فون کرتا ہے لیکن صفدر کا فون بند ہوتا ہے۔ ننھی کی برات آنے والی تھی لیکن ابھی تک زیبا اور صفدر کا کچھ پتا نہیں ہوتا پھر حاجرہ بیگم محلے کے کچھ لوگوں کو بلا کر ننھی کو رخصت کر دیتے ہیں۔ شرمین اپنے گھر جانا چاہتی ہے لیکن عارض اسے مزید اپنے گھر روکنے کے لیے ضد کرتا ہے تب ہی عارض شرمین کو صفدر اور زیبا کی علیحدگی کا بتا کر ششدر کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

❖......○○......❖

ڈرائیور اذان کو لینے گیا تھا مگر جب وہ اکیلا واپس پہنچا تو شرمین کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے مطلب صاف ظاہر تھا کہ اذان اسکول میں نہیں تھا مگر اسکول تو وہ کہہ آئی تھی کہ اذان کو کسی کے ساتھ نہ بھیجیں۔

''غلام یاسین اذان کیسے کہیں جا سکتا ہے۔'' اس نے اپنی طرف سے تشویش کا اظہار کیا۔

''بی بی جی اذان صاحب کو صاحب نے بلا لیا میں آفس چھوڑ کر آیا ہوں۔'' غلام یاسین نے بتایا۔

''آفس......وہاں اذان کا کیا کام؟'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

''جی پتا نہیں۔'' وہ یہ کہہ کر نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا تو وہ بولی۔

''ٹھیک ہے آپ جاؤ۔'' وہ اپنے سرونٹ کوارٹر کی طرف بڑھ گیا تو وہ اندر آ گئی زیبا رو رہی تھی وہ اذان کو بھول بھال کر اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''کیوں رو رہی ہیں؟''

''میرا بیٹا جانے کیا کر رہا ہوگا۔''

''خیریت سے ہوگا خوش ہوگا کیوں فکر کرتی ہیں؟''

''خیریت سے تو ہوگا مگر ماں کو تو فکر رہتی ہے۔''

''غم نہ کریں، صفدر بھائی اس کا پورا خیال رکھ رہے ہوں گے۔''

''وہ لاپتا ہیں ان کی امی بہت پریشان ہیں۔''

''کچھ بھی ہے، یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''اگر ٹھیک رکھنا ہوتا تو وہ اتنا بڑا فیصلہ ایک دم نہ سناتے اور ان کی لاتعلقی ثبوت ہے کہ وہ اب کچھ ٹھیک کرنا نہیں چاہتے۔''

''دل چھوٹا نہ کریں میں صفدر بھائی کو ہر ممکن سمجھاؤں گی ابھی رجوع کی مہلت باقی ہے۔'' شرمین نے تسلی دی۔

''یہ سب مختلف آراہیں حقیقت تو یہی ہے کہ طلاق ہوگئی، ویسے بھی ہمارے رشتے میں اتنی جان تھی بھی نہیں۔''

''اچھا آپ فکر چھوڑیں خدانخواستہ ایسا ہے بھی تو عبدالصمد آپ کو ہی ملے گا۔'' شرمین نے ان کی آنکھیں اپنے دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے اب گھر جانا ہے میری اماں اور ننھی دونوں بہت پریشان ہوں گی۔'' زیبا بولی۔

''طبیعت سنبھل جائے اور صفدر بھائی آ جائیں شاید کوئی بہتری کی صورت نکل آئے۔'' شرمین نے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں روز روز مرنے سے ایک بار مرنا بہتر ہے صفدر نے نہ پہلے معاف کیا اور نہ سچ جان کر اب معاف کریں گے۔''

''خیر۔''

''اذان نہیں آیا۔'' زیبا نے موضوع بدلا۔

''ہاں۔ وہ ڈرائیور بتا رہا ہے کہ صاحب نے آفس بلا لیا ہے ورنہ میں تو سمجھی تھی......'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔

''کیا سمجھی تھیں۔''

''یہی کہ اذان کی پھوپو اسے لے گئی ہوں گی۔''

''شرمین معذرت کے ساتھ اذان آپ کا......''

''میرے ایکس منگیتر کا بیٹا ہے انہوں نے مرتے وقت اسے میرے پاس بھیج دیا تھا۔''

''کیا واقعی......!''

''جی......اذان مجھے اپنی ماما ہی سمجھتا ہے ہماری محبت اذان کی لالچی پھوپو کی آنکھ میں کھٹکتی ہے وہ چاہتی ہیں کہ اذان کو بدظن کر کے چھین لیں۔'' اس نے سچ مگر اختصار سے بتایا۔

''اوہ......یہ تو برا ہوگا۔''

''ہاں، اس لیے بہت ڈسٹرب ہوں۔''

''اور عارض سے۔''

"عارض سے ماضی میں منگنی رہی پھر ختم ہوگئی۔" سچائی اور بے باک لہجہ اس کی صفت تھی۔
"تو پھر کرلو۔"
"کیا......؟"
"اب شادی کرلو، عارض بہت اچھے ہیں۔"
"ہوں گے۔"
"اذان بھی بہت قریب ہے ان کے۔"
"ہنہہ......مگر قربتوں میں سایہ بھی آجائے تو قربتیں نہیں رہتیں۔"
"اس پر سوچو۔" زیبا نے کہا۔
"ابھی تو اور محاذ کھلے ہیں۔"
"اکیلے لڑنا مشکل ہوتا ہے۔"
"میں اکیلی کہاں ہوں اللہ ہے نا میرے ساتھ۔" اس نے ہنس کر کہا تو زیبا بھی اس کی بلند ہمتی پر مسکرادی اس کا اپنا یقین بھی تو اللہ پر ہی تھا۔

❖......○○......❖

صفدر نے کاؤنٹر پر ہوٹل کا بل ادا کرکے پارکنگ سے گاڑی نکالی، گاڑی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی اور اس کا ذہن انجن کی مانند چل رہا تھا خیالات کی بھٹی دہک رہی تھی سب کچھ ختم کرکے سب سے پہلا مرحلہ تو امی سے سامنا کرنا تھا ان کے شدید ردعمل کو برداشت کرنا تھا یہ چھوٹا سا، معمولی سا ردعمل نہیں ہونا تھا وہ جانتا تھا کہ ایک شدید قسم کا طوفان منتظر ہوگا پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ عبدالصمد کو زیبا کے حوالے کرنے کا کہہ چکا تھا۔ مگر اب دل بے ایمان ہو رہا تھا کہ زیبا اس قابل بھی نہیں کہ میرا وارث اس کے پاس رہے پھر امی اس کے بنا جی نہیں سکتی تھیں لہٰذا صرف حق مہر اور زیور وغیرہ دے دلا کر جان چھڑالے لیکن پھر ضمیر ملامت کرنے لگا کہ یہ تو ایک ماں کے ساتھ زیادتی ہوگی کوئی قانون چھوٹے بچے کو ماں سے جدا کرنے کی اجازت نہیں دیتا مگر اپنے اس خیال کو اس نے بڑی سفاکی سے مسترد کردیا تھا۔
"بچہ اچھی ماں کو دیا جاتا ہے میں اپنا بیٹا ہرگز اسے نہیں دوں گا۔" وہ اس وقت گیٹ پر پہنچ چکا تھا گاڑی کے ہارن پر گیٹ کھلا اس نے گاڑی گیراج میں کھڑی کی اندر آیا تو جہاں آرا کی شدید غصیلی نگاہوں کی زد میں تھا وہ ٹی وی لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں ملازمہ ان کے کندھے دبا رہی تھی وہ بہت کمزور لگ رہی تھیں، حال تو اس کا بھی برا تھا شیو بڑھی ہوئی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں۔
"کیا ہوا امی کو؟" اس نے بہت سمجھداری سے ملازمہ سے پوچھا تاکہ ان کا غصہ کچھ کم ہوسکے۔
"زندہ ہوں ناخلف بیٹے کی ماں کو موت بھی آسانی سے کیسے آسکتی ہے۔" امی پھٹ پڑیں۔
"اللہ نہ کرے کیسی باتیں کرتی ہیں؟" وہ دوڑ کر ان سے لپٹ گیا۔
"دور ہو جاؤ مجھ سے زیبا کہاں ہے؟" انہوں نے پوری قوت سے اسے پرے دھکیلا اور پوچھا۔
"اپنے گھر۔"
"شادی میں بے حسی کا مظاہرہ کرنے کے بعد اب کیوں چھوڑ آئے، شرم کرو یتیم بے سہارا بچی کی شادی تھی تم سہارا بنتے، تم نے تو قیامت مچادی۔ حاجرہ بہن روتی رہیں یہاں آئیں، غیر بھی بیٹی کی شادی میں کھڑے ہوجاتے ہیں مگر تم......تم نے اتنی بے شرمی کا کام کیا کہ میں کبھی حاجرہ بہن سے نظر نہیں ملاسکتی۔" وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئیں۔

"میرے لیے ایک کپ چائے بنالاؤ۔" اس نے ملازمہ کو وہاں سے بھیجنے کی غرض سے کہا وہ چلی گئی تو وہ اطمینان سے بولا۔

"عبدالصمد کہاں ہے۔"

"مت نام لو اس کا۔"

"تو ٹھیک ہے اسے اس کی ماں کو دے دیتے ہیں۔" اس نے پیر میز پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب......؟" وہ چونکیں۔

"مطلب عبدالصمد ماں کے پاس رہے گا۔"

"کیوں......؟ اب ماں بھی وہاں کیا کرے گی۔ عجیب ہی ہے یہ لڑکی بھی اکیلی تمہارے ساتھ چل دی اسپتال رہ لیے اب اسے گھر چھوڑ آئے اور ماں کی خیر خبر نہ لی۔"

"امی میں نے اسے نہیں بھیجا وہ خود گئی ہے۔" وہ یہ کہہ کر مزید کچھ جاننے کے لیے انہیں دیکھنے لگا مگر انہیں اب تک اصل کہانی معلوم نہیں تھی اس لیے وہ بولیں۔

"دماغ خراب ہے اس لڑکی کا اسی نے تمہیں بگاڑا ہے۔"

"اچھا اور سب خیریت رہی۔" اس نے کریدا۔

"ہنہ تمہاری بلا سے۔" وہ تڑخ کر بولیں۔

"امی......اپنے بیٹے کی مجبوری پر بھی نظر رکھیں۔"

"کیوں، کیا مجبوری آ گئی تھی، کہاں جانا پڑا؟"

"گھر کے نشان مٹانے گیا تھا۔" وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا، جہاں آرا کچھ نہ سمجھ سکیں۔

❖......OO......❖

اس نے فریش ہو کر کمر ٹکائی ہی تھی کہ عارض کا فون آ گیا اس نے فوراً اٹینڈ کر لیا۔

"شکر ہے فون اٹینڈ کر لیا تم نے۔"

"کرنا ہی تھا۔"

"کہاں ہو؟"

"گھر۔"

"یعنی گھر آ گئے ہو۔" عارض نے طنز کیا۔

"آنا ہی تھا۔"

"کسی کو بے گھر کر کے خود تو آ ہی گئے۔"

"عارض میں نے اسے بے گھر نہیں کیا، اس نے میرے گھر کو بے گھر بنا دیا تھا۔"

"معافی کتنا بڑا کام ہے۔"

"جانتا ہوں لیکن ناسور بھی بہت بڑا مرض بن جاتا ہے۔"

"اب آگے کیا کرنا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"زیبا بھابی کا کیا ہوگا۔"

''میں کیا کہہ سکتا ہوں وہ آزاد ہے، جو چاہے کرے۔''
''ٹھیک ہے مطلب انہیں اپنے گھر جانا ہے تم نے رجوع نہیں کرنا۔''
''نہیں پلیز اب اس چیپٹر کو کلوز کردو۔''
''تم نے خالہ جان کو بتادیا۔''
''ہاں تقریباً بس کچھ باقی ہے۔''
''مناؤ اپنی فتح کا جشن مناؤ اپنی مردانگی کے فیصلے سے انہیں آگاہ کرو۔'' عارض تنتنا اٹھا۔
''بتادوں گا۔''
''اور عبدالصمد۔''
''اس کے حوالے سے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔''
''کیوں...... کیوں نہیں کہہ سکتا؟ ایک ماں کو اس کے بچے سے کیوں دور رکھا ہوا ہے؟'' عارض برسا۔
''کچھ وقت چاہیے ایک دم امی سے عبدالصمد کو نہیں الگ کرسکتا۔''
''کتنے خودغرض بن گئے ہو ایک ماں کے لیے اور دوسری ماں کے لیے اور ہیں تمہارے نظریات۔''
''ابھی میں نے طلاق کا نہیں کہا یہ بتادوں پھر کہہ دوں گا۔''
''ٹھیک ہے اگر تم معافی کا ظرف نہیں رکھتے تو کیا کہہ سکتا ہوں۔''
''حق مہر اور اس کے علاوہ ماہانہ خرچ میں ادا کردوں گا۔''
''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔''
''شرمین بہن کے بازو کا سناؤ۔''
''ویسا ہی ہے وہ بھی ضدی ہے اپنے گھر جانے کی ضد پر اڑی ہے۔''
''کوئی بہتری کی صورت نکال لو اب۔'' صفدر نے کہا۔
''کہہ بھی کون رہا ہے، جو خود بہتری کے راستے بند کررہا ہے۔'' عارض نے طنزیہ کہا۔
''او کے اللہ حافظ۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا عارض نے زیبا کی طرف افسردہ نگاہوں سے دیکھا اور افسوس کی حالت میں نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبالیا، زیبا کے چہرے پر نہ ملال تھا نہ کرب صرف جامد سناٹا تھا، آنکھوں میں ممتا بھرے آنسو تھے۔
''عارض بھائی عبدالصمد......!''
''بھابی غم نہ کریں وہ جلد عبدالصمد کو بھجوادے گا دراصل ابھی اپنی امی کو اس نے کچھ نہیں بتایا۔''
''یعنی ان کو صدمہ دینا باقی ہے۔'' وہ ان کے لیے افسردہ ہوکر بولی۔
''کیا کریں وہ نہیں سمجھتا۔''
''عارض بھائی مجھے اپنے گھر جانا ہے۔''
''ٹھیک ہے بھابی میں ذرا چینج کرلوں پھر چھوڑ آتا ہوں۔'' اس نے کہا۔
''انکل ہم جارہے ہیں۔'' اسی لمحے اذان آگیا اور خوشی سے بولا۔
''کہاں......؟''
''اپنے گھر۔''

''کس نے کہا؟''
''ماما نے۔''
''ایکسکیوزمی۔'' عارض یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلا۔

❖......OO......❖

وہ ملازمین کی مدد سے اس کے لیے کھانا لگوا رہی تھی وہ وہیں آ گیا۔
''اس زحمت کی کیا ضرورت ہے ریسٹ کرو۔'' وہ اس کے بازو پر نگاہ ڈال کر بولا۔
''بس اب گھر جا کر ریسٹ کروں گی۔''
''ہنہہ ......'' اس نے تمسخر اڑایا۔
''بہت سارے مسائل ہیں۔''
''مسائل کب نہیں ہوتے کہاں نہیں ہوتے؟ آپ کھانا کھاؤ۔'' وہ ٹال گئی۔ اس نے ایک پرتاسف سی نگاہ کھانے پر ڈالی اور بولا۔
''مجھے بھوک نہیں رہی۔''
''اوکے، پھر ہمیں اجازت دیں۔''
''آپ نے فیصلے میں اجازت کی گنجائش کہاں رکھی ہے۔''
''زیبا بھابی کو چھوڑ آئیں گے یا ابھی وہ ادھر ہی ہیں۔'' وہ یکسر بات نظر انداز کر گئی۔
''کچھ دیر تک چھوڑ آؤں گا۔''
''ٹھیک ہے۔'' وہ وہاں سے جانے لگی تو وہ بولا۔
''مجھ پر لگا داغ دھلنے کے باوجود میں گناہگار کیوں ہوں؟''
''وہ داغ جہاں سے لگا جیسے لگا اس سے میرا کیا لینا دینا؟''
''ہمارے تو درمیان کچھ رکھا نہیں گیا۔''
''ایسا تم سوچتی ہو۔''
''میں ٹھیک سوچتی ہوں ان ریلائبل لوگوں کے لیے کچھ نہیں سوچتی۔'' وہ بولی۔
''میں نے بتادیا ہے کہ میں نے صبیح احمد کی وجہ سے ایسا کیا تھا؟''
''تو یہ مشق جاری رکھو۔''
''شرمین میں بکھر گیا ہوں پلیز مجھے سمیٹ لو۔'' وہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا اس کی آنکھیں سچ بول رہی تھیں اس کے چہرے پر اس کے جذبے سچ سنا رہے تھے۔ مگر وہ نرمی سے ہاتھ چھڑا کر ایک طرف ہوگئی تو وہ بولا۔
''یہ خاموشی کیوں؟''
خاموشی بے سبب نہیں ہوتی
درد آواز چھین لیتا ہے
وہ یہ شعر سنا کر تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی وہ وہیں کھڑا رہ گیا حاکم الدین نے میز پر لگے کھانوں کو دیکھا اور سب کچھ سمجھ کر دھیرے سے کہا۔

"اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں بے غم ہوجائیں سب ٹھیک ہوجائے گا۔" اس کے دل کو ان کی بات لگی کھانے کے لیے بیٹھ گیا تبھی اذان بھاگ کر آیا اور اس کے گال چوم کر بولا۔

"اللہ حافظ انکل۔"

"مجھے چھوڑ کر جارہے ہو۔"

"نہیں اپنے گھر جارہے ہیں۔" اذان کے نزدیک گھر کا فرق تھا اور کچھ نہیں۔

"یہ آپ کا گھر نہیں کیا؟"

"وہ ماما کہتی ہیں ہمارا گھر وہی ہے۔"

"ماما غلط کہتی ہیں۔"

"پھر آپ انہیں منالیں۔"

"ہمنہہ...... مناؤں گا فی الحال تو آپ جاؤ۔" اس نے اس کے رخسار چوم کر کہا وہ ہاتھ لہرا کر خدا حافظ کہتا ہوا چلا گیا۔

❖......○○......❖

"مجھے سخت حیرت ہے کہ تمہاری خالہ کی ایک ہی بیٹی ہے وہ شادی میں شریک نہیں ہوئی خالہ کی سوتیلی بیٹی تو نہیں ہے۔" اصغر نے ننھی سے کہا تو وہ لاجواب سی ہوکر زیور اتارنے لگی۔

"بولتی نہیں، کیا قصہ ہے؟" اصغر نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے اس کی خاموشی بھانپ کر کریدا۔

"اصغر، اس کے سسرال میں کوئی مسئلہ ہوگا مجھے کیا پتا۔" ننھی نے کچھ بیزاری سے جواب دیا۔

"آج ہمارے ولیمے میں بھی خالہ اور تین چار صرف محلے دار تھے کہیں پسند کی شادی کا چکر تو نہیں۔"

"نہیں، اب آپ سوجائیں۔" ننھی نے اکتا کر جواب دیا۔

"اماں کی عادت ہے وہ یہ ضرور پوچھیں گی انہیں آرام سے بتادینا۔" اصغر نے ننھی کو اپنی ماں کے بارے میں آگاہ کیا۔

"کیوں، کیوں پوچھیں گی؟" وہ بگڑی۔

"بات مشکوک جو ہے۔"

"کوئی مشکوک نہیں ہے ملنے آجائیں گی تو سب شک دور کرلینا۔" اس نے کہا اور سادہ سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ چینج کرکے باہر آنے تک وہ سوچکا تھا اس نے اطمینان کا سانس لیا خود بھی لائٹ آف کرکے بیڈ کے دائیں طرف لیٹ گئی مگر سکون نہیں تھا نیند آنکھوں سے دور تھی رہ رہ کر خالہ حاجرہ کی تنہائی کا خیال مار رہا تھا۔ وہ بالکل تنہا رہ گئی تھیں، ان کو تو وقت پر دوائیں کھانے کا بھی خیال نہیں رہتا آخر ایسے کیسے حالات ہوگئے ہیں کہ زیبا نے صفدر بھائی نے کسی نے پلٹ کر بھی نہیں پوچھا کیا ہوا ہوگا، کیسے پتا کروں کیا فون کروں...... یہ سوچ کر اس نے فون اٹھایا اور کمرے سے باہر آگئی۔ صفدر کا فون ملایا خلاف توقع صفدر نے فون اٹینڈ کرلیا۔

"ہیلو، صفدر بھائی آپ لوگ خیریت سے ہیں کیا مسئلہ ہوگیا؟" اس نے کئی سوال اکٹھے ایک سانس میں پوچھ لیے۔

"کیوں؟"

"میرا مطلب آپ لوگ شادی میں نہیں آئے اور آج ولیمے میں بھی۔" وہ شاکی لہجے میں بولی۔

"آپ کی سہیلی تو آگئی ہوگی۔"

''کیا مطلب آ گئی ہوگی؟'' وہ چونکی۔
''وہ اس گھر سے جا چکی ہے۔''
''صفدر بھائی پلیز پہلیاں نہ بجھوائیں۔''
''مطلب یہ کہ میں نے اسے اپنی زندگی سے نکال دیا ہے۔''
''وہاٹ۔'' وہ چلائی۔
''شب بخیر۔'' صفدر نے سپاٹ لہجے میں کہا اور فون بند کردیا وہ ہکابکا سی پلٹی تو اصغر بڑی پرتشویش صورت بنائے کھڑا تھا۔
''ایسا کیا قصہ ہے تمہاری سہیلی کا کہ تمہیں کمرے سے باہر آ کر بات کرنی پڑی۔'' اس نے بڑا طنزیہ انداز اختیار کیا۔
''کچھ نہیں آپ کی نیند خراب ہوتی اس لیے باہر آ گئی۔'' وہ ہکلائی۔
''اور صفدر بھائی سے کون سی پہیلیوں کی بات ہورہی تھی۔''
''آپ ایسے کیوں پوچھ رہے ہیں۔''
''کیوں نہ پوچھوں۔''
''پلیز اندر آ جائیں۔'' وہ حد درجہ پریشان تھی یہ کہہ کر اندر کی طرف چلی گئی۔

❖......○○......❖

شبانہ کا کام کر کے ملازمہ اس کی طرف آ گئی اس نے اس وقت اسے واش روم دھونے اور بستر کی چادر بدلنے کو کہا شبانہ اس کا بازو، ماتھے کی چوٹ دیکھ کر ٹرے میں کھانا لے آئی۔
''شبانہ، اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔''
''جب تک ہاتھ ٹھیک نہیں ہوتا تم کوئی کام نہیں کرو گی، ویسے مجھے بہت فکر تھی کہ ایسا کیا مسئلہ ہوگیا؟'' شبانہ نے کہا۔
''بس ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔''
''ماما میں سو رہا ہوں۔''
''پہلے اپنا بیگ سیٹ کرو صبح اسکول جانا ہے۔''
''مجھے کون چھوڑے گا۔'' اذان کا اشارہ اس کے بازو کی طرف تھا۔
''آپ کے انکل چھوڑ آئیں گے۔''
''نہیں ماما آپ عارض انکل کو کہہ دیں۔''
''اذان بلاوجہ نہیں بولتے۔'' اس کو شبانہ کے سامنے اذان کے منہ سے عارض کا تذکرہ پسند نہیں آیا۔
''پھر میں نہیں جاؤں گا۔'' وہ منہ پھلا کر بیڈ پر الٹا لیٹ گیا۔
''لو بھئی ناراض ہوگیا۔''
''ابھی ٹھیک ہوجائے گا۔''
''اچھا میں چلتی ہوں کچن سمیٹنا ہے بختاں فارغ ہوجائے تو جلدی بھیج دینا۔''
''ہنہہ۔'' اس نے کہا شبانہ چلی گئی تو اس نے بختاں کو بھی کچھ ہی دیر میں بھیج دیا اور اذان سے بولی۔
''آپ غیر ضروری بات کیوں کرتے ہو؟''

''میں نے عارض انکل کے ساتھ ہی اسکول جانا ہے۔'' وہ اس کی بات کو ٹال گیا اور اپنے فیصلے پر قائم رہا۔
''اذان عارض انکل ہمارے ڈرائیور نہیں ہیں۔'' اُسے غصہ آ گیا۔
''تو کوئی بات نہیں۔''
''کیسے کوئی بات نہیں۔''
''پھر آپ کے ساتھ جانا ہے۔'' اذان جانے کیوں آج اس طرح اپنا رویہ ظاہر کر رہا تھا شرمین کو حیرت ہوئی۔
''اس ہاتھ کے ساتھ۔'' اس نے اپنا پلستر شدہ ہاتھ دکھاتے ہوئے پوچھا۔
''ماما پلیز۔''
''کیا پلیز، بس ضد چھوڑ دو۔''
''اچھا ٹھیک ہے پھر کشف پھوپو کو کہہ دیں۔'' اذان نے گویا اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا وہ متحیر سی اس کی صورت دیکھتی رہ گئی، اس کے دل میں کشف کی گنجائش موجود تھی۔

❖......○○......❖

جب تک حاجرہ بیگم نے دروازہ کھول نہیں دیا عارض نے وہاں رک کر انتظار کیا۔ جونہی دروازہ کھلا اور زیبا نے گھر کے اندر قدم رکھا تو وہ گاڑی نکال لے گیا، بڑی بوجھل اور بھاری طبیعت کے ساتھ اس کا دل دکھی ہو رہا تھا طلاق کا طعنہ لے کر کوئی بیٹی گھر آئے تو پھر کیا بچتا ہے، قیامت بپا ہوتی ہے زیبا کا یہ وقت ان دونوں کے لیے یقیناً بھاری ہوگا زیبا بھابی کو ماں کی سوالیہ نگاہوں کا سامنا کرنا ہوگا پھر اپنے تنہا لوٹنے کے سفر کی داستان سنانی ہوگی وہ ضعیف ناتواں ماں جانے یہ صدمہ کیسے سہے گی عارض کے ذہن میں سوال ہی سوال تھے۔
''اچھا نہیں کیا صفدر یار تم نے بہت بڑا ظلم کمایا ہے۔'' واپس آ کر گیٹ سے اندر گاڑی لاتے ہوئے وہ بڑبڑایا حاکم الدین کی عادت تھی کہ جب تک وہ نہیں آتا تھا تب تک وہ باہر برآمدے میں ٹہلتے رہتے تھے۔
''بڑی دیر کر دی آپ نے۔''
''کہاں حاکم چاچا بڑی مشکل سے گاڑی چلا کر آیا ہوں۔'' اس نے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔
وہ حاکم چاچا کو کیا بتاتا کہ کس قیامت کی گھڑی سے گزر کر آیا ہوں اور کیسی قیامت زیبا بھابی کے ساتھ اس گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں وہ ٹوٹ کر بکھری ہوں گی ان کی ماں کی آنکھیں حیرت کی حد تک پھیل چکی ہوں گی وہ یہ جان کر لرز اٹھی ہوں گی کہ بیٹی تباہ حال ہو کر لوٹ آئی ہے صفدر نے دھتکار کر گھر سے نکال دیا کس جرم کی پاداش میں کس سفاکی اور بے رحمی سے انہیں سزا دی گئی ہے۔
''اُف میرے خدا۔'' وہ سر تھام کر ایزی چیئر پر گرا تو کارڈلیس سیٹ لیے حاکم الدین کمرے میں آ گئے۔
''شرمین بی بی کا فون ہے مجھے کہہ رہی تھیں مگر میں نے کہا کہ آپ سے بات کریں۔''
''کیا ہو گیا؟'' اس نے تیزی سے فون کان سے لگا کر کہا۔
''وہ آپ نے اذان کو بگاڑ دیا ہے۔'' شرمین کچھ خفت سے بولی۔
''ہوا کیا؟''
''اس نے ضد لگالی ہے کہ آپ ہی اسکول چھوڑیں گے...... میں نے......!''
''تو ایشو کیا ہے، میں اسے چھوڑ دوں گا واپسی پر لے لوں گا۔'' وہ ایک دم خوش ہوا۔
''مگر......!''

"شرمین مجھے ایسی خوشیوں سے تو محروم نہ کرو۔"
"مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔"
"کیوں؟"
"بس میں نئی مشکلات میں پھنسنا نہیں چاہتی آپ ایک بار اذان کو اسکول پہنچادیں مگر اسے سمجھائیں ضرور۔"
"شرمین اذان کو سمجھنے دو، قریب آنے دو۔"
"پلیز عارض مجھے نیند آ رہی ہے۔" اس نے کہا اور ٹالا۔
"شرمین پلیز۔"
"عارض اذان کی وجہ سے میں اس کی کشف پھوپو کی پریشانی میں پھنسی ہوں۔"
"کون سا بڑا ایشو ہے اذان کو سمجھادو وہ خود انہیں گھر کا رستہ دکھادے گا۔"
"اذان اپنی پھوپو کو بھی پسند کرتا ہے۔"
"مجھے اجازت دو میں اچھی طرح سمجھادوں گا۔"
"نہیں میں خود دیکھ لوں گی۔"
"کیا دیکھوگی، کھڑکی سے باہر دیکھو چاند کچھ کہہ رہا ہے۔" وہ ٹہلتا ٹہلتا اپنے کمرے کی کھڑکی میں آ گیا۔
"ذرا زیبا بھابی کے بارے میں سوچو ان پر کیا قیامت گزر رہی ہوگی؟"
"ہاں میں سچ پوچھو تو بہت اپ سیٹ ہوں۔" اس نے جواب دیا۔
"کوشش کریں صفدر بھائی سمجھ جائیں۔"
"مشکل ہے پھر بھی کوشش کرتا رہوں گا۔"
"اوکے شب بخیر۔" شرمین نے کہا فون بند کرنے والی تھی کہ وہ بولا۔
"ایک منٹ۔"
"ہنہہ۔"
"اب تو دیکھ لو چاند کچھ کہہ رہا ہے۔"
"آپ دیکھو بس۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہہ کر فون آف کر دیا۔ وہ حسرت ویاس سے سانس کھینچ کر رہ گیا اور کھڑکی کا پردہ سرکا کر کمرے میں اندر کی طرف آ گیا۔

❖......○○......❖

"یا میرے اللہ ایسی بیٹیاں دینے سے بہتر ہے نہ دیا کر...... مجھے بیٹا نہیں دیا تو ایسی بیٹی کیوں عطا کی۔" حاجرہ بیگم بین کرتے ہوئے اللہ سے شکوے کر رہی تھیں۔ زیبا کمرے کے ایک کونے میں دیوار سے لگی کھڑی آنسو بہا رہی تھی اماں کو سب کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑی، رات کو عارض کا تنہا چھوڑنا ہی انہیں چونکا گیا تھا بس گلے سے لگ کر اپنی مستقل واپسی کی سرگوشی کی تھی تو بس نہ انہوں نے پھر عبدالصمد کا سوال کیا اور نہ صفدر کے بارے میں پوچھا وہ تین کپڑوں میں ان کے سامنے تھی وہ سب کچھ جان گئیں تبھی تو بستر پر بیٹھنے کے بجائے وہ فرش پر ہی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور دل کا دکھ لفظوں اور آنسوؤں میں بہنے لگا۔
"اماں تم اب میرا گلا دبا دو، نجات دلا دو مجھے۔" اس نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد دھیرے سے انہیں مخاطب کیا۔

”مجھے تو اپنا خاتمہ کرلینا چاہیے تم نے جیتے جی مار تو ڈالا ہے، کیا بتاؤں گی لوگوں کو کیا کہوں گی، ننھی کے سسرال والوں سے میری بیٹی اپنے گھر کو آباد نہ کرسکی نبھا نہ سکی ماں کی چوکھٹ سے آ لگی ہے لوگ میرے سر میں خاک ڈالیں گے مجھ پر تھوکیں گے۔“

”اماں، میں نے بہت کوشش کی......مگر......“

”بند کروا اپنا منہ، تم نے کوئی کوشش نہیں کی لڑکیاں گھر بچانے کے لیے سب کچھ کرتی ہیں، مگر تمہاری صفدر کے ساتھ ٹھنی ٹھنی رہتی تھیں وہ مزاج کا سخت تھا تو کون سا تم نے لچک پیدا کی تم تو سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھیں پہلے دن سے خلع کا منصوبہ تھا اب مٹھائی بانٹو، تمہارا مقصد پورا ہوگیا اور اب لے آ ؤ اس گلفام کو بھی جس کی خاطر تم نے طلاق لی۔“ حاجرہ بیگم نے جذباتی ہوکر اس کے بال مٹھی میں لے کر گردن کو زور سے گھمایا وہ درد سے بلبلائی۔

”اماں، صفدر نے طلاق دی ہے۔“ اس نے روتے ہوئے بتایا۔

”خواہش تو تمہاری تھی منہ پھاڑ کے تو تم نے مانگی ہوگی۔“

”اماں، میں اپنے بچے کی خاطر نبھا کرتی رہی ہوں۔“

”خاک کرتی رہی ہو، اب لو مزہ اس نے بچہ بھی چھین لیا، خالی ہاتھ نکال کر باہر کیا اب بیٹھی رہو۔“

”اماں مجھے عبدالصمد چاہیے مجھے میرا بیٹا لینا ہے مجھے میرا بچہ واپس لینا ہے۔“ وہ ایک دم ہی عبدالصمد کے لیے جذباتی ہوکر چیخنے لگی۔

”ہنہ نہ مان بڑوں کی سیکھ لے کر ٹھیکرا مانگو بھیک۔“ حاجرہ بیگم کہاوت سنا کر کمرے سے چلی گئیں، تو وہ عبدالصمد کی یاد میں آنسو بہانے لگی دل بے اختیار ہو چلا تھا ممتا بین کررہی تھی۔

”صفدر مجھے میرا عبدالصمد دے دو، میں اس کے بنا مرجاؤں گی مجھے میرا بیٹا دے دو، میرا عبدالصمد دے دو۔“

پھر جانے کیا سوجھی اس نے صفدر سے بات کرنی چاہی مگر فون نہیں تھا اماں کے فون سے بات کرنے کا سوچ کر تیزی سے کمرے سے باہر آئی تو اماں کے کمرے کا دروازہ بند تھا جھٹکے سے کھولا تو اماں فون پر بات کررہی تھیں۔ وہ کچھ نہ سمجھی کیونکہ آنسو ان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، وہ چپ چاپ کھڑی رہ گئی۔

❖......○○......❖

”یہ تم سے کون بات کررہا تھا کس سے بات کررہے تھے؟“ جہاں آرا نے صفدر کی پشت پر کھڑے ہوکر اس کی فون پر کی جانے والی بات سنی تو سامنے آ کر بہت سختی سے پوچھا۔

”زیبا کی امی سے۔“ اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

”رات کے اس وقت کیا بات کررہے تھے زیبا کیوں گئی، یہ سب بتارہے تھے، تو مجھے کیوں نہیں بتاتے۔“ وہ پھٹ پڑیں۔

”آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟“ اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

”معصوم پوتے کو پیٹ درد سے روتا دیکھ کر دادی نہیں سوسکتی ماں اور باپ سو جاتے ہیں۔“ انہوں نے طنز کیا۔

”ماں کا تو مجھے نہیں پتا، باپ البتہ جاگ رہا ہے۔“

”کیوں آخر کیوں، زیبا گھر کیسے چلی گئی۔“

”صبح بتادوں گا۔“

”کیا؟“

"فی الحال عبدالصمد کو تو دیکھ لوں۔"
"رہنے دو، میں نے سیرپ پلا دیا ہے مگر مجھے یہ بتاؤ کہ زیبا گھر کیوں گئی۔"
"کیونکہ وہی اس کا گھر ہے۔"
"صفدر۔" وہ مشتعل ہو گئیں۔
"امی، ابھی سو جائیں صبح بات کریں گے۔"
"کیسے سو جاؤں، سب کچھ پراسرار ہو رہا ہے حاجرہ بہن سے اس وقت تم زیبا کے متعلق بات کر رہے تھے۔"
"جی ہاں بتایا تو ہے وہ عبدالصمد کا پوچھ رہی تھیں۔"
"جھوٹ مت بولو۔"
"امی صبح بات کریں گے ابھی آپ جا کر سو جائیں۔" اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے بولیں۔
"تا کہ تم سگریٹ پھونکو یہ کون سا وقت ہے سگریٹ سلگانے کا۔"
"جب سب کچھ ہی سلگ رہا ہو تو سگریٹ سلگانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"
"یا اللہ میں کیا کروں، میرا بیٹا ہی ماں سے جھوٹ بولتا ہے۔" جہاں آرا بیگم اللہ سے فریاد کرتے ہوئے رو دیں۔
"کوئی جھوٹ نہیں بولا۔"
"اور جھوٹ کیا ہوتا ہے۔"
"اب کچھ نہیں چھپانے کو صبح بات کریں گے۔"
"چاہے ماں رات بھر انگاروں پر لوٹتی رہے۔"
"اوہو آپ جائیں کمرے میں عبدالصمد کے پاس، ویسے بھی اسے چلے جانا ہے۔"
"کیسے؟" وہ بے تاب ہو گئیں۔
"کچھ نہیں ماآپ بے فکر ہو کر سو جائیں۔"
"اور تم۔"
"میں...... میں بھی سونے لگا ہوں۔" وہ ہکلایا۔
"جھوٹ۔"
"میں سچ میں سو جاؤں گا۔"
"بہانے بناتے رہو جھوٹ بولتے رہو۔" وہ کہہ کر رنجیدہ خاطر سی کمرے سے چلی گئیں تو اس کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔
"جب صبح سچ بتاؤں گا تو امی کی حالت کیا ہو گی اور عبدالصمد کو جانا ہے پھر وہ کیا کریں گی اف میرے خدا مجھے حوصلہ دے ہمت دے، میں کیسے اپنی امی کو سنبھالوں گا۔" وہ اللہ سے مخاطب ہوا۔

❖......○○......❖

اس نے آفس منیجر کو تمام دفتری اسائنمنٹ کی تفصیل کے ساتھ گھر بلایا تھا اذان کو عارض کے ساتھ بھیج کر اس نے بال برش کیے اور لان میں آ گئی ابھی پراچہ صاحب سے علیک سلیک ہی ہوئی تھی کہ کشف اور نگہت آپا آ گئیں ان کی آمد غیر متوقع تھی اس نے پراچہ صاحب سے معذرت کی اور واپس جانے کا کہا وہ چلے گئے تو اسی جگہ پر ان دونوں کو بٹھایا۔
"واہ بھئی سب کام بہت خوبی سے کر رہی ہو۔" نگہت آپا نے طنز کا پہلا وار کیا۔

''آپ صبح صبح خیریت۔'' اس نے بھی جتلایا۔
''اذان سے ملنا تھا تم تو اذان کو چھپا کر رکھنا چاہتی ہو۔'' وہ بولیں۔
''اذان تو اسکول گیا ہے۔''
''لو بس کشف تمہیں کہا بھی تھا کہ رات کو آتے اب میری فلائٹ کا ٹائم ہونے والا ہے۔''
''آپا یہ رات یہاں نہیں ہوتیں۔'' کشف نے زہر اگلا۔
''کیا مطلب۔'' شرمین نے پوچھا۔
''بھئی وہ ہیں نا آپ کے عارض صاحب۔''
''تو......! اس کا مطلب یہ ہے کہ میں گھر نہیں ہوتی۔'' وہ غصے سے بولی۔
''خیر، جب بھی پوچھا تو غائب پایا۔''
''میری حالت دیکھ رہی ہو، زخمی کی دیکھ بھال کرنے کو یہاں کون تھا۔'' شرمین نے پوچھا۔
''مجھے فون کر دیتیں میری طرف آ جاتیں۔''
''شکریہ اب بتائیے کیا خدمت کر سکتی ہوں۔''
''دیکھو، شرمین بات سیدھی اور کھری ہے اذان سے تمہارا کوئی رشتہ و تعلق نہیں ہمارا بھتیجا ہے اسے ہمارے پاس ہونا چاہیے۔'' نگہت آپا نے اپنا اصل روپ دکھایا۔
''اگر تعلق نہ ہوتا تو صبیح کی آخری وصیت کے مطابق وہ میرے پاس نہ ہوتا۔''
''صبیح کی چھوڑو، وہ تو جیتے جی تمہارے دام الفت سے باہر نہیں نکلا۔'' نگہت آپا نے ناگواری سے منہ بنایا۔
''ایسی فضول بحث کی ضرورت نہیں۔''
''تو ٹھیک ہے اذان کو بتا دو کہ اسے اب ہمارے پاس آنا ہے بھائی جان کی موت کے بارے میں بھی بتا دو اور تم اس کی ماں نہیں ہو یہ بھی بتا دو۔'' کشف نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔
''یہ نہیں ہو سکتا۔'' شرمین نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
''کیا تم ہمارے بھتیجے کو ہم سے دور رکھو گی؟'' نگہت آپا نے جلال میں آ کر پوچھا۔
''معافی کے ساتھ، صبیح احمد نے ایسا کیوں سوچا یہ اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔''
''مطلب......؟''
''دیکھیں اذان آپ کا بھتیجا ہے مجھے اس سے انکار نہیں لیکن وہ میرے پاس اپنے والد کی مرضی سے ہے لہٰذا میں اسے کیسے آپ کو دے دوں۔''
''مطلب تم انکاری ہو۔'' کشف نے پوچھا۔
''کشف پلیز، اذان پر ہی رحم کھاؤ۔''
''تم اپنی زندگی پر رحم کھاؤ اب تو بھائی جان نہیں رہے اپنے لیے اچھا فیصلہ کرو۔'' کشف نے مشورہ دیا۔
''آپ میری فکر نہ کریں۔''
''مطلب تو یہ ہوا کہ تم اذان پر قابض ہو۔''
''آپ جو چاہیں سمجھیں۔'' شرمین نے دبے دبے غصے سے کہا۔
''ٹھیک ہے بی بی دیکھتے ہیں۔'' نگہت آپا نے گردن کو جھٹکا دے کر وارننگ کا سا اعلان کیا۔

''آپا چلیں آپ کو جانا بھی ہے۔''
''ہاں مگر کلیجہ منہ کو آرہا ہے جاتے ہوئے اذان کو دیکھنا چاہتی تھی۔'' نگہت آپا نے بلاوجہ کی رقت طاری کی۔
''مجبوری ہے کوئی جھوٹ تو نہیں بولا۔'' شرمین نے سادگی سے کہا اور یہ سن کر ان دونوں نے گھور کر اسے دیکھا اس نے نظریں جھکالیں تو وہ چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد وہ متفکر سی اندر آگئی اسے یقین ہو چلا تھا کہ کشف اذان کو سب بتادے گی اور پھر اذان کے معصوم ذہن پر بہت برا اثر ہوگا وہ بہت برا ردعمل ظاہر کرسکتا ہے ایسے میں کیا ہوگا، کیا مجھے خود اذان کو بتانا چاہیے کس سے مشورہ کروں، کس سے پوچھوں؟ یہ سوچ اسے پریشان کررہی تھی بڑی دیر وہ تنہا اپنے اعصاب کی جنگ میں ہلکان ہوتی رہی جب کچھ بن نہ پڑا تو تھک کر بیڈ پر گرگئی۔

❖......OO......❖

''بلقیس......بلقیس وہاں میں تمہارا انتظار کررہی ہوں اور تم یہاں کیا کررہی ہو؟'' جہاں آرا نے صفدر کے کمرے میں آکر کہا مگر پھر وہ ٹھٹکیں بیڈ اور فرش پر زیبا کے کپڑے، استعمال کا سامان اور دیگر چیزیں پھیلی ہوئی تھیں بلقیس سوٹ کیس میں سامان بھر رہی تھی۔
''امی یہ سامان رکھنے کے لیے میں نے بلایا تھا۔'' اسی وقت صفدر واش روم سے نکلتے ہوئے بولا۔
''یہ......یہ تو زیبا کے کپڑے ہیں۔'' وہ ہکلائیں۔
''جی۔'' صفدر نے جواب دیا۔
''تو کیا ہو رہا ہے یہ......؟''
''امی آئیں سب بتاتا ہوں۔'' وہ انہیں لیے کمرے سے باہر آگیا۔
''صفدر۔'' وہ پریشانی سے بولیں۔
''امی، زیبا کا سامان اس کے گھر جانا ہے پریشانی کی کیا بات ہے؟'' وہ ٹی وی لاؤنج میں کھیلتے عبدالصمد کے پاس بیٹھ گیا۔
''مگر کیوں؟''
''کیوں کی کوئی وجہ نہیں ہوتی، زیبا اس گھر سے جاچکی ہے۔'' وہ عبدالصمد سے دانستہ چھیڑ چھاڑ کرنے میں مصروف ہوگیا۔
''جاچکی کیا مطلب؟'' وہ تڑپ کر اس کے پاس آکے بیٹھ گئیں۔
''امی، دل مضبوط رکھیں، دوسری آجائیں گی۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔
''کیا آجائیں گی۔''
''کچھ نہیں مذاق کررہا تھا۔''
''کیسا مذاق۔''
''امی زیبا کے معاملے میں بہت ٹھنڈے دل اور دماغ کی ضرورت ہے جو کہ آپ کے پاس نہیں۔''
''صاف صاف بات کرو۔''
''آپ زیبا کو پسند کر کے لائیں، وہ ہمیشہ آپ کی پسند رہی مگر مجھے وہ پہلے دن سے پسند نہیں تھی ہمارے درمیان دل کا رشتہ کبھی نہیں بنا اس بے کار رشتے کو میں نے قید سے آزاد کردیا ہے۔'' اس نے آرام آرام سے بتاتے ہر بات کا الزام اپنے سر لے لیا، جیسے اس نے طلاق اپنی وجہ سے دی ہے۔ جہاں آرا بیگم تو بھول گئیں کہ سامنے کون ہے، کھینچ کر زوردار

تھپڑ دے مارا اس نے دوسرا گال سامنے کر دیا، تو وہ پھٹ پڑیں۔
"بے غیرت ہو، ڈھیٹ ہو تم پہلے دن سے کسی کے چکر میں تھے تم نے اتنا بڑا فیصلہ اس سفا کی سے کرلیا اگر کوئی تھی تمہارے دل میں تو مجھے منع کر دیتے ایک غریب لڑکی کی زندگی کیوں برباد کی؟" وہ بیٹھ کر زاروقطار رونے لگیں۔
"آپ نے میری بات سنی کب تھی؟" اس نے پہلی بار ماں کی غلط فہمی کو یقین میں بدلا۔
"تم نے بہت ظلم کیا ہے یہ معصوم بچہ کیسے جیئے گا۔" وہ عبدالصمد کی طرف اشارہ کر کے اور بھی زیادہ شدت سے رونے لگیں۔
"یہ...... یہ ویسے جیئے گا جیسے آپ چاہیں گی۔" اس نے عبدالصمد کو گود میں بھر کے خوب پیار کیا۔
"یہ نہیں ہوسکتا کچھ ہوسکتا ہے تو اپنا فیصلہ واپس لے لو، میری بات مان لو۔" انہوں نے منت کی۔
"امی اب آگے کی سوچیں میں اپنی پسند کی بیوی لاؤں گا۔" وہ بڑے دلار سے بولا۔
"بھاڑ میں جائے وہ مجھے زیبا ہی چاہیے۔"
"بلقیس مجھے ایک کپ چائے بنادو، آفس جانا ہے۔" بلقیس کی آمد کے ساتھ ہی اس نے موضوع بدلا اور جیسے ہی بلقیس گئی وہ ماں سے بولا۔
"امی، زیبا کے حق میں یہ اچھا فیصلہ ہے۔"
"ہاں تمہاری کوئی بہن ہوتی تو تم سے پوچھتی کہ طلاق کیسا فیصلہ ہے؟" وہ بولیں۔
"میری بہن ایسا کام ہی کیوں کرتی؟" وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔
"صفدر میں کیا منہ دکھاؤں گی حاجرہ بہن کو اللہ کو۔"
"امی، میں کیا کرتا، کب تک دھوکا دیتا؟"
"دفع ہو جاؤ مجھے کوئی بات نہیں کرنی، اس معصوم بچے پر بڑا ظلم کیا ہے تم نے۔" وہ روتی ہوئیں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں اور وہ دیر تک عبدالصمد کو ہی گھورتا رہا بلقیس چائے بھی دے گئی گھونٹ گھونٹ بھرتے ہوئے وہ یہی سوچتا رہا کہ زیبا کے ماتھے پر کلنک نہیں لگی، یہ بھی بڑی بات ہے سارا الزام اپنے سر لے لیا، نہ کوئی لڑکی تھی نہ ہے صرف دکھ یہ ہے کہ کاش ایسا کچھ نہ ہوتا عبدالصمد کے بعد کیا ہوگا کیا میں اور امی اس کے بغیر رہ پائیں گے۔ سوچ کر بھی وہ تڑپ اٹھا۔

❖......OO......❖

ننھی زیبا کی وجہ سے پریشان ہو کر گھر آئی تھی۔ اصغر فیکٹری جاتے ہوئے اسے چھوڑ گیا تھا زیبا اس کے پاس بیٹھی آنسو بہا رہی تھی حاجرہ بیگم تو جیسے کمرے میں قید تھیں اچھا ہوا تھا کہ اصغر باہر سے ہی چھوڑ گیا تھا اندر آجاتا تو سو سوال اٹھاتا، پہلے ہی وہ اس کے الٹے سیدھے سوالوں سے زچ آگئی تھی اگر اندر آجاتا تو زیبا کی حاجرہ خالہ کی حالت دیکھ کر بہت کچھ سمجھ جاتا، وہ کس طرح وضاحتیں دیتی کیسے اس کی سوالیہ نظروں کے جواب دیتی؟
"زیبا تم ہی نبھا کر لیتیں صفدر بھائی کی کڑوی کسیلی سب سن کر برداشت کر لیتیں اب یہ انتہائی قدم اٹھ گیا اب کیا ہوگا سب کو ہم ہی قصوروار لگیں گے صفدر بھائی نے اچھا نہیں کیا۔"
"کیا برا کیا ہے میں نے اپنی کالک ان کے چہرے پر لگائی تھی ان کو آخر مٹانی ہی تھی انہوں نے میرے مجرم کو دیکھ کر اپنا دل اور ضمیر صاف کر لیا بھلا کیسے آصف سے مل کر بھی مجھے گھر میں رکھتے اور عارض بھی تو میری وجہ سے ان کی نفرت کا حصہ بنا رہا۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا۔"
"عارض بھائی کے فارم ہاؤس کو آصف نے استعمال کیا تھا وہ ملوث نہیں تھے آصف نے خود اعتراف کیا۔"
"دیکھ لیا نہ اس کمینے کو تمہیں اس کی جھوٹی محبت دکھائی نہ دی۔ اس لیے محبت نے اسے رسوا کیا ہے۔"
"چھوڑو یہ سوچو اب کیا کوئی گنجائش نہیں۔"
"نہیں۔"
"ایسا کیسا ہوسکتا ہے صفدر بھائی سے بات کی جاسکتی ہے۔"
"ننھی بس مجھے عبدالصمد چاہیے۔" اس نے بڑی بے قراری سے کہا۔
"ہنہہ دیتے ہیں وہ تمہیں۔" ننھی نے دکھ سے کہا۔
"نہیں انہوں نے خود عارض بھائی سے کہا ہے مگر چند دن تک۔" اس نے بتایا۔
"چند دن کیوں۔"
"شاید اپنی امی کو بتانے میں دقت ہو، دھیرے دھیرے بتائیں گے۔" زیبا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
"کیوں...... کیوں اپنی امی کی انہیں فکر ہے تم بھی عبدالصمد کی ماں ہو تم اپنے بیٹے کے بغیر کیسے رہ سکتی ہو۔"
"بہت یاد آرہا ہے مجھے کاش وہ آکر لپٹ جائے مجھ سے۔" وہ حسرت سے آنسو بہانے لگی مگر یہ سب ننھی کے اختیار میں کہاں تھا، وہ اپنی پیاری، بہن جیسی سہیلی سے لپٹ کر اسے تھپکیاں دینے لگی۔
"یہ تو اب عمر بھر کا رونا ہے اگر صفدر بھائی نے ضد لگالی تو پھر......!"
"تو پھر میں طوفان بن جاؤں گی، قیامت آجائے گی۔" وہ جھٹکے سے الگ ہو کر گرجی۔
"ویسے میں ایک بار بات کرلوں ان سے۔" ننھی نے پوچھا۔
"نہیں عارض بھائی نے بات کی تھی مگر وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں پہلے انہوں نے شیشے میں آیا بال اور دودھ میں گری مکھی دیکھی نہیں تھی آصف سے مل کر یہی فیصلہ ہونا تھا۔" اس نے کہا ننھی خاموش ہوگئی۔

❖......○○......❖

اذان کو اسکول سے ڈرائیور عارض کے پاس آفس لایا تھا لیکن آگے عارض نے اپنے ساتھ لے جانا تھا حسب معمول اذان کو ڈھیر ساری کھانے پینے کی چیزیں دلوا کر جب وہ شرمین کے پاس پہنچا تو وہ کچن میں ایک ہاتھ سے ہی کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ بڑی دقت کا سامنا تھا مگر وہ انہماک سے کام کررہی تھی، عارض اذان سمیت اس کے پاس کچن میں ہی آ گیا۔
"دماغ خراب ہے کیا مصیبت پڑی ہے کہ کھانا ایسے حال میں پکاؤ ملازمہ سے کہہ دیا ہوتا۔" عارض بولتا چلا گیا اور اس کے ہاتھ سے چمچ چھین کر ایک طرف پٹخ دیا۔
"میں نے فل ٹائم ملازمہ نہیں رکھی دوسری بات دو آدمیوں کا کھانا ہی کیا۔" وہ نرمی سے بولی۔
"ماما یہ دیکھیں آئس کریم، شوار ما، فروٹ یوگرٹ۔" اذان نے کہا اور سب چیزیں اسے دکھائیں۔
"بہت بری بات ہے۔" اس نے اذان کو گھورا۔
"کیوں؟" عارض نے ڈپٹا۔
"ہر وقت مطالبے کرتا ہے۔"
"مجھ سے کرتا ہے آپ کو اس سے کیا؟"

”آپ نہیں سمجھ سکتے بہرکیف بیٹھیں۔“ وہ بہت غیر محسوس طریقے سے دوبارہ دیگچی میں چمچ چلانے لگی۔
”ارے پھر شروع ہوگئیں۔“ وہ غصے سے چیخا۔
”اب کھانا تیار ہونے والا ہے۔“
”کوئی تیار نہیں ہورہا، کھانا میری طرف کھائیں گے، یا باہر چلو اذان اسپیڈ پکڑو، یونیفارم چینج کرکے آؤ۔“ اذان تو خوش ہوکر دوڑ گیا جبکہ اس نے کہا۔
”نہیں، اس کی ضرورت نہیں، کھانا بس تیار ہے۔“
”لیکن ہم کھانا، کہیں باہر کھائیں گے۔“ وہ آرام سے فیصلہ کن انداز میں بولا۔
”عارض میری ٹینشنز میں اضافہ نہ کرو پلیز۔“
”کون سی ٹینشنز۔“
”ہیں بہت سی۔“
”تو مجھ سے شیئر کرو۔“
”شیئر اور تم سے۔“ وہ طنزیہ ہنسی۔
”ایسے سمجھو گی تو میرے جینے کا مقصد ختم ہوجائے گا۔“
”بے کار باتوں پر میں دھیان نہیں دیتی۔“ وہ بولی۔
”اچھا اس وقت تو صرف ہم جارہے ہیں۔“ وہ مصر ہوا۔
”پلیز مجھے اپنی عزت بہت پیاری ہے۔“
”تمہاری عزت کو مجھ سے خطرہ ہے۔“ وہ بہت گہری نگاہوں میں اس کا سراپا جذب کرتے ہوئے بولا۔
”میرے لیے کشف اور نگہت آپا ہی بڑا خطرہ ہیں۔“
”یہ نگہت آپا کون ہیں۔“
”صبیح احمد کی بڑی بہن۔“
”اوہ......اب سمجھا مسئلہ کیا ہے۔“
”مسئلہ نہیں مسائل ہیں۔“
”ٹھیک ہے کھانے کے بعد مسائل کے لیے اسپیشل بیٹھک ہوگی۔“ اس نے کہا۔
”مگر میں نہیں جارہی۔“
”آپ بضد کب سے ہوگئیں۔“
”میں محتاط ہوں۔“ شرمین کوری نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔
”اچھا پلیز اب تو چلو بہت بھوک لگی ہے۔“ عارض نے بڑی جرأت سے ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے کہا۔
”اچھا ہاتھ تو چھوڑیں۔“ اس نے ہاتھ چھڑا کر قدم آگے بڑھائے۔
”شرمین۔“ اس نے پیچھے سے پکارا۔
”ہمنہہ۔“ وہ رکی مگر پلٹی نہیں۔
”کیا میرا ہاتھ اب بھی اس لائق نہیں۔“ وہ مغموم سا بولا۔
”پتا نہیں۔“ وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

❖......○○......❖

حاکم چاچا نے بہت پرتکلف کھانا تیار کرایا تھا فون پر بات کرنے کے بعد وہ تینوں گھر پہنچ گئے کھانا بلاشبہ بہت مزیدار تھا اذان کو پلین رائس بہت پسند تھے ساتھ میں روسٹ بھی بہت اعلیٰ تیار ہوا تھا اذان نے مزے لے کر کھانا کھایا شرمین کو کھلانے میں عارض اپنا کھانا بھول چکا تھا آخر کار شرمین بول ہی پڑی۔

"آپ اپنی پلیٹ کا کھانا بھی میری پلیٹ میں ڈال دیں۔"

"ہاہاہا......!" وہ قہقہہ لگا کر اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے رہ رہ کر زیبا بھابی کا خیال آرہا ہے۔" شرمین نے آخری چمچ چاول کھا کر افسردگی سے کہا تو عارض بھی بجھ سا گیا۔

"صفدر بہت ضدی ہے مگر واپسی کے لیے نہیں کہے گا۔"

"شاید کبھی بھی واپسی ممکن نہیں ہوتی۔" وہ بولی تو وہ چونکا۔

"یہ کس لیے کہا۔"

"کوئی خاص وجہ نہیں۔"

"پھر بھی۔"

"کچھ نہیں اذان بیٹا کھانا کھالیا تو اندر آجانا۔" وہ ٹال کر آغا جی والے کمرے میں آگئی، مگر عارض طوفان کی طرح اڑ کر پیچھے پہنچ گیا۔

"کیوں ممکن نہیں، انسان ہاتھ جوڑ کے معافی مانگ لے پیر چھولے تو معاف کر دینا چاہیے۔" وہ جذباتی انداز میں بولتا گیا۔

"ترجیحات فیصلہ کرتی ہیں کہ معافی کا فائدہ ہوگا یا نقصان۔" وہ نرمی سے گداز صوفے میں دھنس گئی۔

"کیسی ترجیحات کیسا فائدہ نقصان۔" وہ میز پر ہی چڑھ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"شرمین یہ کمرہ آغا جی کا ہے وہ تمہیں بہت چاہتے تھے۔" وہ ایک دم ہی کچھ سوچ کر بولا۔

"آپ سے بھی زیادہ۔" اس نے بڑی بڑی ساحر آنکھیں اس پر جمائیں تو وہ گڑبڑا سا گیا۔

"مجھ سے زیادہ تو صبیح احمد بھی نہیں چاہ سکے۔"

"پھر بھی ان سے شکست کھا گئے۔" اس نے طنز کیا۔

"تصویر دکھاتے ہوئے انہوں نے اس کیفیت میں بتایا تھا کہ مجھے وہ دنیا کے پہلے اور آخری عاشق لگے تھے اور پھر میں نے ان کے لیے نہیں تمہارے لیے راستہ بدلا تھا۔"

"اچھا کیا نا، اب غم کیوں ہے؟"

"تم میری محبت ہو۔"

"اب محبتوں کا وقت بچا ہی نہیں، لہٰذا پلیز مجھے اطمینان سے رہنے دیں۔" اس نے اس طرح کہا کہ وہ شرمندہ اور افسردہ ہو کر میز سے اٹھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اب ہمیں بھجوا دیں پلیز۔"

"اذان کو صبح لینا ہوگا تم یہاں کیوں نہیں رہ جاتیں۔" وہ چڑ کر بولا۔

''آپ اذان کی وجہ سے فکر مند نہ ہوں۔'' اسے غصہ آ گیا۔
''میرا یہ مطلب نہیں تھا بس تمہارے آرام کے لیے کہا۔''
''اور اذان کی پھوپو نے جو یہاں رہنے پر میرا جینا حرام کیا ہے وہ میں بتا نہیں سکتی۔'' وہ بھی غصے سے بولی۔
''کیوں...... کیوں ڈرتی ہو؟''
''کہا تھا کہ محتاط ہوں اذان کی وجہ سے۔''
''اذان کو کچھ نہیں ہوگا۔'' وہ وثوق سے بولا۔ وہ چپ کر گئی۔
''میں اذان کو سمجھا دوں گا چائے پی کر بات کرتے ہیں۔'' اس نے کہا۔

❖......○○......❖

آفس سے آتے ہی سامان گاڑی میں رکھ کے وہ عارض کی طرف آ گیا عارض اور شرمین باہر لان میں چائے پی رہے تھے وہ وہیں آ گیا اسے دیکھ کر عارض کو اچھا لگا کیونکہ وہ اس سے ملنا چاہتا تھا۔
''شکر ہے تم آ گئے۔'' عارض نے اٹھ کر تپاک سے گلے لگاتے ہوئے کہا۔
''آنا ہی تھا۔''
''صفدر بھائی آپ کو رابطہ تو رکھنا چاہیے نا۔'' شرمین نے کہا۔
''اب آ گیا ہوں شرمین بہن۔''
''چائے پیئو۔'' عارض نے اس کے لیے چائے بنائی۔
''میں سامان لے آیا ہوں اور یہ چیک بھی۔'' صفدر نے بٹوے سے ایک چیک نکال کر عارض کے سامنے میز پر رکھ دیا۔
''مطلب......؟'' عارض نے جھجکتے ہوئے چیک اٹھا کر دیکھا پانچ لاکھ کا چیک تھا زیبا کے نام۔
''حق مہر کے ساتھ تین لاکھ اضافی ہیں ہر ماہ بھی معقول رقم بھیجتا رہوں گا۔'' صفدر نے چائے کی چسکی لے کر بتایا۔
''تو تم نے فیصلہ کرلیا؟'' عارض نے بہت مدہم آواز میں پوچھا۔
''عارض سمجھنے کی کوشش کرو، یہ بہت مناسب فیصلہ ہے۔''
''صفدر بھائی پلیز زیبا بھابی کے لیے یہ فیصلہ مناسب نہیں، غور کرلیں۔'' شرمین نے سمجھانے کے لیے دھیرے سے کہا۔
''شرمین بہن آپ ذہن پر بوجھ نہ ڈالیں روز روز جینے مرنے سے بہتر ہے ایک بار ہی فیصلہ کرلیں جینا ہے یا مرنا۔'' صفدر نے بہت سنجیدگی سے کہہ کر اس کو گویا چپ کرا دیا۔
''یہ عقل مندانہ فیصلہ نہیں۔'' عارض بولا۔
''تم عقل مندانہ فیصلہ کب کر رہے ہو؟'' صفدر ٹال گیا۔
''تم اپنی بات کرو، یہ جلد بازی میں کیا ہے تم نے۔''
''نہیں، ہم نے چہرے پر مسکراہٹیں مل کر آئینے کو ہمیشہ خوش گماں ہی رکھا۔'' صفدر نے جواب میں شعر پڑھا۔
''ذرا دیر کو عبدالصمد اور زیبا بھابی کے گھریلو حالات کے بارے میں غور کرو اس دور میں کیسے گزارا کریں گے کوئی مرد نہیں ہے اس گھر میں اور کیا امی کو بتا دیا۔'' عارض نے پوچھا۔
''ہمنہہ بتانا پڑا مگر ابھی عبدالصمد کے جانے کے بارے میں کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ مجھ سے کافی ناراض ہیں زیبا کے

لیے اداس ہیں وہ مجھ سے بات بھی نہیں کررہیں۔"
"کیوں آپ انہیں بھی بتادیں۔" شرمین نے طنز کیا۔
"فی الحال عبدالصمد کا صدمہ وہ برداشت نہیں کرسکتیں۔"
"یار معاف کردو، پرانی بات ہوگئی۔" عارض نے منت کی۔
"گاڑی میں سے سامان نکلوا کر اپنی گاڑی میں رکھوالو۔" صفدر نے سنی ان سنی کردی۔
"یار اتنے ظالم نہ بنو، ایک بار ہمدردانہ غور کرو۔" عارض نے کوشش جاری رکھی۔
"عارض میں انسان ہوں، مجھے بھی احساس ہے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے لیکن میں کیا کروں، جھوٹ اور منافقت پر رشتہ قائم نہیں رکھ سکتا۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اس کے لہجے میں احتجاج اور اعتراف دونوں چیزیں شامل تھیں عارض نے پھر مزید کوئی بات نہیں کی ڈرائیور کو بلایا اور گاڑی کی چابی دے کر سامان رکھنے کو کہا۔

❖......○○......❖

ننھی کا دل نہیں چاہ رہا تھا ابھی گھر جانے کو مگر اصغر ٹھیک چار بجے لینے پہنچ گیا تو بادل نخواستہ اسے زیبا کو بتانا پڑا۔ وہ دونوں ماں بیٹی جس کیفیت سے دوچار تھیں اس میں تیسرے کی ضرورت تھی مگر وہ نہیں چاہتی تھی کہ اصغر کے کان میں بھنک پڑے وہ کم پڑھا لکھا شخص ذہنی پستی کا شکار تھا یہ بات ننھی کو معلوم ہوگئی تھی مگر واپس گھر پہنچتے ہی اصغر نے اپنی ماں اور بہن شاہین کے سامنے دانستہ زیبا کا ذکر کیا جو کہ اسے اچھا نہیں لگا۔
"عجیب پراسرار سی ہیں تمہاری سہیلی صاحبہ موجود تھیں بھی اور نہیں بھی۔" اصغر کے پاؤں پھیلا کر لیٹنے میں تیکھا اور ایک بدنما سا انداز تھا۔
"کیوں؟" شاہین نے جھٹ ٹکڑا لگایا۔
"بس کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے۔" اصغر مزید بولا تو وہ چپ نہ رہ سکی۔
"کوئی گڑبڑ نہیں آپ اپنے گھر کی فکر کریں۔"
"ارے واہ، بہو بیگم بہو کے گھرانے سے لاتعلق کیسے رہا جاتا ہے۔" اصغر کی اماں نے تڑک کر کہا۔
"اماں جان میرا مطلب ہے کہ ہمیں اب کیا ان کی فکر کرنی ہے۔" وہ ہکلائی۔
"کیوں نہیں کرنی، بھئی ہماری بہو کا میکہ ہے اللہ آباد رکھے۔" نور جہاں یعنی اصغر کی امی نے اسے لاجواب کردیا۔
"چلو چھوڑ اماں اگر گڑبڑ ہے بھی تو پتا چل جائے گا تم کل کھانے کی دعوت دے دو۔" اصغر نے مکاری سے آنکھ دبائی ننھی سلگ اٹھی، پاؤں پٹختی ہوئی کمرے کی طرف آگئی مگر کچھ ہی دیر بعد زیبا نے خالہ حاجرہ کے فون سے بات کی تو وہ پریشان ہوگئی۔
"خیریت......؟"
"ننھی ان حالات میں تم نے دعوت کا پیغام بھجوایا ہے کچھ تو احساس رکھتیں۔" زیبا کی شکوہ بھری آواز آئی۔
"کیا مطلب کیسی دعوت؟" وہ حیرت سے بولی۔
"ابھی اصغر بھائی نے اور ان کی امی نے دعوت دی ہے کل رات کے کھانے کی اور بہت اصرار کیا ہے اماں تو بات تک نہیں کررہیں، مجھ سے اور میری حالت تو تم جانتی ہو۔"
"ہاں لیکن مجھے نہیں معلوم میرے سامنے نہیں کیا۔" ننھی نے بتایا۔
"اچھا لیکن کیوں، تمہیں بنا بتائے؟"

""تم چھوڑو میں ان کی گھٹیا ذہنیت جانتی ہوں، دیکھ لوں گی تم فکر نہ کرو، خالہ کا خیال رکھو۔'' نتھی سمجھ گئی کہ یہ گھٹیا حرکت صرف زیبا کی ٹوہ لگانے کے لیے کی گئی ہے۔ جانے لوگ دوسروں کے معاملات میں اتنی دلچسپی کیوں لیتے ہیں، جونہی اصغر کمرے میں آیا تو وہ برس پڑی۔

''یہ کیا مذاق ہے کیوں میرے گھر فون کیا؟''

''کیا مطلب دعوت پر بلایا ہے۔'' اصغر بولا۔

''آپ کا اور آپ کی اماں کا مسئلہ کیا ہے۔''

''آواز نیچی رکھو، زیبا تمہاری سہیلی ہے جیسی ایک سہیلی ہوگی ویسی ہی دوسری ہوگی۔'' وہ گرجا۔

''مطلب۔''

''بس منہ نہ کھلواؤ مجھے ملنا ہے تمہاری سہیلی سے تاکہ میں تمہیں جان سکوں، اب سونے دو مجھے۔'' وہ یہ کہہ کر بستر پر دراز ہوگیا۔

❖......○○......❖

''شرمین پلیز تم میرے ساتھ چلو، کچھ مناسب نہیں لگتا سامان دیکھ کر جانے کیا بات ہو؟'' عارض نے صفدر کی ذمہ داری لے تو لی تھی مگر اس طرح کے حالات میں سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

''میں...... نہیں مناسب نہیں لگتا آپ سے تو ان کی اس حوالے سے بات چیت ہے میرے سامنے شاید برا لگے۔''

''کوئی برا نہیں لگتا پلیز۔''

''کیا منہ لے کر جائیں میں نہیں جاسکتی۔''

''کیوں، میرے ساتھ جانے پر اعتراض ہے۔''

''ہاں مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا۔'' وہ بولی۔

''کیوں میں وحشی یا درندہ ہوں۔'' اس نے جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر پوچھا۔

''عارض فار گاڈ سیک۔'' وہ چلائی۔

''شرمین یہ ڈرامہ بند نہیں ہوسکتا۔'' وہ بھی چلایا۔

''نہیں۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل آئی، وہ پیچھے چلا آیا۔

''پلیز مجھے گھر بھجوادیں۔''

''یہ کیا طریقہ ہے شرمین بات بات پر اکھڑ جانا۔'' وہ زچ آ گیا۔

''جب بہت سے محاذ کھلے ہوں تو پھر ایسا ہی رویہ ہوجاتا ہے۔'' اس نے بھی جھلا کر جواب دیا۔

''اچھا پلیز میرا انتظار کرو، میں سامان دے کر ابھی آتا ہوں پھر مجھے اذان والا مسئلہ بتاؤ، میں اذان سے بات کروں گا۔''

''آپ جاؤ، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔'' اس نے وہیں برآمدے میں پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میں جاتا ہوں تم کمرے میں آرام کرو۔'' وہ کہتا ہوا چلا گیا اور وہ اٹھنے بھی نہیں پائی تھی کہ اذان اس کا فون لے کر وہیں آ گیا کشف کی کال تھی اس نے جھنجلا کر فون آف کر دیا اس کے چہرے پر بیزاری دیکھ کر اذان نے اپنی بانہیں اس کے گلے میں ڈال دیں اور بولا۔

''ماما آپ کیوں لڑتی ہیں۔''

''کس سے۔''

''کشف پھوپو سے عارض انکل سے۔'' اذان نے معصومیت سے پوچھا۔

''یہ کیا فضول سوال ہے۔''

''ابھی تو آپ عارض انکل سے لڑ رہی تھیں۔''

''بڑوں کی باتیں سنتے ہیں۔''

''نہیں ناآپ بتائیں نا۔''

''آپ کمرے میں جاکر آرام کرو۔''

''آپ بتائیں نا۔''

''اچھا بس کوئی بحث نہیں۔'' وہ غصے سے بولی۔

''ماماجی۔''

''ہنہہ۔''

''پلیز آپ مانیں گی۔''

''بولو۔''

''ہم یہاں رہا کریں۔''

''ہیں، یہ کیا بات ہوئی۔''

''پلیز۔''

''اذان بے وقوفوں والی باتیں نہیں کرتے۔''

''میں تو یہیں رہوں گا۔''

''کیا مسئلہ ہے آپ کا؟''

''شرمین بی بی اس کا مسئلہ بہت معصوم سا ہے۔'' حاکم الدین نے چائے کا کپ اس کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

''حاکم چاچا بس نت نئی ضدیں کرنے لگا ہے۔''

''بیٹا یہ بچہ ہے۔''

''وہاں کوئی بھی نہیں تھا ماما کو وقت بھی نہیں ملتا مجھے عارض انکل اچھے لگتے ہیں۔'' اذان نے کہا۔

''بچوں کو جو بہلائے انہیں وہی اچھا لگتا ہے۔''

''اذان آپ اندر جاؤ۔'' شرمین نے اذان کو بھیج دیا۔

''چاچا میں اس کی عادت نہیں خراب کرا سکتی۔''

''بی بی آپ یہیں آجائیں آغا جی کی بھی یہی خواہش تھی۔''

''اب یہ سب باتیں بے وقت کی ہیں۔''

''ہمارے صاحب بہت خوش رہتے ہیں آپ دونوں کے ساتھ۔''

''آپ نہیں سمجھ سکتے کہ میری کیا مجبوری ہے۔''

''چھوڑ دیں سب باتیں۔''

''حاکم چاچا پھر کسی وقت اس پر بات کریں گے۔''

"ٹھیک ہے بی بی، بس ہمارے بڑے صاحب کی اس میں خوشی تھی۔" حاکم الدین نے بڑی اپنائیت سے کہا۔
"آپ کی بات بھی ٹھیک ہے۔"
"اچھا آپ آرام کرو، میں کھانے کی تیاری دیکھتا ہوں۔"
"آپ رہنے دیں میں دیکھ لوں گی۔"
"ٹھیک ہے۔" وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔

❖......○○......❖

چوتھی بار بیل ہوئی تو زیبا نے دروازے پر پہنچ کر پوچھا۔
"کون؟"
"بھابی میں عارض۔"
"جی اچھا۔" زیبا نے دروازہ کھول کر کہا۔
"السلام علیکم۔" عارض نے سلام کرتے ہوئے سوٹ کیس اور بیگ دروازے سے اندر رکھا۔
"یہ کیا ہے؟"
"اندر چل کر بات کریں۔" عارض نے کہا تو وہ دروازے سے ایک طرف ہوگئی اور بولی۔
"جی..... آجائیں۔"
"بھابی میں نے بہت کوشش کی ہے معاملات کی بہتری کی آپ اللہ سے دعا کریں۔" وہ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"سب بےکار باتیں ہیں آپ صرف میرے عبدالصمد کو لے آتے۔" وہ بڑی بےتابی سے بولی۔
"جی لے آؤں گا فی الحال یہ آپ کا سامان ہے اور یہ چیک دیا ہے صفدر نے آپ کے نام اگر حالات نہ بہتر ہوئے تو وہ ہر ماہ بھی رقم بھیجے گا۔" عارض نے چیک اس کی طرف بڑھایا۔
"عارض بھائی مجھے صرف میرا بیٹا چاہیے۔" وہ رو دی۔
"یقین رکھیں لے آؤں گا، ابھی دراصل صفدر کی امی کی طبیعت خراب ہوسکتی ہے۔"
"واہ میاں اسے اپنی ماں کا خیال ہے میری بیٹی بھی ماں ہے۔" حاجرہ بیگم اسی طرف آنکلیں تو سن کر بولیں۔
"خالہ جان جلدی آجائے گا وہ راضی ہے۔"
"راضی ہونا پڑے گا۔" زیبا نے کہا۔
"بالکل آپ فکر نہ کریں یہ سامان چیک کرلیں کچھ رہ گیا تو بتانا۔"
"بس ٹھیک ہے۔"
"پھر اجازت دیں مجھے۔"
"اس بےرحم کو کہنا کہ میری بیٹی کو طلاق دے کر اچھا نہیں کیا۔"
"جی ٹھیک ہے۔"
"نہیں کچھ نہ کہنا، انہوں نے ٹھیک کیا ہے۔" زیبا نے مداخلت کی عارض چپ رہا۔
"بیٹا میری اپنی بیٹی خود قصوروار ہے اسے کیا کہوں، کچھ نہیں کہہ سکتی، طلاق کا تمغہ لے کر دنیا میں کیا ملتا ہے یہ پتا چل جائے گا۔" حاجرہ بیگم نے جل کر کہا۔

"بہت شکریہ عارض بھائی آپ بیٹھیں میں چائے بناتی ہوں۔"
"نہیں بھابی شکریہ بس اجازت دیں۔" عارض دکھی دل سے باہر نکلا تو اس نے دروازہ بند کرلیا۔

❖......OO......❖

رات کے آخری پہر وہ چونک کر اٹھا۔ فون پر نگاہ ڈالی نمبر نیا تھا اس نے کاٹ دیا پھر فون بجنے لگا تو اسے فون اٹینڈ کرنا پڑا۔
"ہیلو۔"
"صفدر...... صفدر...... پلیز عبدالصمد کو دیکھو وہ ٹھیک تو ہے نا۔" زیبا روتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے وہ۔"
"نہیں اسے دیکھیں میں نے برا خواب دیکھا ہے۔" وہ چلائی۔
"کیا ڈرامہ ہے۔" وہ جھنجلایا۔
"پلیز اتنا تو کرسکتے ہیں۔"
"اچھا دیکھتا ہوں۔"
"وہ کہاں ہے امی کے پاس۔"
"جی ہاں۔"
"آپ مجھے بتاؤ۔"
"اوکے، سوجاؤ۔" فون بند کرکے اس نے سلیپر پاؤں میں ڈالے اور کمرے سے باہر آگیا امی کے کمرے کا دروازہ کھلا رہتا تھا اس لیے اندر آگیا لائٹ آن کی تو امی نے آنکھیں مل کر دیکھا۔
"کیا ہے کیوں آئے ہو میرے کمرے میں؟" وہ غصے سے بولیں۔
"عبدالصمد ٹھیک ہے۔"
"تمہیں اس سے کیا۔"
"امی میں نے اس کی ماں کو بتانا ہے۔"
"دیکھ لو، ہاتھ بڑھاؤ۔"
"اسے تو بخار ہے۔"
"ہاں سیرپ دیا تھا بلقیس نے۔"
"تو آپ مجھے بتادیتیں۔" وہ اس پر جھک کر دیکھنے لگا۔
"کیوں بتاؤں تمہیں تمہارا اس سے کیا واسطہ یہ کچھ نہیں لگتا تمہارا، اس کلموہی کے ہوتم جس کی وجہ سے تم نے اس معصوم کو بن ماں کا بنایا ہے۔" وہ بولتی چلی گئیں۔
"امی بس کریں اسے ٹھیک تو ہونے دیں۔" اس نے جلدی سے اسے اٹھایا اور اپنے کمرے میں آگیا اور ٹھنڈے پانی کی پٹیاں بنا کر اس کے ماتھے پر رکھنے لگا۔ ایک دم ہی اسے زیبا کا خیال آیا کہ کیسے خواب میں بیٹا نظر آگیا۔ دل میں درد سا ہوا۔
"کیا میں نے ظلم کیا ہے؟" عبدالصمد کی بیماری کا اسے کیوں پتا چلا؟ میں کچھ نہیں میرا تو خون کا رشتہ ہے، وہ اس کے لیے اتنی بے قرار ہوئی کہ مجھے فون کرلیا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں جھڑکوں گا، ڈانٹوں گا۔ اس نے عبدالصمد کے

لیے کیا اور میں نے عبدالصمد کو اس سے جدا کردیا۔" دکھ اور کرب سے وہ پھر رات بھر یہی سوچتا رہا عبدالصمد کا بخار کم ہوگیا تھا مگر اس کا پورا وجود نڈھال ہوگیا تھا۔

❖......OO......❖

ایسے لگتا تھا کہ وقت ایک مقام پرآ کر ٹھہر گیا ہو کچھ بھی تو نہیں بدل رہا تھا جہاں آرا بیگم کو چپ سی لگ گئی تھی۔ نہ کھاتی تھیں نہ پیتی تھیں۔ بس بڑی مشکل سے ایک دو لقمے منہ میں ڈالتیں اور پھر چپ ہوجاتیں صفدر کو احساس تھا مگر کیا کرسکتا تھا بس مشینی انداز میں گھر اور دفتر تک پابند تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ امی کی خاموشی اس روز دھماکے میں بدل جائے گی جس روز عبدالصمد جائے گا، شاید وہ اس کا خون ہی کردیں لیکن چند دن ٹالنے میں کامیاب ہوگیا تھا مگر آج جب وہ آفس پہنچا عارض کا فون آگیا کہ بھائی بہت بیمار ہیں۔ عبدالصمد کو فوراً بھیجو، یا چھوڑ کے جاؤ۔" صفدر نے اسے فی الحال تو کہہ دیا کہ آج ممکن نہیں مگر پھر اس کا ضمیر جیسے بے چین کرنے لگا بڑی مشکل سے اس نے سارا وقت آفس کا پورا کیا اور پھر کچھ سوچ بچار کر کے ثمرین کو فون کیا۔

"جی صفدر بھائی۔"

"ایک کام ہے تم سے۔"

"جی بھائی۔"

"میرے گھر آؤ اور بہانے سے عبدالصمد کو ساتھ لے جاؤ۔"

"کہاں۔"

"اس کی ماں کے پاس وہ بیمار ہے۔"

"تو آپ خیال کریں ان کا۔"

"یہ تو بحث ہی فضول ہے۔"

"میں آجاتی ہوں مگر......!"

"مگر کچھ نہیں، بس ابھی مستقل عبدالصمد کو نہیں دے سکتا، امی کو کچھ ہوجائے گا، آئندہ چند دن میں سوچ کر کچھ کرتا ہوں۔"

"صفدر بھائی۔"

"ہنہہ۔"

"ایک بات کہوں۔"

"بولو۔"

"آپ ذرا سی گنجائش نکالیں دل صاف کرلیں گھر بچالیں۔"

"نہیں ہوسکتا یہ سب۔"

"آپ عبدالصمد کے لیے سوچیں۔"

"آپ ایک بار ملالاؤ۔"

"پھر بھی اس نے جانا تو ہے۔"

"مگر ابھی امی کی وجہ سے۔"

"ٹھیک ہے آتی ہوں۔"

”شکریہ۔“
”کوئی بات نہیں، اذان کے قاری صاحب آئے ہیں وہ پڑھ لے تو آتی ہوں۔“ اس نے کہا۔
”ٹھیک ہے امی سے کہہ دینا کہ باہر سیر کے لیے جارہے ہیں۔“
”جی بہتر ہے آپ فکر نہ کریں۔“ فون بند ہوگیا اور صفدر نے ذہن کے سکون کی خاطر سگریٹ جلالی۔ مگر وہاں بات کچھ اور ہوگئی۔
شرمین جیسے ہی صفدر کے گھر پہنچی جہاں آرا نے اس کے سامنے صفدر کے لیے سخت کلمات کہے اور فوراً اس سے کہہ دیا۔
”شرمین مجھے زیبا کے گھر لے چلو میں اس بچی سے معافی مانگنا چاہتی ہوں میرے بیٹے نے اس کی زندگی برباد کی ہے کسی ناگن کی وجہ سے۔“
”جی...... آج۔“ شرمین ہکلائی۔
”ہاں، ابھی، صفدر کے آنے سے پہلے......!“ وہ کھڑی ہوگئی۔
”مگر خالہ جان زیبا بھابی کا گھر مجھے یاد نہیں۔“
”مجھے یاد ہے۔“
”تو کل چلیں گے۔“
”نہیں آج ہی جاؤں گی مل کر آؤں گی اس سے حاجرہ بہن سے معافی مانگنی ہے۔“ وہ رودیں۔
”ٹھیک ہے۔“ وہ بے بس ہوکر راضی ہوگئی۔
”خوش رہو، جیتی رہو۔“ جہاں آرا خوش ہوکر عبدالصمد کو لے کر آگے آگے چل دیں۔
شرمین کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے ان کو لے جانا مناسب تھا کہ نہیں یہ سوچ پریشان کررہی تھی۔ کیونکہ صفدر بھائی نے کچھ اور کہا تھا جبکہ ہونے کچھ اور جارہا تھا۔
”شرمین کیا سوچنے لگیں؟“
”جی...... ک...... کچ...... کچھ نہیں۔“
”اللہ غارت کرے اس کلموہی کو جس کی وجہ سے صفدر نے زیبا کو دکھ دیا۔“ وہ چلتے چلتے غصے سے بولتی رہیں، وہ چپ سادھے گاڑی میں بیٹھ گئی عارض کا ڈرائیور تھا اسے پتا سمجھانا پڑا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

خلقت نہیں ہے ساتھ تو پھر بخت بھی نہیں
کچھ دن ہی رہے گا تو یہ تخت بھی نہیں
مایوس ہو کے دیکھ رہے ہیں خلا میں گھر
اتنی تو یہ زمین مگر سخت بھی نہیں

رمضان شروع ہوتے ہی رحمتوں اور برکتوں کا نزول شروع ہوگیا تھا۔ چہار سو پھیلی نور کی دبیز تہیں...... رگ و پے میں سرور پہنچاتا سکون...... اس کا ہر لمحہ رب کا عظیم تحفہ اور اس کا انعام محسوس ہوتا تھا۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس بابرکت مہینے کو پایا۔ لیکن میں یہ بات کبھی سمجھ نہیں پایا۔ مدتیں گزر گئیں میں نے کبھی اس مہینے کو عبادت کی طرح ادا نہیں کیا۔ بس بوجھ محسوس کرتا رہا۔

میں قادر حسین مزدور پیشہ آدمی تھا ٹھیکے پر کام کیا کرتا تھا۔ اپنی ماں کی اکلوتی اولاد۔ مجھے اپنی کمائی کا گھمنڈ اور حد درجہ تکبر تھا جس میں بتلا ہو کر دوسروں کو حقیر و کمتر سمجھنا اپنا حق عین سمجھتا تھا۔ اپنی اس کوشش میں میں نے انسانیت کے مقام سے گر کر کب شیطانیت کا بھیس بدلا میں جان تک نہ سکا۔ میں روایتی مردانہ سوچ کا حامل ایک عام سطحی مرد تھا۔ میں نے کبھی اپنی بیوی کو ایک عورت نہیں سمجھا۔ بس اسے خدمت گزار اور تسکین کا باعث سمجھ کر ٹریٹ کرتا رہا۔ میری بیوی میرے لیے خدا داد عطیہ تھی۔ شرم و حیاء کی پیکر، تابع فرماں بردار عبادت گزار اور حسن و جمال میں یکتا۔ میں نے کبھی رب کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا نہیں کیا الٹا اسے اپنے رعب و دبدبے اور فرعونیت کے احساس سے مغلوب ہو کر خود سے دور کرتا گیا۔ اسے ڈانٹنے پر ماں کے چہرے پر ابھرتا تفاخر اور بہنوں کے چہرے پر اطمینان اور سکون دیکھ کر میرے اندر کا مرد بھرپور انگڑائی لے کر جاگتا تھا۔ میں نے یہی رویہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی روا رکھا اور نتیجتاً ان سے بہت دور ہوتا گیا۔ وہ مجھ سے بہت ڈرتے تھے۔ میری گھر آمد پر وہ کونے کھدروں میں دبک جاتے تھے۔ میری انا کو جیسے تسکین سی ملتی تھی۔ میں کبھی یہ سمجھ نہیں پایا کہ میرے اس گھمنڈ نے بہت سے لوگوں کے دلوں سے مجھے نکال باہر پھینکا تھا۔ تبھی تو میں اپنے اردگرد رشتوں کا جھرمٹ ہونے کے باوجود تنہا تھا۔ تہی داماں تھا۔

بہرحال بات ہو رہی تھی رمضان کی۔ اس سال بھی ماہ رمضان کی آمد میرے لیے گراں گزری تھی۔ میں

سگریٹ نوشی کا عادی تھا۔ بھوک پیاس برداشت کرنا کوئی ناممکن کام نہیں مگر نشے کی طلب میں عام روٹین میں دو سے تین پیکٹ خالی کردیتا تھا۔ اکثر گھر میں بھی کھلے عام استعمال کرتا تھا۔ میری جوان ہوتی بچیوں کے چہروں پر ناگواری ابھرتی مگر وہ ادھر ادھر کھسک جاتی تھیں۔ اس دفعہ گرمی غضب کی تھی۔ اوپر سے لوڈشیڈنگ اور لمبی دوپہریں۔ تقریباً تین چار روزے میں نے جیسے تیسے گزار لیے تھے لیکن پانچویں دن میری حالت بہت خراب تھی۔ میں ٹھیکیدار سے چھٹی لے کر گھر آ گیا تھا۔ میں سارا رستہ نیم جاں ٹانگوں کو گھسیٹتا بڑی دقت سے سانس لیتا رہا تھا۔ ہمارے گھر کے راستے میں ایک پارک بھی پڑتا تھا۔ مجھ میں مزید چلنے کی سکت نہیں تھی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ میں مزید انتظار کیے بغیر اس پارک میں گھس گیا۔ ٹوٹا پھوٹا مگر درختوں سے ڈھکا پارک میرے لیے نعمت خداوندی سے کم نہیں تھا۔ میں نے بنچ پر بیٹھ کر اپنا سانس بحال کیا۔ گرمی کی شدت اور سورج کی تمازت سے مجھے اپنے چہرے پر خون گردش کرتا محسوس ہو رہا تھا۔ میرے حلق میں پیاس کی شدت سے کانٹے اگ آئے تھے۔ میں نے کلائی موڑ کر گھڑی دیکھی۔ ابھی بھی چار گھنٹے باقی تھے۔ دن مزید لمبا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

''اف......'' میرے سر میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ ہوا ناپید تھی۔ میں پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ میں نے گریبان کے سارے بٹن کھول دیئے مگر گرمی کی شدت تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ میرا سر ڈول رہا تھا۔ مجھے شدت سے سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ کاش صرف ایک سگریٹ...... بے باک سی خواہش دل میں انگڑائی لے کر اٹھی۔ میں نے تھپک کر اسے سلا دیا۔ کئی پل دھیرے سے سرک گئے۔ میں نے پھر گھڑی دیکھی اور دھک سے رہ گیا۔ فقط بیس منٹ گزرے تھے۔ ساری تسلیاں دھری کی دھری رہ گئیں تھیں۔ میں صرف چند منٹ ہی خود کو سنبھال پایا تھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر اٹھا۔ حیرت انگیز طور پر میرے قدم دکان کی جانب گامزن تھے۔ میں اپنی کیفیت سمجھنے سے قطعی قاصر تھا۔

''ایک سگریٹ کا پیکٹ......!'' کہتے میں نے دکان دار کے چہرے پر واضح حیرت ابھرتی دیکھی تھی لیکن مجھے پروا کہاں تھی۔ جب میں خدا سے آنکھیں چرا چکا تھا تو وہ بے چارا ایک معمولی سا انسان تھا بے بس اور لاچار بالکل میری طرح۔ میں واپس پارک میں چلا آیا۔ کچھ پل ساکت بیٹھا رہا پھر سر جھٹک کر سگریٹ نکالا اور لبوں سے لگالیا۔ ایک کش لیتے ہی میرے دماغ پر جمی کثافت جیسے بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ میری نسیں آہستہ آہستہ ڈھیلی پڑ رہی تھیں۔ میرے رگ وپے میں سرور سا چھا رہا تھا۔ میں نیکی اور بدی کو بھول بیٹھا تھا۔ گناہ کا ڈر دل سے مٹ گیا تھا۔ سگریٹ کے مانوس دھوئیں نے حلق میں آب حیات انڈیل دیا تھا۔

''میں خوامخواہ خود کو اتنی تکلیف سے دوچار کرتا رہا۔ مجبوری تھی میری۔ مجبوری میں تو روزہ توڑنا جائز ہے نا۔'' میں نے سوچا۔ میں اپنے فیصلوں میں خود مختار اور حیثیت میں اپنا مالک خود تھا۔ یہ میری اپنی سوچ تھی جس کے بے درد کانٹے دار جال میں بری طرح جکڑا جا چکا تھا۔ میں نے سنا تھا رمضان میں شیطان زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے پھر...... پھر میں شاید اپنے نفس کا غلام بن بیٹھا تھا۔ یہ شیطان نہیں تھا۔ مجھے گمراہ کرنے والا۔ میرا اپنا نفس...... میرا اپنا دل...... میری اپنی بے لگام خواہش تھی پھر میں روز یونہی کرنے لگا۔ ہر روز اسی پارک میں اسی جگہ آ کر بیٹھتا اور اپنی تسکین کا سامان کیا کرتا۔ مجھے شہہ ملی اور میں گھر میں بھی دھڑلے سے پینے لگا تھا۔ میری بیوی اور بچیاں دکھ، بے چارگی اور ترس کھاتی نظروں سے مجھے تکا کرتیں مگر ہزار چاہنے کے باوجود ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال پاتیں۔ وہ میرے

دست نگر تھیں انہیں اندیشہ تھا کہ بغاوت پر میں انہیں گھر سے نکال باہر کرسکتا تھا۔ یہاں میری راج دھانی تھی۔ میں مالک تھا یہاں کا۔ کوئی ذی روح مجھے میری من مانی سے روکنے والا نہیں تھا۔ یونہی رمضان سرکتا گیا اور دوسرا عشرہ بھی نصف حصے میں جا پہنچا۔

وہ سولہواں رمضان تھا۔ میں حسب معمول قدرے دیر سے اٹھا تھا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر میں چارپائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ میری بڑی بیٹی خاموشی سے ناشتے کے لوازمات لے آئی تھی۔ میں نے اس کے لبوں پر ازلی جامد چپ دیکھی تھی۔ وہ کم گو تھی اپنی ماں کی طرح۔ میں نے اس کا چہرہ ٹٹولا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں دیکھا۔ سپاٹ...... جذبات سے عاری۔ وہ اپنی ماں سے کتنی مشابہت رکھتی تھی۔ میں نے چپکے سے سوچا۔ کھانا کھانے کے دوران میری نظریں غیر ارادی طور پر بائیں جانب اٹھیں اور پھر ساکت رہ گئیں۔ میرے دوسرے نمبر والی بیٹی...... حنا...... چہرے پر دنیا جہاں کی ناگواری پھیلائے۔ آنکھوں میں نفرت اور غصے کے دیپ جلائے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ نوالہ میرے حلق میں اٹک گیا۔ حنا...... ہوبہو میری کاپی تھی۔ منہ پھٹ، صاف گو اور اپنی من مانی کرنے والی۔ حالات کی نزاکت سے بے پروا۔ مارے غصے کے میرا سر گھومنے لگا تھا۔ اس کی ایسی مجال۔ میں نے غصے سے پانی کا گلاس چارپائی پر پٹخا۔ قرآن کی تلاوت کرتی میری بیوی نے کنکھیوں سے میری تیوروں کو بھانپا۔ اس سے قبل کہ میں اسے کچھ کہتا وہ ماں کے اشارے پر نخوت سے سر جھٹکتی کمرے میں گھس گئی۔ میں بل کھا کر رہ گیا تھا۔ گھر سے نکلتے ہی میں نے سگریٹ انگلیوں میں پھنسا لیا۔ میں کش پر کش لیتا اپنے دھیان میں جا رہا تھا۔ جب ایک دم چونکا۔ میرے قریب سے اسکول یونیفارم میں ملبوس اجلے چمک دار چہروں والے بچے گزر رہے تھے۔ ان کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ میں سمجھ نہ پایا کیا ماجرا تھا۔ وہ کھی کھی کرتے گزر چکے تھے۔ پھر مختلف کاموں میں مصروف لوگ حیرت اور افسوس کے ملے جلے تاثرات سجائے مجھے دیکھتے رہے تھے۔ خواتین اور کم ہمت بوڑھے ضعیف لوگ بھی۔ میں اپنی دانست میں یہ فراموش کر بیٹھا تھا کہ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس سے قبل میں صرف گھر اور پارک میں سگریٹ پیتا تھا اور اب میں گلی محلے میں بحث کا ذریعہ بن گیا تھا۔ میں کندھے اچکاتا کام پر چلا گیا تھا۔ شام کے قریب میں معمول کے مطابق اسی پارک میں موجود تھا اور سگریٹ جلائے پارک میں دوڑتے، مسکراتے معصوم چہروں کو دیکھنے لگا تھا۔ یونہی ان سے ہوتی میری نظر سات آٹھ سالہ بچے پر پڑی۔ وہ ان کے ساتھ نہیں کھیل رہا تھا۔ اس کے زرد چہرے پر عجیب سی نقاہت طاری تھی۔ ڈھیلے ڈھالے انداز میں وہ فٹ بال کو ہاتھوں میں ہی گھما رہا تھا۔ کبھی فضا میں بال اچھالتا، کبھی دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیتا۔ وہ گھاس پر نیم دراز تھا۔ میری نگاہیں اس کم سن لڑکے پر جمی تھیں۔ تب ہی میں نے اپنے پہلو میں آہٹ محسوس کی۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ گھنی داڑھی سے سجے چہرے والا وہ کوئی معمولی آدمی تھا۔ میں نے محسوس کیا وہ محبت پاش نظروں سے اس بچے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا فخر، نور اور سکون تھا۔ مجھے حیرت ہوئی تبھی میں نے لہجے کو دانستہ سرسری بناتے اسے پوچھا تھا۔

''یہ بچہ کھیل کیوں نہیں رہا؟''

''یہ روزے سے ہے۔'' اس آدمی کے لبوں پر مدھم سا تبسم بکھرا اتنی چمک میں جھٹکا کھا کر رہ گیا تھا۔

''یہ بچہ۔'' میرے لہجے میں دنیا جہاں کی حیرت تھی۔ اتنی گرمی اتنا لمبا دن اور یہ بچہ۔ اس پر روزہ فرض بھی نہیں تھا۔ میری حیرت حق بجانب تھی۔

''ہوں...... میں نے سنت پوری کی۔ زیادہ نہ سہی ایک روزہ تو میرا بچہ رکھ ہی سکتا ہے نا۔ جب صحرا جیسے کٹھن ماحول میں رہتے صحابہ جیسے جاں نثار لوگ اپنے کم سن بچوں کو روزہ رکھوا سکتے ہیں تو اس سہولت کے دور میں،

میں اپنے کم سن بچے کو اس کا عادی کیونکر نہیں بنا سکتا۔ پتا ہے...... صحابہ اکرام بچوں میں روزے کی عادت پختہ کرنے کے لیے بچپن ہی سے انہیں روزے کا عادی بناتے تھے۔ کتنے عظیم لوگ تھے نا وہ۔''

بڑا عام سا لہجہ تھا اس شخص کا مگر جذبوں کی گہرائی لیے ہوئے۔ آنکھوں میں چاہتوں کے دیپ جلائے وہ شخص مجھے بہت بلندی پر محسوس ہوا تھا۔ جب صحابہ کا ایک معمولی سا عمل اس کے لیے اس قدر اہم تھا تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی کیا حیثیت ہوگی۔ سگریٹ کا کثیف دھواں میرے حلق میں پھنس گیا تھا۔ مجھے سانس لینے میں شدید دقت ہوئی تھی میں یہ جان گیا تھا کہ میری آنکھیں مسلسل کھانسنے کی وجہ سے لہو رنگ ہو رہی ہوں گی۔ وہ شخص میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا ہنوز اس کی آنکھیں بچے پر جمی تھیں۔ وہ اپنے بچے سے بے حد محبت کرتا تھا پھر بھی اسے اس مشقت میں ڈالا۔ اور میرا رب بھی مجھ سے بے انتہا محبت کرتا تھا میری ماں سے ستر گناہ بڑھ کر۔ اسی محبت سے مغلوب ہو کر اس نے مجھے اس مشقت بھری عبادت میں ڈالا۔ اس کا بیٹا اپنے باپ کی محبت کو سمجھ رہا تھا اور میں، میں اپنے رب کی محبت کو سمجھ ہی نہ سکا۔ غیر ارادی طور پر ادھر وہ سگریٹ میرے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ وہ بچہ باپ کے حیرت پر امڈتی خوشی کی خاطر خود پر ضبط کے پہرے جمائے بیٹھا رہا تھا اور میں ایک چھوٹی سی خواہش، ایک بے معنی سی طلب کی خاطر گناہ کی دلدل میں جا اترا۔ اف میں نے رگوں میں اپنا لہو جمتے محسوس کیا تھا۔ اس شخص نے بنا دیکھے میری کیفیت جانچ لی تھی تبھی گویا ہوا تو میرا سکھ چین لے گیا تھا۔

''روزہ عبادت سمجھ کر ادا کرو فرض نہیں۔ عبادت فرض ہی ہے۔ مگر عجیب سکون اور سرور مہیا کرتی ہے انسان اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ اسے رب کی عبادت سمجھو۔'' وہ دھیرے سے کہتا اٹھا اور اپنے بچے کے قریب جا بیٹھا۔ وہ اپنے بچے کے بال سہلا رہا تھا پھر اس نے بچے کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔ میں کتنا بدنصیب شخص تھا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی خالی ہاتھ تہی داماں۔ آگاہی کے کئی در مجھ پر وا ہوئے تھے اور میں نے شرمندگی کی گہرائیوں میں خود کو گرتے محسوس کیا تھا۔ میں بہت سے لوگوں کا ناپسندیدہ تھا۔ اپنے اللہ کا بھی اور اپنے اہل خانہ کا بھی۔ مجھے بہت سے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانی تھی۔ بہت سے لوگوں کو خوش کرنا تھا۔ مجھ سے وابستہ۔ سب سے بڑھ کر اپنے اللہ کو۔ وہ نہ جانے کب سے مجھ سے ناراض تھا۔ میں نے انگلیوں پر گنا۔ چودہ روزے باقی تھے۔ ازالے کا وقت ابھی تھا۔ میرا دل خوف سے کانپا معافی کا وقت نکل گیا تو...... میرا رب رحیم ہے مجھے یقین تھا وہ میری سچی توبہ قبول کرلے گا۔ لمحے کا کھیل تھا اور میری کایا پلٹ گئی۔ کبھی کبھی انسان زندگی گزار کر بھی ہدایت حاصل نہیں کر پاتا اور کبھی کبھی اس کے لیے آگاہی کا ایک پل ہی کافی ہوتا ہے۔

میں نے سر اٹھا کر افق کے پار دیکھا۔ شفق کی سرخی اب سفیدی میں بدل رہی تھی۔ سورج اپنی نارنجی کرنیں سمیٹ رہا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ میں شرمسار سا تھکے ہارے قدم اٹھاتا مسجد کی جانب چل دیا۔ مجھے اور دیر نہیں کرنی تھی اور اس دیئے کو جلائے رکھنا تھا۔

Urdu Soft Books
www.urdusoftbooks.com
ترے عشق نچایا
نگہت عبداللہ

سچ کہوں تو مجھ کو یہ عنوان بُرا لگتا ہے
ظلم سہتا ہوا انسان بُرا لگتا ہے
کس قدر ہوگئی مصروف یہ دنیا اپنی
ایک دن ٹھہرے تو مہمان بُرا لگتا ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

صبا پر گزرنے والے سانحے کا آصف جاہ کو بہت افسوس ہوتا ہے وہ اپنے طور اس کی ہر ممکن مدد کرنے کی سعی میں رہتا ہے اور صبا بھی آصف جاہ پر نہ صرف اعتبار کرنے لگتی ہے بلکہ اپنے بہت سے مسائل اس سے شیئر کرکے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ایسے میں جاذب کی آمد صبا کو ناگوار گزرتی ہے۔ وہ آج بھی اپنی ماں کے کہنے پر اس کی جانب بڑھتا ہے۔دوسری طرف راحیلہ خاتون جاذب اور صبا کی شادی کی بات کرنے کی غرض سے ثریا کے پاس پہنچ جاتی ہیں بھائی بھاوج کی جانب سے اس رشتے کا سن کر ثریا بے حد خوش ہوتی ہے لیکن صبا یہ سب جان کر دنگ رہ جاتی ہے وہ کسی طور اپنی توہین بھلا کر اس رشتے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ نشاء مونی کی گمشدگی کے متعلق ثریا کو آگاہ نہیں کرتی لیکن صبا اس معاملے کی کھوج کی خاطر نشاء کو لے کر کندن کے پاس پہنچ جاتی ہے اور وہاں کندن کی زبانی اسے نشاء اور احسن کی محبت میں ناکامی اور محسن کے رویے کی اصل وجہ سمجھ آتی ہے ان انکشافات پر نشاء دم بخود رہ جاتی ہے دوسری طرف صبا کے لیے بھی یہ حقیقت ناقابل یقین ہوتی ہے نشاء بالآخر صبا کو اعتماد میں لے کر اپنے ماضی کے تمام باب اس پر کھول دیتی ہے۔ صبا کی زبانی یہ تمام باتیں ثریا کے علم میں آجاتی ہیں اور اپنی بیٹی کی زندگی کی بربادی کا ذمہ دار وہ بلا اول احمد کو ٹھہراتی اس سے جواب طلب کرتی ہے ساتھ ہی نشاء اور محسن کی علیحدگی کی بات کرتے مریم کو اپنے ساتھ لے آتی ہے۔ احسن اپنے طور محسن کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ہر جگہ ناکامی اس کا مقدر بنتی ہے ایسے میں جلال احمد کے کہنے پر وہ نشاء کو لینے گھر جاتا ہے لیکن وہ ثانیہ کی باتوں کو لے کر وہاں جانے سے انکار کردیتی ہے اور اپنی واپسی کو محسن کے ساتھ مشروط کردیتی ہے ایسے میں احسن کا انداز اس کے لیے خفگی لیے ہوتا ہے لیکن وہ پروا نہیں کرتی، جلال احمد فون پر نشاء سے بات کرتے اسے محسن کی واپسی کی اطلاع دیتے ہیں یہ خبر سن کر وہ نہایت خوش ہوتی ہے اور گھر جانے کی تیاری کرتی ہے لیکن ثریا اسے گھر بھیجنے پر آمادہ نہیں ہوتی، ثریا کے رویے کی یہ تلخی نشاء کو گھائل کر ڈالتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

ثریا نے مزید کچھ نہیں کہا اور یہ محسوس کرنے کے باوجود کہ نشاء زیادہ دیر اپنے پیروں پر کھڑی نہیں رہ سکے گی کمرے سے نکل گئی تب مریم نے بھاگ کر نشاء کو تھاما تھا۔
''کیا ہوگیا ہے آنٹی کو۔'' مریم اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے پوچھنے لگی۔ ''انہوں نے ایسا کیوں کیا؟'' نشاء نے خالی نظروں سے اسے دیکھا پھر گھٹنوں پر پیشانی رکھ کر رو پڑی۔
''نشاء پلیز تم رو نہیں میں مونی بھائی کو فون کرتی ہوں وہ آجائیں گے۔'' مریم پریشان ہوئی۔
''نہیں مریم، مونی نہیں آسکے گا، تایا ابو بتا رہے تھے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''تمہیں تو پتا ہے مونی کی طبیعت کا اچانک ڈھے

جاتا ہے۔"

"ہوں، تمہیں ایسے وقت میں ان کے پاس ہونا چاہیے لیکن آنٹی کیوں منع کر رہی ہیں۔" مریم سمجھ نہیں پا رہی تھی اور اسے یہ خیال تھا کہ شاید ثریا کو اس بات کا غصہ ہے کہ اس نے انہیں اپنے حالات سے بے خبر کیوں رکھا جو بھی تھا وہ بہرحال ثریا کو بھی ناراض نہیں کر سکتی تھی جب ہی خود کو انتہائی بے بس محسوس کر کے کہنے لگی۔

"ایسا کرو مریم تم چلی جاؤ، مونی کو دیکھ آؤ اور اس سے کہنا......" مریم بے اختیار اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔

"میں کیسے جا سکتی ہوں نشاء وہاں ابو بھی ضرور ہوں گے پھر وہ مجھے آنے نہیں دیں گے۔" نشاء اس کی بات سن کر خاموش ہو رہی۔

"ایسا کرو صبا آپی سے کہو وہ مونی بھائی کو لے بھی آئیں گی۔" مریم نے کہا تو پُرسوچ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے نشاء نے اثبات میں سر ہلایا۔

⊛......⊛......⊛

وہ پورے دھیان سے آصف جاہ کی بات سن رہی تھی جو ریان کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ریان کو اس اپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے تقریباً پانچ سال ہو گئے ہیں اکیلا رہتا ہے ایک ملٹی نیشنل فرم میں منیجر کی پوسٹ پر ہے اچھا سلجھا ہوا لڑکا ہے میں نے اس کے آس پاس رہنے والوں سے بھی اس کے بارے میں معلوم کیا ہے۔ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی گئی نہ ہی اس کے اپارٹمنٹ میں زیادہ لوگوں کا آنا جانا ہے جیسا کہ عموماً اکیلے لڑکوں کے پاس فارغ دوستوں کا جمگھٹا رہتا ہے وہ ایسا نہیں ہے۔"

"ہوں......" صبا نے اپنے اندر اطمینان اترتا محسوس کیا اور ایسی ہی سانس اس کے سینے سے خارج ہوئی تھی۔

"اور محسن کے لیے......" آصف جاہ نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ صبا کا سیل فون بجنے لگا۔ وہ نظر انداز کرنا چاہتی تھی لیکن اسکرین پر مریم کا نام دیکھ کر اس نے ایکسکیوزمی کہتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"ہاں مریم کیسی ہو؟" دوسری طرف مریم بولنا شروع ہو گئی تو آصف جاہ کی موجودگی کے باعث اس نے زیادہ سوال جواب کرنے سے گریز کیا اور جب سیل فون رکھا تو اس کے چہرے پر مختلف کیفیات کا عکس ایک ساتھ رقصاں تھا۔

"خیریت؟" آصف جاہ پوچھے بنا رہ نہیں سکا۔

"ہاں۔" وہ یک دم متحرک ہو گئی۔ "ایسا ہے آصف کہ مجھے ابھی ایک ضروری کام سے جانا ہے میں پھر تم سے بات کروں گی۔"

"میں تمہارے ساتھ چلوں۔" وہ اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"نہیں تم بنٹی کے پاس رک سکتے ہو۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل آئی۔ اس کا ذہن مختلف باتوں میں الجھ رہا تھا اور وہ کسی ایک بات پر گرفت کرنے سے قصداً گریز کر رہی تھی کیونکہ وہ پہلے محسن سے ملنا چاہتی تھی اس لیے ساری سوچوں پر بند باندھ کر تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے جلال احمد کے گھر میں قدم رکھا تو پہلے مرحلے پر ایسے کوئی آثار نظر نہیں آئے جس سے پتا چلتا کہ کوئی بکھیڑا آن ملا ہے، جس سے وہ ٹھٹک کر کچھ دیر لاؤنج میں ہی کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر جلال احمد کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"السلام علیکم تایا ابو۔"

"وعلیکم السلام۔" جلال احمد کی نظریں اس کے پیچھے دیکھنے لگیں۔

"کیسے ہیں تایا ابو؟" وہ ان کے قریب آئی تب انہوں نے چونک کر پوچھا۔

"نشاء کہاں ہے؟"

"نشاء......" وہ انجان بن کر بولی تھی۔ "میں تو اپنے گھر سے آ رہی ہوں تایا ابو۔"

"اچھا نشاء نے بھی ابھی آنے کو کہا ہے میں سمجھا شاید تمہارے ساتھ......"

''اگر مجھے پتا ہوتا تو میں اسے ساتھ لیتی آتی۔'' وہ کہہ کر بظاہر سادگی سے پوچھنے لگی۔
''محسن کا کچھ پتا چلا تایا ابو۔''
''نہیں۔'' جلال احمد کا سر نفی میں ہلتا چلا گیا اور وہ مزید الجھ گئی کہ آخر نشاء سے غلط بیانی کیوں کی گئی۔
''تایا ابو نشاء کو اگر محسن نہ ملا تو وہ مر جائے گی۔'' وہ اپنی بات پر خود حیران ہوئی کیونکہ وہ تو کچھ اور کہنے جا رہی تھی۔
''میں جانتا ہوں بیٹا اور مجھے حیرت محسن پر ہے وہ بھی تو نشاء کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا پھر پتا نہیں......'' جلال احمد کا لہجہ ٹوٹ گیا تو وہ جو اس سب کو ان کی کوئی نئی چال سمجھ رہی تھی بے اختیار ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔
''اپنی ماں کو سمجھاؤ بیٹا۔'' قدرے رک کر جلال احمد کہنے لگے۔ ''وہ کہتی ہے نشاء اب اس گھر میں نہیں آئے گی۔ محسن اسے طلاق دے دے۔''
''طلاق۔'' وہ چکرا گئی۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تایا ابو۔ امی ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں؟''
''یہی کہا ہے تمہاری ماں نے بلال سے کیا نشاء کی بھی یہی مرضی ہے۔'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا پھر خود ہی نفی میں سر ہلا کر کہنے لگے۔ ''نہیں میرا نہیں خیال کہ نشاء ایسا سوچ سکتی ہے ابھی میں نے اس بچی سے جھوٹ کہا کہ محسن آ گیا ہے اگر وہ اس سے متنفر ہوتی تو آنے کی بات کبھی نہ کرتی۔''
''تو آپ نے نشاء کی مرضی جاننے کے لیے اس سے جھوٹ کہا۔'' وہ سراسیمہ تھی جلال احمد نے اثبات میں سر ہلایا پھر رونے لگے تو وہ پریشان ہو گئی۔
''تایا ابو آپ روئیں تو نہیں۔''
''تو کیا کروں کتنا ظلم ہوا میری بچی پر پہلے میں خود غرض بن گیا تھا احسن کے بجائے اسے مونی سے بیاہ دیا اور جب وہ دل سے مونی کی بن گئی تو وہ اسے چھوڑ کر جانے کہاں چلا گیا ہم سب...... ہم سب مجرم ہیں اس کے اسے بلاؤ میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔'' وہ روتے ہوئے بول رہے تھے۔

''نہیں تایا ابو، آپ معافی کیوں مانگیں گے آپ کا فیصلہ غلط نہیں تھا نشاء مونی کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے۔'' اس کے لیے یہی بہت تھا کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا پھر جب نشاء انہیں بری الذمہ قرار دے چکی تھی تو وہ کیوں گرفت کرتی۔
''تمہاری ماں......!'' انہوں نے اسی قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔
''امی کو میں سمجھا لوں گی آپ فکر نہ کریں۔'' جلال احمد ممنون نظروں سے اسے دیکھنے لگے تو وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔

❁......❁......❁

راحیلہ خاتون کو صبا سے کوئی غرض نہیں تھی ایک تو اس کی دولت دوسرے وہ اس کے ذریعے سے آصف جاہ تک پہنچنا چاہتی تھیں جس پر نگار کا دل آ گیا تھا گو کہ نگار کی منگنی ہو چکی تھی بلکہ اب تو شادی بھی طے ہونے والی تھی لیکن جب سے نگار نے آصف جاہ کو دیکھا تھا وہ اسی سے شادی پر بضد تھی اور یہ سارا پلان اس کا تھا کہ اگر راحیلہ خاتون جاذب کی شادی صبا سے کر دیں تو نگار کا راستہ صاف ہو جائے گا یوں بیٹی کی خاطر راحیلہ خاتون مان گئی تھیں اور انہیں یہ بھی یقین تھا کہ جاذب کے رشتے سے انکار نہیں ہوگا کیونکہ ان کی سوچ محدود تھی کہ آج کل کنواری لڑکیوں کو رشتے نہیں ملتے کہاں بیوہ ان کے خیال میں ثریا اور صبا کی تو جیسے لاٹری نکل آئے گی اسی خوش فہمی میں مبتلا وہ اس وقت نگار کے ساتھ ثریا کے پاس آئی تھیں تا کہ ان سے جواب لے سکیں۔ ثریا اپنی پریشانیوں میں گھری تھی لیکن اس نے راحیلہ خاتون پر کچھ ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ کی طرح خوش ہو کر ملی پھر فوراً مریم کو پکار کر اسکواش لانے کو کہا تو راحیلہ خاتون مریم کو دیکھ کر چونک کر پوچھنے لگیں۔
''یہ لڑکی کون ہے شاید میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔''
''جی بھابی صبا کے گھر میں دیکھا ہوگا جب صبا کے میاں کا انتقال ہوا تھا۔'' ثریا نے بتایا تو وہ

ناگواری سے بولیں۔

"ہوسکتا ہے لیکن یہ ہے کون؟"

"صبا اور نشاء کی بہن ہے ابھی نشاء یہیں ہے تو اس کے پاس آئی ہوئی ہے۔" ثریا نے سہولت سے بات بنائی۔

"اوہ تو سوتیلی بہن ہے صبا کی بھئی تمہارا حوصلہ ہے کیسے برداشت کرتی ہوا سے۔" راحیلہ بیگم اپنی فطرت سے مجبور تھیں تب ہی مریم اسکوائش لے آئی تو ثریا اس سے مخاطب ہوئی۔

"بیٹا یہ نشاء کی ممانی ہیں اور یہ ان کی بیٹی نگار۔"

"السلام علیکم۔" مریم سلام کر کے ثریا سے پوچھنے لگی۔

"نشاء کو اٹھادوں آنٹی؟"

"نہیں سونے دو اسے۔" ثریا سے پہلے راحیلہ خاتون بول پڑیں تو مریم چپ چاپ کمرے میں چلی گئی۔

"صبا کا بتائیں پھوپو کیسی ہے؟" نگار نے اسکوائش کا گلاس اٹھاتے ہوئے یوں چہک کر کہا جیسے واقعی صبا اس کی بھابی بننے والی ہو۔

"ٹھیک ہے۔" ثریا کے مختصر جواب پر راحیلہ خاتون نے بغور اس کا چہرہ دیکھا پھر فوراً اصل بات پرآ گئیں۔

"ہاں تو کیا سوچا تم نے میرا مطلب ہے صبا سے رشتے کی بات تو کرلی ہوگی تم نے؟"

"جی......!" ثریا کی بات اب بھی مختصر تھی۔

"پھر کیا کہا اس نے۔" راحیلہ بیگم کا ڈپریشن بڑھنے لگا ثریا نے ایک نظر نگار کو دیکھا پھر نفی میں سر ہلا کر کہنے لگی۔

"مجھے افسوس ہے بھابی، صبا نہیں مانی۔"

"نہیں مانی، مطلب شادی پر نہیں مانی یا......!"

"اس رشتے پر نہیں مانی۔" ثریا نے ان کی بات پوری کی تو نگار اچھل کر بولی۔

"کیوں پھوپو وہ دونوں تو ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور دیکھیں جاذب نے ابھی تک شادی نہیں کی۔"

"وہ وقت گزر گیا بیٹا۔" ثریا اس بات کو طول نہیں دینا چاہتی تھی اور راحیلہ خاتون کا بس نہیں چل رہا تھا ساری مصلحتیں ایک طرف رکھ کر پہلے کی طرح ثریا کو کھری کھری سنادیں، بمشکل خود پر جبر کر کے کہنے لگیں۔

"وقت گزر گیا لیکن جاذب تو وہی ہے ابھی بھی اس کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ جب ہی تو اس نے صبا کے شادی شدہ اور پھر بیوہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا...... پھر صبا کو کیا اعتراض ہے؟"

"بس بھابی رہنے دیں یہ ساری باتیں، صبا ماشاء اللہ خود سمجھدار ہے۔ وہ جب مناسب سمجھے گی اپنے لیے سوچ لے گی میں اس کے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتی۔" ثریا اپنی طرف سے بات ختم کردی۔

"جاذب کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کی شادی کردیں۔"

"وہ تو میں آج ہی کردوں جاذب مانے تب ناں، وہ تو صبا کے علاوہ کسی کا نام ہی نہیں سننا چاہتا۔" راحیلہ خاتون نے اب جاذب کو آلہ بنایا تھا نگار نے فوراً ان کی تاکید کی۔

"ہاں پھوپو جاذب کہہ رہا تھا صبا نہ ملی تو میں خودکشی کرلوں گا۔"

"اللہ نہ کرے۔" ثریا دہل گئی اور کلیجے پر ہاتھ رکھ تو راحیلہ خاتون کے بھی پڑا تھا جب ہی انہیں رونے کا موقع مل گیا۔

"میرا ایک ہی بیٹا ہے۔"

"اللہ اسے سلامت رکھے بھابی، آپ روئیں نہیں میں سمجھاؤں گی جاذب کو یہ سب تو قسمت کے کھیل ہیں ہم اور آپ کیا کرسکتے ہیں۔"

"آپ صبا کو سمجھا تو سکتی ہیں پھوپو بے شک اسے اور رشتے مل جائیں گے لیکن جاذب جیسا محبت کرنے والا تو نہیں ملے گا ناں۔" نگار ہر صورت ثریا کو قائل کرنا چاہتی تھی تب ہی تو اس کی بات بن سکتی تھی۔

"اب یہ اس کی قسمت۔" ثریا نے گویا صاف جواب دے دیا راحیلہ بیگم اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئیں لیکن نگار نے ہار نہیں مانی۔

"میں بات کروں گی صبا سے۔"

"بیٹا جب اس نے اپنی ماں کی نہیں مانی تو تمہاری کہاں سنے گی۔" راحیلہ بیگم نے دلبرداشتہ ہونے کی ایکٹنگ کے ساتھ نگار کو گھورا بھی تھا پھر ثریا سے بولیں۔

"ٹھیک کہتی ہو تم یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔"

⁂

سہ پہر ڈھلتے ہی گرمی کا زور ٹوٹ گیا تھا گو کہ آسمان صاف تھا لیکن ہوا چلنے لگی تھی۔ آصف جاہ بنٹی کی وہیل چیئر دھکیلتا ہوا اسے لان میں لے آیا تو وہ ڈرائیو وے پر صبا کی گاڑی نہ دیکھ کر قدرے اچنبھے میں گھرا۔

"صبا ابھی تک نہیں آئی۔"

"وہ اپنی امی کے گھر ہوں گی۔" بنٹی نے کہا تو وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"یار یہ تمہاری صبا آپی کچھ زیادہ نہیں میکے جانے لگیں.....؟"

"کیا کریں وہ بے چاری بھی بور ہو جاتی ہیں سچ آصف بھائی کبھی کبھی تو مجھے ان پر بہت ترس آتا ہے۔" بنٹی صاف دل کا حساس لڑکا تھا۔

"ترس کیوں؟" آصف جاہ بظاہر بے نیاز بنا۔

"ظاہر ہے وہ اتنی ینگ ہیں پاپا کے بعد اکیلی ہو گئی ہیں اور اس عرصے میں میں نے دیکھا ہے ان کی کوئی دوست بھی نہیں ہے ایسے کب تک رہیں گی وہ۔" بنٹی سوچتے انداز میں بول رہا تھا آصف جاہ نے کنکھیوں سے اسے دیکھا پھر بولا۔

"ہاں یہ تو سوچنے کی بات ہے۔"

"ایک بات کہوں آصف بھائی۔" قدرے رک کر بنٹی نے اچانک اسے دیکھ کر کہا تو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہی وہ سوالیہ نشان بنا۔

"کہنا تو میں صبا آپی سے بھی چاہتا ہوں لیکن ہمت نہیں ہوتی کہ پتا نہیں وہ کیا سمجھیں۔"

"کیا بات؟" آصف جاہ نے بے صبری کا مظاہرہ کیا۔

"میں چاہتا ہوں صبا آپی شادی کر لیں۔" بنٹی نے حقیقتاً آصف جاہ کے دل کی بات کر دی تھی جب ہی اسے خود پر اختیار نہیں رہا تھا۔

"بالکل ٹھیک، تمہیں یہ بات صبا سے ضرور کہنی چاہیے۔"

"اگر انہوں نے برا مانا تو.....؟" بنٹی کی سادگی پر وہ ہنس کر کہنے لگا۔

"برا مانے تو تم پھر بھی بات کہنا۔ پھر برا مانے پھر بھی بات کہنا جب تک وہ مان نہ جائے تم کہتے رہنا۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" بنٹی کو اس کے ہنسنے سے شاید ایسا لگا تھا۔

"بالکل نہیں۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہوا۔ "تم بالکل ٹھیک سوچ رہے ہو بنٹی۔ اصل میں لڑکیاں جذباتی ہوتی ہیں دوبارہ شادی نہ کرنے کا سوچ تو لیتی ہیں لیکن جب وقت گزر جاتا ہے تب نہ صرف پچھتاتی ہیں بلکہ پھر جیسا بھی مل جائے اس سے شادی کر لیتی ہیں تم صبا پر ایسا وقت آنے ہی مت دو۔"

"ہوں....." بنٹی نے تائید میں سر ہلایا پھر پوچھنے لگا۔

"کیا کہوں میں ان سے۔"

"یہی کہ وہ اپنے بارے میں سوچے بلکہ یہ کہو کہ تم ان کی شادی کرنا چاہتے ہو۔" اس نے جوش میں آ کر بنٹی کو اکسایا۔

"کہہ تو دوں اور جو وہ پوچھیں کس سے تو؟"

"مجھ سے.....!" آصف جاہ اسی جوش میں دونوں ہاتھوں سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہی وہیں جم گیا غالباً احساس ہو گیا تھا کہ کچھ غلط کہہ گیا ہے بنٹی چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر پوچھنے لگا۔

"آر یو سیریس آصف بھائی۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے۔" اس نے سنبھل کر الٹا بنٹی سے پوچھا۔

"پتا نہیں.....!" بنٹی نے کندھے اچکائے پھر کہنے لگا۔ "ویسے آصف بھائی ایسا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔"

"اگر تمہیں لگ رہا ہے اچھا ہوگا تو پھر سمجھ لو کہ میں سیریس ہوں۔" اس نے اطمینان سے ہوکر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تو بنٹی مسکرانے لگا۔ معنی خیز مسکراہٹ تھی وہ جھینپ کر بولا۔

"سنو میں تمہاری خاطر......"

"تو میری خاطر یہ بھی بتادیں کہ کیا صبا آپی بھی......" بنٹی نے فوراً اس کی بات پکڑ کر پوچھا تو وہ ہار مان کر بولا۔

"پتا نہیں یار مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی، غالباً اس خیال سے خائف ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔"

"لوگ کچھ بھی کہتے رہیں بس آپ صبا آپی کو منائیں۔" بنٹی نے کہا تو وہ فوراً بولا۔

"میں نہیں تم...... تم مناؤ گے اسے۔"

"اچھا کوشش کروں گا۔" بنٹی نے کہا تو اطمینان سے ہوکر آسمان دیکھنے لگا۔

❁ .... ❁ .... ❁

رات دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر مریم کو دیکھا وہ اپنے سیل فون پر ریان کے ساتھ چیٹنگ میں مصروف تھی اس کا دل نہیں چاہا اسے ڈسٹرب کرنے کو لیکن ذہن میں اتنے سوال ٹپک رہے تھے کہ وہ رہ نہیں سکی۔

"سنو، صبا نے کیا کہا تھا؟"

"اُفوہ...... نشاء۔" مریم نے سیل فون سینے پر رکھ کر اس کی طرف گردن موڑی۔

"اتنی بار تو بتا چکی ہوں اب آخری بار سن لو، جب میں نے صبا آپی کو فون کیا وہ تایا ابو کے پاس تھیں کہہ رہی تھیں نشاء کو بتادو محسن نہیں آیا تایا ابو کو وہم ہوا تھا اور انہوں نے جھٹ نشاء کو فون کرڈالا۔"

"صبا آئی کیوں نہیں۔" اس کی بے چارگی انتہا کو چھو رہی تھی۔

"کل آنے کو کہا ہے اب پلیز سو جاؤ۔" مریم کہہ کر دوبارہ سیل فون میں مصروف ہوگئی تو دیوار کی طرف کروٹ لے کر بے آواز آنسوؤں سے روتے روتے جانے کب اسے نیند آئی اور وہ جانے کہاں پہنچ گئی۔

ایک بار پہلے بھی وہ اسی جگہ تھی ننگے پاؤں بھاگتی چلی جارہی تھی پھر ٹھوکر لگنے سے گرتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔

"مونی......!" اس کی سانسوں میں پکار تھی اس نے اِدھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آیا مریم بھی سوچکی تھی اس کا دل چاہا اٹھ کر ثریا کے کمرے میں جائے اور اس کی آغوش میں چھپ کر سو جائے لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی کیونکہ ثریا اس سے زیادہ بات نہیں کررہی تھی اور اس نے ثریا کا مان تو رکھ لیا تھا کہ اسے چھوڑ کر نہیں گئی تھی لیکن شاکی ضرور ہوگئی تھی بہرحال اس نے دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن نیند آ کے نہیں دی تب اس نے بستر چھوڑ دیا اور وضو کرکے کلام پاک لے کر لاؤنج میں آ بیٹھی۔ تلاوت سے اس کے دل سکون مل رہا تھا پھر فجر پڑھ کر بھی وہ سوئی نہیں چائے بنا کر ایک کپ جائے نماز پر بیٹھی ثریا کے قریب رکھا اور اپنا کپ لے کر ٹیرس پر آ گئی دھیرے دھیرے پھیلتے اجالے کے ساتھ سمندر رنگ بدل رہا تھا ساحل پر رات جتنی افراتفری تھی اب اسی قدر خاموشی چھائی تھی اس نے ریلنگ پر جھک کر آس پاس دیکھا کہیں زندگی کے آثار نہیں تھے اسے لگا جیسے پوری کائنات میں اس کے علاوہ کوئی ذی روح موجود ہی نہ ہو۔

"میں بھی کیوں......؟" اس نے سوچا تب ہی عقب سے ثریا کی آواز آئی۔

"تم یہاں ہو۔"

"جی......!" وہ چونک کر پلٹی تو ثریا نظریں چرا کر بولیں۔

"میں سمجھی شاید دوبارہ سوگئی ہو۔"

"آپ کے لیے ناشتہ بناؤں۔" اس نے یوں پوچھا جیسے وہ انہی کاموں پر مامور ہو۔

"نہیں آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو۔" ثریا نے چیئر پر بیٹھتے ہوئے اپنے برابر چیئر پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ

خاموشی سے آکر بیٹھ گئی۔
"ناراض ہو مجھ سے؟" ثریا نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں امی۔" اس کا دل بھر آیا۔
"بیٹا میں تمہاری دشمن نہیں ہوں تمہاری بہتری سوچ رہی ہوں۔" ثریا نے جتنی نرمی سے کہا اسی طرح اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔
"میں نے اگر تمہیں جانے سے منع کیا تھا تو اس لیے نہیں کہ مجھے تمہارے باپ اور تایا سے کوئی پرخاش ہے بلکہ میں صرف اور صرف تمہیں بچانا چاہتی ہوں میں برسوں تمہارے لیے تڑپی رہی ہوں اب دوبارہ تمہیں کھونے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔" ثریا کی آواز بھرا گئی تو اس نے تڑپ کران کے ہاتھ تھام لیے۔
"میں کہیں نہیں جارہی امی، آپ کے پاس ہوں اور ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی۔"
"بیٹیاں ہمیشہ پاس نہیں رہتیں۔" ثریا اسی قدر کہہ کر خاموش ہوگئی تو وہ ناشتہ بنانے کے بہانے اٹھ کر کچن میں آگئی۔
"امی میری بہتری سوچ رہی ہیں۔ پتا نہیں انہیں میری بہتری کس بات میں نظر آرہی ہے۔" ناشتے کے بعد وہ کمرے میں آکر لیٹی تو زیادہ دیر سوچ بھی نہیں سکی۔ کیونکہ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی فوراً نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔
جب صبا آئی تو وہ گہری نیند میں تھی صبا کو یہ غنیمت لگا کیونکہ وہ اس کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتی تھی پھر مریم کو کچن میں مصروف کر کے اس نے ثریا کو گھیرا۔
"آپ نے ابو سے کیا کہا ہے نشاء کے بارے میں؟" اس نے پوچھا تو ثریا کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
"کیوں؟"
"آپ میری بات کا جواب دیں۔ نشاء کے لیے طلاق کا مطالبہ کرآئی ہیں۔ کیوں امی؟ ایسا کیسے سوچ لیا آپ نے۔"

"کیوں نہ سوچوں۔ لمحہ لمحہ مرنے کے لیے چھوڑ دوں میں اپنی بیٹی کو وہاں......!" ثریا تیز آواز میں بولیں۔

"کوئی لمحہ لمحہ نہیں مر رہی نشاء...... ہاں مونی کے بغیر ضرور مر جائے گی۔" صبا نے زچ ہو کر کہا تو ثریا سر جھٹک کر بولی۔

"یہ سب فضول باتیں ہیں کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔"

"نا مانیں آپ لیکن میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گی اور آپ نے کس بنیاد پر ایسا سوچ لیا ہمارے سر پر باپ کا سایہ نہ ہونے کے برابر ہے اور بھائی کوئی ہے نہیں جس کی بیوی کی چاکری کر کے نشاء زندگی کے دن پورے کرے گی۔"

"صبا......!" ثریا نے تلملا کر اسے ٹوکا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہی امی، پھر آپ زبردستی نشاء پر اپنا فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔ وہاں بھی اس کے ساتھ زبردستی ہوئی یہاں بھی تو پھر کیا فرق رہ جائے گا وہاں اور یہاں میں۔" اس نے ثریا کو سمجھانے کی سعی کی۔

"تو محسن نشاء کو چھوڑ کر کیوں گیا؟" ثریا نے دوسرا نقطہ اٹھایا۔

"وہ چھوڑ کر نہیں گیا، خود سے عاجز ہو کر گیا ہے اسے بھی یہی دکھ تھا کہ ہیکے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ آپ اس سے ملی نہیں امی وہ بہت اچھا ہے۔ بہت حساس بہت محبت کرنے والا تھا اور نشاء کو دیکھیں اس سے دوری سہہ نہیں پا رہی، پلیز امی آپ نشاء کو مت روکیں۔ جانے دیں اسے اس کے گھر۔" آخر میں وہ عاجزی سے بول رہی تھی کہ نشاء کی زوردار چیخ نے سارے گھر کو ہلا ڈالا۔

"مونی......"

"نشاء۔" ثریا سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھی اور اس سے پہلے صبا بھاگ کر نشاء کے کمرے میں آئی تھی۔

"نشاء کیا ہوا نشاء؟" اس نے لمبے لمبے سانس کھینچتی نشاء کو دونوں کندھوں سے تھام کر جھنجوڑا تو اس کے ہونٹوں نے پھر اسی نام کو چھوا تھا۔

"مونی۔"

"آ جائے گا مونی۔" صبا نے نرمی سے اس کا گال چھو کر کہا تو وہ خائف نظروں سے ثریا کو دیکھنے لگی جو دروازے کے بیچوں بیچ کھڑی تھی کہ اس کے پیچھے مریم کو اندر آنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔

"تم شاید خواب میں......" صبا اس قدر بولی تھی کہ نشاء فوراً اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"ہاں مونی وہاں ہے وہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہے مونی وہیں ہوگا، تم مجھے لے چلو صبا پلیز مجھے مونی کے پاس لے چلو۔" نشاء بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو تب ثریا سے رہا نہیں گیا فوراً آ کر اسے بانہوں میں لے لیا۔

"نشاء میری بچی......نشاء ادھر دیکھو، صبا پانی لاؤ اس کے لیے۔" ثریا مچلتی ہوئی نشاء کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔

صبا سے پہلے مریم بھاگ کر پانی لے آئی تو ثریا نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر نشاء کے ہونٹوں سے لگایا پھر کچھ پانی اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے منہ پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"بیٹا ایسے نہیں روتے۔" نشاء اس کے سینے سے لگ کر سسکنے لگی۔

"بس کرو نشاء امی پریشان ہو رہی ہیں۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔" صبا نے زبردستی نشاء کو کھینچ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا تو وہ نفی میں سر ہلا کر ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں رگڑنے لگی۔

"پھر کیوں رو رہی ہو؟" صبا نے اس کی کلائیاں تھام کر ہاتھ نیچے کیے تو وہ کنکھیوں سے ثریا کو دیکھنے لگی جس سے صبا سمجھ گئی کہ وہ ثریا کے سامنے کچھ نہیں بتائے گی اس لیے اصرار ترک کر کے اسے اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اچھا جاؤ منہ ہاتھ دھو اور مریم تم اچھی سی چائے بنا لاؤ، بہت اچھی بنانا کیونکہ میرے پاس تمہارے لیے گڈ نیوز ہے۔"

"سچ ابھی لاتی ہوں۔" مریم خوش ہو کر بھاگی تھی۔

صبا نے ماحول پر چھائی کشیدگی دور کرنے کی خاطر اِدھر اُدھر کی باتیں چھیڑ دی اور کنکھیوں سے مریم کو بھی دیکھ رہی تھی جو بے چینی سے بار بار پہلو بدل رہی تھی آخر اسے مریم پر ترس آ گیا چائے کا آخری سپ لے کر کپ رکھا پھر اس سے مخاطب ہوئی۔

''ہاں تو مریم تمہارے لیے گڈ نیوز یہ ہے کہ میں نے ریان کے بارے میں سب معلوم کرلیا ہے ماشاء اللہ اچھا لڑکا ہے اور کل میں نے تایا ابو کو بھی اس کے بارے میں بتا دیا ہے۔''

''ک...... کیا بتایا ہے؟'' مریم قدرے پریشان ہوئی تھی۔

''گھبراؤ مت میں نے تمہارا نام نہیں لیا بلکہ میں نے تایا ابو سے یہ کہا ہے کہ میری نظروں میں تمہارے لیے ایک پرپوزل ہے جو ہر لحاظ سے موزوں ہے اور کیونکہ ابو کو بیٹیوں کے معاملات سے دلچسپی نہیں ہے اس لیے اگر وہ اجازت دیں تو میں اس بات کو آگے بڑھاؤں۔'' اس نے تفصیل بیان کی تو اس بار نشاء نے پوچھا تھا۔

''تایا ابو نے کیا کہا؟''

''تایا ابو نے بخوشی یہ ذمہ داری میرے سر ڈال دی ہے اور وہ ابو کو بھی سخت سست کہہ رہے تھے کہ جو صرف پیسہ کمانا جانتے ہیں اور کسی بات سے انہیں غرض ہے نہ ان کی بیوی کو بہرحال ہمیں بھی ان سے غرض نہیں۔'' وہ اس موضوع سے قطع کرتے ہوئے پھر مریم سے کہنے لگی۔

''اب تم ایسا کرو مریم، ریان سے کہو کسی دن آ کر مجھ سے مل لے تاکہ میں اس کے ساتھ آگے کے معاملات طے کرسکوں کیونکہ اس بے چارے کا بھی تو کوئی نہیں ہے۔'' صبا نے کہا تو مریم چونک کر پوچھنے لگی۔

''آپ کو کیسے پتا؟''

''لو میں نے پہلی بات ہی یہی کی تھی کہ میں نے اس کے بارے میں سب معلوم کرلیا ہے اب یہ مت پوچھنا کیسے۔''

''یہ تو پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کو ریان کیسا لگا؟'' مریم نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تو وہ سر پیٹ کر بولی۔

''یہ بھی میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ ماشاء اللہ اچھا لڑکا ہے۔''

''اچھا تو ہے آپ کو کیسا لگا۔'' مریم نے اب شرارت کی۔

''یہ تو میں ریان سے ملنے کے بعد ہی بتاؤں گی کہ مجھے کیسا لگا اور سن لو اگر مجھے اچھا نہ لگا تو میں اس کا پرپوزل ریجیکٹ کردوں گی۔''

''ہائے نہیں آپی۔'' مریم ایک دم اس سے لپٹ گئی تو وہ اپنا آپ چھڑاتے ہوئے بولی۔

''چلو بس زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ جا کر امی کا ہاتھ بٹاؤ۔''

''میں آپ کے لیے خاص ڈش پکاؤں گی۔'' مریم جاتے جاتے اس کے گال پر پیار کرتی گئی تو صبا بے ساختہ ہنسی لیکن پھر نشاء پر نظر پڑتے ہی اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ نشاء کسی گہری سوچ میں گم تھی وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر بہت نرمی سے پکارا۔

''نشاء۔'' نشاء چونک کر اسے دیکھنے لگی بولی کچھ نہیں۔

''کس سوچ میں تھی؟'' اس نے پوچھا تو گہری سانس کے ساتھ نشاء نے نفی میں سر ہلا دیا پھر خود ہی پوچھنے لگی۔

''تایا ابو کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہی ہیں تمہارے لیے بہت حساس ہو رہے تھے بے چارے رونے لگے کہہ رہے تھے نشاء کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے اور اس کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتے ہوئے تم سے معافی مانگنے کا کہنے لگے یہ بڑی بات ہے نشاء کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔'' صبا ابھی کچھ اور بھی کہتی کہ وہ بول پڑی۔

''تم نے کیا کہا ان سے؟''

''میں نے صرف کہا ہی نہیں یقین دلایا انہیں کہ تم ایسا نہیں سوچتیں کسی کو بھی قصوروار نہیں سمجھتیں۔'' صبا نے بتایا

تو وہ دل گرفتگی سے بولی۔
"ہاں صبا کسی کا کوئی قصور نہیں میری اپنی قسمت۔"
"اچھا تم مجھے مونی کا بتاؤ کیا کہہ رہی تھیں تم کہ مونی وہاں ہوگا، مطلب کہاں ہوگا؟" صبا کے ذہن میں اس وقت سے مسلسل یہی بات گردش کررہی تھی۔
"پتا نہیں۔" نشاء الجھ گئی۔ "پتا نہیں صبا لیکن مجھے لگتا ہے بلکہ میرا دل کہتا ہے مونی وہاں ہے۔"
"وہاں کہاں؟" صبا نے ضبط سے ٹوکا تو وہ مزید الجھی۔
"پتا نہیں مجھے نہیں پتا کون سی جگہ ہے شہر سے دور کہیں، میں نے کئی بار خواب میں دیکھا ہے میں وہاں بھاگ رہی ہوں ہر بار وہی جگہ وہی منظر یہ سب یونہی تو نہیں ہوگا ناں صبا؟" اس نے تصدیق کے لیے صبا کو دیکھا لیکن وہ کچھ نہیں بولی تب نشاء منت کرنے لگی۔
"تم مجھے وہاں لے چلو صبا پلیز، مجھے مونی کے پاس لے چلو۔"
"ریلیکس...... ریلیکس......!" صبا نے اس کا ہاتھ تھپکا۔ "لے چلوں گی تم ذرا اس منظر کو واضح کرو تا کہ سمجھ میں آئے کہ ہمیں کہاں جانا ہے۔"
"ہاں وہ......" نشاء نے آنکھیں بند کرلیں پھر اپنے خواب کو سوچتے ہوئے بولنے لگی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

راحیلہ خاتون اور ان سے زیادہ نگار تلملائی ہوئی تھی وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کہ صبا نے جاذب کے لیے انکار کیا ہوگا اس کے خیال میں ثریا کو پرانی باتوں کا بدلہ لینے کا موقع مل گیا تھا وہی بات کہ جو جیسا ہوتا ہے دوسرے کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے۔ اس وقت وہ بڑھ چڑھ کر بول رہی تھی۔
"آپ ٹھیک کہتی تھیں امی پھوپو دیکھنے میں مسکینی نظر آتی ہیں اندر سے بہت گھنی ہیں کیسے کہہ رہی تھیں مجھے افسوس ہے صبا کو یہ رشتہ منظور نہیں۔ انہوں نے صبا سے بات ہی نہیں کی اپنی طرف سے جواب دے دیا۔"
"بس تم اپنی طرف سے نہ ہر بات فرض کرلیا کرو۔" جاذب نے ناگواری سے ٹوکا تو نگار کو مزید پتنگے لگے۔
"لیجیے یہ ابھی بھی ان کی طرف داری کررہا ہے۔ تم وہاں موجود نہیں تھے نا بھائی ورنہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے پھوپو کی مکاری۔ میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں انہوں نے صبا تک بات پہنچائی ہی نہیں۔"
"پہنچائی ہے یا نہیں خود پھوپو نے جواب دے دیا ہے تو بس ختم کرو اس بات کو۔" جاذب کو اب توہین کا احساس ہورہا تھا۔
"نہیں بات ایسے ختم نہیں ہوگی۔" نگار ضد سے بولی۔
"پھر......؟" جاذب نے اپنے اندر اٹھتے ابال کو بمشکل دبایا۔
"پھر یہ کہ ہم سے غلطی ہوئی جو ہم پھوپو کے پاس پیغام لے کر گئے ہمیں ڈائریکٹ صبا کے پاس جانا چاہیے تھا اور اب ہم وہیں جائیں گے کیوں امی؟" نگار نے کہہ کر راحیلہ خاتون سے تائید چاہی تو انہوں نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔
"بالکل تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"
"کوئی ٹھیک نہیں کہہ رہی یہ۔" جاذب پھٹ پڑا۔ "کوئی نہیں جائے گا صبا کے پاس۔ وہ کیا چاہتی ہے کیا نہیں اسے چھوڑیں مجھ سے پوچھیں جسے آپ نے صرف تماشا ہی نہیں بنایا ذلیل کرکے رکھ دیا ہے۔ صبا دنیا میں آخری لڑکی نہیں ہے جس کے لیے آپ مری جارہی ہیں...... نہیں کرنی مجھے اس سے شادی سنا آپ نے۔"
"بیٹا آرام سے۔" راحیلہ خاتون بیٹے کا یہ روپ دیکھ کر بوکھلا گئیں۔
"آپ بیٹھیں آرام سے اور اس نگار کو بھی لگام ڈال کر رکھیں بہت من مانی کرلی اس نے اس کی ساس کو بلائیں اور رخصتی کی تاریخ طے کریں یہ اپنے گھر کی ہوگی تب ہی میرا گھر بسے گا ورنہ نہیں۔" وہ اپنی بات کہہ کر پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا راحیلہ خاتون آنکھیں پھاڑے اسے جاتے دیکھ رہی تھیں۔
"دیکھا دیکھا امی...... کیسے ہتھے سے اکھڑ رہا ہے

اصل میں اسے بھی پھوپو پر غصہ ہے۔" نگار ماں کو اپنے حق میں ہموار کرنے لگی۔ "لیکن یہ پھوپو کے خلاف بول نہیں سکتا۔ انہوں نے تعویذ گھول گھول کر جو پلائے ہوئے ہیں اسے۔" راحیلہ خاتون ایسے ہی پھٹی آنکھوں سے نگار کو دیکھنے لگیں۔

"آپ فکر نہ کریں، میں جاتی ہوں صبا کے پاس، پھر دیکھیے گا وہی اس کے پیچھے بھاگی آئے گی۔"

"تم......!" راحیلہ خاتون کا اس وقت دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

"ہاں میں ابھی جاؤں گی آپ کسی کو بتائیے گا نہیں۔" نگار انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر نکل آئی تھی اس نے یہ خیال بھی نہیں کیا کہ تپتی دوپہر میں اسے دیکھ کر صبا کیا سوچے گی وہ تو جب وہاں پہنچی تب احساس ہوا کہ غلط وقت پر آ گئی ہے لنچ ٹائم تھا صبا نے اسے ڈائننگ روم میں ہی بلوا لیا تو وہ مزید خجل ہو کر بولی۔

"سوری میں غلط وقت پر آ گئی۔"

"نہیں تمہارا رزق تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے بیٹھو۔" صبا نے کہتے ہوئے چیئر کی طرف اشارہ کیا تو ناچار بیٹھتے ہوئے اس کی نظر آصف جاہ اور بنٹی پر پڑی دونوں اسے ہی دیکھ رہے تھے وہ فوراً صبا سے مخاطب ہوئی۔

"میں اصل میں صبح سے اپنی دوست کے ہاں تھی ابھی جاتے ہوئے سوچا تم سے ملتی چلوں۔ تم تو آتی نہیں ہو۔"

"تمہاری شادی میں آؤں گی۔" صبا نے سالن کی ڈش اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو وہ سٹپٹا گئی۔

"میری شادی......؟"

"ہاں...... کب ہے؟" صبا پوچھ کر بنٹی اور آصف جاہ سے مخاطب ہوئی۔ "تم لوگ ایسے کیوں بیٹھے ہو کھانا کھاؤ۔"

"تم شروع کرو گی تو ہم بھی کھائیں گے۔" آصف جاہ نے کہا تو فوراً چاول کا چمچ منہ میں ڈال کر بولی۔

"لو میں نے شروع کردیا۔" پھر کھانے کے دوران آصف جاہ نے اچانک نگار سے پوچھا۔

"کب ہے آپ کی شادی؟"

"پتا نہیں۔" وہ اندر تک سلگ گئی۔

"کیا مطلب کوئی پرابلم ہے۔" آصف جاہ سنجیدہ ہوا۔

"نہیں، اصل میں امی بھائی کی شادی بھی ساتھ ہی کرنا چاہتی ہیں۔" نگار نے کنکھیوں سے صبا کو دیکھ کر کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔" آصف جاہ غالباً خاموشی توڑنے کی خاطر بول رہا تھا اور نگار کو موقع مل گیا۔

"دعا کریں بھائی جس لڑکی کو پسند کرتے ہیں وہاں بات بن جائے۔"

"بن جائے گی، بن جائے گی۔" آصف جاہ ترنگ میں بولا تب صبا کو کہنا پڑا۔

"کیسے بن جائے گی؟ جب لڑکی ہی اسے پسند نہیں کرتی، منع کر چکی ہے اس کے رشتے سے......"

"ہیں......!" آصف جاہ نے ایک دم نگار کو دیکھا تو وہ جزبز ہونے لگی اور صبا کو یہ بھی اچھا نہیں لگا کیونکہ بہرحال اس کی کزن تھی۔

"جاذب کے لیے لڑکیوں کی کیا کمی، مامی جی سے کہو کہیں اور بات چلائیں۔"

"ہاں، میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔" نگار کو کہنا پڑا اس کے ساتھ ہی اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا تھا۔

پھر کھانے کے بعد صبا نے بہت اسے روکا کہ شام میں چلی جانا وہ خود اسے چھوڑ آئے گی لیکن نگار رکنے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ آتے ہوئے اس نے تپتی دھوپ کی پروا نہیں کی تھی اور اب تو اندر باہر سب جل رہا تھا جبکہ دھوپ کی شدت میں کمی آ چکی تھی۔

❁......❁......❁

نشاء نے جب سے سنا تھا کہ تایا ابو اس کے لیے بہت حساس ہو رہے ہیں، وہ ان سے ملنے کو بے چین تھی اور اب تو ثریا کی طرف سے بھی پابندی نہیں تھی وہ آرام سے جا سکتی تھی لیکن صرف ثانیہ کی وجہ سے رکی ہوئی تھی پھر اس دن احسن کا فون آیا۔ انہوں نے بتایا کہ ثانیہ اپنی امی کے

پاس کچھ دن رہنے گئی ہے تب وہ بھی رہ نہیں سکی اور اس وقت ثریا سے اجازت لے کر جلال احمد کے پاس آ گئی۔

"میری بچی......" جلال احمد نے کتنی دیر اسے سینے سے لگائے رکھا آنسو قطرہ قطرہ اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے جب اسے گیلے پن کا احساس ہوا تب وہ تڑپ کر ان سے الگ ہوئی۔

"تایا ابو...... آپ مجھے مار ڈالیں لیکن خدا کے لیے روئیں نہیں۔"

"میں کہاں رو رہا ہوں بیٹا...... اور میں کیوں روؤں گا۔ جس کی تمہارے جیسی بیٹی ہو اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔" جلال احمد نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر کہا تو وہ دل گرفتگی سے بولی۔

"پھر بھی میری ذات آپ کے لیے دکھ کا باعث تو بنی ناں۔"

"نہیں بیٹا...... تمہاری ذات سے صرف خوشی کا احساس ملتا ہے، تم ہمیشہ سے اس گھر کی رونق ہو۔ ابھی دیکھو تمہارے آنے سے کیسی روشنی پھیل گئی ہے، درو دیوار چمکنے لگے ہیں۔"

"یہ آپ کی محبت ہے تایا ابو۔" وہ ان کے ہاتھ چوم کر کہنے لگی۔ "بس کچھ دنوں کی بات ہے مونی آ جائے پھر میں یہیں رہوں گی۔"

"تم نے کیا خود سے مونی کے آنے کی شرط باندھ لی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ قصداً مسکرا کر بولی۔

"یہی سمجھ لیں اور اب آپ جلدی سے بتائیں رات کے کھانے میں کیا کھائیں گے؟"

"کھانے کی فکر مت کرو خانساماں ہے۔"

"لیکن ابھی میں خود آپ کے لیے پکاؤں گی، کہیں آپ میرے ہاتھ کا ٹیسٹ بھول تو نہیں گئے۔" وہ بہت خوب صورتی سے ان کے دل کا بوجھ کم کر رہی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا...... تمہارے ہاتھ کا ٹیسٹ کیسے بھول سکتا ہوں، تمہارے کڑوے کریلے تک یاد ہیں۔" انہوں نے ہنس کر چھیڑا تو وہ بچوں کی طرح بسوری۔

"تایا ابو......"

"اچھا ابھی تو تم مجھے کچھ ٹھنڈا پلا دو اور خود بھی پیو۔" جلال احمد نے اس کا دل رکھنے کی خاطر فرمائش کی۔

"ابھی لائی۔" وہ فوراً اٹھ کر کچن میں آ گئی۔

خانساماں کونے میں اسٹول پر بیٹھا ائرفون کانوں میں لگائے جھوم رہا تھا، اسے دیکھ کر بوکھلا کر کھڑا ہوا تو وہ ہاتھ سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے فریج چیک کرنے لگی۔ موسم کے سارے پھل موجود تھے، اسے پتا تھا جلال احمد مینگو شیک شوق سے پیتے ہیں۔ وہ وہی بنا کر لے آئی اور شیک پینے تک ان کے ساتھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اتنے دن بند رہنے کی وجہ سے کمرے میں عجیب سی بساند نے ڈیرہ جما لیا تھا۔ اس نے پردے سمیٹ کر ساری کھڑکیاں کھول دیں اور فل اسپیڈ پر پنکھا آن کر کے متلاشی نظروں سے چاروں اور دیکھنے لگی پھر اس کی نظریں اس ٹیبل پر ٹھہر گئیں جس پر محسن کی دوائیں رکھی تھیں۔ وہ کسی خواب کے عالم میں چلتے ہوئے ٹیبل کے قریب آئی اور ایک ایک میڈیسن اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"تم ناحق مجھے دوائیں پلاتی رہی اگر اول روز اعتراف کر لیتیں تو میں جی اٹھتا۔" اس کی سماعتوں میں سرگوشی ابھری تھی۔

"مونی......" ہونٹوں کی بے آواز جنبش کے ساتھ ہی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی اتر آیا اور چھلکنے کو تھا کہ عقب سے احسن کی آواز پر وہ جلدی سے پلکوں تک آیا پانی انگلیوں کی پوروں پر سمیٹنے لگی۔

"تم رو رہی ہو۔" احسن قریب آ گئے۔

"نہیں بس یونہی۔" وہ غیر محسوس طریقے سے ان سے دور ہٹ گئی۔

"تم ابھی تک ہر کام بس یونہی کرتی ہو۔" وہ گئے دنوں کی بات یاد دلا کر کہنے لگی۔ "وقت بدل گیا ہے، ہم بدل گئے رشتے بھی بدل گئے پھر تم کیوں نہیں بدلیں۔"

"میرے دل کی دنیا جو بدل گئی۔" اس نے دھیرے

سے جتایا۔

"ہوں.....'' احسن نظریں چرا کر دوسری سمت دیکھنے لگے، لمحے چپ چاپ سرکتے چلے گئے شاید ان کا ذہن ماضی میں بھٹکنے لگا تھا۔

"کتنی خاموشی ہے۔'' وہ گھبرا کر بول اٹھی۔ "حالانکہ پہلے بھی ہم زیادہ افراد تو نہیں تھے پھر بھی گھر بھرا بھرا لگتا تھا۔''

"اس لیے کہ ہم سب آپس میں جڑے ہوئے تھے اب جانے کیسے ہمارے بیچ اجنبیت کی دیواریں کھڑی ہوگئی ہیں۔ ہم اپنے دکھ سکھ سب ایک دوسرے سے چھپانے لگے ہیں۔ کتنے احمق ہیں ہم، ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے دکھ سکھ ابھی بھی سانجھی ہیں۔'' آخر میں ان کے ہونٹوں پر تاسف بھری پھیکی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔ کتنی دیر وہ اس کے بولنے کا انتظار کرتے رہے پھر اچانک اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"تمہیں یاد ہے تم اپنی ہر چھوٹی بڑی بات یہاں تک کہ خواب اور خیال بھی مجھ سے شیئر کیا کرتی تھی؟'' اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نشاء کی آنکھوں میں گئے دنوں کا عکس جھلملانے لگا تھا۔

"پھر اب کیا ہوا؟ بے شک وقت بدل گیا۔ رشتے بدل گئے لیکن وہ ایک رشتہ جس میں ہم ازل سے جڑے ہیں وہ تو نہیں بدلنے والا، تم کل بھی میری عم زاد تھیں آج بھی میری عم زاد ہو۔''

"میں نے کب اس سے انکار کیا ہے۔'' وہ چونک کر بولی۔

"اپنے عمل سے تو نفی کررہی ہو۔'' انہوں نے زور دے کر کہا۔

"نہیں احسن بھائی!''

"اگر نہیں تو مجھے بتاؤ تم کیا سوچتی ہو کیوں اپنا گھر چھوڑ کر میکے جا بیٹھی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو ہم نے تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ ہم تمہارا خیال نہیں کررہے، تمہارا دکھ محسوس نہیں کررہے۔ یہ صرف تمہارا دکھ نہیں ہے نشاء! مونی تمہارا شوہر ہے اور میرا بھائی ہے۔ وہ بھائی جس کے لیے میں سب کچھ قربان کرسکتا ہوں، جانتی ہو ناں۔'' ان کے اندر جانے کب سے غبار بھرا تھا۔

"جانتی ہوں، سب جانتی ہوں احسن بھائی...... لیکن آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

"کیا غلط سمجھ رہا ہوں؟''

"میں اس لیے میکے نہیں جا بیٹھی کہ یہاں کسی کو میرا خیال نہیں بلکہ یہاں مجھے مونی نہیں رہنے دیتا۔ کبھی نیند سے اٹھاتا ہے، کبھی کھڑکی سے جھانکتا ہے، کبھی الماری میں چھپ جاتا ہے۔ ہر پل ہر آہٹ پر اسی کا گمان مجھے پاگل کررہا تھا، میں مر جاتی۔'' وہ ٹوٹ کر بولی تھی۔ "میں مرنے سے نہیں ڈرتی، مر جاؤں گی کسی دن لیکن ابھی نہیں۔ میں ابھی نہیں مرنا چاہتی، مونی کو دیکھے بنا میں نہیں مرنا چاہتی۔ میں ایک بار بس ایک بار اسے دیکھ لوں۔''

"نشاء.....'' اس کی آنکھوں سے ایک تواتر سے بہتے آنسوؤں میں چند قطرے احسن کی آنکھوں سے ٹپک کر گویا اس کی محبت کو خراج پیش کررہے تھے۔

"تم مونی کو دیکھو گی ضرور دیکھو گی اور صرف دیکھو گی نہیں اس کے سنگ زندگی کی ہر خوشی سمیٹو گی۔'' انہوں نے اس کے بہتے آنسوؤں کے نیچے اپنے ہاتھوں کا پیالہ بناتے ہوئے کہا تھا۔ دور کہیں وقت کا پنچھی مسکرا رہا تھا۔

❀......❀......❀

صبا نے ریان کو زیادہ انتظار نہیں کروایا، جیسے ہی ملازمہ نے ریان کے آنے کا بتایا وہ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھانے کا کہہ کر چند لمحوں بعد ہی خود بھی ڈرائنگ روم میں آئی تو ریان ابھی بیٹھا بھی نہیں تھا۔

"السلام علیکم!'' صبا نے سلام میں پہل کی تو وہ چونک کر بولا۔

"جی وعلیکم السلام!''

"بیٹھو.....'' صبا نے اسے بیٹھنے کا کہہ کر ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا پھر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔ "مجھے مریم نے تمہارے بارے میں بتایا ہے۔''

"جی...... میں تو بہت پہلے آپ کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن مریم نے بتایا تھا اس کی فیملی میں کچھ سانحے ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے وہ میرا آنا مناسب نہیں سمجھ رہی تھی۔" ریان بہت سلجھے انداز میں بات کررہا تھا لیکن صبا کو یہ سب نوٹس کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ اس کے بارے میں ساری معلومات پہلے ہی حاصل کرچکی تھی۔

"تو تم مریم کے لیے سنجیدہ ہو؟"

"سنجیدہ نہ ہوتا تو آپ کے پاس کیوں آتا۔" اس کے جواب پر وہ محظوظ ہوکر بولی۔

"یہ تو ہے۔"

"میں کوئی بڑے دعوے نہیں کروں گا میڈم!" ریان نے بھی اتنا کہا تھا کہ اس نے ٹوک دیا۔

"اوں ہوں، میڈم نہیں آپی۔ مریم مجھے صبا آپی کہتی ہے۔"

"تھینک یو آپی!" ریان کو گویا قبولیت کا اشارہ مل گیا تھا۔ "میرا خیال ہے مجھے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اب۔"

"کیا لوگے، چائے، کافی یا سوفٹ ڈرنک۔" صبا نے قصداً اس کی بات نظر انداز کرکے پوچھا تو وہ بلاتکلف بولا۔

"سوفٹ ڈرنک۔" صبا خود جاکر ملازمہ سے سوفٹ ڈرنک کے ساتھ دیگر لوازمات کا کہہ کر واپس آکر بیٹھی تو کہنے لگی۔

"ایسا ہے ریان کہ میں ان دنوں ایک کام میں مصروف ہوں، تم اور مریم مل کر اپنی شاپنگ کرلو پھر میں اپنے کام سے فارغ ہوکر تمہاری شادی طے کرسکوں گی۔"

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" اس نے کہا تب ہی ملازمہ پوری ٹرالی سجا کر لے آئی لیکن ریان نے جانے تکلف کیا یا واقعی اسے کسی کام سے جانا تھا کہ صرف سوفٹ ڈرنک پر اکتفا کرکے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں پھر ان شاء اللہ فرصت سے آؤں گا آپی...... جب تک آپ بھی اپنے کام سے فارغ ہوجائیں گی، ویسے کتنے دن لگیں گے؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتی، دعا کرو میرا کام ہوجائے۔" صبا کو محسن کی تلاش میں نشاء کے ساتھ جانا تھا اسی حساب سے کہہ رہی تھی۔

"ان شاء اللہ جلد ہوجائے گا۔"

"اوکے، اپنا خیال رکھنا۔" وہ اسے چھوڑنے گیٹ تک آئی پھر واپس اندر جارہی تھی کہ برآمدے کی سیڑھیوں پر آصف جاہ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔

"صرف بہنوں کی فکر، اپنے بارے میں بھی سوچو۔"

"کیا سوچوں؟" قدرے بے نیازی سے پوچھا۔

"اب یہ بھی میں بتاؤں، سوری مجھے گھسی پٹی باتیں دہرانے کا کوئی شوق نہیں کہ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ آگے لمبی زندگی پڑی ہے، تنہا نہیں کٹے گی وغیرہ وغیرہ۔" آصف جاہ نے کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

"کچھ بھی نہ کہا اور کہہ بھی گئے۔"

"سمجھ لیا تو اب بتا بھی دو، کیا سوچا ہے تم نے، میرا مطلب ہے اپنے بارے میں۔" آصف جاہ نے سنجیدہ ہوکر پوچھا تو وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"ابھی تک تو کچھ نہیں۔"

"کیوں......؟" جارحانہ انداز میں پوچھا۔

"تم جو سوچ رہے ہو۔" بلاارادہ اس کے ہونٹوں سے پھسلا اور آصف جاہ نے اسی پر گرفت کرلی۔

"اس کا مطلب ہے تم اپنے بارے میں سوچنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار مجھے سونپ رہی ہو۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" وہ ٹپٹائی۔

"نہ کہو لیکن اس خیال سے مطمئن تو ہو کہ تمہارے بارے میں میں سوچ رہا ہوں۔" آصف جاہ اس فیصلے کی گھڑی کو کھونا نہیں چاہتا تھا، ڈٹ گیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ کہہ کر جانے لگی لیکن آصف جاہ پھر سامنے آگیا۔

"کچھ ہونے میں کتنا وقت لگے گا، پانچ، دس، بیس سال چاہے سو سال میں تمہیں یہیں کھڑا ملوں گا۔"

"تم......"

"ہاں میں دل سے اپنانا چاہتا ہوں تمہیں۔" آصف جاہ نے فوراً کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔
"بنٹی بھی یہی چاہتا ہے کہ ہم شادی کرلیں۔" آصف جاہ نے بتایا تو وہ اچھل پڑی۔
"کیا.....؟"
"ہاں جس کے خیال سے تم کترا رہی ہو جب وہی راضی ہے تو تمہیں بھی منع نہیں کرنا چاہیے۔"
"میں نے کب منع کیا ہے۔" وہ پھر بے سوچے بول گئی۔
"ہُرا....." آصف جاہ نے خوشی سے بھرپور نعرہ لگایا تب اسے احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط کہہ گئی ہے۔
"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔"
"بس مزید کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اب میں بنٹی کو خوش خبری سنادوں کہ خاتون مان گئی ہیں۔" آصف جاہ نے کہہ کر بنٹی کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔
"اُف....." وہ دانت پیسنا چاہتی تھی لیکن اچانک دل نے عجب انداز میں دھڑک کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

❀......❀......❀

ریان اور مریم دونوں بہت خوش تھے ایک دوسرے کی پسند سے شاپنگ کرتے پھر رہے تھے۔ مریم ریان کے لیے جس شرٹ، ٹی شرٹ، جینز اور سوٹ پر ہاتھ رکھتی ایان وہی لے لیتا۔ اسی طرح مریم اپنی ہر شے ریان کی پسند سے لے رہی تھی دوپہر سے شام ہوگئی شاپنگ تو مکمل نہیں ہوئی لیکن مریم تھک گئی تھی۔
"بس ریان باقی بعد میں اب میں مزید نہیں چل سکتی۔" مریم نے کہا تو ریان نے رک کر اسے دیکھا اس کا چہرہ بھی تھکا تھکا لگ رہا تھا۔
"چلو تم یہاں بیٹھو میں پہلے سامان گاڑی میں رکھ آؤں۔" ریان نے اسے فوڈ کارنر پر بٹھایا اور اس کے اپنے سارے شاپرز لے کر چلا گیا اسے یونہی خالی بیٹھنا عجیب سا لگا اٹھ کر سینڈوچز کے ساتھ کولڈ ڈرنک لے آئی اور ریان کے آنے پر پلیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"مجھے یہ سینڈوچ بہت پسند ہیں تمہیں پتا نہیں کیسے لگیں۔"
"میری پسند تم سے مختلف نہیں ہے۔" ریان نے کہتے ہوئے سینڈوچ اٹھالیا۔
"ہاں ریان! اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔" مریم نے اچانک یاد آنے پر کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔
"وعدہ....."
"ہاں اب مجھے بتا ہی دو کہ تم نے مجھے کب کہاں دیکھا تھا اور میرا نمبر کہاں سے لیا تھا۔ دیکھو ٹالنا مت تم نے وعدہ کیا تھا۔ شادی سے پہلے تم مجھے سب بتادو گے۔" مریم نے اسے یاد دلایا تو وہ مسکرا کر بولا۔
"کیا کروگی یہ سب جان کر۔"
"ریان پلیز میں اکثر سوچ کر حیران ہوتی ہوں کہ تم کہاں سے آگئے۔"
"نہ آتا.....؟" وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہورہا تھا۔
"نہ آتے تو میں مرجاتی۔" وہ اپنی تنہائی کا سوچ کر افسردہ ہوئی۔
"ارے....." وہ اس کی افسردگی سے بے چین ہوا۔ "اس لیے تو میں آیا میں تمہیں مرنے نہیں دینا چاہتا تھا۔" وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی پلکیں جھپک کر اپنے اندر اتارنے لگی تو ریان کو وہ اول روز جیسی لگی تب وہ اسی وقت میں کھو کر کہنے لگا۔
"ایسا ہے مریم کہ میں نے تمہیں پہلے بار لبنیٰ آنٹی کے ساتھ کلب میں دیکھا تھا شاید تم زبردستی لائی گئی تھیں اتنی خوب صورت گیدرنگ میں الگ تھلگ افسردہ سی بیٹھی پہلی نظر میں مجھے اٹریکٹ کرگئی تھی۔ اس کے بعد تم مجھے کلب میں نظر نہیں آئی اور میں تمہیں ڈھونڈتا پھرا پھر ایک روز میں نے سنا لبنیٰ آنٹی اپنی کسی دوست سے تمہارا ذکر کررہی تھیں۔ وہ تمہاری طرف سے متوحش تھیں کہ تم کسی سے

بات نہیں کرتیں، کمرے میں بند رہتی ہو پھر وہ تمہیں سائیکی قرار دے رہی تھیں۔ تب میں نے ٹھان لی کہ میں تمہیں اس بند کمرے سے نکال لاؤں گا اور دیکھو نکال لایا۔" آخر میں اس نے اپنے کارنامے کو خود ہی سراہنے کا پوز مارا تھا۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔

"بس یا اور کچھ......" ریان نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر کہا تو وہ چونک گئی۔

"بس اور اب چلو بہت دیر ہوگئی۔" وہ کہنے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیر تو نہیں ہوئی لیکن تم تھک گئی ہو خیر چلو۔" ریان اس کے خیال سے اٹھ گیا۔

وہ لدی پھندی گھر آئی تو ثریا اور نشاء مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں وہ فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل لے کر لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی۔ جب ثریا اور نشاء نماز سے فارغ ہوکر آئیں تو وہ انہیں اپنی شاپنگ دکھانے لگی۔

"ماشاء اللہ...... اللہ سب پہننا اوڑھنا نصیب کرے، آمین۔" ثریا نے صدق دل سے سراہ کر دعا دی پھر کہنے لگی۔

"بیٹا تمہارے ابو کا فون آیا تھا، تمہارا پوچھ رہے تھے۔"

"آپ نے کیا کہا آنٹی!" مریم پریشان ہوگئی۔

"میں نے کہا میری بیٹی میرے پاس بہت خوش ہے اور اپنی شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہے۔" ثریا نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھو کر بتایا تو وہ اس سے لپٹ گئی۔

"میں سچ مچ آپ کی بیٹی ہوں آنٹی!"

"آنٹی......!" ثریا نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیا۔

"جب میری بیٹی ہو تو آنٹی کیوں، امی کہو۔"

"امی...... امی...... امی......" وہ کہنے کے ساتھ ثریا کے گالوں پر پیار کرتی جارہی تھی اور نشاء کھلتی مسکراہٹ کے ساتھ نظروں سے اس کی بلائیں لے رہی تھی۔

❀......❀......❀

رات کا آخری پہر تھا، فجر سے کچھ پہلے جب وہ پھر اسی منظر میں بھٹک رہی تھی اور اب کہیں دور سے کوئی آواز بھی آتی محسوس ہورہی تھی اس نے پورا دھیان لگا کر سننے کی کوشش کی تو ہوا کے دوش پر سفر کرتا کوئی کوئی لفظ اس کی سماعتوں سے ٹکرانے لگا۔

عشق تے آتش دوویں برابر
آتش نوں پانی بجھا دے
تے دسو عشق دا دارو کیڑا

پھر عجیب سی دھمک کے ساتھ گھنگھروں کی جھنکار سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل کسی اتھاہ میں ڈوب رہا تھا سینے پر ہاتھ رکھ کر اس نے خود کو سہارا دیا پھر ایک دم اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ چاروں طرف سے آتی فجر کی اذان نے سماں سا باندھ دیا تھا۔ اس نے گلاس وال سے لگ کر پوری اذان سنی پھر وضو کر کے جائے نماز بچھالی تو نیت باندھنے کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے جھڑی لگ گئی تھی۔ نماز کے بعد وہ بھی کتنی دیر سجدے میں گری روتی رہی۔

"الٰہی مجھے میرے مونی سے ملادے۔"

محبت بھی تو نے کیا چیز بنائی ہے یارب
لوگ تیرے در پہ آکر روتے ہیں کسی اور کے لیے

"نشاء......" ثریا نے پکارنے کے ساتھ اسے دونوں کندھوں سے تھاما تب اس نے سجدے سے سر اٹھایا تھا۔

"نشاء......" اس کا چہرہ دیکھتے ہی ثریا کے دل پر گھونسہ پڑا تھا۔ "میری جان رو رو کر کیا حالت بنالی ہے تم نے۔"

"امی...... میں مونی کے پاس جاؤں گی۔" وہ ثریا کے سینے میں منہ چھپا کر پھر رو پڑی۔

"بیٹا...... اس کا پتا تو چلے۔"

"مجھے پتا ہے، مجھے پتا ہے امی...... وہ کہاں ہے، آپ صبا کو بلائیں......" وہ مچلی۔ "صبا کو بلائیں امی...... میں اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"اچھا، تم پہلے اپنے آپ کو تو سنبھالو۔" ثریا اسے پچکار کر بولی۔ "جاؤ منہ ہاتھ دھوؤ میں تمہارے لیے ناشتا بنائی ہوں۔"

"نہیں...... آپ صبا کو بلائیں بس۔" وہ کسی طرح

سنبھل نہیں رہی تھی۔

"اسے بھی بلاتی ہوں بلکہ منہ دھو کر تم خود اسے فون کرو جاؤ شاباش۔" ثریا نے اسے فون کرنے کو کہا تب وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی اور کمرے میں آ کر پہلے صبا کو فون کیا تو اُدھر اس نے نیند میں کال ریسیو کی تھی۔

"کون......؟"

"تم ابھی تک سو رہی ہو صبا...... پلیز اٹھ جاؤ۔" اس نے زچ انداز میں منت کی تو صبا جیسے ایک دم اٹھ بیٹھی۔

"نشاء......! خیریت تو ہے؟"

"اگر میری خیریت چاہتی ہو تو فوراً آ جاؤ اور مجھے مونی کے پاس لے چلو ورنہ میں اکیلی چلی جاؤں گی۔" اس نے کہا تو صبا غالباً ٹائم دیکھ کر بولی۔

"اتنی صبح......"

"ہاں بس ابھی۔" اس نے دھونس سے کہہ کر سیل آف کر دیا پھر الماری کھول کر کھڑی ہو گئی۔

"مونی کو...... مونی کو...... ہاں یہ کلر پسند ہے۔" وہ آسمانی رنگ کا سوٹ لے کر واش روم میں بند ہو گئی اور تقریباً دس منٹ میں شاور لے کر نکلی تو ثریا نے پکارا۔

"جی امی......" وہ گیلے بال جھٹکتے ہوئے چلی آئی۔

"بیٹا ناشتا......" ثریا ناشتے کے لوازمات ڈائننگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

"امی میں بنا لیتی ہوں۔" وہ شرمندہ ہوئی۔

"روز تو بناتی ہو آج میں نے بنا لیا۔" ثریا نے کہتے ہوئے اسے دیکھا تو نظریں اسی پر ٹھہر گئیں حسن جہاں سوز کی مکمل تصویر لگ رہی تھی وہ۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں امی؟" وہ قدرے کنفیوژ ہوئی۔

"اللہ تمہارا سہاگ سلامت رکھے آمین۔" ثریا نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چوم کر دعا دی تو وہ بڑی آس سے پوچھنے لگی۔

"مجھے مونی مل جائے گا نا امی......؟"

"ان شاء اللہ ضرور ملے گا، چلو اب جلدی سے ناشتا کرلو۔ صبا آ گئی تو تمہارا ناشتا رہ جائے گا۔"

"آپ بھی بیٹھیں نا۔"

"ہاں ہاں۔" ثریا بیٹھی تو پوچھنے لگی۔ "ویسے تمہیں جانا کہاں ہے؟"

"ابھی میں کچھ نہیں بتا سکتی امی! بس آپ دعا کریں۔" وہ کہہ کر ناشتے میں مصروف ہو گئی لیکن اس کا دھیان صبا کی طرف تھا اور صبا اس کے بار بار فون کرنے کے باوجود دس بجے آئی تو وہ اس سے سخت نالاں تھی۔

"اصل میں......" صبا صفائی پیش کرنے لگی کہ اس نے ٹوک دیا۔

"بس مجھے کچھ نہیں سننا اب چلو خدا کے لیے۔"

"اچھا امی...... ہم آتے ہیں۔" صبا نے ثریا سے کہا ساتھ ہی آنکھوں سے کچھ اشارہ کیا پھر اس کے پیچھے لپکی جو دروازے کی طرف بڑھ چکی تھی۔

"تم نے پھر خواب دیکھا ہے؟" اپارٹمنٹ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے صبا نے اس سے پوچھا لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔

"بہرحال میں نے آصف جاہ کو ساری سچویشن بتا دی ہے وہ ہمیں لے جائے گا۔" صبا نے خود ہی کہا تو وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"دیکھو شہر سے باہر ہم اکیلی لڑکیاں نہیں جا سکتیں، کسی مرد کا ہونا ضروری ہے۔" صبا کی بات اس کی سمجھ میں آ گئی اس لیے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا پھر آصف جاہ کو سلام کر کے پچھلی نشست پر بیٹھ گئی تو فوراً ہی اس کا ذہن اگلی منزلوں میں سفر کرنے لگا جب ہی اس نے دھیان ہی نہیں دیا کہ صبا فرنٹ سیٹ پر بیٹھی آصف جاہ کے ساتھ کیا باتیں کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خواب کا منظر اور سماعتوں میں خواب میں سنی گئی آواز کی بازگشت تھی۔

تقریباً گھنٹے بھر بعد جب گاڑی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی تب اس نے پل بھر کو آنکھیں بند کیں پھر شیشے سے باہر دیکھنے لگی جس اسپیڈ سے گاڑی بھاگ رہی تھی اسی رفتار سے اس کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ جانے کتنا وقت بیت گیا

کتنی منزلیں طے ہوگئیں' سورج اپنی تمازت کھو رہا تھا جب اچانک وہ پوری قوت سے چیخی تھی۔

"روکو......" گاڑی کے بریک یوں چرچرائے کہ اس کی آواز دور تک سنی گئی اور اس سے پہلے کہ صبا سنبھلتی وہ اتر کر ایک سمت بھاگ پڑی۔

"مائی گاڈ...... آصف جلدی کرو۔" صبا آصف کو گاڑی لاک کرنے کا کہتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی پھر اسے بازو سے کھینچ کر چیخی۔

"نشاء...... پاگل ہوگئی ہو کیا؟"

"وہ...... وہ آواز...... سن رہی ہو یہ...... یہی آواز تھی۔"

اس نے پھولی سانسوں میں رک رک کر کہا تو صبا نے پہلے آواز پر غور کیا پھر اسی سمت دیکھا تو کوئی مزار تھا' اتنے میں آصف جاہ قریب آگیا تو نشاء اسے دیکھ کر مزار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"وہاں...... مجھے وہاں جانا ہے۔"

"ریلیکس ریلیکس...... وہیں چلتے ہیں' میں گاڑی لے آؤں۔" آصف جاہ نے نرمی سے کہہ کر صبا کو دیکھا تو اس نے بھی گاڑی لانے کا اشارہ کیا لیکن نشاء صبر نہیں کرسکی' صبا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر پھر بھاگتی چلی گئی۔

"یااللہ......" صبا پریشان ہوکر کبھی اس کے پیچھے دیکھتی' کبھی آصف جاہ کو جو تیز قدموں سے گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا پھر جب وہ گاڑی لے کر آیا نشاء نظروں سے اوجھل ہوچکی تھی۔

"جلدی چلو آصف! وہ لڑکی پاگل ہو رہی ہے۔" صبا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تو آصف جاہ نے فوراً گاڑی آگے بڑھادی پھر مزار کے قریب گاڑی روک کر وہ دونوں اتر کر چند قدم چلے تو آگے لوگوں کا جم غفیر تھا۔

"نشاء......" صبا مزید پریشان ہوگئی' اتنے ہجوم میں وہ نشاء کو کیسے تلاش کرے گی۔ چیخ کر پکارنا فضول تھا کیونکہ عابدہ پروین کی آواز کا جادو چل رہا تھا۔

"چھیتی آویں وے طبیبا نئیں تے میں مرگئی آں
ترے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا"

"آصف......" اس نے بے چارگی سے آصف جاہ کو دیکھا تو اس نے ہاتھ اور آنکھوں سے حوصلے کا اشارہ کیا پھر اسے لے کر لوگوں کے ہجوم میں آگے بڑھنے لگا۔ صبا کو سانس لینا مشکل ہو رہا تھا' اسے لگ رہا تھا اس کا دم گھٹ جائے گا۔ دھکے کھاتے ہوئے وہ دونوں بمشکل ہجوم سے نکلے تو صبا نے اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے۔

"صبا...... تم ٹھیک ہو؟" آصف جاہ نے اس کے کان کے قریب منہ کرکے پوچھا تو آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے ہی وہ سراسیمہ ہوگئی۔ کوئی اور ہی دنیا تھی' عابدہ پروین کی گائیکی پر کچھ ملنگ وجد میں رقص کررہے تھے۔ لمبے چولے' کندھوں سے نیچے جھولتی بال بے ترتیب داڑھیاں' وہ مست تھے۔

اس عشق دے جنگل وچ مور بولیندا
مانوں قبلے تے کعبے سوہنا یار دیندا
مانوں گھائل کر کے فیر خبر نہ لیندا
چھیتی آویں وے چھیتی بوڑیں وے

"نشاء......" آصف جاہ نے آہستہ سے اس کا کندھا ہلا کر ایک طرف اشارہ کیا تو اس نے فوراً ادھر دیکھا' نشاء کچی زمین پر آلتی پالتی مارے ساکت بیٹھی تھی۔ اس کی نظریں رقص کرتے ملنگوں پر جمی تھیں' دونوں ہاتھ معافی کے انداز میں جوڑے انگلیوں کو آہستہ آہستہ حرکت دے رہی تھی۔ صبا نے آصف جاہ کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو بلاؤ اسے جواب میں آصف جاہ نے منع کیا تو وہ پھر نشاء کو دیکھنے لگی جو یوں لگتا تھا جیسے ابھی اٹھ کر ملنگوں میں شامل ہوجائے گی' عجیب کیفیت تھی عابدہ پروین کی آواز نے سماں باندھ رکھا تھا۔

ترے عشق نے ڈیرہ میرے دل وچ کیتا
بھر کے زہر پیالہ میں تے آپے پیتا
ہو مرشد کامل ہون میں یار لگی
چھیتی آویں وے چھیتی بوڑیں وے

ملنگ وجد میں آچکے تھے اور ان میں ایک دائیں بائیں دونوں بازو پھیلائے مسلسل گول گول گھوم رہا تھا۔ پھر غالباً اسے

چلکر آیا تھا وہ گرنے لگا تھا کہ نشاء پوری قوت سے چیخی تھی۔
"مونی....." اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر بھاگی اور گرتے ہوئے کو تھام کر اس کے ساتھ ڈھے گئی۔
"مونی.....مونی....." اس کی پکار میں ایسی تڑپ تھی کہ مونی آسمانوں پر بھی ہوتا تو بھاگا چلا آتا' ابھی تو اس کی بانہوں میں تھا۔
"نشاء....." بند ہوتی آنکھیں ذرا سی کھلی تھیں۔
"تم نے کہا تھا' محبت مُردوں کو زندہ کردیتی ہے' کیا میری محبت میں کمی تھی۔" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیے پوچھ رہی تھی۔
"نہیں....." محسن کی آنکھوں کے پیمانے لبریز ہوکر کناروں سے چھلک گئے۔
"پھر کیوں مرنے کی ٹھان لی' میرے ساتھ چلو ورنہ میں یہیں جان دے دوں گی۔" محسن فوراً اس کا ہاتھ تھام کر اٹھنے لگا کیونکہ جان گیا تھا کہ صرف جان دینے کی بات نہیں ہے وہ سچ مچ جان دے دے گی۔
پھر ایک عالم نے دیکھا دونوں ایک دوسرے کو سہارا دے کر چل رہے تھے' ان کے پیچھے آتے ہوئے صبا نے آصف جاہ کا ہاتھ تھاما تو اس نے فوراً گرفت مضبوط کرلی' فضا میں عابدہ پروین کی آواز پھر سے گونجی۔

بلھے شاہ نوں سدو شاہ عنایت دے بوئے
جس نے میکوں لوائے چولے ساوے تے سوئے
جا میں ماری اے اڈی مل پیا اے جیا
ترے عشق نچایا' ترے عشق نچایا

نشاء اور محسن ایک دوسرے کے سہارے چل رہے تھے پھر گاڑی کے قریب پہنچ کر یوں اس کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوئے جیسے طویل مسافت کے بعد کوئی سہارا میسر آیا ہو۔ کتنی دیر دونوں اپنی سانسیں ہموار کرنے میں لگے رہے پھر نشاء اس کی طرف دیکھے بغیر جیسے اپنے آپ سے بولی۔
"کیا جرم تھا میرا۔"
"آزمائشیں بنا کسی جرم کے آتی ہے کیا؟" محسن نے کہا تو وہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ بے ترتیب داڑھی نے اس کے چہرے کے نقوش چھپادیئے تھے' صرف آنکھیں واضح اور نمایاں تھیں۔
"ہاں نشاء..... مجھے تمہاری آزمائش مطلوب تھی کہ تم میرا انتظار کرتی ہو یا....."
"یہ انتظار میری جان بھی تو لے سکتا تھا۔" وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔
"جان تو ہماری..... ساتھ ہی جائے گی۔" وہ اس کی پلکوں کے کنارے ٹھہرا آنسو اپنی انگلی کی پور پر لیتے ہوئے بولا تو نشاء نے اس کی انگلی تھام لی۔
"تم بہت بُرے ہو' صرف مجھے ہی نہیں سب کو رلایا ہے۔"
"میں کیا کم رویا ہوں۔"
"بس اب اور نہیں۔" وہ فوراً بولی۔
"ایک بار' آخری بار..... کیا تمہارا دل نہیں چاہ رہا رونے کو۔" اس نے پوچھا کہ دونوں کی آنکھیں ایک ساتھ یوں برسیں کہ برسات کو مات دے دی۔ تب ہی صبا اور آصف جاہ ان کے قریب آکر رکتے ہی ٹھٹک گئے' صبا نے آصف جاہ کو دیکھا پھر ان سے بولی۔
"یہ کیا پاگل پن ہے؟"
"ڈونٹ وری' ہم اپنے سارے آنسو اسی صحرا میں چھوڑ جانا چاہتے ہیں۔" محسن نے کہا پھر نشاء کو آنکھ مار کر ہنسا تو نشاء بھی ہنسنے لگی۔ بھیگے چہروں پر ہنسی برسات میں جلترنگ کا سماں باندھ رہی تھی۔ صبا محظوظ ہوکر مسکرائی پھر آصف جاہ کو دیکھا وہ بھی اس خوب صورت ملن پر مسکرا رہا تھا۔

(ختم شد)

کیا ایسے کم سخن سے کوئی گفتگو کرے
جو مستقل سکوت سے دل کو لہو کرے
اب تو ہمیں بھی ترکِ مراسم کا غم نہیں
پر دل یہ چاہتا ہے کہ آغاز تو کرے

کمرے میں میوزک کی تیز آواز گونج رہی تھی، پورا کمرہ ابتری کا شکار تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر کھانے کے برتن جھوٹے پڑے اپنی بے بسی پر ماتم کناں تھے۔ بیڈ کی چادر نیچے گری ہوئی تھی اور وہ اردگرد سے بے نیاز میوزک سننے میں اتنا مگن تھا کہ ثناء بیگم کے اندر آنے کا بھی اسے علم نہ ہوا نہایت غصے میں انہوں نے سسٹم بند کرکے اسے جھنجھوڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے وہاب! تمہیں تمیز نہیں ہے کہ اذان ہورہی ہے، اتنی تیز آواز میں میوزک سن رہے ہو کم از کم رمضان کا ہی خیال کرو۔ تمہاری دادی نے میرا جینا حرام کررکھا ہے غلطیاں تم لوگ کرو اور وہ بار بار مجھے سناتی ہیں۔ خود تو بیماری کی وجہ سے اوپر نیچے کر نہیں سکتیں، میرا دماغ خراب رکھا ہے کہ یہ مت کرو وہ مت کرو، اذان ہورہی ہے، گانے بند کراؤ۔ سچ میں سر میں درد ہوجاتا ہے، اب تم یہ بند کرو اور اسے دوبارہ مت کھولنا سمجھے تم۔"

اسے نہایت سختی سے وارن کرکے وہ زور سے دروازہ بند کرکے واپس چلی گئی تھیں۔

❀......❀......❀

"ولید آپ اپنی امی کو کیوں نہیں سمجھاتے یہ آج کل کی ینگ جنریشن ہے ان کے اپنے طور طریقے ہیں۔ اب خدانخواستہ کسی ناجائز یا غلط کام میں تو ملوث نہیں جو وہ ہر وقت میرے بچوں کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔" ولید کے آفس سے آتے ہی حسب معمول ثناء بیگم ساس کی برائیاں اور شکایتیں لے کے بیٹھ گئی تھیں، انہیں اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ وہ تھکے ہارے آفس سے لوٹے ہیں۔

"ثناء آخر تمہیں کیا پرابلم ہے اماں سے، وہ سارا دن ایک طرف پڑی رہتی ہیں۔ کیا چاہتی ہو تم کہ میں انہیں گھر سے نکال دوں، اکلوتی اولاد ہوں ان کی اور مرتے دم تک وہ میری ذمہ داری ہیں اور یہ بات تم سمجھ لو کہ میں ان کی شان میں کوئی بھی گستاخی کبھی معاف نہیں کروں گا۔ کیا کمی ہے تمہیں، گھر میں اتنے نوکر چاکر ہیں، کبھی کوئی کام نہیں کرنا پڑتا صرف بچوں کی اور اماں کی ہی ذمہ داری ہے نہ تم یہ وہ بھی ٹھیک سے نہیں ادا کرسکتیں تم

بولو۔" آج وہ چپ نہیں رہے تھے' پھٹ پڑے تھے' ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ انہوں نے اتنے تلخ لہجے میں ان سے بات کی تھی وہ حیرت سے ان کا منہ تکتی رہ گئی۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے نہ اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں آج آپ؟" وہ حقیقتاً حیرت زدہ رہ گئی تھیں۔

"تمہیں اس سے مطلب' تمہیں تو بس پیسوں سے مطلب ہے اتنے پیسے چاہئیں اور یہ سب کرنا ہے۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ بزنس کی کیا حالت چل رہی ہے' نقصان پہ نقصان ہو رہا ہے مسلسل۔ مگر تم لوگوں کے شاہانہ خرچوں میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بس اضافہ ہی ہو رہا ہے دن بہ دن۔ مجھے تو بس بل پکڑا دیتے ہو تم لوگ کہ یہ بھر دو کبھی سوچا کہ کہاں سے بھروں گا۔ تمہارے پاس صرف شکایتیں کرنے کا وقت ہوتا ہے یہ نہیں کہ دو گھڑی میاں کے پاس بیٹھ کے حال چال پوچھ لو' اتنے سال ہو گئے مگر تم نہ سدھریں۔" بزنس میں ہوتے مسلسل نقصان سے وہ سخت نڈھال ہو گئے تھے ان کی شریک حیات کے پاس تو اتنی فرصت نہ تھی کہ ان کی پریشانیوں کو سمجھتیں۔ ابھی بھی وہ آفس سے سخت پریشانی کی حالت میں نکلے تھے' اس لیے پھٹ پڑے تھے۔ وہ ثناء بیگم سے اتنے بدگمان ہو گئے تھے یہ سن کے خود ثناء بیگم حیران رہ گئی تھیں۔

"پلیز میری بات سنیں۔" انہوں نے نام نہاد صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

"بس اب مزید بحث مت کرنا' جاؤ اور ایک کپ چائے بھجوا دو۔" ان کی بات کاٹ کے انہوں نے نہایت سختی سے کہا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

❁......❁......❁

"یا اللہ اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں میری اولاد اور ان کی اولاد کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھ' ان کی ہر پریشانی و تکلیف کو دور کر۔ میری بہو کو ہدایت سے نواز' یا اللہ! رحم کر میرے بچوں پہ انہیں اچھے برے کی تمیز سکھا۔ انہیں ہدایت دے دے اور ان کے حال پہ رحم فرما۔ یا اللہ میری اولاد کو نواز دے' ہر اس چیز سے جو ان کے حق میں بہتر ہو' اپنی بارگاہ میں میری ان دعاؤں کو قبول فرما' آمین ثم آمین۔" مدھم روشنی میں جائے نماز بچھائے زاروقطار روتی وہ اپنی اولاد اور پوتے پوتی و بہو کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ان کی ہدایت کی خواستگار تھیں' ان کی آنکھوں میں گہرا دکھ تھا' ملال تھا۔ انہوں نے تو اپنے بیٹے کی پرورش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی پھر کیوں اس کی پرورش میں جھول آ گیا۔

بہت چھان پھٹک کر کے انہوں نے ثناء بیگم کو اپنی بہو منتخب کیا تھا مگر وہ بھی روایتی بہوؤں کی طرح ہی نکلیں' بچے بھی جدید دور کی چکا چوند میں اپنا مذہب اپنا اصل بھلا بیٹھے اپنے شوہر عظمت صاحب کے انتقال کے بعد ان کا واحد سہارا و امیدوں کا مرکز ولید ہی تھا اس نے کم عمری میں ہی ان کا کاروبار سنبھالا اور خوب ترقی بھی حاصل کی مگر پھر بھی کسی کی بھی زندگی میں سکون نہ تھا۔

ماہ رمضان کا مہینہ کب آتا کب چلا جاتا پتا ہی نہ چلتا۔ ہاں بس ایک روز بڑی سی افطار پارٹی منعقد کی جاتی جس میں نامور تجارت کار اور ان کے اہل خانہ کو مدعو کیا جاتا ہے جہاں صرف باتیں ہی باتیں ہوتیں پیسوں کی' شہرت کی' اللہ کا شکر اور ذکر نہ تھا۔

یہی ایک دکھ سعیدہ بیگم کو اندر ہی اندر گھلا رہا تھا وہ اس قدر آزردہ ہو چکی تھیں کہ دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گئیں' کھانا ٹائم پر مل جاتا تو کھا لیتیں ورنہ صبر کر لیتیں۔ ہاں بہو کو سمجھانا انہوں نے آج تک نہ چھوڑا تھا شاید کہ کبھی وہ سدھر جائیں سمجھ جائیں۔ وہ اپنے فرض سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھیں ابھی بھی سحری سے فراغت کے بعد وہ نماز و دعا میں مشغول تھیں کہ ہلکی سی آہٹ سے دروازہ کھلا اور ولید اندر داخل ہوئے تھے وہ وہیں نیچے ماں کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ سعیدہ بیگم نے دعا مکمل کر کے نہایت محبت سے انہیں دیکھا تھا۔

"خیریت بیٹا! اتنی صبح صبح کوئی کام تھا کیا' تم تو سحری میں بھی نہیں اٹھتے اب نہ ہی روزہ رکھتے ہو۔ یہ

تعلیم تو نہ دی تھی بیٹا میں نے تمہیں۔'' وہ ماں تھیں سو شکوہ کر بیٹھیں۔

''مجھے شرمندگی ہے اماں! مگر کیا کروں نہ میری آنکھ کھلتی ہے نہ ہی ثناء مجھے اٹھاتی ہے اماں آپ میرے لیے دعا کیا کریں نہ میں بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ کاروبار میں مسلسل نقصان ہورہا ہے سمجھ نہیں آرہا کیا کروں میری تو راتوں کی نیند اڑ گئی ہے اگر یہی حال رہا تو ہم سڑک پر آجائیں گے۔'' نہایت پریشانی سے انہوں نے ماں کے جھریوں زدہ چہرے کو دیکھا تھا انسان چاہے کتنا ہی اونچائیوں پر چلا جائے لوٹتا اپنے اصل کی طرف ہی ہے وہ بھی بھلے اپنی مصروفیات میں الجھ کے ماں سے دور ہو بیٹھے تھے لیکن آج لوٹ کے وہیں آئے تھے بھلا کون ماں کی جگہ لے سکتا ہے۔

''بیٹا! یہ سب ہمارے ہی گناہوں کی سزا ہوتی ہے اگر تم روز قرآن پاک کی تلاوت بمعہ ترجمہ کرتے تو سمجھ پاتے کہ آزمائش وسزا اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷۹ میں ارشاد فرماتا ہے کہ......

'اے انسان تجھ کو جو کوئی خوش حالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آئے وہ تیرے ہی سبب سے ہے اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔''

بیٹا! میں تو ہر لمحہ تمہارے لیے دعا کرتی ہوں لیکن تم بھی ذرا اللہ کی آیات پر غور وفکر کرو اور اپنے اعمال پر غور کرو۔ ابھی بھی وقت ہے اللہ بہت غفور ورحیم ہے۔'' نہایت محبت سے انہوں نے اس کے ہاتھ کو تھام کے سمجھایا تھا یہ ماں کی باتوں کا ہی اثر تھا وہ خود کو کافی ہلکا محسوس کررہے تھے۔ کچھ سوچ کر انہوں نے ماں سے اجازت چاہی پھر نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سالوں بعد ہی سہی بہرحال انہیں نماز کا خیال تو آیا تھا۔

❁......❁......❁

''تمہارا کلر کافی ڈل لگ رہا ہے آج جا کے فیشل وغیرہ کروالینا کچھ ہی دنوں میں افطار پارٹی بھی ارینج کرنی ہے۔ اپنے آپ پر توجہ دو میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی کسی سے بھی کم نظر آئے۔'' اریشہ کو اپنے نیلز فائل کرتے دیکھ کر انہوں نے نرمی سے ٹوکا تھا۔

''ڈونٹ وری مام! میں ویسے بھی آج فیشل کے لیے جانے والی تھی۔'' ایک نظر اس نے سر اٹھا کے ماں کو دیکھا پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ دن بھر فرینڈز کے ساتھ گھومنا اور نت نئے فیشن اپنانا ہی اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ سعیدہ جو کب سے صوفے پر بیٹھی تسبیح میں مصروف تھیں ہاتھ روک کے انہوں نے دونوں ماں بیٹی کو تاسف سے دیکھا۔

''بیٹا کبھی گھر پر بھی توجہ دے لیا کرو ہر وقت گھر سے باہر گھومنا اور آئے دن پارلروں کے چکر لگانا لڑکیوں کو زیب نہیں دیتا۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ٹوکے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

''اوہ چھوڑیں بھی دادی ماں! یہ سب پرانی باتیں ہیں اب آپ پلیز اپنا لیکچر مت شروع کردیجیے گا۔'' نہایت بے زاری سے اس نے دادی کو دیکھا پھر سر جھٹک کے اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ سعیدہ بیگم خاموش ہوکے رہ گئیں انہیں نہایت افسوس تھا کہ ثناء نے اریشہ کو ٹوکا تک نہیں انہوں نے بڑی شدت سے دل ہی دل میں ان کے لیے ہدایت طلب کی تھی۔

❁......❁......❁

''آپ جانتے بھی ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ہر سال پوری سوسائٹی کی سب سے اچھی افطار پارٹی ہم ہی ارینج کرتے ہیں۔ میری تو ساری فرینڈز ایک مہینے پہلے سے ہی اپنی تیاری شروع کردیتی ہیں۔ جیولری کپڑے وغیرہ ارے لوگ تو مثالیں دیتے ہیں ہمارے ہاں کی پارٹیز کی اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اس بار پارٹی نہیں ہوسکتی۔ آپ کو اندازہ بھی ہے ہماری کتنی بے عزتی

ہوگی۔" ثناء بیگم سخت جھنجلائی ہوئی تھیں۔ ولید کے پارٹی سے انکار پرانہیں بے حد غصہ آ رہا تھا۔

"سوواٹ ثناء! تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اس وقت ہمارا بزنس کتنے کرائسز سے گزر رہا ہے ایسے میں میں کوئی بھی فالتو خرچہ برداشت نہیں کرسکتا کہاں سے لاؤں پیسے بولو چوری کروں یا ڈاکہ ڈالوں۔" انہیں ہمیشہ سے ہی عورتوں کا تیز آواز میں بات کرنا پسند نہ تھا اور اس وقت وہ ویسے ہی بہت پریشان تھے سو بری طرح پھٹ پڑے تھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا اس بات سے کہ چوری کروں۔ آپ اتنے بڑے بزنس مین ہیں کیا آپ نے کوئی اثاثے جمع کر کے نہیں رکھے یا آپ اب اتنے کنگال ہوگئے ہیں......" ولید صاحب کی بات تو ان کے تلوں پر لگی سر پر بجھی تھی۔

"تم آخر کب میری پرابلمز کو سمجھو گی ثناء! اب تو ہمارے بچے بھی جوان ہوگئے ہیں جتنے بھی شیئرز اور اثاثے میں نے جمع کر کے رکھے تھے سب پے در پے نقصان کی وجہ سے ایک ایک کر کے بکتے چلے گئے۔ بس بچوں کے لیے جو رکھا ہے وہ بچا ہے، میں خود سخت پریشان ہوں پتا نہیں کس کی نظر کھا گئی ہے ہمارے بزنس کو، کچھ سمجھ نہیں آتا۔ ایک دو غدار بھی تھے جن کی وجہ سے بھی بہت نقصان ہوا ہے ان کو بھی میں نکال باہر کیا ہے۔" وہ اتنے زیادہ رنجیدہ تھے کہ ان کی آواز خود ہی دھیمی ہوتی چلی گئی۔ ثناء بیگم کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اتنا بڑا گھر، بزنس چکا چوند یہ سب عیش و آرام ان کے بغیر زندگی ادھوری تھی اگر یہ سب ان سے چھن گیا یہ تصور ہی ان کے لیے سوہان روح تھا اس پر انہیں سوسائٹی میں اپنی نام نہاد عزت کی بڑی پروا تھی۔ شوہر کی پریشانی سے زیادہ اس وقت انہیں صرف اپنی فکر تھی کہ وہ اپنی دوستوں کو کیا جواب دیں گی، ان کا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔

"آپ ایسا کریں میرا گولڈ کا سیٹ بیچ دیں، میرے پاس ویسے بھی جیولری کی کوئی کمی نہیں ہے ایک سیٹ کے بدلے اگر ہماری عزت رہ جائے گی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لاکھوں کا سیٹ ہے وہ جو آپ نے ہماری شادی کی پہلی سال گرہ پر دیا تھا۔ مجھے یقین ہے اسے بیچنے سے پارٹی کے سارے انتظامات ہوجائیں گے اور ہمارا بھرم بھی رہ جائے گا۔" انہوں نے جھٹ الماری کی تجوری سے اپنا سیٹ نکال کے ولید صاحب کے ہاتھ میں تھمایا۔

ولید صرف تاسف سے دیکھتے رہ گئے تھے انہیں کچھ سمجھانا گویا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف تھا سو نہ چاہتے ہوئے بھی سیٹ رکھ لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے پارٹی نہ کی تو ثناء بیگم طوفان برپا کردیں گی۔

❀......❀......❀

ان کی ٹیبل پر سالانہ انکم ٹیکس کا گوشوارہ رکھا ہوا تھا اور وہ سر تھامے بیٹھے تھے لاکھوں روپے کا انکم ٹیکس انہیں ہر حال میں بھرنا تھا اس پر ہونے والے نقصانات ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہیں جا کے چھپ جائیں جہاں کوئی ذہنی پریشانی نہ ہو۔ وہ بالکل ڈھے سے گئے تھے کتنی جدوجہد سے انہوں نے ابا کے بزنس کو سنبھالا تھا لیکن اب لگ رہا تھا کہ جیسے سب کچھ ختم ہوگیا ہو سب سے زیادہ فکر انہیں بچوں کی تھی جوان کی مہیا کردہ آسائشات کے اتنے عادی ہوگئے تھے کہ اگر اب وہ انہیں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا کہتے تو وہ ان پر ہی چڑھ دوڑتے۔ ثناء کی ڈھیل نے ان کے بچوں کو بھی خراب کر ڈالا تھا ورنہ اماں تو ہمیشہ ہی سمجھاتی تھیں کہ بیٹا اعتدال پسندی اپناؤ، اسراف سے بچو مگر اماں کی سنتا کون تھا اور اب پچھتاوا ہی رہ گیا تھا کہ کاش انہوں نے اس وقت اماں کی باتوں کو سمجھا ہوتا اور ثناء کو ان کے حال پر چھوڑنے کی بجائے ان پر سختی کی ہوتی۔

"کیا ہوا سر! کہاں کھو گئے آپ، یہ تفصیلات دیکھ لیں کیا آپ نے؟" وہ سوچوں میں اتنے گم ہوگئے تھے کہ

یہ بھی بھول گئے کہ وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھے ہیں منیجر نے انہیں جھنجھوڑا تھا۔

"ہاں...... ہاں دیکھ لی ہیں راشد صاحب...... سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں کوئی ٹینڈر بھی پاس نہیں ہو رہا۔" چشمہ اتار کے انہوں نے سائیڈ پر رکھا اور ایک گہری سانس خارج کی۔

"سر......! اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں آپ سے ایک ذاتی سوال کر سکتا ہوں۔" راشد صاحب جھجکے تھے۔ انہوں نے فائل بند کر کے سر ہلایا۔

"کیا آپ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ہر سال؟" راشد صاحب بہر حال امپلائی ہی تھے سو ڈرتے ڈرتے انہوں نے اپنی بات مکمل کی تھی۔

"زکوٰۃ...... ہاں دیتا تو ہوں زکوٰۃ سالانہ لاکھوں روپے انکم ٹیکس کی مد میں جو گورنمنٹ کو دیتا ہوں یہ زکوٰۃ تو ہے۔" ولید صاحب نے بڑی حیرانی سے راشد کو دیکھا تھا۔ بلاشبہ وہ پانچ وقت کا نمازی اور پرہیزگار بندہ تھا۔

"سر یہیں تو آپ غلطی پر ہیں یہ انکم ٹیکس تو گورنمنٹ اپنے مفاد کے لیے لیتی ہے اور یہ دینا تو آپ کی مجبوری ہے جبکہ زکوٰۃ تو انکم ٹیکس سے مختلف ہے۔ زکوٰۃ پر تو غریبوں، مسکینوں، فقراء وغیرہ کا حق ہے نہ کہ گورنمنٹ کا، ٹیکس تو گورنمنٹ صرف اپنے سرکاری اخراجات اور پبلک پراجیکٹس پورے کرنے کے لیے لیتی ہے جبکہ زکوٰۃ ہمارے مال کا صدقہ ہوتی ہے وہ مال جو ہم ہمارے استعمال کے علاوہ جمع کر کے رکھتے ہیں جیسے سونا، چاندی، مال تجارت وغیرہ جس طرح جان کا صدقہ پیسے یا کھانا ہوتا ہے اسی طرح مال کا صدقہ زکوٰۃ ہے جو ہم پر فرض ہے اور اگر ہم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کریں گے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے نہ مال رہے گا نہ آخرت میں کوئی حصہ۔" راشد صاحب نے قدرے اطمینان سے اپنے باس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے ان کے باس روایتی باس کی طرح نہیں ہیں۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں راشد صاحب...... میری اماں بھی کہتی ہیں کہ یہ بدحالی ہمارے اپنے ہی اعمالوں کے سبب آتی ہے۔ میں تو واقعی بڑا گناہ گار ہوں جس نے نہ قرآن کو سمجھا نہ اس کے احکامات کا مطالعہ کیا صرف عربی میں قرآن ختم کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ میری اماں مجھے ہمیشہ سمجھاتی تھیں مگر میں گمراہ ہو گیا، کیا مجھے توبہ مل جائے گی؟" وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئے تھے آ گہی کے لیے ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے اور شاید یہی لمحہ ان کی آ گہی اور اماں کی دعائیں قبول ہونے کا تھا انہوں نے بڑی ہی آس سے راشد صاحب سے پوچھا تھا۔

"بالکل سر...... آپ پریشان نہ ہوں اللہ بہتر کرے گا وہ تو بہت غفور و رحیم ہے اور رمضان کے اس بابرکت مہینے میں تو وہ کسی کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ آپ نماز کی پابندی کریں اور دعا کریں، میں چلتا ہوں اب۔" فائل اٹھا کے وہ تو چلے گئے تھے مگر ولید صاحب پر آ گہی کے کئی در وا کر گئے تھے شاید اس لیے اللہ نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کو حق بات اور نصیحت کی تلقین فرمائی ہے کیا پتا کب کس کی وجہ سے کوئی راہ حق اختیار کر لے۔

❀......❀......❀

"جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کیے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانے کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بال کے اندر سو دانے ہوں اور یہ افزونی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔" سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۶۱۔

آج پہلی بار انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کے ساتھ مطالعہ کیا تھا اس آیت پہ آ کے ان کی عقل دنگ رہ گئی تھی۔ واقعی اللہ بہت بڑا ہے جو لوگ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے اس کے بعد آگے کا مطالعہ کرتے ہوئے ڈر گئے وہ۔

"اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال

خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی (آ گئی) ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (جنت کا) راستہ نہ بتلائیں گے۔'' سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴۔

انہیں اللہ کے عذاب سے ڈر لگنے لگا تھا کہیں ان کا حال بھی ایسا نہ ہو نہایت عقیدت سے قرآن پاک بند کر کے انہوں نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی توبہ کی تھی اپنے گناہوں سے۔ آج اتنے سال بعد انہوں نے روزہ رکھا تھا' اماں بہت خوش تھیں خود ان کا دل بھی اطمینان سے لبریز تھا۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کر دے گا' کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ آفس جانے کے لیے اٹھ گئے تھے۔ ثناء بیگم جیسی بھی تھیں مگر آفس جاتے وقت انہیں دروازے تک چھوڑنے ضرور آتی تھیں' چوکیدار نے گاڑی باہر نکالنے کے لیے گیٹ کھولا تو ایک فقیر اللہ کے نام کی صدا دیتے ہوئے اندر داخل ہو گیا اور ولید صاحب کا راستہ روک لیا' ثناء بیگم نے بڑی ہی نخوت سے منہ چڑھایا تھا۔

''نکالو اسے باہر یہ اندر کیسے آ گیا' نجانے کہاں کہاں سے لوگ مانگنے چلے آتے ہیں منہ اٹھا کے۔'' بڑی ہی سخت آواز میں انہوں نے چوکیدار سے کہا اور چوکیدار حکم کی تعمیل کے لیے اسے باہر نکلنے لگا مبادا کہیں نوکری سے ہی ہاتھ دھونے نہ پڑ جائیں۔

''بُری بات رحیم بابا! گھر آئے فقیر کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ جاؤ جا کے کچن سے کچھ کھانا اور راشن وغیرہ دے دو۔'' ولید صاحب نے تاکید کے ساتھ ساتھ بٹوے میں سے پانچ سو کا نوٹ فقیر کو دینے کے لیے نکالا تھا جو بے چارہ کب سے اپنے بچوں کی خاطر صدا لگا رہا تھا یہ اماں اور راشد صاحب کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ وہ اس حد تک سنبھل گئے تھے۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ' ویسے تو پیسوں کی کمی کا رونا رو رہے تھے اور اب پانچ سو روپے اس فقیر کو نکال کے دے رہے ہیں' حد کرتے ہیں آپ اور رحیم بابا کچن میں سے کچھ لانے کی ضرورت نہیں ان فقیروں نے تو فیشن بنا لیا ہے در در جا کے مانگنا۔'' بڑی ہی پھرتی سے انہوں سے پانچ سو کا نوٹ ولید صاحب کے ہاتھ سے چھینا تھا وہ ہکا بکا اپنی گمراہ شریک حیات کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

''یہ کیا کر رہی ہیں ثناء آپ' یہ تو جان کا صدقہ ہے اور اللہ تو صرف دینے والے کی نیت دیکھتا ہے۔'' انہوں نے قدرے دھیمے لہجے میں کہا تھا وہ کسی کے بھی سامنے کوئی تماشہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔

''جو بھی ہے مجھے نہیں پتا' آپ آفس جائیں پلیز۔'' وہ بہت ہی بے پروا تھیں۔

''آپ کبھی نہیں سمجھیں گی ثناء! جان کا صدقہ جان پر آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے آخرت میں یہی کام آئے گا نا کہ فیشن پرستی...... چلتا ہوں آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' نہایت غصے میں انہوں نے کہا اور گاڑی زن سے لے اڑے' ہاں مگر آگے موڑ پر رک کے انہوں نے اس فقیر کے لوٹنے کا انتظار ضرور کیا تھا اور اسے پیسے بھی ضرور دیئے تھے۔

❀......❀......❀

خبر ایسی تھی کہ موبائل ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ گرا تھا۔ دادی اماں تو دادی اماں اریشہ بھی فیشن میگزین ایک سائیڈ پہ رکھ کے مام کی طرف بھاگی تھی جو سکتہ زدہ حالت میں زمین پہ ڈھ سی گئی تھیں۔

''مام کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے نہ کس کا فون تھا کچھ بولیں نہ۔'' اریشہ نے انہیں جھنجھوڑا تھا۔

''بہو بتاؤ بھی کیا ہوا' یا اللہ خیر کرنا میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔'' انہوں نے بھی جھنجھوڑ کے دیکھ لیا تھا مگر ثناء بیگم کی چپ نہ ٹوٹی تھی۔ وہ ابھی تک اسی پوزیشن میں تھیں' وہ دونوں حقیقتاً بہت فکر مند ہو گئی تھیں۔ ثناء نے موبائل اٹھا کے ان کمنگ کالز کی لسٹ چیک کی تھی پھر

خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا' اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی (آ گئی) ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اس کو بالکل صاف کردے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (جنت کا) راستہ نہ بتلائیں گے۔'' سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴۔

انہیں اللہ کے عذاب سے ڈر لگنے لگا تھا کہیں ان کا حال بھی ایسا نہ ہو نہایت عقیدت سے قرآن پاک بند کرکے انہوں نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی توبہ کی تھی اپنے گناہوں سے۔ آج اتنے سال بعد انہوں نے روزہ رکھا تھا' اماں بہت خوش تھیں خود ان کا دل بھی اطمینان سے لبریز تھا۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کردے گا' کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ آفس جانے کے لیے اٹھ گئے تھے۔ ثناء بیگم جیسی بھی تھیں مگر آفس جاتے وقت انہیں دروازے تک چھوڑنے ضرور آتی تھیں' چوکیدار نے گاڑی باہر نکالنے کے لیے گیٹ کھولا تو ایک فقیر اللہ کے نام کی صدا دیتے ہوئے اندر داخل ہوگیا اور ولید صاحب کا راستہ روک لیا' ثناء بیگم نے بڑی ہی نخوت سے منہ چڑھایا تھا۔

''نکالو اسے باہر یہ اندر کیسے آ گیا' نجانے کہاں کہاں سے لوگ مانگنے چلے آتے ہیں منہ اٹھا کے۔'' بڑی ہی سخت آواز میں انہوں نے چوکیدار سے کہا اور چوکیدار حکم کی تعمیل کے لیے اسے باہر نکلنے لگا مبادا کہیں نوکری سے ہی ہاتھ دھونے نہ پڑ جائیں۔

''بُری بات رحیم بابا! گھر آئے فقیر کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ جاؤ جا کے کچن سے کچھ کھانا اور راشن وغیرہ دے دو۔'' ولید صاحب نے تاکید کے ساتھ ساتھ بٹوے میں سے پانچ سو کا نوٹ فقیر کو دینے کے لیے نکالا تھا جو بے چارہ کب سے اپنے بچوں کی خاطر صدا لگا رہا تھا یہ اماں اور راشد صاحب کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ وہ اس حد تک سنبھل گئے تھے۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ' ویسے تو پیسوں کی کمی کا رونا رو رہے تھے اور اب پانچ سو روپے اس فقیر کو نکال کے دے رہے ہیں' حد کرتے ہیں آپ اور رحیم بابا کچن میں سے کچھ لانے کی ضرورت نہیں ان فقیروں نے تو فیشن بنالیا ہے در در جا کے مانگنا۔'' بڑی ہی پھرتی سے انہوں سے پانچ سو کا نوٹ ولید صاحب کے ہاتھ سے چھینا تھا وہ ہکا بکا اپنی گمراہ شریک حیات کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

''یہ کیا کر رہی ہیں ثناء آپ' یہ تو جان کا صدقہ ہے اور اللہ تو صرف دینے والے کی نیت دیکھتا ہے۔'' انہوں نے قدرے دھیمے لہجے میں کہا تھا وہ کسی کے بھی سامنے کوئی تماشہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔

''جو بھی ہے مجھے نہیں پتا' آپ آفس جائیں پلیز۔'' وہ بہت ہی بے پروا تھیں۔

''آپ کبھی نہیں سمجھیں گی ثناء! جان کا صدقہ جان پر آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے آخرت میں یہی کام آئے گا نا کہ فیشن پرستی...... چھتا ہوں آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' نہایت غصے میں انہوں نے کہا اور گاڑی زن سے لے اڑے' ہاں مگر آگے موڑ پر رک کے انہوں نے اس فقیر کے لوٹنے کا انتظار ضرور کیا تھا اور اسے پیسے بھی ضرور دیئے تھے۔

❀......❀......❀

خبر ایسی تھی کہ موبائل ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ گرا تھا۔ دادی اماں تو دادی اماں اریشہ بھی فیشن میگزین ایک سائیڈ پہ رکھ کے مام کی طرف بھاگی تھی جو سکتہ زدہ حالت میں زمین پہ ڈھ سی گئی تھیں۔

''مام کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے نہ کس کا فون تھا کچھ بولیں نہ۔'' اریشہ نے انہیں جھنجھوڑا تھا۔

''بہو بتاؤ بھی کیا ہوا' یا اللہ خیر کرنا میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔'' انہوں نے بھی جھنجھوڑ کے دیکھ لیا تھا مگر ثناء بیگم کی چپ نہ ٹوٹی تھی۔ وہ ابھی تک اسی پوزیشن میں تھیں' وہ دونوں حقیقتاً بہت فکر مند ہوگئی تھیں۔ ثناء نے موبائل اٹھا کے ان کمنگ کالز کی لسٹ چیک کی تھی پھر

اگلے ہی پل کچھ دیر پہلے آنے والی کال کوری ڈائل کیا اور اگلے ہی پل وہ بھی سر تھام کے رہ گئی تھی۔

''نہیں...... یہ نہیں ہوسکتا مام! سنبھالیں پلیز خود کو' بھائی کو کچھ نہیں ہوگا ہمیں ابھی ہسپتال چلنا ہوگا۔ میں پاپا کو کال کردیتی ہوں' اصل صورت حال کا اندازہ تو وہاں جاکے ہی ہوگا نہ' آپ ابھی سے ہمت ہار دیں گی تو بھائی کو کون سنبھالے گا۔ دادی آپ پلیز دعا کریں نہ بھائی کے لیے۔'' اس کا دل خود بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا مگر اس نے مام کو سنبھالا تھا دادی تو اس اچانک افتاد پر شدید صدمے سے دوچار ہوئی تھیں جو بھی تھا جیسا بھی تھا' اکلوتا پوتا انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ فوراً استغفار کرتی ہوئیں جائے نماز اٹھا کے رب کے حضور سجدہ ریز ہوگئی تھیں۔ اریشہ پاپا کو کال کرنے کے بعد مام کو سہارا دے کے گاڑی کی طرف لے آئی تھی۔ ڈرائیور نے پچیس منٹ کا فاصلہ دس منٹ میں طے کرکے انہیں ہسپتال پہنچایا تھا۔

ریسپشن سے ضروری معلومات لے کے وہ دونوں اس کے روم کی طرف آ گئی تھیں۔ پٹیوں میں جکڑا وجود آکسیجن ماسک چہرے پر لگائے وہ انہیں کہیں سے بھی اپنا اسمارٹ بیٹا نہیں لگ رہا تھا' کون کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی وہاب ہے جو صبح بہت ہی ٹک سک سے تیار ہوکے یونیورسٹی کے لیے نکلا تھا۔

''کیسے ہوا یہ سب بیٹا! اچھا بھلا تو تھا میرا بچہ......'' مارے صدمے سے ان کی آواز تک نہیں نکل رہی تھی' وہاب کا یونیورسٹی فرینڈ اسد ہی اسے ہسپتال لے کے آیا تھا۔ ولید صاحب بھی پہنچ چکے تھے جوان بیٹے کی یہ حالت ان کے لیے بھی کہاں ناقابل برداشت تھی۔

''انکل آئی ایم سوری' دراصل ہم سب فرینڈز کی شرط لگی تھی کار ریسنگ کے لیے اور آپ تو جانتے ہیں کہ وہاب کتنی فاسٹ ڈرائیونگ کرتا ہے۔ وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے بار بار ہم لوگوں کی طرف مڑ کے دیکھ رہا تھا اور اچانک سامنے سے آتے ٹرک سے تصادم ہوگیا۔ اس کا بچ جانا ایک معجزہ ہی ہے آپ لوگ شکر کریں اللہ کا۔'' اسد نے ساری بات صاف صاف بتادی تھی اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ کہتے ڈاکٹر آ گئے تھے' ان میں سے کسی کو بھی وہاب کے روم میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ سب باہر ہی کھڑے اس کے لیے دعا گو تھے۔

''ڈاکٹر سب ٹھیک تو ہے نہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے......؟'' ولید فوراً آگے بڑھے تھے۔

''ڈونٹ وری مسٹر ولید! بس فیکچر اور ٹانکے صحیح ہونے تک کچھ مہینے انہیں بیڈ ریسٹ کرنا ہوگا۔ اللہ کا شکر ادا کریں کہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوا ہم تو خود حیران ہیں اس معجزے پہ کہ یہ بچ گئے اور زیادہ نقصان بھی نہیں ہوا۔ لگتا ہے کسی کی خاص دعائیں اور دیا ہوا صدقہ ہی کام آیا ہے۔'' اتنا بڑا ڈاکٹر صدقہ اور دعاؤں کی بات کررہا تھا۔ ثناء بیگم حیران تھیں ولید کو یک دم صبح فقیر کو دیئے گئے پیسے اور اس کی دعا یاد آئی تھی' ان کا دل اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوگیا تھا کہ کس طرح انہوں نے اسے آگہی دی' اور شدید نقصان سے بچایا۔ بے شک مال سے زیادہ جان کا نقصان تکلیف دیتا ہے' آنکھوں میں خفگی لیے ثناء کو دیکھا تھا جنہوں نے آج صبح انہیں صدقہ دینے سے منع کیا تھا اور اگر آج وہ بھی ان کے کہنے میں آ کے اس فقیر کو دھتکار دیتے تو اللہ جانے کیا غضب ہوجاتا۔

''دیکھا ثناء! میں نہ کہتا تھا کہ صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے اگر میں بھی تمہاری راہ پہ چل نکلتا تو آج ہم اپنے بیٹھے کو کھو دیتے اور نقصان تو دونوں کا ہی ہوتا۔'' وہ ٹوکے بنا نہ رہ سکے تھے' ثناء کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ ثناء نے اتنے سالوں میں نہ کبھی نماز پڑھی تھی نہ رب دوجہاں کا شکر ادا کیا تھا مگر آج ان کے دل کی ہر دھڑکن اپنے بیٹے کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھی۔

انسان چاہے جتنی بھی اونچائیوں پر چلا جائے مصیبت کے وقت صرف اللہ کو ہی پکارتا ہے' ولید صاحب کی بات ان کے دل کو لگی تھی اور وہ اپنے رب کے عذاب سے قہر کے خوف سے کانپ کے رہ گئی تھیں۔

اگلے ہی پل کچھ دیر پہلے آنے والی کال کوری ڈائل کیا اور اگلے ہی پل وہ بھی سر تھام کے رہ گئی تھی۔
''نہیں...... یہ نہیں ہوسکتا مام! سنبھالیں پلیز خود کو' بھائی کو کچھ نہیں ہوگا ہمیں ابھی ہسپتال چلنا ہوگا۔ میں پاپا کو کال کر دیتی ہوں' اصل صورت حال کا اندازہ تو وہاں جاکے ہی ہوگا نہ' آپ ابھی سے ہمت ہار دیں گی تو بھائی کو کون سنبھالے گا۔ دادی آپ پلیز دعا کریں نہ بھائی کے لیے۔'' اس کا دل خود بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا مگر اس نے مام کو سنبھالا تھا دادی تو اس اچانک افتاد پر شدید صدمے سے دوچار ہوئی تھیں جو بھی تھا جیسا بھی تھا' اکلوتا پوتا انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ فوراً استغفار کرتی ہوئیں جائے نماز اٹھا کے رب کے حضور سجدہ ریز ہوگئی تھیں۔ اریشہ پاپا کو کال کرنے کے بعد مام کو سہارا دے کے گاڑی کی طرف لے آئی تھی۔ ڈرائیور نے پچیس منٹ کا فاصلہ دس منٹ میں طے کر کے انہیں ہسپتال پہنچایا تھا۔
ریسپشن سے ضروری معلومات لے کے وہ دونوں اس کے روم کی طرف آ گئی تھیں۔ پٹیوں میں جکڑا وجود آکسیجن ماسک چہرے پر لگائے وہ انہیں کہیں سے بھی اپنا اسمارٹ بیٹا نہیں لگ رہا تھا' کون کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی وہاب ہے جو صبح بہت ہی نک سک سے تیار ہو کے یونیورسٹی کے لیے نکلا تھا۔
''کیسے ہوا یہ سب بیٹا! اچھا بھلا تو تھا میرا بچہ......'' مارے صدمے سے ان کی آواز تک نہیں نکل رہی تھی' وہاب کا یونیورسٹی فرینڈ اسد ہی اسے ہسپتال لے کے آیا تھا۔ ولید صاحب بھی پہنچ چکے تھے جوان بیٹے کی یہ حالت ان کے لیے بھی کہاں ناقابل برداشت تھی۔
''انکل آئی ایم سوری' دراصل ہم سب فرینڈز کی شرط لگی تھی کار ریسنگ کے لیے اور آپ تو جانتے ہیں کہ وہاب کتنی فاسٹ ڈرائیونگ کرتا ہے۔ وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے بار بار ہم لوگوں کی طرف مڑ کے دیکھ رہا تھا اور اچانک سامنے سے آتے ٹرک سے تصادم ہوگیا۔ اس کا بچ جانا ایک معجزہ ہی ہے آپ لوگ شکر کریں اللہ کا۔'' اسد نے ساری بات صاف صاف بتادی تھی اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ کہتے ڈاکٹر آ گئے تھے' ان میں سے کسی کو بھی وہاب کے روم میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ سب باہر ہی کھڑے اس کے لیے دعاگو تھے۔
''ڈاکٹر سب ٹھیک تو ہے نہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے......؟'' ولید فوراً آگے بڑھے تھے۔
''ڈونٹ وری مسٹر ولید! بس فیکچر اور ٹانکے صحیح ہونے تک کچھ مہینے انہیں بیڈ ریسٹ کرنا ہوگا۔ اللہ کا شکر ادا کریں کہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوا ہم تو خود حیران ہیں اس معجزے پہ کہ یہ بچ گئے اور زیادہ نقصان بھی نہیں ہوا۔ لگتا ہے کسی کی خاص دعائیں اور دیا ہوا صدقہ ہی کام آیا ہے۔'' اتنا بڑا ڈاکٹر صدقہ اور دعاؤں کی بات کر رہا تھا۔ ثناء بیگم حیران تھیں ولید کو یک دم صبح فقیر کو دیئے گئے پیسے اور اس کی دعا یاد آئی تھی' ان کا دل اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوگیا تھا کہ کس طرح انہوں نے اسے آگہی دی' اور شدید نقصان سے بچایا۔ بے شک مال سے زیادہ جان کا نقصان تکلیف دیتا ہے' آنکھوں میں خفگی لیے ثناء کو دیکھا تھا جنہوں نے آج صبح انہیں صدقہ دینے سے منع کیا تھا اور اگر آج وہ بھی ان کے کہنے میں آ کے اس فقیر کو دھتکار دیتے تو اللہ جانے کیا غضب ہو جاتا۔
''دیکھا ثناء! میں نہ کہتا تھا کہ صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے اگر میں بھی تمہاری راہ پہ چل نکلتا تو آج ہم اپنے بیٹے کو کھو دیتے اور نقصان تو دونوں کا ہی ہوتا۔'' وہ ٹوکے بنا نہ رہ سکے تھے' ثناء کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ ثناء نے اتنے سالوں میں نہ کبھی نماز پڑھی تھی نہ رب دو جہاں کا شکر ادا کیا تھا مگر آج ان کے دل کی ہر دھڑکن اپنے بیٹے کی صحت یابی کے لیے دعاگو تھی۔
انسان چاہے جتنی بھی اونچائیوں پر چلا جائے مصیبت کے وقت صرف اللہ کو ہی پکارتا ہے' ولید صاحب کی بات ان کے دل کو لگی تھی اور وہ اپنے رب کے عذاب سے قہر کے خوف سے کانپ کے رہ گئی تھیں۔

اور رو رو کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہی تھیں۔ ایک حادثہ ایک لمحہ انسان کی آگہی کے لیے بہت ہوتا ہے۔ سو وہ بھی اس لمحے کے لیے منتخب ہوگئی تھیں انہوں نے قرآن پاک چوم کے شیلف میں رکھا پھر الماری کھول کے اپنا سب سے قیمتی سیٹ نکالا اور دراز میں پڑے پچیس ہزار بھی انہوں نے بڑے ہی اطمینان سے نکالے تھے پھر جا کے اپنی پرانی ملازمہ حنیفہ کے ہاتھ میں تھما دیئے وہ جانتی تھیں کہ ان کی چار جوان بیٹیاں ہیں سو ان کی شادی کے حوالے سے مدد کرنے کی حامی بھی بھری اور اسے گلے بھی لگایا۔

لاؤنج میں بیٹھے ولید نے اخبار سے نگاہ ہٹا کے بڑے ہی فخریہ انداز میں اپنی نصف بہتر کو دیکھا تھا پھر سامنے بیٹھی اماں کی طرف دیکھ کے مسکرائے تھے۔ آج سب بہتر ہوگیا تھا جس ٹینڈر کے لیے وہ کب سے کوشش کر رہے تھے وہ پاس ہوگیا تھا۔ ذرا سی مزید کوششوں سے وہ سب ہرجانہ ادا کرسکتے تھے سو اپنے رب کی رحمت پہ مطمئن تھے۔ آج ہونے والی افطار پارٹی کینسل کرنے کے بعد ثناء نے قرآن خوانی کا اہتمام کرایا اور اب وہ اسی کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں کہ آج غریبوں میں پیسے اور راشن وغیرہ کی تقسیم کا مرحلہ بھی عبور کرنا تھا۔

اریشہ بھی ماں کے ساتھ تھی بے شک جس گھر میں اللہ کا شکر اور ذکر ہو جہاں اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، وہ گھر کھنڈر سے جنت بن جاتا ہے یہ بات آج ثناء کو سمجھ آ گئی تھی۔ رمضان کی برکتوں سے ان کے گھر کے مکینوں پہ تاعمر زرد پھولوں کی بارشوں کا موسم ٹھہر گیا تھا۔

❀

❀......❀......❀

''اے ایمان والو! اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور (نہایت حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجیے کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ وہ ہیں، جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔''

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ کا مطالعہ کرتے وقت وہ بے تحاشہ روئی تھیں اپنی نادانی پہ کوتاہیوں پہ اللہ نے انہیں ہر نعمت سے نوازا تھا، مال سے اولاد سے مگر انہوں نے کیا کیا مال سینت سینت کے رکھتی گئیں۔

دنیاوی زندگی کی چکا چوند میں رب کو بھلا بیٹھیں وہ ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی تھیں باپ کا چھوٹا سا جنرل اسٹور تھا، جس میں ان سمیت چھ بہن بھائیوں کا خرچہ بمشکل ہی پورا ہوتا تھا وہ تو ثناء خوب صورتی میں بازی لے گئی تھیں۔ کچھ بات کرنے کا ڈھنگ بھی تھا۔ ان کی والدہ کو اچانک بازار میں پرانی سہیلی سعیدہ مل گئیں۔ ثناء بھی ان کے ساتھ تھیں بس وہیں سعیدہ نے ٹھان لیا کہ ثناء کو اپنی بہو بنائیں گی، کچھ ان کا دل بھی بڑا تھا۔

دوستی کی حالت وغیرہ جاننے کے بعد پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھیں، انہیں لگا تھا کہ جس طرح ساجدہ نے کم تنخواہ میں گھر اور بچوں کو سنبھالا ہے، اچھی پرورش کی ہے بالکل ویسے ہی ثناء بھی ان کے گھر کو سنبھال لے گی مگر ثناء تو بالکل ہی الٹ نکلیں، پیسے کی ریل پیل نے ان کے دماغ میں اتنا خناس بھر دیا کہ وہ بہکتی چلی گئیں احساس ہوا بھی تو اب جب اتنے برس بیت گئے۔

آج اکیسواں روزہ تھا آج ہی وہاب کو ڈسچارج کیا گیا تھا وہ کب سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں

❀......❀......❀

''اے ایمان والو! اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور (نمایت حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجیے کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ وہ ہیں جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔''

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ کا مطالعہ کرتے وقت وہ بے تحاشہ روئی تھیں اپنی نادانی پہ کوتاہیوں پہ اللہ نے انہیں ہر نعمت سے نوازا تھا' مال سے اولاد سے مگر انہوں نے کیا کیا مال سینت سینت کے رکھتی گئیں۔ دنیاوی زندگی کی چکا چوند میں رب کو بھلا بیٹھیں وہ ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی تھیں باپ کا چھوٹا سا جنرل اسٹور تھا' جس میں ان سمیت چھ بہن بھائیوں کا خرچہ بمشکل ہی پورا ہوتا تھا وہ تو ثناء خوب صورتی میں بازی لے گئی تھیں۔ کچھ بات کرنے کا ڈھنگ بھی تھا۔ ان کی والدہ کو اچانک بازار میں پرانی سہیلی سعیدہ مل گئیں۔ ثناء بھی ان کے ساتھ تھیں بس وہیں سعیدہ نے ٹھان لیا کہ ثناء کو اپنی بہو بنائیں گی' کچھ ان کا دل بھی بڑا تھا۔

دوستی کی حالت وغیرہ جاننے کے بعد پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھیں' انہیں لگا تھا کہ جس طرح ساجدہ نے کم تنخواہ میں گھر اور بچوں کو سنبھالا ہے' اچھی پرورش کی ہے بالکل ویسے ہی ثناء بھی ان کے گھر کو سنبھال لے گی مگر ثناء تو بالکل ہی الٹ نکلیں' پیسے کی ریل پیل نے ان کے دماغ میں اتنا خناس بھر دیا کہ وہ بہکتی چلی گئیں احساس ہوا بھی تو اب جب اتنے برس بیت گئے۔

آج اکیسواں روزہ تھا آج ہی وہاب کو ڈسچارج کیا گیا تھا وہ کب سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں اور رو رو کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہی تھیں۔ ایک حادثہ ایک لمحہ انسان کی آگہی کے لیے بہت ہوتا ہے۔ سو وہ بھی اس لمحے کے لیے منتخب ہوگئی تھیں انہوں نے قرآن پاک چوم کے شیلف میں رکھا پھر الماری کھول کے اپنا سب سے قیمتی سیٹ نکالا اور دراز میں پڑے پچیس ہزار بھی انہوں نے بڑے ہی اطمینان سے نکالے تھے پھر جا کے اپنی پرانی ملازمہ حنیفہ کے ہاتھ میں تھما دیئے وہ جانتی تھیں کہ ان کی چار جوان بیٹیاں ہیں سو ان کی شادی کے حوالے سے مدد کرنے کی حامی بھی بھری اور اسے گلے بھی لگایا۔

لاؤنج میں بیٹھے ولید نے اخبار سے نگاہ ہٹا کے بڑے ہی فخریہ انداز میں اپنی نصف بہتر کو دیکھا تھا پھر سامنے بیٹھی اماں کی طرف دیکھ کے مسکرائے تھے۔ آج سب بہتر ہوگیا تھا جس ٹینڈر کے لیے وہ کب سے کوشش کر رہے تھے وہ پاس ہوگیا تھا۔ ذرا سی مزید کوششوں سے وہ سب ہرجانہ ادا کر سکتے تھے سو اپنے رب کی رحمت پہ مطمئن تھے۔ آج ہونے والی افطار پارٹی کینسل کرنے کے بعد ثناء نے قرآن خوانی کا اہتمام کرایا اور اب وہ اسی کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں کہ آج غریبوں میں پیسے اور راشن وغیرہ کی تقسیم کا مرحلہ بھی عبور کرنا تھا۔

اریشہ بھی ماں کے ساتھ تھی بے شک جس گھر میں اللہ کا شکر اور ذکر ہو جہاں اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے' وہ گھر کھنڈر سے جنت بن جاتا ہے یہ بات آج ثناء کو سمجھ آ گئی تھی۔ رمضان کی برکتوں سے ان کے گھر کے مکینوں پہ تاعمر زرد پھولوں کی بارشوں کا موسم ٹھہر گیا تھا۔

❀

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی
Urdu Soft Books
www.urdusoftbooks.com

قسط نمبر 13

جب ہوسکے تو بُھلا دینا رنجشِ دل کی
کہ محبتوں کا اصول ہے درگزر کرنا
تیرے طرزِ تغافل سے گلہ تو نہیں
ہمیں آتا نہ تھا دِلوں میں گھر کرنا

عزیز قارئین!
السلام علیکم!
امید کامل ہے کہ آپ سب بخیر وعافیت سے ہوں گے۔
میں نے جب ''شب ہجر کی پہلی بارش'' شروع کیا تھا کہیں انگیجمنٹ کا بھی دور دور تک نام ونشان نہیں تھا مگر آج جب میں اس کی پندرہ اقساط لکھ چکی ہوں تو نہ صرف شادی شدہ ہوں بلکہ ایک بہت پیارا سا بیٹا بھی گود میں آ گیا ہے الحمدللہ۔

''شب ہجر کی پہلی بارش'' جس مقصد کے لیے لکھنا شروع کیا تھا مقصد اب بھی وہی ہے مگر جس ترتیب سے میں اس ناول کو لکھنا چاہ رہی تھی وہ ترتیب تھوڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔

''شب ہجر کی پہلی بارش'' بہت سے گھرانوں کی کہانی نہیں ہے یہ صرف کرنل شیر علی اور صمید حسن کی شخصیت اور ان کی ذات سے منسلک، مختلف کرداروں کی کہانی ہے جن میں کرنل صاحب کے دوست ملک اظہار ان کی بھتیجی مریرہ رحمان اور ایک ان کی پوتی عائلہ علوی کے ساتھ ساتھ آئی ایس آئی سے منسلک ان کی زیر نگرانی پلنے والے بچے سدید علوی کے نام سے سرفہرست ہیں۔
شب ہجر کی پہلی بارش صمید حسن صاحب کے نخریلے اور اکڑو قسم کے بیٹے زادیار حسن کے ساتھ ساتھ ان کی سگی بیٹی درمکنون اور پرورش پانے والی بیٹی پریہان کی کہانی ہے۔
''شب ہجر کی پہلی بارش'' ایک کشمیری مجاہدہ فاطمہ بنت اللہ یار کی کہانی ہے۔ میں جانتی ہوں نفسانفسی اور بے حسی کے اس دور میں جب چاروں طرف سوائے حادثات اور پریشانیوں کے اور کچھ نہیں آپ لوگ ڈائجسٹ صرف تفریح اور فریش ہونے کے لیے پڑھتے ہیں مجھے اس کا احساس ہے لیکن ساری رائٹرز اگر صرف فریشمنٹ کے لیے لکھیں گے تو تاریخ کے نوحے کون لکھے گا؟
بے حس حقیقتوں کے رخ سے نقاب پلٹنے کے فریضے کون سرانجام دے گا؟
جابجا بکھرتے درد کے پرندوں کو صفحات کے پنجرے میں جکڑ کر ہمارے اندر کی گہری نیند سوتی انسانیت کو جھنجوڑنے کی جرأت کون کرے گا؟
''شب ہجر کی پہلی بارش'' ۱۹۷۱ میں دولخت ہوئے وطن کے ان بدنصیب باسیوں کی کہانی ہے جو پاکستان سے الحاق کے جرم میں آج ۴۵ سال گزر جانے کے باوجود پاکستان کے نام پر سرزمین پاکستان میں بسنے کی خواہش لیے

بنگلہ دیشی کیمپوں میں موت سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

''شب ہجر کی پہلی بارش''، ان تمام پوشیدہ حقائق کی کہانی ہے جن سے ہماری ستر فیصد عوام باخبر ہی نہیں، میں امید کرتی ہوں کہ آہستہ آہستہ جیسے جیسے کہانی کھلے گی آپ کو اس کے تمام کردار با آسانی سمجھ میں آنا شروع ہو جائیں گے۔ کہیں کوئی کمی بیشی محسوس ہو تو میری شادی شدہ زندگی کی الجھنوں کو ضرور مدنظر رکھ لیجیے گا۔

رائٹر فرحانہ ناز ملک کی اچانک وفات کے بعد میرے اندر بہت کچھ بدل گیا میں نے جب ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی ابتدائی تین اقساط لکھی تھیں تو اس ناول کے لیے میں بہت ایکسائٹڈ تھی میرے بہت سے خواب اور جذبات اس ناول سے جڑے تھے مگر ابتدائی تین اقساط کے بعد طویل عرصے تک یہ ناول میرے قلم کی کفالت سے محروم رہا اور اس طویل عرصے نے دل و دماغ پر کیسے کیسے اثرات ڈالے یہ الگ داستان ہے۔

میں اپنے پروردگار کی مشکور ہوں کہ میرے شوہر بے حد کوآپریٹیو ہیں انہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کی اس کے علاوہ میری نند عاصمہ اقبال بھی بہت تعاون کرتی ہیں اور بہتر سے بہتر لکھنے میں ہر ممکن معاونت کرتی ہیں۔

زندگی کے اس موڑ پر جبکہ میں ایک عدد بیٹے کی مما جانی بن چکی ہوں اس کے سارے چھوٹے چھوٹے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں مجھے اپنی ذات اپنے قلم اور آنچل میں اپنے کردار کے لیے آپ سب بہنوں کی بے لوث محبتوں کے ساتھ ساتھ ادارہ آنچل کے تعاون و شفقت کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

آخر میں ادارہ آنچل کے بانی بہت پیارے انکل مشتاق احمد قریشی آپ کے جذبہ حب الوطنی اور قلم کی عظمت کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ جن بہنوں نے گاہے بگاہے خاکسار کے لیے آنچل میں پیغامات ارسال کیے اور دعاؤں میں یاد رکھا ان شاء اللہ جلد ان کا قرض ادا کروں گی بے حد عزیز بہن راحیلہ راولپنڈی آپ کے خلوص کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے خدا آپ کا حامی و ناصر ہو آمین۔

اپنی محبت اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

خدا ہم سب کا اور اس ملک و سرزمین کا حامی و ناصر ہو آمین۔

نازیہ کنول نازی

❀......❀❀......❀

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

سدید اس رات گھر نہیں تھا جب بھارتی فوجیوں نے چیوا کے ایک گھر میں دو معصوم لڑکیوں کی عصمت کو تاریکی رات میں ڈھال کر ایک کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ صیام اپنے گھر والوں کو لے کر درمکنون کے دیے گئے گھر میں شفٹ ہو جاتا ہے۔ اس کے گھر والے یہاں آ کر قدرے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ملک وقار جو سکون کی سانس لے کر بیٹھتا ہے مائی جیراں کی آمد پر پہلو بدل کر رہ جاتا ہے۔ مائی جیراں اپنا بیان ریکارڈ کرا دیتی ہے لیکن پنچائیت نے اس کے بیان کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی جبکہ دوسری طرف پرانی حویلی میں بی جی کی وفات کے بعد ملک اظہار اور ملک وقار میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ درمکنون خراب طبیعت کے باوجود صیام کے ساتھ میٹنگ کے لیے اسلام آباد پہنچ جاتی ہیں میٹنگ کے بعد ہوٹل پہنچنے پر صیام ویٹر کے ذریعے درمکنون کو میڈیسن بھجواتا ہے صیام کی اس حرکت پر درمکنون اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ جیراں کی بیٹی شہناز دن بھر کھیتوں میں کام کرنے کے بعد گھر کی راہ لیتی ہے لیکن راستے میں ہی اسے ملک ریاض کے آدمی اغوا کر لیتے ہیں شام ڈھلنے پر شہناز گھر نہیں آتی تو جیراں کی پریشانی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف شہناز کو قتل کر کے ملک ریاض لاش کو دریا میں بہا دیتا ہے جیراں بیٹی کی لاش دیکھ کر

گاؤں چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ دوسری صبح گاؤں میں ملک ریاض اور نورین کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے عمر عباس گاؤں میں نہیں ہوتا۔ اس لیے کسی کو اس پر شک نہیں ہوا تھا۔ پرہیان نے ایلی کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو اسے اندھا پڑا دیکھ کر وہ پریشان ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

آج وہ آخری تصویر جلا دی ہم نے
جس سے اس شہر کے پھولوں کی مہک آتی تھی
آج وہ نکہت آسودہ کٹا دی ہم نے
عقل جس قصر میں انصاف کیا کرتی تھی
آج اس قصر کی زنجیر ہلا دی ہم نے
آگ کاغذ کے چمکتے ہوئے سینے پہ بڑھی
خواب کی لہر میں بہتے ہوئے آئے ساحل
مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا سلگتا ہوا کرب
گنگناتے ہوئے عارض کا دمکتا ہوا تل
جگمگاتے ہوئے آویزوں کی مبہم فریاد
سرسراتے ہوئے لمحوں کے دھڑکتے ہوئے دل
ایک دن روح کا ہر تار صدا دیتا تھا
کاش ہم بک کے بھی اس جنس گراں کو پالیں
قرض جاں دے کے متاعِ گزگراں کو پالیں
خود بھی کھو جائیں اور اس رمزِ مناں کو پالیں
اور اب یاد کر اس آخری پیکر کا طلسم
قصہ رفتہ بنا خواب کی باتوں سے ہوا
اس کا پیارہ سا بدن اس کا مہکتا ہوا روپ
آگ کی نذر ہوا اور انہی باتوں سے ہوا
اس کا پیارہ سا بدن اس کا مہکتا ہوا روپ
آپ کی نذر ہوا اور انہی باتوں سے ہوا

ایلی بخار کی شدت کے باعث بے سدھ پڑا تھا۔ پرہیان نے ذرا سا سہارہ دے کر اسے سیدھا لٹا دیا۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس نکال لائی تھی۔

''ایلی......'' اس نے بے سدھ پڑے ایلی کا شانہ ہلایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا تو مجبوراً اسے اس کا کندھا جھنجوڑنا پڑا۔

''ایلی آنکھیں کھولو پلیز۔'' اس بار اس کی صدا پر ایلی نے کسمساتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں

سرخ ہورہی تھیں۔

''منہ کھولو۔'' اس نے حکم جاری کیا تبھی ایلی نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا جیسے جاننا چاہ رہا ہو کیوں؟ پریہان ایک مرتبہ پھر جھکی تھی۔

''منہ کھولو ایلی تھرمامیٹر لگانا ہے۔'' وہ اس کی نگاہوں میں ابھرتے سوال کو پڑھ چکی تھی تبھی جواب دیا۔ ایلی نے اس بار اس کے حکم پر چپ چاپ منہ کھول دیا۔ پریہان نے اس کے منہ میں تھرمامیٹر لگایا اگلے پانچ منٹ کے بعد اس نے ایلی کے منہ سے تھرمامیٹر نکال کر چیک کیا۔

''او میرے خدا، ایک سو چار۔'' تھرمامیٹر کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تبھی اسے ایلی کی پکار سنائی دی۔

''پپ......پانی......!'' پریہان نے چونک کر اس کے خشک لبوں کی جنبش کو دیکھا پھر پانی لینے چلی گئی، دو منٹ کے بعد جب وہ پانی لے کر آئی ایلی ایک مرتبہ پھر بے سدھ ہو چکا تھا۔

''ایلی۔'' پریہان کو ایک بار پھر سے اس کا کندھا جھنجوڑنا پڑا۔

اس پر نقاہت طاری تھی لہٰذا ایلی کے آنکھیں کھولنے کے بعد مجبوراً اسے سہارا دے کر پانی پلانا پڑا اتنی شدت کی سردی میں بھی ایلی کا پورا وجود آگ بنا ہوا تھا۔ وہ کانپ رہا تھا۔ پریہان کو کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا تو اس نے سرد پانی میں کپڑا بھگو کر اس کی جلتی ہوئی پیشانی پر رکھنا شروع کر دیا بخار کی دو گولیاں وہ پہلے ہی کھلا چکی تھی۔ بچپن میں اکثر جب بھی اسے تیز بخار ہو جاتا تو اس کی ماں بھی یونہی اس کی پیشانی پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں بھگو بھگو کر رکھتی تھی لہٰذا اس نے بھی وہی ٹریٹمنٹ شروع کر دیا۔ پیشانی کے بعد اس نے ایلی کے دونوں بازوؤں اس کی ہتھیلیوں اور پنڈلیوں کو بھی گیلے تولیے سے خوب رگڑا تھا تاکہ بخار کا زور ٹوٹ جائے۔ ایلی مدہوش تھا مگر اس مدہوشی میں بھی اس نے اس کا نرم دودھیا ہاتھ نرمی سے تھام کر اپنی جلتی ہوئی آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔

''میں بہت تھک گیا ہوں، بہت ٹوٹ کر بکھر چکا ہوں اب ترس کھاؤ مجھ پر فار گاڈ سیک مجھے چھوڑ کر مت جانا بہت بے سکون ہو گیا ہوں میں مجھے سکون دو پلیز، تم ہر بار میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں ہر بار میرے جذبات کا مذاق نہیں اڑا سکتیں تم مت کرو میرے ساتھ ایسا مار ڈالو گا میں تمہیں۔'' وہ اضطراب کا شکار دکھائی دے رہا تھا۔

پریہان کا ہاتھ لرز اٹھا۔

قطعی غیر محسوس انداز میں اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر ایلی نے اس کی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا وہ اب اس کے ہاتھ کو جلتی ہوئی آنکھوں سے ہٹا کر اپنے گالوں پر رکھ چکا تھا۔ پریہان کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی۔ ایلی کے جلتے گالوں کا لمس اس کے پورے وجود کو دہکا گیا تھا تبھی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ صبح تک ایلی کا بخار کافی حد تک کم ہو چکا تھا مگر نقاہت ابھی باقی تھی۔

اتوار کی چھٹی کے باعث آج پریہان گھر پر تھی۔ بہت دنوں کے بعد اس روز لندن کی سرد فضاؤں میں سورج نے ذرا سا سر ابھارا تھا۔ پریہان ایلی کے کمرے میں جانے کی بجائے سیدھی کچن میں چلی آئی تھی۔ رات ایلی کی وجہ سے اس کا کھانا گول ہو گیا تھا نتیجتاً اسے بھوکا سونا پڑا تھا۔

❀......❁❁......❀

ایلی کی آنکھ کھلی تو اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا رات جہاں تک اسے یاد تھا وہ کمرے کا ہیٹر آن کر کے نہیں سویا تھا مگر اس وقت کمرے کا ہیٹر آن تھا۔ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر تھرمامیٹر بھی دھرا تھا جبکہ سی ڈی پلیئر بھی آف تھا۔ اس نے پھر

سے پلکیں موند لیں۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ اٹھا تو سر چکرا رہا تھا ہلکی ہلکی بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ وہیں بیڈ پر گر گیا۔ رات والی نقاہت ابھی بھی باقی تھی۔ چند لمحوں تک بے سدھ سا بیڈ پر پڑا رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا واش روم تک گیا منہ دھوتے وقت اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا جو کہ ایک ہی دن میں سرسوں کے پھول کی مانند زرد ہو کر رہ گیا تھا۔ منہ پر ٹھنڈے پانی کے کئی چھپاکے مارنے کے بعد اس نے اچھی طرح تولیے سے چہرہ رگڑ رگڑ کر خشک کیا پھر قدرے ہمت کرتے ہوئے کچن کی طرف چلا آیا۔ پریہان اپنے لیے ناشتہ تیار کر رہی تھی وہ اسے وہاں موجود دیکھ کر ہلکے سے مسکرا دیا۔

''گڈ مارننگ۔'' پریہان نے اس کی آواز پر بے ساختہ پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا۔

''گڈ مارننگ اب کیسی طبیعت ہے تمہاری۔''

''فٹ اینڈ فائن، مجھے کیا ہونا ہے۔'' مسکرا کر کہتے ہوئے وہ ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر ٹک گیا۔ پریہان پھر سے کافی کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''رات تمہیں بہت تیز بخار ہوگیا تھا۔''

''اوہ...... کیا تم میرے کمرے میں آئی تھیں۔''

''ہوں تم شاید نشے میں تھے اس لیے تمہیں کسی بات کا ہوش نہیں تھا بہرحال میں نے بخار کی دوا دے دی تھی۔''

''شکریہ پری، لیکن اگلی بار پلیز تم بنا مجھے مطلع کیے یا میری اجازت لیے میرے کمرے میں نہیں آؤ گی۔'' وہ ایسا کیوں کہہ رہا تھا پریہان بہت اچھی طرح سے جانتی تھی تبھی اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ناشتہ کرو گے۔'' بنا اس کی طبیعت کا پوچھے اس نے ناشتے کی آفر کی۔ ایلی نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہوں کیا ہے ناشتے میں۔''

''کافی ہے ساتھ میں سلائس لوں گی۔''

''ٹھیک ہے مجھے ایک انڈا اور دودھ دے دو۔'' وہ قدرے شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔ پریہان نے اسے انڈا ابال دیا ساتھ ہی دودھ بھی گرم کر دیا۔

''رات تم جلدی سو گئی تھیں، میں لیٹ آیا تھا تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔''

''جانتی ہوں، کیا پہلے بھی تم یونہی دو دو تین تین دن گھر سے باہر رہتے تھے؟'' اس نے انڈا اور گرم دودھ اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔ ایلی نے دیکھا اس کا چہرہ بے حد سپاٹ اور آنکھیں رت جگے کی امین لگ رہی تھیں۔ اس کی شرمندگی مزید بڑھ گئی۔

''نہیں...... پہلے میں اپنے سارے شوق گھر پر ہی پورے کر لیا کرتا تھا اب تمہاری موجودگی میں مجھے گھر پر وہ سب اچھا نہیں لگتا۔''

''تم کہنا چاہتے ہو میری وجہ سے تمہاری زندگی ڈسٹرب ہو کر رہ گئی ہے۔''

''نہیں، میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تم ایک اچھی پاکیزہ لڑکی ہو میں دل سے تمہارا احترام کرتا ہوں اسی لیے تمہاری موجودگی میں کچھ بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا جو تمہیں ٹھیک نہ لگے۔''

''اوکے...... مگر مجھے تمہارا شراب پینا بھی پسند نہیں ہے۔''

''روز نہیں پیتا میں بس کبھی کبھی......!''

''رات تم بہت ڈسٹرب تھے، کیوں؟''

"تم کیا کروگی وجہ جان کر۔"
"کچھ نہیں مگر کسی کے ساتھ دل کا بوجھ بانٹ لینے سے دکھ ہلکا ہو جاتا ہے۔"
"ہوں......" ایلی نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا پھر خاموشی سے گرم دودھ کے دو تین سپ لینے کے بعد دھیمے لہجے میں بولا۔
"کل بار کلب گیا تھا میں ایک دوست کے ساتھ، پارٹی دی تھی اس نے۔"
"پھر؟"
"پھر...... پھر وہیں وہ نظر آ گئی جسے کئی ماہ تک میں لندن کے ایک ایک گوشے میں پاگلوں کی طرح ڈھونڈتا پھرا تھا۔"
"تمہاری موم کی بھتیجی؟"
"ہوں۔"
"پھر تم نے بات کی اس سے؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"وہ وہاں میرے لیے نہیں آئی تھی۔"
"میں سمجھی نہیں۔" پرہیان کی الجھن پر ایلی نے چند لمحوں کی خاموشی اختیار کر کے گلاس لبوں سے لگا لیا تھا۔ پرہیان شیشے کے گلاس میں دودھ کی کم ہوتی مقدار کو دیکھتی رہی۔ گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھنے کے بعد وہ بولا۔
"پہلی بار جب مما اسے انڈیا سے یہاں لندن لائی تھیں تب میں اس کا واحد بوائے فرینڈ تھا مگر اب ایسا نہیں ہے کل رات وہ کسی اور کے ساتھ تھی ایک ایسے لڑکے کے ساتھ جس کے ہاتھوں شاید اس کی عزت بھی محفوظ نہ رہی ہو۔"
"اوہ...... ویری سیڈ...... مگر وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔"
"پیسے کے لیے۔"
"پیسہ تو تمہارے پاس بھی ہے ایلی۔"
"ہاں مگر وہ صرف میری ذات تک محدود رہنے والی تتلی نہیں ہے میں نے اسے شادی کی آفر کی تھی ایک معاشرتی جائز بندھن کی، مگر اس نے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ اسے بیڑیوں کی عادت نہیں ہے وہ مجھ سے محبت کے دعوے کے باوجود دیگر لوگوں کے ساتھ ڈیٹ پر جاتی رہی تھی کسی سے ڈائمنڈ رنگ کے حصول کے لیے کسی سے قیمتی ملبوسات کے لیے کسی کے ساتھ بہترین ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے مجھے جب یہ سب پتا چلا تو میں برداشت نہ کر سکا اور میری اس کے ساتھ لڑائی ہو گئی، ممی بھی درمیان میں آ گئی تھیں مگر انہوں نے بھی میرا ساتھ دینے کے بجائے اس کا ساتھ دیا ممی نے مجھ سے کہا کہ اگر میں اس کے ساتھ کمپرومائز نہیں کر سکتا تو اپنے راستے علیحدہ کر لوں۔"
"پھر۔"
"پھر کیا میرے لاکھ چاہنے پر بھی ہمارے راستے علیحدہ ہو گئے وہ انڈیا چلی گئی اور میں یہاں اکیلا کلبوں میں خود کو برباد کرتا رہا پانچ سال یونہی گزر گئے گزرے پانچ سالوں میں میں اس کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکا مگر اب...... پانچ سال کے بعد جب میں پھر سے جینے کی کوشش کر رہا ہوں تو وہ پھر میرا سکون برباد کرنے یہاں چلی آئی ہے پتا نہیں کیا رنجش ہے اس کے دل میں میرے لیے۔"

''کیانام ہے اس کا۔''

''سندھیا۔''

''اوہ مطلب وہ ہندو ہے۔''

''ہاں ممی بھی ہندو تھیں پاپا نے شادی سے پہلے انہیں مسلمان کیا تھا مگر انہوں نے اسلام کو دل سے قبول نہیں کیا اگر دل سے قبول کر لیتیں تو شاید راہ راست پرآ جاتیں۔''

''ضروری نہیں یہاں بہت سے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود حقیقی معنوں میں مسلمان نہیں ہیں ان کا کوئی عمل پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مقرب صحابہ کی طرز پر نہیں ہے اسلام وہ واحد مذہب ہے ایلی جو ان لوگوں کو بھی اپنی سرپرستی میں نہیں لیتا جو دل سے اسے قبول نہ کرنا چاہیں اسلام صرف انہی لوگوں کو اپنی سرپرستی میں لیتا ہے جو خود دل سے اس کی طرف آنا چاہیں۔''

''ہوں میں ایگری کرتا ہوں تم سے۔''

''شکریہ......اب تم تھوڑا ریسٹ کر لو تب تک میں چھوٹے موٹے کام نپٹا لیتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔''

''اور ہاں آج آفس جانے کی قطعی ضرورت نہیں، تم بھی سنڈے کی چھٹی کو انجوائے کرو، کاروبار آہستہ آہستہ خود ہی سیٹ ہو جائے گا۔'' ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے اٹھتے اس نے اسے تلقین کی تو ایلی کا سر پھر اثبات میں ہلا۔

''شکریہ پریہان۔''

''اب شکریہ کس لیے۔''

''رات جو تم نے میری کیئر کی اس کے لیے۔''

''اپنے پاس رکھو، مجھے تمہارے شکریہ کی ضرورت نہیں۔''

''ٹھیک ہے تم بھی اپنے یہ پیسے سنبھال کر رکھو فی الحال ان کی بھی مجھے ضرورت نہیں۔'' رات کرائے کے جو پیسے وہ اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ آئی تھی ایلی نے واپس کر دیے پریہان اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔

''یہ یہاں رہنے اور کھانے پینے کے پیسے ہیں ایلی، میں مفت میں یہاں نہیں رہ سکتی۔''

''جانتا ہوں مگر فی الحال مجھے ان تھوڑے سے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے تم جمع کرتی رہو، سال کے بعد اکٹھا کرایہ دے دینا۔''

''مگر کون جانتا ہے کہ میں سال تک یہاں رہوں گی کہ نہیں۔''

''تم یہیں رہوگی اب لکھ کر رکھ لو۔'' وہ اسے الجھا رہا تھا۔

پریہان مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے اس کے چوڑے شانے پر ہلکا سا مکا رسید کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی، آج سنڈے تھا اور اسے اس ایک دن میں بہت سے کام نپٹانے تھے۔

❁......❁❁......❁

مریہ رحمان اور صمید حسن کی محبت کی کہانی میں ایک تیسری عورت سارا منیر کی وجہ سے جو بریک آیا تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ صمید حسن کے شب و روز بدل گئے تھے۔ بدگمانیوں کے بادل چھٹتے ہی دلوں کا مطلع پھر سے صاف ہو گیا تھا۔ ہمہ وقت پریشان اور الجھا الجھا سا رہنے والا صمید حسن اب پھر پہلے کی طرح آفس جانے سے قبل اسے خوب تنگ کرتا۔ دونوں روز رات میں دیر تک ایک دوسرے کے سنگ باہر گھومتے پھرتے۔ زاویار حسن کی ذات کے ساتھ صمید حسن کے

بے حد پیار نے مریرہ کے دل میں مزید خوشیوں کے محل تعمیر کردیے تھے۔ آفس سے واپسی کے بعد اب صمید حسن کا سارا وقت مریرہ رحمان اور اپنے بیٹے زاویار صمید حسن کے لیے وقف ہوتا تھا۔

مرد کی زندگی میں جب کوئی تبدیلی آتی ہے اور وہ وفا کی لائن سے اتر کر بے وفائی کی پٹری پر چڑھتا ہے تو اس کی دو واضح نشانیاں ہوتی ہیں۔

نمبر ا: وہ ضرورت سے زیادہ بیوی کے ساتھ پیار جتاتا ہے تاکہ اس کے معاملات چھپے رہیں اور ضمیر بھی ملامت نہ کرے۔

نمبر ۲: بات بات پر بلاوجہ بیوی کو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے تاکہ وہ اس کے کسی معاملے سے آگاہ ہو بھی جائے تو اسے روک ٹوک یا پریشان نہ کرسکے۔ صمید حسن پہلے فارمولے پر عمل کررہا تھا۔

مگر مریرہ رحمان کو اس تبدیلی کے پیچھے چھپی حقیقت سے آگاہی نہیں تھی وہ تو بے حد خوش تھی کہ صمید کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور اس کی چاہت کی شدتیں پھر سے لوٹ آئی ہیں۔ وہ شدتیں جو اس نے شادی کے اولین دنوں میں دیکھی تھیں۔ جس روز بہت بارش ہوئی تھی۔ شب بھر بارش کا نہ رکنے والا سلسلہ جاری رہا تھا۔ صمید حسن آفس جاچکا تھا۔ مریرہ دیر تک سونے کے بعد اٹھی تو گھر میں عجیب سی خاموشی کا راج تھا۔ سارے کام بھی جوں کے توں پڑے تھے جس کا مطلب تھا کہ سارا منیر اپنے کمرے سے باہر نکل کر کام کرنے کے لیے نہیں آئی تھی۔ اسے عجیب سی حیرت ہوئی اس سے پہلے سارا منیر نے ایسی بے پروائی نہیں کی تھی، تبھی لاؤنج میں زاویار حسن کے ساتھ لاڈ اٹھواتی مریرہ رحمان کو بے نام سی تشویش نے جکڑلیا۔ زاویار کو لاؤنج کے کارپٹ پر کھلونوں میں مگن کرکے وہ اس اسٹور نما کمرے کی طرف آئی تھی جہاں سارا بیگم کا قیام تھا۔ کمرے میں نیم تاریکی کا راج تھا مریرہ نے اندر آکر لائٹ جلائی تو سارا کو چارپائی پر درد سے تڑپتے ہوئے پایا۔

اس کی پریگنینسی کے آخری ایام چل رہے تھے اور اس وقت دردِ زہ نے اس کا پورا وجود جیسے درد میں جکڑ رکھا تھا۔ قطعی بے بسی کے ساتھ اپنا پیٹ پکڑے وہ چارپائی پر ادھر سے اُدھر کروٹ لے رہی تھی۔ مریرہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ فوراً سے پیشتر اس نے صمید حسن کو کال کرکے گھر بلایا اور پھر اگلے بیس منٹ کے بعد وہ اسے قریبی اسپتال لے جانے میں کامیاب ہوگئے تھے جہاں چند ہی لمحوں میں ڈاکٹرز نے ان دونوں کو صحت مند بیٹی کی پیدائش کی خبر سنائی تھی۔

مریرہ رحمان کا سارا منیر احمد کے ساتھ کوئی بھی خاص تعلق نہیں تھا مگر پھر بھی جانے کیوں اس وقت وہ بہت خوش ہوئی تھی۔ اسے بیٹی کی شدید خواہش تھی زاویار کی پیدائش پر بھی وہ بیٹی کے لیے دعائیں مانگتی نہیں تھکتی تھی مگر تب اسے یہ خوشی نہیں مل سکی تھی۔ صمید نومولود بچی کے لیے اس کی وارفتگی دیکھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اگلے روز جب تک سارا احمد کو اسپتال سے گھر شفٹ نہیں کردیا گیا تھا وہ اس کے پاس رہی تھی اور صمید دل ہی دل میں اس کا ممنون ہوتا رہا تھا۔

اس وقت بھی وہ سارا احمد کے پاس بیٹھی اس کی بیٹی کو پیار کررہی تھی جبکہ صمید قریب کھڑا اسے مسلسل چھیڑ رہا تھا تبھی اچانک اس نے پوچھا۔

”کیا اس بچی کے باپ کو اس کی پیدائش کی اطلاع دے دی ہے صمید۔“

”نہیں۔“ صمید کے لیے اس کا یہ سوال قطعی غیر متوقع تھا تاہم پھر بھی اس نے سنبھل کر جواب دیا تھا۔ سارا احمد نے اس لمحے کرب سے پلکیں موند لی تھیں۔

”کیوں۔“

”کیوں کہ میرے پاس اس شخص کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے۔“

''آپ کے پاس نہیں ہے تو یقیناً سارا کے پاس ہوگا۔'' اس بار اس نے پلکیں موندے لیٹی سارا منیر احمد کی طرف دیکھا' جواب میں اس نے بھی آہستہ سے نفی میں سر ہلا دیا۔
''اوہ ویری سیڈ...... یہ تو بچی کے ساتھ زیادتی ہوگی کہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی وہ باپ کی شفقت سے محروم رہے۔''
''محروم کیوں رہے گی تم ہوناں اسے ماں اور باپ دونوں کا پیار دینے والی۔'' صمید نے مسکرا کر کہتے ہوئے اس کے بال کھینچے تھے۔ مریرہ جواب میں اسے گھور کر رہ گئی۔
''اللہ اس کی ماں کو سلامت رکھے، ماؤں کے ہوتے ہوئے بیٹیوں کو کسی اور رشتے سے محرومی کا دکھ زیادہ پریشان نہیں کرتا ہاں اگر سارا کو اعتراض نہ ہو تو اس بچی کا نام میں اپنی پسند سے رکھ لوں۔'' بچی کو سارا منیر احمد کے پہلو میں احتیاط سے لٹاتے ہوئے اس نے کہا۔ سارا نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
''کیسی بات کررہی ہیں' آپ کو پورا حق ہے میری بیٹی کا نام رکھنے کا آپ تو میری محسن ہیں مریرہ، میری زندگی کے بے حد کٹھن وقت میں آپ نے مجھے اپنے گھر میں ٹھکانہ دے کر ساری عمر کے لیے مجھے اپنا مقروض کردیا ہے۔''
''نہیں میں نے کسی پر کوئی احسان نہیں کیا' سہارا اور ٹھکانہ دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے میں اور صمید تو بس وسیلہ بنے ہیں خیر میں نے بچی کا نام پریہان رکھ دیا ہے۔''
''یہ کیسا نام ہے۔'' صمید نے اعتراض اٹھانا اپنا فرض سمجھا تھا۔ مریرہ پھر اسے دیکھ کر رہ گئی۔
''بہت پیارا نام ہے اس کا مطلب ہے ''پری جیسی حسین'' اگر میری بیٹی ہوتی تو میں اس کا بھی یہی نام رکھتی۔''
''ہوں لیکن اگر ہماری بیٹی ہوتی تو پتا ہے میں اس کا نام کیا رکھتا۔''
''کیا؟''
''درمکنون۔''
''اب یہ کیسا نام ہے۔''
''بہت پیارا نام ہے، درمکنون کا مطلب ہے ''چھپا ہوا موتی۔'' مریرہ کی ناک پیار سے دباتے ہوئے اس نے درمکنون نام کی وضاحت کی تھی جواب میں وہ اسے ہلکا سا مکا رسید کرکے رہ گئی۔

❋......❁❁......❋

شب کے اڑھائی بجے تھے جب زاویار کے رونے پر صمید کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ پانی مانگ رہا تھا صمید نے اٹھ کر اسے پانی پلا دیا۔ مریرہ بے خبر سو رہی تھی۔ زاویار کو تھپک کر سلانے کے بعد اس نے ایک نظر بے خبر سوئی ہوئی مریرہ رحمان پر ڈالی پھر کمبل اٹھا کر اس پر اچھی طرح سیٹ کرنے کے بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔ باہر چاندنی رات تھی۔ صمید بنا آہٹ کیے اسٹور روم کی طرف آیا تو سارا بیگم جاگ رہی تھیں۔
پریہان کے کان میں درد تھا وہ اسے بمشکل دودھ پلا کر سلانے میں کامیاب ہوئی تھیں صمید پر نظر پڑتے ہی اس نے بے حد تعجب سے اسے دیکھا تھا۔
''آپ اس وقت یہاں؟''
''ہوں، پریہان کے رونے کی آواز آرہی تھی ایک نظر دیکھنے چلا آیا آپ تو ٹھیک ہیں ناں؟''
''جی۔''
''کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔''

''نہیں۔''

''ٹھیک ہے یہ پیسے رکھ لو، جس چیز کی بھی ضرورت ہو بتا دینا میں لے آؤں گا۔''

''نہیں اس کی ضرورت نہیں آپ نے اب تک جو کیا ہے وہی بہت ہے میرے لیے۔'' سارا بیگم کا سر جھکا ہوا تھا۔ صمید نے پیسے ان کے تکیے کے نیچے رکھ دیے۔

''یہ آپ کا حق ہے اور میرا فرض بھی میں جانتا ہوں کہ جس حیثیت سے آپ یہاں رہ رہی ہیں وہ آپ کے ساتھ زیادتی ہے مگر میں مجبور ہوں سارا مریہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہے مجھے کسی اور کے ساتھ شیئر کرنے کا تصور بھی نہیں ہے اس کے پاس، میں اسے دکھ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا آپ جانتی ہیں یہ شادی میرا شوق نہیں مجبوری تھی۔''

''جی میں جانتی ہوں مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں۔''

''گلہ ہو بھی تو فی الوقت میں اس کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ بس میری آپ سے صرف ایک ریکوئسٹ ہے جب تک میں آپ کا کسی دوسری محفوظ جگہ پر رہنے کا بندوبست نہیں کر دیتا تب تک کسی بھی صورت اسے پتا نہ چلے کہ ہمارا کیا تعلق ہے، میں اسے کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا سارا کیونکہ میں جانتا ہوں وہ بہت جذباتی اور حساس ہے آپ کوشش کرنا کہ اسے اپنے حوالے سے کوئی بھی فرضی کہانی سنا کر مطمئن کر سکیں تا کہ اس کے دل میں ہمارے تعلق کو لے کر ذرا سا شک بھی نہ آئے۔''

''جی ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گی۔'' سارا بیگم نے یقین دلایا تھا وہ مطمئن سا اس کا شکریہ ادا کرتا اپنے کمرے میں واپس چلا آیا۔

❀......۞۞......❀

مجھ سے پوچھتے ہیں لوگ کس لیے دسمبر میں
یوں اداس رہتا ہوں
کوئی دکھ چھپاتا ہوں یا کسی کے جانے کا
سوگ میں مناتا ہوں
آپ میرے البم کا صفحہ صفحہ کھولیں گے؟
آیئے دکھاتا ہوں ضبط آزماتا ہوں
سردیوں کے موسم میں گرم گرم کافی کے
چھوٹے چھوٹے سپ لے کر کوئی مجھ سے کہتا تھا
ہائے اس دسمبر میں کس بلا کی سردی ہے؟
کتنا ٹھنڈا موسم ہے کتنی یخ ہوائیں ہیں
آپ بھی عجب شے ہیں
اتنی سخت سردی میں ہو کے اتنے بے پروا
جینز اور ٹی شرٹ میں کس مزے سے پھرتے ہیں
شال بھی مجھے دے دی کوٹ بھی اوڑھا ڈالا
پھر بھی کانپتی ہوں میں
چلیے اب شرافت سے پہن لیجیے سوئیٹر

آپ کے لیے میں نے بن لیا تھا دو دن میں
کتنا مان تھا اس کو میری اپنی چاہت پر
اب بھی ہر دسمبر میں اس کی یاد آتی ہے
گرم گرم کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لے کر
ہاتھ گال پر رکھے حیرت اور تعجب سے
مجھ کو دیکھتی رہتی اور مسکرا دیتی
شوخ و سرد لہجے میں، مجھ سے پھر وہ کہتی تھی
اتنے سرد موسم میں آدھی سلیوز کی ٹی شرٹ؟
اس قدر نہ اترائیں......
سیدھے سیدھے گھر جائیں
اب کی بار جب آئیں
براؤن ٹراؤزر کے ساتھ بلیک ہائی نیک پہنیں
کوٹ کوئی ڈھنگ کا لیں
ورنہ میں قسم سے پھر ایسے روٹھ جاؤں گی
سامنے نہ آؤں گی
ڈھونڈتے ہی رہیے گا
پاس بیٹھے ابو کے پالیٹکس پہ کیجیے گرما گرم ڈسکشن
کافی لے کے کمرے میں، میں تو پھر نہ آؤں گی
خالی خالی نظروں سے آپ ان خلاؤں میں
یوں ہی تکتے رہیے گا
اور بے خیالی میں ڈانٹ کھاتے رہیے گا
کتنی مختلف تھی وہ، سب سے منفرد تھی وہ
اپنی ایک لغزش سے اس کو کھو دیا میں نے
اب بھی ہر دسمبر میں اس کی یاد آتی ہے۔

صمید حسن لندن سے واپس آ گئے تھے۔ زاویار ان کے ساتھ نہیں آیا تھا کہ اسے ابھی لندن میں بہت سے کام تھے مگر پرہیان کہاں چھپ گئی تھی یہ وہ ابھی نہیں جانتے تھے۔ زاویار نے انہیں معاف کر دیا تھا ان کے لیے یہی بہت تھا۔ مریرہ رحمان کو کھونے کے بعد وہ اس کی واحد نشانی کو کھو دینے کا نقصان نہیں اٹھا سکتے تھے۔ سارا بیگم البتہ رنجیدہ تھیں۔ اس وقت جب وہ اپنے کمرے میں مکمل طور پر مریرہ رحمان کی یادوں میں کھوئے اس سے منسلک نظم پڑھ رہے تھے وہ ان کے پاس آ بیٹھیں۔

''صمید۔'' اور وہ جو ڈائری کھولے ہر حقیقت سے بے خبر گم سم بیٹھے تھے چونک اٹھے۔

''ہوں۔''

''پری کا پتا چلا۔''

''نہیں۔'' گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے انہوں نے ڈائری بند کردی۔
''میں نے زاویار کو کہہ دیا ہے وہ ان شاء اللہ جلد اسے ڈھونڈ کر پاکستان واپس بھجوا دے گا۔''
''وہ نہیں آئے گی صمید میں اسے جانتی ہوں۔''
''اگر وہ نہیں آئے گی تو ہم اس کے پاس چلے جائیں گے سارا تم پریشان مت ہو۔''
''میں پریشان نہیں ہوں۔'' شکستہ لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے اپنا سر صمید حسن کے گھٹنے پر ٹکا دیا۔
''پریہان اور زاویار کی طرح اب کبھی کبھی مجھے بھی شدت سے احساس ہوتا ہے صمید کہ میں نے آپ کا اور مریرہ کا بہت نقصان کیا ہے، اس نے کتنے مان سے مجھے کہا تھا کہ میں اس کے اعتبار کو کبھی ٹھیس نہ پہنچاؤں، اس کے شوہر کی موجودگی میں اپنے کام سے کام رکھوں، مگر میں نے کیا کیا صمید میں نے اس کے اعتبار کی دھجیاں اڑا دیں۔ وہ جس شخص کے چھن جانے سے ڈرتی تھی میں نے وہی شخص اس سے چھین لیا؟ اس نے مجھے کٹھن وقت میں اپنے گھر میں پناہ دی اور میں نے...... میں نے اسے اسی گھر سے دربدر کردیا۔ سب کچھ چھین لیا میں نے اس سے صمید وہ آپ کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی تھی اور میں...... میں اس وقت اسے بتا بھی نہیں سکی کہ جس شخص کے چھن جانے سے وہ خوف زدہ ہے وہ شخص تو میں اس سے کب کا چھین چکی ہوں، مجھ جیسی سفاک اور خود غرض عورت کہاں ہوگی بھلا۔'' سارا بیگم کی آنکھوں میں پچھتاوے کے آنسو تھے۔ صمید حسن کا اضطراب مزید بڑھ گیا۔ وہ بولے تو ان کے لہجے میں شکستگی نمایاں تھی۔
''گزری ہوئی گھڑیوں پر پچھتا کر خود کو اذیت دینے کا کوئی فائدہ نہیں سارا۔''
''آپ بھی تو پچھتا رہے ہیں صمید...... مریرہ رحمان کو کھو دینے کے بعد میں نے کبھی آپ کو دل سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہاں نہیں ہے مگر پھر بھی وہ مجھے ہر جگہ چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہے۔ شاید کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی مجھ جیسی بے رحم اور بے ضمیر عورتوں کی زندگی یونہی سکون سے خالی ہوجاتی ہے، تبھی تو اس کا وہ بیٹا جسے میں نے سگی ماؤں سے بڑھ کر پالا ہے، مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے، میری اپنی بیٹی جس نے میری کوکھ سے جنم لیا جس کی زندگی میں خوشیوں کے چراغ جلانے کے لیے میں نے آپ کی زندگی کی خوشیوں کے سارے چراغ بجھا دیے، میری شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں ہے کتنی بدنصیب ہوں میں صمید کہ آپ کی بیوی ہوتے ہوئے میں پچھلے بیس سالوں میں آپ کے دل تک رسائی نہیں پاسکی۔ بھلا اس سے بڑھ کر بھی کسی عورت کی کوئی سزا ہوگی؟'' وہ اب باقاعدہ رو رہی تھیں صمید حسن چاہتے ہوئے بھی تسلی کے دو بول نہ بول سکے ان کے اپنے اندر بے حد دھواں بھرا تھا۔
ٹھیک بھی تو کہہ رہی تھیں وہ ان کی زندگی سے نکل جانے کے باوجود بھی مریرہ رحمان دور کہاں گئی تھیں۔ گزرے ہوئے بیس سالوں کی دوری نے اس انا پرست عورت کو اور بھی ان کے دل کے قریب کردیا تھا۔

❀......❁❁......❀

''میں نے پرانی حویلی کا پزل حل کرلیا ہے مما۔'' شہربانو اس وقت شہاب نامہ کے مطالعے میں غرق تھیں جب شہرزاد کے الفاظ نے انہیں بے ساختہ چونکا ڈالا۔
قدرے الجھی ہوئی سوالیہ نگاہوں سے انہوں نے اپنی بیٹی کے چہرے کی طرف دیکھا جو بے حد مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ تبھی انہوں نے پوچھا۔
''کیسا پزل؟''
''پرانی حویلی کے اجڑنے کا پزل تھا میں جان گئی ہوں اس رات حویلی میں کیا ہوا تھا۔'' قدرے سنجیدگی سے کہتی وہ

شہر بانو کے قریب آ بیٹھی۔ شہر بانو نے کتاب بند کردی۔
''کیا ہوا تھا اس رات حویلی میں؟'' سوالیہ نگاہوں سے شہرزاد کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا جب وہ بولی۔
''شگفتہ پھوپو جانی کی بے درد موت ہوئی تھی، میں سب جان گئی ہوں انہیں خود ان کے شوہر ملک ریاض نے درندگی سے موت کے منہ میں پہنچایا تھا چاندنی رات تھی وہ......'' قدرے ٹھہرے ہوئے لہجے میں وہ اسے بتا رہی تھی۔ شہر بانو نے بے ساختہ رکی ہوئی سانس بحال کی۔
''نہیں۔'' گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے انہوں نے گلاسز بھی اتار کر سائیڈ پر رکھ دیے تھے ایک دم سے ان کے اندر جیسے تھکن اتر آئی تھی۔
''وہ چاندنی رات نہیں تھی شہرو، بے حد تاریک رات تھی وہ بے حد خوف ناک رات۔''
''پھر بتایئے ناں مما کیا ہوا تھا اس رات میں ایسا کہ کوئی بھی اس رات کی ہولناکی سے پردہ اٹھانے کو تیار نہیں۔''
''تم جان کر کیا کرو گی؟''
''کچھ بھی نہیں، بس مجھے حویلی کے پچھواڑے میں بنی اپنے بزرگوں کی آخری آرام گاہوں کی کہانی پتا چل جائے گی۔ وہ کہانی جو دیار غیر سے مجھے یہاں حویلی میں کھینچ لائی ہے۔''
''وہ کہانی اب ماضی کا حصہ بن گئی ہے شہرو اور گزرے ہوئے ماضی کی راکھ کو کریدنے سے کچھ حاصل نہیں، بہتر ہے تم گزرے ہوئے وقت کا راز حل کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے اپنے مستقبل پر توجہ دو، میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ حویلی کے راز حل کرتے کرتے تم اپنی ذات کو کسی مشکل میں ڈال لو۔''
''وہ تو ٹھیک ہے مگر مما......!''
''کچھ اگر مگر نہیں، صرف تمہاری پسند پر جانے کیسے میں یہاں اس حویلی میں قیام کے لیے راضی ہوئی ہوں، حالانکہ اب یہاں کے در و دیوار میں میرا دم گھٹتا ہے پوری پوری رات جاگ کر گزارتی ہوں میں کاش تم میری اذیت کا اندازہ کر سکو شہرو، اوپر سے عمر بھائی کو ہمارے یہاں قیام کا پتا چلے گا تو وہ طوفان اٹھا دیں گے۔''
''مگر کیوں؟'' وہ جذباتی ہوئی۔ ''جب ساری کہانی راکھ کا ڈھیر بن چکی ہے تو پھر اب یہاں رہنے میں کیا مسئلہ ہے۔''
''مسئلہ ہے۔'' شہرزاد کے اکتا کر کہنے پر اس نے قدرے تیز لہجے میں اسے ڈپٹا۔ ''کچھ کہانیاں راکھ کا ڈھیر بھی بن جائیں تب بھی ان میں دبی چنگاریاں ساری سلگتی رہتی ہیں۔ جو بعد میں اکثر کریدنے والوں کے ہاتھ تک جلا دیتی ہیں پرانی حویلی کے مکین ابدی نیند سو چکے ہیں مگر ان کو ابدی نیند سلانے والوں کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے ملک فیاض ابھی زندہ ہے ملک وقار کا بڑا بیٹا نئی حویلی کا سپوت، اس کے بھی جوان بچے ہیں جو یہیں اسی گاؤں میں پلے بڑھے ہیں میں نہیں چاہتی کہ میری اکلوتی بیٹی، جو میری کل زندگی کا سرمایہ ہے کبھی ان کی نظر میں آئے ہمارے پاس اب کھونے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا ہے شہرو۔'' بولتے بولتے شہر بانو کا لہجہ بھیگ چکا تھا۔ شہرزاد نے قدرے شرمندہ ہو کر ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔
''آپ بے فکر رہیں مما، میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گی جس سے آپ کو یا عمر انکل کو کسی دکھ یا مصیبت کا شکار ہونا پڑے......خوش؟''
''ہوں۔''

''تھینک یو۔'' مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے شہر بانو کے گلے میں بانہیں ڈالیں تو انہوں نے جواب میں اس کی روشن پیشانی چوم لی۔

''چلو اب سو جاؤ۔''

''نہیں مما، مجھے آپ سے کچھ شیئر کرنا تھا۔''

''ہوں کہو۔''

''آپ ناراض تو نہیں ہوں گی۔''

''نہیں، اگر تم نے اپنی حدود میں رہ کر کچھ غلط نہیں کیا تو نہیں ہوں گی۔''

''مجھے اپنی حدود اور حرمت کا پاس ہے مما۔''

''ٹھیک ہے پھر بلا جھجک کہو کیا بات ہے۔'' اب وہ مکمل توجہ سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ شہزاد کو بے ساختہ نظریں چرانا پڑیں۔

''مما ایک لڑکا ہے صیام۔'' سر جھکا کر اس نے بالآخر سب بتا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ''دری کے آفس میں کام کرتا ہے میرے ساتھ، بے حد ڈیشنگ پرسنالٹی ہے اس کی بہت محنتی اور ذہین بھی ہے میں اسے پسند کرتی ہوں شاید وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے مگر......!''

''مگر کیا؟''

''مگر ایک مسئلہ ہے مما۔''

''کیسا مسئلہ؟''

''مسئلہ یہ ہے کہ وہ پہلے سے انگیج ہے حالانکہ وہ اس لڑکی کو پسند نہیں کرتا نہ ہی اس نے اب تک اس رشتے کو تسلیم کیا ہے شاید اس کے گھر والے بھی اس رشتے پر راضی نہیں ہیں۔''

''تو پھر یہ رشتہ ہوا کیسے؟''

''یہ رشتہ اس کے ابو نے کیا تھا مما، اب وہ بھی دنیا میں موجود نہیں ہیں۔''

''ہوں، یہ سب اس لڑکے نے کہا تم سے۔''

''نہیں مما، اسے تو پتا بھی نہیں ہے کہ میں اسے پسند کرتی ہوں، بہت ریزرو نیچر کا مالک شخص ہے۔''

''تو پھر تمہیں اس بات کا کیسے پتا چلا؟''

''اس کی چھوٹی بہن نے بتایا تھا۔''

''ٹھیک ہے مریرہ سے بات کروں گی میں۔''

''او تھینک یو سو مچ مما، میں جانتی تھی میری ماں کبھی ایک روایتی عورت ثابت ہو ہی نہیں سکتیں۔'' فرط جذبات میں اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے اس نے ان کا منہ چوم لیا۔

''چلو سو جاؤ اب بہت رات ہو گئی ہے۔''

''ٹھیک ہے آپ بھی سو جائیں اب بہت رات ہو گئی ہے تو اس کتاب کو بھی رکھ دیں بس۔'' کتاب اٹھا کر دور رکھتے ہوئے وہ انہی کے بستر میں گھس گئی تھی۔

شہر بانو نے مسکرا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے آہستہ سے پلکیں موند لیں۔

❁......۞۞......❁

وہ ایک تاریک رات تھی بے حد تاریک اور خوف ناک......اماوس کی رات کی طرح پراسرار رات......
ملک وقار اور اس کے بیٹوں نے اپنے وسیع اثر و رسوخ کی بنا پر ملک ریاض اور نورین کے قتل کی ایف آئی آر میں خضر عباس اور نظر عباس کے نام فٹ کرادیے تھے۔ گاؤں کے چار لوگوں کو گواہ کی حیثیت سے خریدنا ان کے لیے چنداں مشکل نہیں تھا۔ وہاں مقدس قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی گواہی دینے والوں اور دنیا کی چند روزہ زندگی پر اپنی آخرت کی دائمی زندگی کو داؤ پر لگانے والوں کی کمی نہیں تھی۔ ضمیر ہمیشہ کی نیند سو گئے تھے۔ ملک وقار کے آدمیوں نے خضر عباس اور نظر عباس کے خلاف گواہی دی اور دونوں بے گناہی کے باوجود پابند سلاسل ہوگئے۔
عمر گاؤں میں نہیں تھا ورنہ اس کا نام سب سے پہلے ایف آئی آر کی زینت بنتا، پرانی حویلی میں زندگی اور زندگی کی خوشیاں جیسے روٹھ گئی تھیں۔ اظہار ملک صاحب بستر کے ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا دماغ مفلوج ہو چکا تھا۔ پے در پے لگنے والے صدمات نے بہت گہرا اثر ڈالا تھا ان پر۔
اس رات حویلی میں ان کے مفلوج وجود کے علاوہ خضر عباس اور نظر عباس کی بیگمات اور بچے بھی تھے شہر بانو اپنی چند ماہ کی بیٹی شہرزاد کو لے کر دو تین روز کے لیے اپنے چچا کی طرف گئی ہوئی تھی جن کا گھر اس کا میکہ تھا۔ اسے خبر بھی نہیں تھی کہ حویلی پر کیسی قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ شب آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی جب حویلی کی اونچی دیواروں کو پھلانگ کر ملک فیاض اور ملک نیاز پرانی حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ خضر عباس کی بیوی کنیز کی آنکھ کھٹکے سے کھلی تھی۔ فضا میں خنکی کے احساس کے باوجود اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا جبکہ دل بہت تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔
وہ اپنے الگ کمرے میں بچوں کے ساتھ سوئی ہوئی تھی، ایک نظر دائیں بائیں سوئے معصوم بچوں پر ڈالنے کے بعد وہ اٹھی اور پاؤں میں چپل اڑس کر کمرے سے باہر نکل آئی، حویلی کے ساتھ ملحقہ جانوروں کے باڑے میں بیلوں کے گلے میں پڑے گھنگھرو خوب زور و شور سے بج رہے تھے۔ ہنہناتے بیلوں کی آواز نے اسے مزید چوکنا کیا تھا۔ تبھی تاریک رات میں معمولی سی ٹارچ کے ساتھ وہ محتاط قدموں سے چلتی باہر حویلی کے صحن میں آئی تھی جہاں لگے بڑے سے گھنے پیڑ کے اس پار ملک فیاض نے کسی خونخوار درندے کی طرح لپک کر اس کی گردن دبوچی تھی کنیز کو چلانے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔
ملک نیاز نے اپنے بھائی کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے اس کی لمبی چٹیا سے اس کا منہ باندھ دیا۔ اگلے ہی پل دونوں بھائیوں نے اسے تخت پر گرا کر اس کی ٹانگیں اور ہاتھ بھی قابو کرلیے تھے۔ اوپر آسمان پر چاند یہ درندگی بھرا منظر دیکھنے کو موجود نہیں تھا، ملک فیاض نے کنیز کے مکمل بے بس ہوجانے کے بعد اس کی چھاتی پر بیٹھتے ہوئے چادر میں چھپا نوکیلا خنجر نکالا اور قطعی بے رحمی کے ساتھ کنیز کی لانبی گردن کو نشانہ بنانا شروع کردیا۔
اگلے پندرہ سے بیس منٹ کے بعد بنا حلق سے کوئی آواز نکالے کنیز بی بی نے جو اس حویلی کی سب سے بڑی بہو تھی قطعی بے بسی کے ساتھ تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ سکھ چین کے پیڑ کے نیچے بچھا تخت جہاں کبھی بے جی بیٹھ کر حویلی اور گاؤں سے متعلق ضروری فیصلے کیا کرتی تھیں گاؤں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتی تھیں۔ اسی حویلی کی بڑی بہو کے خون سے سرخ ہوتا جارہا تھا۔ عمر عباس اور اس کے بھائیوں نے جن قاتلوں کی بیگمات کو صرف خواتین ہونے کی رعایت اور احترام میں نقصان نہیں پہنچایا تھا آج وہی قاتل اس کے گھر تک آگئے تھے۔ سکھ چین کے پیڑ کے نیچے بچھے تخت پر کنیز کا جسم تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا تھا جب وہ دونوں اسے وہیں چھوڑ کر اپنی چادریں سنبھالتے ہوئے اندرونی کمروں کی طرف بڑھے تھے کنیز کے ساتھ والا کمرا اس کی بہن ظہرہ اور نظر عباس کا تھا۔ نظر عباس کی گرفتاری کے بعد وہاں ظہرہ اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لے کر علیحدہ سوتی تھیں فیاض ملک نے آگے بڑھ کر اس

کے کمرے کے دروازے پر دستک دے ڈالی۔

ظہرہ گہری نیند سے جاگی تھی۔ وہ بھی اسے کنیز نے جگانے کے لیے دستک دی ہے اس کے سوا رات کے اس پہر بھلا اس کے کمرے کے دروازے پر اور دستک دے بھی کون سکتا تھا تبھی بنا تصدیق کیے اس نے پٹ سے دروازہ کھول دیا تھا۔ دروازہ کھلنے کی دیر تھی کہ کمرے سے باہر کھڑے ملک فیاض اور ملک نیاز نے بلی کی طرح لپک کر اسے مرغی کی طرح دبوچ لیا۔ ملک نیاز کے مضبوط فولادی ہاتھوں نے اس کے جبڑے کو اتنی سختی سے دبوچا تھا کہ اس کی چیخ حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ اگلے ہی پل دونوں بھائیوں نے اسے کمرے کے اندر گھسیٹ کر دروازہ بند کردیا۔ کنیز کی طرح اس کے منہ کو بھی اس کے پراندے سے باندھ دیا گیا تھا۔ وہ رات اپنی تمام تر خوفناکی کے ساتھ اسی حویلی کی ایک اور مکین کے لیے قیامت کی رات ثابت ہونے جارہی تھی۔ ملک وقار کے درندہ صفت بیٹوں نے ظہرہ کا حال کنیز سے بھی برا کیا تھا۔ وہ ایک بے حد خوب صورت جوان عورت تھی۔ ملک نیاز کی رال ٹپک گئی۔ اگلے تین گھنٹے تک ان دونوں انسان نما جانوروں نے اسے بری طرح بھنبھوڑ کے رکھ دیا تھا اچھی طرح اپنی ہوس پوری کرنے کے بعد انہوں نے ظہرہ کا گلا یوں گھونٹا کہ اس کی آنکھیں ابل کر باہر آ گئی تھیں۔ جس وقت وہ دونوں اسے موت کے گھاٹ اتار رہے تھے اس کی سات سالہ بیٹی کی آنکھ کھل گئی تھی۔ تبھی ملک نیاز نے لپک کر اس کا منہ دبوچ لیا۔ اگلے روز کی ہولناک صبح ابھی اپنے پر پھیلا نہیں پائی تھی جب ملک ریاض جیسے آوارہ بھائی کے قتل کا بدلہ لینے کے انتقام میں پاگل ملک نیاز جیسے درندے نے حیوانیت کی انتہا عبور کرتے ہوئے ظہرہ کی سات سالہ بیٹی کو گود میں اٹھایا اور ملک اظہار کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اظہار ملک صاحب کے کمرے کا دروازہ مقفل نہیں تھا۔ لہٰذا وہ بچی کو اٹھائے اٹھائے پاؤں کی ٹھوکر سے بند دروازے کو کھولتے ہوئے اندر چلا آیا جہاں فالج کی لپیٹ میں آئے اظہار ملک صاحب زندہ لاش کی صورت اپنے بستر پر پڑے جاگ رہے تھے۔

اماوس کی رات کی طرح وہ خوف ناک رات ایک اور قیامت بپا کرنے جارہی تھی۔ اپنی ماں کو تڑپتے دیکھ کر گھبرانے والی روتی ہوئی سات سالہ بچی کو زمین پر پٹخ کر اگلے ہی پل ملک نیاز نے اس کے معصوم بدن کو رگیدنا شروع کردیا تھا۔ سامنے بستر پر زندہ لاش کی طرح پڑے اظہار ملک صاحب اس خونی منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے تھے مگر عجیب بے بسی تھی کہ چاہنے کے باوجود وہ اپنے جسم کو اپنی مرضی کے مطابق حرکت میں نہ لاسکے۔ ان کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ اپنے بے جان جسم کو بے حد کوشش اور مشقت کے بعد حرکت دے کر جس وقت وہ بستر سے نیچے زمین پر اوندھے منہ گرے نظر عباس کی معصوم کلی کچلی جاچکی تھی۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے ملک فیاض اور ملک نیاز اپنا سارا کام مکمل کرکے حویلی سے نکل چکے تھے جانے سے پہلے انہوں نے خضر عباس اور نظر عباس کے باقی سوئے ہوئے بچوں کو بھی اٹھالیا تھا جن کی لاشیں گاؤں والوں کو کئی روز کے بعد بوریوں میں بند ملی تھیں، عمر ان دنوں کراچی میں تھا۔ حویلی پر ٹوٹنے والی نئی قیامت نے اس کا خون جیسے رگوں میں منجمد کردیا اس پر افتاد یہ کہ خضر عباس اور نظر عباس دونوں بھائیوں کو قطعی بے گناہی کے باوجود جھوٹے گواہوں اور جھوٹے ثبوتوں کو مدنظر رکھ کر انصاف کے ایوانوں نے موت کی سزا سنادی تھی۔ عمر عباس کے لیے یہی اذیت و پریشانی ناقابل برداشت تھی کہ پیچھے اس کی غیر موجودگی میں حویلی کے آخری خیمے بھی اکھڑ گئے تھے۔

اماوس کی رات کی طرح خوف ناک وہ رات اپنے پنجوں میں ملک اظہار صاحب کی زندگی کی آخری رہی سہی سانسیں بھی دبوچ کر لے گئی تھی۔ عمر کو لگا جیسے وہ تپتی سلگتی زمین پر آگ اگلتے سورج کے تلے بالکل اکیلا و تہی دست رہ گیا ہو، آندھیوں کی زد میں آیا اس کا وجود جیسے لوگوں کے پاؤں تلے کچلتا جارہا ہو، دنیا اور دنیا کے لوگ اس کی ذات کو

روندتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے ہوں۔

❁......❁❁......❁

جس وقت وہ طویل سفر کر کے کراچی سے حویلی پہنچا شام ڈھل رہی تھی۔ حویلی کے صحن میں سکھ چین کے نیچے پڑے تخت پر کنیز کی لاش نے اس کے پاؤں من من بھاری کردیے تھے۔ اندر کمرے میں ظہرہ اور اس کی معصوم بیٹی کو گاؤں والوں نے بڑی چادریں دے کر ڈھانپ دیا تھا مگر پھر بھی وہ ان پر ٹوٹنے والی قیامت کا بخوبی اندازہ کرسکتا تھا۔ اظہار ملک صاحب اپنے کمرے میں تا حال اوندھے پڑے تھے۔ پولیس اپنی ضروری کاغذی کارروائی کر کے جاچکی تھی۔ عمر عباس کی تھکن اور ضبط سے سرخ آنکھوں میں جیسے لہو اتر آیا تھا، علاقے کے تھانیدار نے ساری کہانی معلوم ہونے کے باوجود اس سے اظہار افسوس کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ اسے کس پر شک ہے تاکہ وہ اسی فرد کے خلاف ایف آئی آر کاٹے مگر عمر نے کسی بھی فرد کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے سے انکار کردیا تھا۔ ایف آئی آر کٹوانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا کیونکہ اندھے قانون کے انصاف اور اس کے تقاضوں سے وہ بہت اچھی طرح آشنا ہوچکا تھا۔ کل رات کی تاریکی نے جو بھونچال حویلی میں اٹھایا تھا اس نے سارے گاؤں میں ایک عجیب سی چپ اور سوگواریت بکھیر دی تھی۔ حویلی کے اجڑنے کی کہانی پر گاؤں کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس کی آنکھ میں آنسو نہ ہوں، شہر بانو اپنی چند ماہ کی بچی کے ساتھ اسی شام حویلی پہنچی تھی وہ حویلی جو محبت اور امن کا گہوارا تھی۔ وہ حویلی جس نے اس کے دامن میں خوشیوں کے بہت سے پھول ٹانکے تھے۔ وہ حویلی جہاں بسنے والے مکینوں سے اس نے محبت کرنا سیکھا تھا۔ محبت کے معنی جانے تھے۔ وہی حویلی اجڑ گئی تھی عمر عباس اکیلا رہ گیا تھا۔ وہ رات تک دھاڑیں مار مار کر روتی رہی مگر اب وہاں بے جی نہیں تھیں جو اسے روتے دیکھ کر اپنی مہربان آغوش میں چھپا لیتی۔ اظہار ملک صاحب بھی نہیں رہے تھے جو اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھ کر اسے چپ کرادیتے۔ ظہرہ اور کنیز جیسی محبت لٹانے والی بھابیاں بھی چپ کی بکل مارے ابدی نیند سوگئی تھیں وہ کس کس نقصان پر ماتم کرتی؟ پتھر کی مورت بنے عمر عباس نے اکیلے ان سب پیاروں کو کندھا دیا اور پھر انہیں آخری آرام گاہوں تک کس طرح پہنچایا تھا صرف وہی جانتا تھا۔ وقار ملک صاحب نے فوری طور پر ملک فیاض اور اس کے بیوی بچوں کو ایبروڈ بھجوادیا تھا ملک نیاز اور اس کی فیملی پہلے ہی شہر میں سکونت پذیر ہوچکی تھی صرف ملک اعجاز تھا جو گاؤں میں تھا اور اس کی عادات اپنے تینوں بھائیوں سے قطعی مختلف تھیں۔ شادی بھی اس نے اپنی پسند سے اپنی یونیورسٹی فیلو کے ساتھ کی تھی جسے ملک وقار اور اس کے باقی تینوں بھائی خاص پسند نہیں کرتے تھے۔

پرانی حویلی پر ٹوٹی قیامت کو تقریباً ایک ماہ ہوگیا تھا جب کسی ضروری کام کے سلسلے میں ملک نیاز کو گاؤں آنا پڑا تھا عمر عباس جو اب تک پل پل انگاروں پر لوٹ رہا تھا اس نے موقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ نتیجتاً ملک ریاض کی طرح ملک نیاز بھی اسی کے ہاتھوں شہر اور گاؤں کے درمیانی راستے میں ہی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ گیا۔ ملک اعجاز جو اس وقت اپنے بھائی کے ساتھ ہی حویلی آرہا تھا عمر عباس کے ساتھ لڑائی میں بری طرح زخمی ہوگیا۔ عمر عباس کی ٹانگ اسی کے پسٹل سے نکلنے والی گولی سے زخمی ہوئی تھی صرف ایک عورت کے لیے شروع ہوئی اس جنگ نے دونوں حویلیوں کے اندر سناٹے بکھیر دیے تھے۔ سارے گاؤں کی فضا میں جیسے وحشت پنجے گاڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ ملک اعجاز تقریباً ایک ماہ اسپتال میں ایڈمٹ رہنے کے بعد راہ عدم کا مسافر ہوگیا تھا۔ نئی حویلی کے وارثین میں صرف ملک فیاض نے اپنی جان بچائی تھی جبکہ پرانی حویلی کے سپوتوں میں صرف عمر عباس حیات رہا تھا۔

تین زندگیوں کے چراغ گل کرنے کے باوجود قانون کے لمبے ہاتھ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے جبکہ خضر عباس اور

نظر عباس جو قطعی بے گناہ تھے بے خبر تھے عمر عباس کی لاکھ کوشش اور بھاگ دوڑ کے باوجود انصاف کی بھینٹ چڑھ کر سولیوں کی نذر ہو گئے تھے۔

اپنے تین بیٹوں کے قتل کے بعد ملک وقار کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں رہا تھا نتیجتاً دو سال کے اندر اندر وہ بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

عمر عباس نے خضر عباس اور نظر عباس کی حویلی میں تدفین کے بعد وہ گاؤں چھوڑ دیا تھا۔ شہر بانو اپنی کمسن بیٹی کے ساتھ اپنے ایک کزن کے پاس دیار غیر شفٹ ہو گئیں جو اس کے ماموں زاد تھے اور جنہوں نے ہمیشہ بھائیوں کی طرح اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ شہر زاد نے انہی کے زیر سایہ پرورش پائی تھی عمر عباس اپنی بے حد مصروف زندگی کے سبب بہت کم ان دونوں ماں بیٹی سے آ کر ملتا تھا۔

مریرہ رحمان کے نمبر پر اس نے جب بھی کال کی اسے وہ نمبر آف ملا وہ نہیں جانتا تھا کہ صرف اسی کی وجہ سے صمید نے مریرہ کا نمبر تبدیل کر دیا تھا یہ سچائی اسے تب پتا چلی جب مریرہ صمید حسن کا گھر چھوڑ کر اس کی زندگی سے نکل آئی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ پرانی حویلی کی کہانی ماضی کا حصہ بنتی گئی عمر عباس کو امریکہ میں اچھی جاب کی آفر ہوئی تو اس نے پاکستان چھوڑ دیا، کچھ عرصہ نیویارک میں گیس اسٹیشن پر کام کرنے کے بعد وہ بیکرز فیلڈ میں شفٹ ہو گیا تین سال کے بعد وہ پاکستان واپس لوٹا تو پرانی حویلی کسی کھنڈر کی طرح ویران اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ تبھی اس نے حویلی کی دیکھ بھال کے لیے ایک عدد گارڈ اور خاکروب کا بندوبست کر دیا تھا۔

حویلی کے پچھواڑے میں ابدی نیند سوئے اس کے پیاروں کی آخری آرام گاہیں حویلی کا راز بن گئی تھیں۔ یہی راز حل کرنے کے لیے قمر عباس کی بیٹی شہر زاد نے ایک مرتبہ پھر حویلی کے بند کواڑ کھول دیے تھے۔

❀......❀❀......❀

جدائی دینے والے تم سے امید وفا کیسی؟
تعلق ٹوٹ جائے جب محبت روٹھ جائے تب
تو پھر رسم دعا کیسی، ملن کی التجا کیسی؟
بھنور میں ڈوبتی کشتی پہ ساحل کی تمنا کیا؟
اکھڑتی سانس ہو تو زندگی کی آرزو بھی کیا؟
جو منزل کھو چکے ہوں اس کی جستجو بھی کیا؟
رضائے دوست پہ اچھا سر تسلیم خم کرنا
سسکنے سے یہی بہتر ہے ناامید ہی مرنا
بھلا دل نے تمہیں کس واسطے سے یاد رکھا ہے
تمہیں کیوں شاعری میں آج تک آباد رکھا ہے
ابھی تک میں نے کیوں خود کو بہت برباد رکھا ہے
جدائی والے آشنائی کی قسم تم کو
تمہاری بے وفائی کج ادائی کی قسم تم کو
مجھے اتنا بتا دینا
وفا کی چاہتوں کی مشعلیں کیسے بجھاتے ہیں؟

بھلانا ہو جنہیں ان کو کیسے بھلاتے ہیں؟

درمکنون دروازہ بند کر کے ابھی پلٹی تھی کہ اس کا سیل بج اٹھا۔ مریرہ رحمان کی کال تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سائیڈ پر رکھ کر کال پک کی۔

''السلام علیکم مما۔''

''وعلیکم السلام، کیسی ہو۔''

''آپ کے بغیر کیسی ہو سکتی ہوں مما۔'' بیڈ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے بے حد لگاوٹ سے کہا تھا مریرہ اس کے لہجے سے جان گئی کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔ تبھی اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟''

''جی مما۔''

''تم نے جھوٹ کب سے بولنا شروع کر دیا ہے دری۔'' وہ اس کی ماں تھیں لہٰذا اگلے ہی پل اس کے لہجے کا چور پکڑتے ہوئے اس نے اس کو سرزنش کی تو درمکنون زبان دانتوں میں دباتے ہوئے مسکرا دی۔

''جھوٹ کہاں بول رہی ہوں مما، بس تھکن سے تھوڑا سا بخار ہو گیا ہے اور بس۔''

''دوا لی ہے کوئی؟''

''جی ابھی دوا لینے لگی تھی۔''

''ٹھیک ہے دوا لے کر آرام کر لو، میں کل صبح کی فلائیٹ سے پاکستان پہنچ رہی ہوں۔''

''خیریت۔''

''ہاں کچھ ضروری کام ہے۔''

''مگر آپ تو کینیڈا جانے والی تھیں ناں۔''

''ہوں مگر اب نہیں جا رہی کیونکہ اب میری جگہ وہاں تم جا رہی ہو۔''

''وہاٹ...... مگر میں وہاں جا کر کیا کروں گی مما۔''

''وہی جو مجھے کرنا تھا۔'' مریرہ کے لہجے میں سنجیدگی اور ٹھہراؤ تھا۔ درمکنون بحث نہ کر سکی۔

''صیام بھی ساتھ جائے گا؟''

''ہوں، وہ بھی ساتھ جائے گا میں اس سے بات کر لوں گی۔''

''ٹھیک ہے مما، میں چلی جاؤں گی۔''

''گڈ۔'' درمکنون کی فرماں برداری پر اس نے محبت سے کہا پھر کال کاٹتے کاٹتے یاد آنے پر بولی۔

''شہربانو بھابی صیام کے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہیں کیا وہ شہر شفٹ ہو گیا ہے۔''

''جی مما، مگر آنٹی اس کی فیملی سے کیوں ملنا چاہتی ہیں؟''

''وہ شاید شہرزاد اور صیام کے رشتے کی بات چلانا چاہتی ہیں مجھ سے صیام کے بارے میں پوچھ رہی تھیں میں نے بتا دیا کہ قابل اور بہترین انسان ہے۔'' مریرہ بتا رہی تھی اور درمکنون کا دل جیسے مضطرب ہو کر رہ گیا تھا۔

''کیا اس کے لیے صیام کو شہرزاد کے ساتھ دیکھنا آسان تھا؟''

''چپ کیوں ہو گئی ہو دری۔'' اس کی خاموشی محسوس کر کے مریرہ نے پوچھا تو وہ بولی۔

''کچھ نہیں مما، بس سر میں درد ہے بخار کی وجہ سے۔''

''ٹھیک ہے پھر تم آرام کرو، کل بات ہوگی۔''
''جی ٹھیک ہے خدا حافظ۔'' بجھے بجھے سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کال کاٹ دی تھی اس کا جسم بخار سے جل رہا تھا مگر اس وقت اسے اپنے جلتے ہوئے جسم سے زیادہ جلتے ہوئے دل کی پروا تھی تبھی اس نے دوا نہیں لی تھی۔
اگلے روز میٹنگ تھی مگر اس کی آنکھیں اتنی بوجھل تھیں کہ کھلنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ کافی دیر کسلمندی سے بستر میں پڑے رہنے کے بعد بمشکل وہ ہمت کر کے اٹھی تھی تبھی زور کا چکر آیا تو پھر بستر پر ڈھے گئی۔ چند منٹ یونہی پڑے رہنے کے بعد وہ دوبارہ اٹھی اور واش روم میں جا کر تپتے ہوئے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مارتے ہوئے خود کو فریش کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔
ویٹر اس دوران کئی بار اس کے کمرے کا دروازہ بجا کر جا چکا تھا۔ اپنے کمرے میں موجود صیام کا سارا دھیان، ساری توجہ بھی اس کی طرف تھی لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ اپنے دھیان کو اس کی طرف سے ہٹا نہیں پایا تھا۔ میٹنگ کا ٹائم ہو رہا تھا مگر درمکنون ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ صیام کی جان پر بن گئی تھی۔
کیسی عجیب بے بسی تھی کہ وہ جا کر اس کا حال بھی نہیں پوچھ سکتا تھا اگلے کچھ لمحے مزید اسی بے قرار کے سپرد کرنے کے بعد اس سے رہا نہ گیا تو اس نے خود جا کر درمکنون کے کمرے کے بند دروازے پر دستک دے ڈالی۔ اس کی دستک کے جواب میں اگلے دو منٹ کے بعد دروازہ کھل چکا تھا۔ باریک کریب کے مکمل بلیک سوٹ میں ملبوس، درمکنون نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی قمیص پر دمکتے سفید چھوٹے چھوٹے نگینے ستاروں کی مانند دمکتے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا گئے تھے۔
چہرہ میک اپ سے عاری ہونے کے باوجود فریش لگ رہا تھا تاہم آنکھوں کی سرخی اس بات کا ثبوت تھی کہ اس کی طبیعت ابھی بھی ٹھیک نہیں۔ صیام نے دیکھا اپنے شانوں کے گرد لپٹی گرم شال کے باوجود اس کا جسم ہولے ہولے کپکپا رہا تھا تبھی وہ بولا۔
''مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی بہتر ہوگا اگر آپ......!''
''میں ٹھیک ہوں آپ کو خوامخواہ میری فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں ہے، ویسے بھی بہتر ہوگا اگر آپ اپنے کام سے کام رکھیں میں ورکرز کا زیادہ فری ہونا پسند نہیں کرتی۔'' صیام کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے اس نے اتنی درشتگی سے کہا کہ وہ اپنی جگہ پتھر ہو کر رہ گیا۔
''ایم سوری۔'' اپنی تذلیل پر ہمیشہ کی طرح ضبط کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ سر جھکا گیا تھا۔ درمکنون بنا اس کے جھکے سر پر نظر ڈالے تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ کل کی رات جس کرب میں اس نے گزاری تھی اس کے بعد جانے کیوں اسے شہزاد کے ساتھ ساتھ صیام پر بھی بے حد غصہ آ رہا تھا۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیتی۔
میٹنگ ہال میں اندھیرا تھا۔
صرف پروجیکٹر کی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس پر بار بار سین بدلتے جا رہے تھے صیام بہترین مشورے دیتا ہوا گائیڈ کر رہا تھا مگر درمکنون کی سماعتیں بھلا کہاں کچھ سن رہی تھیں خالی خالی سی آنکھوں کے ساتھ دیوار پر آن ہونے والے پروجیکٹر کی اسکرین کو دیکھتی وہ وہاں ہوتے ہوئے بھی نہیں تھی۔ تین گھنٹوں کی گفت وشنید کے بعد بالآخر یہ میٹنگ اپنے اختتام کو پہنچی تو اسے ہوش آیا کہ وہ وہاں کیوں آئی تھی۔ صیام اپنی ضروری فائلز سمیٹ رہا تھا۔ وہ اچٹتی سی ایک نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد اپنے چند جاننے والے لوگوں سے دعا سلام کرتی میٹنگ ہال سے نکل آئی۔
گزرتے ہر لمحے کے ساتھ چہرے کی سرخی اور بخار کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ ہائی ہیل کا جوتا پہنے، شانوں پر

بکھری شال کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی جب اچانک اسے زور کا چکر آیا اور وہ بنا سنبھلے لڑکھڑا کر رہ گئی۔ صیام بروقت اپنے بازوؤں میں نہ تھام لیتا تو اس کا زمین بوس ہو جانا لازمی بات تھی۔ اس کا جسم جیسے دہکتا ہوا تندور بنا تھا۔ صیام اسے اپنے مضبوط بازوؤں کا سہارا دیئے بمشکل گاڑی تک لایا تھا۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد اس کی گاڑی اسلام آباد کی کشادہ سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی۔

درمکنون کو ہوش نہیں تھا کہ وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے۔ وہ تو اس وقت چونکی جب گاڑی مطلوبہ ہوٹل کے سامنے رکنے کی بجائے ایک شاندار پرائیویٹ اسپتال کے سامنے ایک جھٹکے سے رک تھی۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر موجود درمکنون کی آنکھیں بے حد بوجھل ہو رہی تھیں۔ صیام نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے مخاطب کیا۔

''باہر آیئے پلیز۔'' درمکنون نے اس کی استدعا پر بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتے ہوئے گاڑی سے باہر قدم رکھا تو سامنے فائیو اسٹار ہوٹل کی بجائے ایک شاندار اسپتال تھا۔ وہ چڑ گئی۔

''یہاں کیوں لائے ہیں آپ مجھے؟''

''ضرورت تھی اس لیے۔''

''مسٹر صیام آپ......؟'' شہادت کی انگلی اٹھا کر شدید غصے میں وہ اس کی انسلٹ کرنا ہی چاہتی تھی جب صیام نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

''میں جانتا ہوں میں اپنی حدود کراس کر رہا ہوں مجھے آپ کا ایک معمولی ملازم ہوتے ہوئے یہ قطعی زیب نہیں دیتا کہ میں آپ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کروں مگر ایم سوری مادام آپ کا ملازم ہونے کے ساتھ ساتھ میں ایک انسان بھی ہوں اور اس ناتے سے میں اپنی باس کو کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا وہ بھی ایسی صورت حال میں جب یہاں میرے سوا کوئی بھی آپ کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے۔'' مضبوط لہجے میں کہتا ہوا وہ اسے لاجواب کر گیا تھا۔ درمکنون سر جھٹک کر رہ گئی۔ اس کا بخار ایک سو تین سے تجاوز کر گیا تھا ڈاکٹر نے تفصیلی چیک اپ کے بعد میڈیسن لکھ دی ساتھ ہی اسے سردی سے سخت احتیاط کی ہدایت بھی کر ڈالی تھی۔

صیام اپنی جیب سے ڈاکٹر کی فیس اور دوائیوں کی پے منٹ کرنے کے بعد جس وقت دوبارہ ہوٹل پہنچا رات کی گمبھیر تاریکی نے گردونواح کی ہر چیز کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ درمکنون کا وجود ابھی بھی بری طرح کپکپا رہا تھا۔ وہ اس کے ہمراہ گاڑی سے نکل کر اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اسی کے کمرے میں چلا آیا۔ روم ہیٹر آن کرنے کے بعد اس نے درمکنون پر کمبل پھیلا دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر اس کے حکم پر گرم دودھ لے آیا صیام نے دیکھا اس کی کل رات والی دوا بھی بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر جوں کی توں دھری تھی۔ تبھی اس نے گولیاں ہتھیلی پر نکال کر دودھ کا گلاس تھام لیا۔

''یہ دوا کھالیں پلیز۔''

''میں کھالوں گی آپ اپنے کمرے میں جائیں۔'' بے حد بھاری پلکوں کو بمشکل وا کرتے ہوئے اس نے سختی سے کہا تھا جب وہ بولا۔

''چلا جاؤں گا بس آپ یہ دوا کھالیں، پلیز۔''

''مسٹر صیام آپ......!''

''میں جانتا ہوں میں اپنی حدود کراس کر رہا ہوں یہ سب میری اوقات سے بہت بڑھ کر ہے مگر ابھی آپ کو ہر قیمت پر یہ دوا کھانی ہوگی۔'' ایک مرتبہ پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ سختی سے بولا تھا۔ درمکنون کو مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی۔ وہ اس وقت اس کے ساتھ بحث افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ صیام اس کے دوا لیتے ہی خاموشی سے اٹھ کر اس کے کمرے سے

باہر نکل آیا تھا مگر اس رات وہ پھر ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکا تھا۔
درمکنون کے ملبوس کی خوشبو جو اس کے لباس میں جذب ہوگئی تھی رات بھر اسے بے کل کیے رہی تھی۔

❁......❁❁......❁

آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھکا تھا شہرزاد حویلی سے نکلی تو بارش کے دور دور تک امکانات نہیں تھے، مگر حویلی سے کچھ ہی فاصلے پر اس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوگیا تو مجبوراً اسے رکنا پڑا۔ کچھ ہی دوری کے فاصلے پر اسی کے گاؤں کی ایک خوب صورت لڑکی، گدھا گاڑی پر مدہوش پڑی شہر لے جائی جارہی تھی۔ ساتھ اس کی ماں اور دیگر رشتہ دار خواتین بھی تھیں۔ جہاں تک شہرزاد دیکھ سکی یہ زچگی کا معاملہ تھا لڑکی کی حالت شاید بے حد نازک تھی تبھی اس کی ماں اور رشتہ دار خواتین رو رہی تھیں۔ اس کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا۔

گاؤں میں ضروریات زندگی کی بہت سی ضروری سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے آئے روز جانے کتنی ہی خواتین اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتی تھیں۔ عجیب بے بسی کی موت تھی۔ اگر اس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر نہ ہوتا تو وہ بنا انسانی درجہ بندی کی پروا کیے اس بدنصیب لڑکی کو اپنی قیمتی کار میں ڈال کر فوراً سے پیشتر شہر کے کسی اچھے اسپتال میں لے جاتی، مگر افسوس کہ اس وقت یہ اس کے بس میں نہیں تھا، تبھی وہ افسردہ نگاہوں سے مشکل میں گھرے اسے غریب قافلے کو خود سے دور جاتے دیکھتی رہی تھی کہ جن کا کیس گاؤں کی ایک کم تجربہ کار عورت نے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہاں سے کچھ ہی فاصلے پر اس غریب گھرانے کا کچی اینٹوں اور گارے سے بنا دو کمروں پر مشتمل چھوٹا سا گھر صاف نظر آرہا تھا۔ شہرزاد نے دیکھا وہاں اس گاؤں میں ہر چیز ویسی ہی تھی جیسی اس کی ماں نے اسے کئی سال پہلے کی بتائی ہوئی تھی۔ گاؤں کے آوارہ کتے بے فکری سے گاؤں کی کچی کشادہ گلیوں میں گھومتے پھر رہے تھے چھوٹے چھوٹے بچے اسی طرح آدھے ننگے گاؤں کے جوہڑ میں بھینسوں کے ساتھ نہا رہے تھے جبکہ کچھ بچے میلے کپڑوں کی پروا کیے بغیر گلی میں ''گلی ڈنڈا'' کھیل رہے تھے۔ جگہ جگہ کوڑے اور گوبر کے ڈھیر بھی اس طرح گندگی اور مچھروں کا مسکن بنے دکھائی دے رہے تھے۔ شہرزاد ابھی اپنے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لے ہی رہی تھی کہ اچانک ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی۔ وہ بے ساختہ چونکی تھی اور پھر اوپر نیلے آسمان کو دیکھا تھا جہاں گدلے بادل بنا کسی گڑگڑاہٹ کے چپکے سے برسنا شروع ہوگئے تھے وہ پلٹی تھی اور پھر سے گاڑی کے پنکچر ہوئے ٹائر کا جائزہ لینے لگی تھی۔ عین اسی اثنا میں بالکل نیو پجارو کے ٹائر اس کی گاڑی کے قریب پہنچ کر چرچرائے تھے۔ شہرزاد کی نگاہ بے ساختہ اٹھی تھی۔ نظر کے سامنے اس وقت پجارو میں ایک نہایت وجیہہ شخص بیٹھا ہاتھ میں شکاری بندوق تھامے خاصے اشتیاق سے اسے دیکھ رہا تھا۔

شہرزاد کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تو سجود و قیام کے پیچھے
اور میں ہوں امام کے پیچھے
جامِ کوثر کو آشکارا کر
کون مخفی ہے جام کے پیچھے

"لاپروائی کی بھی حد ہوگئی نہ ان کے دلوں میں بڑوں کا لحاظ رہا نہ خدا کا خوف۔ سورج کی کرنوں نے پورے گھر کو چکا چوند کردیا۔ چرند پرند، شجر، حجر سب اس کی حمد وثناء میں مصروف ہیں۔ مگر یہ سارے مردوں سے شرط باندھ کر سو رہے ہیں۔ کیا خاک رزق برسے گا اس گھر میں۔ جس کے مکینوں کو ہاتھ اٹھانے کی فرصت نہ ہو۔ رزق، صحت، بخشش سب نعمتیں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بانٹ چکا ہوتا ہے تب یہ ہاتھ جھاڑتے، آنکھیں ملتے دنیا کے دھندوں کے لیے اٹھ بیٹھتے ہیں۔ یہ سب تمہاری ڈھیل ہے عروسہ سلطانہ جو یہ آج دن چڑھے تک نحوست پھیلا رہے ہیں۔" ان کی توپوں کا رخ بہو کی طرف ہوگیا۔

"میں نے تو اٹھایا تھا مگر پھر سو گئے مجھے بھی نماز کے لیے دیر ہو رہی تھی اس لیے میں بھی مصروف ہوگئی۔" انہوں نے کمزور لہجے میں وضاحت دی۔

"رہنے دو بس اپنی یہ فضول صفائیاں۔ ارے کیسی ماں ہو تم بچوں کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتی ہو۔ راتوں کی نیندیں اپنے اوپر حرام کرلیتی ہو۔ نہ دن دیکھتی ہو نہ رات۔ ان کی تکلیف دور کرنے کے لیے سو جتن کرتی ہو۔ اس تکلیف کا بھی کبھی سوچا ہے تم نے جب ان کے جسم دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔" ان کے تسبیح کے دانے تیزی سے گر رہے تھے اور ماتھے پر تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ غصے سے جسم الگ کانپ رہا تھا۔ عروسہ نے کوئی جواب دینے کے بجائے قرآن پاک جزدان میں لپیٹ کر دعا مانگی اور کچن کا رخ کیا یہ آج کی بات نہیں تھی۔ روز دن کا آغاز اماں کی چیخ وپکار سے ہوتا ایک ایک کو نماز کے لیے آوازیں دیتیں۔ اپنی لاٹھی زور زور سے دروازوں پر مارتیں مگر وہ بھی کان لپیٹے پڑے رہتے۔ اماں کی بڑبڑاہٹ گھنٹے تک جاری رہتی اور سارا نزلہ عروسہ پر گرتا۔ مگر وہ بے چاری بھی کیا کرتی۔ بچے دروازے لاک کرکے سو جاتے وہ ان کو سمجھاتیں، اللہ کا خوف دلاتیں۔ دادی کا حکم ماننے کو کہتیں مگر بچوں کے کان پر جوں نہ رینگتی وہ اپنے مقررہ وقت پر ہی بستر کو خود سے جدا کرتے۔ سردیوں میں تو دروازے لاک کرکے جان بخشی ہوجاتی مگر گرمیوں میں ان کی وہ شامت آتی کہ ان کے چودہ طبق روشن ہوجاتے۔

سرِشام صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کرکے چارپائیاں بچھادی جاتیں۔ ساری نمازیں اماں اپنی نگرانی میں پڑھواتیں اور وہ مارے باندھے پڑھنے کو تیار ہوجاتے مگر فجر کی نماز کے لیے اٹھنا ان کے لیے سوہان روح تھا۔ ذرا سی دیر ہوجاتی تو اماں کی کڑک دار آواز کے ساتھ لاٹھی بھی کمر پر برستی تو سب کے سب پیٹھ سہلاتے مندی آنکھوں سے باتھ روم کا رخ کرتے۔ شزا دادی کی اس لاٹھی سے بڑی عاجز تھی۔ وہ لاٹھی کے ڈر سے بڑبڑا اٹھتی۔

''زبردستی کی نمازیں پڑھواتی ہیں۔ ہماری عمر میں گھوڑے گدھے سب بیچ کر سوتی ہوں گی۔ ہمارے اوپر ڈنڈے برساتی ہیں۔'' وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے بالآخر مصلّے پر کھڑی ہوجاتی۔

پتا نہیں اب وہ دادی کو صلواتیں سناتی تھی یا واقعی نماز پڑھتی تھی۔ الٹے سیدھے سجدے کیے اور اندر کمرے میں جاکر جو چادر تان کر سوتی تو عین کالج کے وقت پر اٹھتی۔

''یار کچھ کرو دادی کا۔ ایمان سے کلاس میں بھی مجھے تو نیند آتی رہتی ہے۔ ہر وقت سر چکراتا رہتا ہے۔ صبح اٹھنے کے خیال سے رات کو بار بار آنکھ کھلتی ہے۔ نیند پوری نہیں ہوگی تو کیا خاک پڑھائی ہوگی۔'' وہ چاروں سر جوڑے اس مسئلے کا حل سوچنے کی فکر میں تھے۔

''ایسا کرتے ہیں دادی کی عینک اور لاٹھی چھپا دیتے ہیں۔ نہ عینک کے بغیر وہ ہماری چارپائیوں تک پہنچ سکیں گی نہ لاٹھی ہمارے اوپر برسے گی۔'' حمنہ نے اپنے تئیں حل نکالا۔

''بےوقوف اپنے ہی جیسی نامعقول بات کرنا۔ عینک اور لاٹھی نہ ملی تو امی کی شامت آجائے گی۔ انہیں سو سو باتیں سننے کو ملیں گی کہ وہ لاپروائی کرتی ہیں۔ ان کی چیزوں کو ٹھکانے پر نہیں رکھتیں اور ابو شام کو ہی دونوں چیزیں نئی لاکر ان کے ہاتھوں میں تھما دیں گے۔ کوئی اور تدبیر سوچو۔'' ان سب نے اس خیال کو مسترد کردیا۔

''تو پھر ایسا کرتے ہیں دادی روز رات کو دودھ پیتی ہیں۔ ان کے دودھ میں نیند کی گولی ملا دیتے ہیں۔ صبح دیر تک سوتی رہیں گی۔ اس طرح ہماری جان بھی بخشی ہوجائے گی۔'' فصیح نے اپنی عقل دوڑائی اور یہ مشورہ سب کو بھایا۔ رات کو عشاء کے بعد شزا بڑے پیار سے دودھ کا گلاس لے کر دادی کے پاس آئی۔

''یہ لیں دادی آج میرے ہاتھ کا بنا ہوا دودھ پئیں۔ امی تو چینی برائے نام ہی ڈالتی ہیں۔ میں نے چمچ بھر کر اس میں ڈالا ہے۔ مزے سے پی جائیں۔'' شوگر کی وجہ سے دادی کو میٹھا کم ہی کھانے کو ملتا اور وہ میٹھے کی رسیا تھیں۔

''میری بچی کو میرا کتنا خیال ہے۔ ویسے ایک بات تو بتا! آج دادی کی محبت کیوں اُمڈ کر آرہی ہے۔'' انہوں نے عینک کے پیچھے سے گھورا۔

''ارے دادی آپ تو ہماری جان ہیں۔'' اس نے مسکہ لگایا۔

''اچھا......'' انہوں نے اسے شکی نگاہوں سے دیکھا اور دودھ کا گھونٹ بھرا تو ذائقہ کچھ عجیب سا لگا۔ پھیکا دودھ روزانہ پی کر میٹھے دودھ کا ذائقہ کچھ اچھا نہ لگا۔

''بس جا کچن میں رکھ دے میرا جی نہیں چاہ رہا۔'' انہوں نے گلاس اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ شزا کے بارہا اصرار پر بھی انہوں نے دودھ کا دوسرا گھونٹ تک نہ بھرا اور ان سب کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔ یہ منصوبہ بھی ناکام رہا۔ اس خیال سے ہی ان کی جان نکلنے لگی کہ صبح پھر میٹھی نیند کی قربانی دینی پڑے گی۔

❀......❀......❀......❀

''امی خدا کے لیے دادی کو تایا ابو کی طرف بھیج دیں کیا آپ نے اور ابو نے ان کی خدمت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ہمارا تو جینا دوبھر کردیا ہے انہوں نے۔ اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لے سکتے۔ دوپٹہ سر پر اوڑھو' نماز پڑھو' جوان لڑکیوں کا چھتوں پر کیا کام' میوزک سننے والے کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا سیسہ ڈالا جائے گا' یہ اونچے قہقہے کیوں لگا رہی ہو' قمیص کی اتنی فٹنگ کیوں کروائی ہے' لپ اسٹک سے ہونٹ کس لیے رنگے ہیں۔ حد ہوگئی زندگی عذاب مسلسل بنادی ہے انہوں نے ہمارے لیے۔''

شزا آج جی بھر کر غصہ نکال رہی تھی اور عروسہ اسے آنکھیں دکھانے لگیں۔

"شرم کرو کچھ تمہارے باپ کی ماں ہیں۔ تمہارے بھلے کے لیے کہتی ہیں۔ سدا دنیا میں نہیں رہنا۔ نصیب والوں کے گھر میں بزرگ ہوتے ہیں۔ ان ہی کی دعاؤں اور برکتوں سے سو بلائیں ٹلتی ہیں۔ آج تمہاری دادی کے بارے میں یہ خیال ہے سوچو کل کو فصیح کی اولاد تمہاری ماں کے بارے میں اگر ایسی سوچ رکھے تو میرے دل پر کیا گزرے گی۔" انہوں نے اسے ڈانٹ پلائی تو وہ منہ بنا کر اٹھ گئی۔

صبح اسکول کالج جانے سے پہلے دادی کے کمرے میں حاضری لازمی تھی۔ پتا نہیں کیا کیا پڑھ کر پھونکتی تھیں۔ جب تک ساری پھونکیں مکمل نہ ہو جاتیں وہ جان نہ چھوڑتی اور وہ چاروں بے زاری سے بار بار کلاک کی طرف دیکھتے وین کا ہارن بجتا رہتا اور وہ سب دل میں پیچ و تاب کھاتے ان کی آخری پھونک کے انتظار میں رہتے جونہی تیسری پھونک ان کے پورے وجود کو سیراب کرتی وہ تیر کی طرح کمرے سے نکل جاتے۔ شام کو چاروں ماں کو پکڑ لیتے۔ اپنے اپنے دکھڑے روتے اور وہ خاموشی سے سنتی رہتیں۔ باپ سے تو کچھ کہنا بے کار تھا وہ تو اپنی اماں کے خلاف ایک بھی لفظ بولنے والے کا منہ توڑ دیتے اور انہیں اپنا منہ بہت عزیز تھا۔ ایک عروسہ ہی تھی جو ساس کی بھی سنتیں اور بچوں کی بھی دکھیاری کہانی سنتیں کبھی تو وہ ان کو جھڑک دیتیں۔

"کہ یہ کیا ہر وقت جاہل عورتوں کی طرح تم میری ساس کے خلاف میرے کان بھرتے رہتے ہو۔ مجھے تو یوں لگتا ہے تم میری اولاد نہیں بلکہ پڑوسن ہو جو مجھے اماں کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہو۔ تم لوگ میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔ میں تمہارے بہکاوے میں نہیں آؤں گی۔ وہ حق بات کہتی ہیں اور میں سچائی کا ساتھ دوں گی۔ تم لوگ ان کو نہ موقع دیا کرو کہ وہ تم پر ڈنڈے برسائیں۔ ارے محبت میں وہ یہ سب کرتی ہیں۔ کتنی دعائیں دے کر وہ تمہیں گھر سے رخصت کرتی ہیں۔ یہ انہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ تم بخیر و عافیت گھروں کو واپس لوٹتے ہو۔" وہ ان کی خوب خبر لیتیں اور وہ بڑبڑانے لگتے۔ کچی عمر میں یہ باتیں کب سمجھ میں آتیں ہیں۔ وہ تو دادی کو اپنا "صریح" دشمن تصور کرنے لگے تھے۔

کئی بار حمنہ نے ان کو باتوں باتوں میں پھوپو کے گھر جانے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی مگر سب بے سود۔ دادی نے تو صاف لفظوں میں کہہ دیا۔

"کہ میں سب سمجھتی ہوں تمہاری یہ چالاکیاں۔ مجھے پھوپو کے گھر بھیج کر دن میں لمبی تان کر سونا اور رات کو شیطان کو راضی کرنے کے کام کرنا۔ میں ہرگز تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ طاہرہ کے گھر جا کر میں کیا کروں گی وہاں تو ماشاءاللہ بچہ بچہ نمازی ہے۔ ماں کے کہنے سے قبل ہی سب صبح کو بستر چھوڑ چھاڑ کر مسجد کا رخ کرتے ہیں۔ ارے ضرورت تو مجھے یہاں رہنے کی ہے۔ تمہارے جیسوں کو دین کی راہ سمجھانی ہے۔ کل کو میں مروں گی تو خدا کو کیا جواب دوں گی کہ اپنی نمازوں کی فکر رہی اپنی آخرت کی تیاری کرتی رہی۔ گھر کے لوگوں کا کچھ خیال نہ آیا۔ نہ بنو نہ تمہیں چھوڑ کر میں کہیں نہیں جانے کی۔ اب تو اللہ ہی بلائے گا تو اس گھر سے نکلوں گی۔" وہ پورے شدومد سے انکار میں گردن ہلا دیتیں اور وہ سب دل مسوس کر رہ جاتے۔

شزا پورے انہماک سے رسالہ پڑھنے میں مگن تھی نہ اطراف کا ہوش نہ گرمی کا احساس۔ لائٹ کب کی جا چکی تھی مگر وہ موسم کی شدت سے بے نیاز پسینے میں شرابور ناول کے اختتام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جونہی ہیرو اپنی نوبیاہتا بیوی کو منانے کی غرض سے اس کے قریب ہوا۔ رسالہ ایک جھٹکے سے اس سے دور فاصلے سے جا گرا۔ کچھ ثانیے تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے۔ نظریں اٹھا کر دیکھا تو دادی خشمگین نگاہوں سے گھورے جا رہی تھیں۔ انہوں نے رسالہ پر لاٹھی کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ صفحے زخمی حالت میں اپنی بے بسی پر نوحہ کناں تھے اور شزا ہیرو کے

رومینٹک انداز سے محظوظ ہونے کے بجائے دادی کی بے وقت آمد پر جل کر ہی تو رہ گئی۔

"جب دیکھو ان خرافات میں منہ دیئے پڑی رہتی ہو۔ ان جھوٹے قصے کہانیوں میں اپنا وقت اور عاقبت دونوں خراب کرتی ہو۔ کبھی اس روشن کتاب کو پڑھنے کی بھی توفیق ملی ہے تمہیں جس سے پوری زندگی روشن ہو جاتی ہے۔ قرآن پڑھ کر بھلا دیا ناعاقبت اندیش۔ قیامت کے دن اندھی ہو کر اٹھو گی۔ جب تمہارے دین کے متعلق سوال پوچھے جائیں گے تو کیا جواب دو گی۔ اپنا یہ منکا انکار میں ہلاؤ گی کیا۔" اب دادی نے لاٹھی اس کے سر پر بجائی اور شزا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"یہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے آپ فکر مند ہونا چھوڑ دیں۔ اپنی آخرت کی فکر کریں کیا پتا کب بلاوا آ جائے۔ ہماری تو زندگی پڑی ہے پڑھ لیں گے نمازیں اور قرآن۔" اس نے تنفر سے کہتے ہوئے بستر پر پڑا ہوا رسالہ اٹھایا اور پھر سے مگن ہو گئی۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس کے الفاظ نے دو بوڑھی اندر کو دھنسی ہوئی آنکھوں کو نم کر دیا ہے۔ کچھ دیر کے لیے دادی کا دل دھڑکنا ہی بھول گیا مگر ادھر کب پروا تھی وہ بے نیاز ہو کر پڑھتی رہی اور انہوں نے لرزتے قدموں سے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

❁......❁......❁......❁

کئی دنوں سے دادی کی طبیعت سخت خراب تھی۔ شوگر کنٹرول نہیں ہو پا رہی تھی۔ بلڈ پریشر بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ ایک دم ہی بستر سے جا لگیں۔ عروسہ بیگم اور اختر علی جی جان سے خدمتوں میں لگ گئے۔ علاج معالجہ باقاعدہ کروایا جا رہا تھا مگر لگتا تھا کوئی دوائی اپنا اثر نہیں دکھا رہی تھی۔ وہ چند دنوں میں ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئیں بیٹھنے کی بھی سکت نہ رہی۔ لیٹے لیٹے اشاروں سے نمازیں پڑھتیں۔ ٹکر ٹکر پورے گھر کو بچوں کو دیکھے جاتیں اور آنکھوں سے آنسو گرتے رہتے وہ سب بھی ان کی اس حالت پر دکھی ہو جاتے۔

ایک دن وہ سب ان کی چارپائی کے گرد بیٹھے تھے۔ عروسہ صبح و شام ان کو سورہ یسین پڑھ کر سناتیں۔ دادی نے چاروں پوتا پوتی کو اشارے سے اپنے قریب بلایا ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرا ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنے کمزور ہاتھ ان کے آگے جوڑ دیئے وہ سب ان کی اس حرکت پر کٹ کر رہ گئے۔ چاروں نے دادی کے ہاتھ چوم لیے اپنے سینے سے لگائے اور تڑپ اٹھے۔ کوئی دیوانہ وار ان کے جھریوں زدہ ماتھے پر بوسہ دے رہا تھا تو کوئی سینے سے لگا انہیں چوم رہا تھا نحیف وجود کا لمس کرنٹ بن کر ان کے جسموں کو لگا اور برق کی سی سرعت سے پورے وجود میں سرائیت کر گیا۔ بس وہی ایک لمحہ تھا جب ان کے دلوں میں دادی کی محبت نے پوری قوت سے پنجے گاڑ دیئے تھے۔ ان کا پور پور ان کی محبت میں بھیگتا چلا گیا۔ کب دادی نے چپکے سے ان کے گھر اور دنیا کو خیرآباد کہہ دیا انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

لاٹھی برسانے والے ہاتھ ساکت ہو گئے۔ عینک کے پیچھے سے گھورنے والی نگاہیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ دنوں وہ اس حقیقت سے انکار کرتے رہے کہ دادی اب ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔

چارپائی ان کے وجود سے خالی ہو چکی تھی۔ اب شزا، فصیح، حمنہ اور ضہیب گھنٹوں دادی کے بستر پر بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے لمس کو محسوس کرتے ہیں۔ اب دادی تو نہیں رہیں نہ لاٹھی ان پر روز برستی ہے نہ چیخ و پکار ان کی نیندوں میں خلل ڈالتی ہے مگر پھر بھی نیند فجر کی اذان کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ نم آنکھوں سے ان کی لاٹھی کو دیکھتے ہوئے نماز کی تیاری کرتے ہیں اور دل میں روز کہیں یہ خواہش ضرور ابھرتی ہے کہ بے شک لاٹھی ہمارے اوپر روز برسے مگر دادی ایک بار ہمارے پاس آ جائیں ایک بار پھر سے ہمیں آوازیں دیں۔

یقینِ کامل

عریشہ ہاشمی

> ادب کی حد میں ہوں، میں بے ادب نہیں ہوتا
> تمہارا تذکرہ اب روز و شب نہیں ہوتا
> کبھی کبھی تو چھلک پڑتی ہیں یونہی آنکھیں
> اکثر اُداس ہونے کا کوئی سبب نہیں ہوتا

"اف...... یہ قہر برساتا سورج......" سحرش نے چلچلاتی دھوپ میں آنکھوں پر ہاتھ سے چھجا بناتے ہوئے دور سے آتی بس دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک تو روزہ...... اوپر سے گرمی۔ کل سے میں نے بھی روزہ رکھا تو نام بدل دینا میرا۔" بس قریب آچکی تھی اور سحرش کی اس دھمکی پر حمنہ نے اسے سرزنش کرنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے صرف گھورنے پر اکتفا کیا اور دونوں سہیلیاں بس میں سوار ہوکر گھر کی طرف روانہ ہوگئیں۔

❀......❀......❀......❀

"توبہ توبہ...... منگنی ٹوٹے دن ہی کتنے ہوئے...... پر یہاں تو قہقہوں پر قہقہے لگ رہے ہیں...... شرم نام کی کوئی چیز ہی نہ رہی اب تو دنیا میں۔" حسب معمول طعنہ زنی میں پیش پیش رہنے والی امینہ آنٹی نے لب کشائی کی۔ روشی نے جونہی منہ توڑ جواب دینے کے لیے منہ کھولا حمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

"آپی...... چھوڑو میرا ہاتھ...... آج میں انہیں آئینہ دکھاتی ہوں...... آخر پرابلم کیا ہے؟ پہلے تو بلاجواز منگنی توڑ ڈالی کاشف بھیا نے...... اب محترمہ جینے بھی نہیں دیتی۔"

"نہیں...... انہیں جو بہتر لگا' انہوں نے کیا۔ ہم تو ان کی طرح نہیں ہیں منی...... ہمیں اپنے ظرف کے مطابق ڈیل کرنا ہے ایسے لوگوں سے۔" حمنہ دھیمے لہجے میں اداسی سے بولی۔

"آپ کی اس نرمی کا غلط فائدہ اٹھایا ہے ان لوگوں نے۔ کس قسم کی لڑکی ہو تم یار...... ایک گال پر تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا آگے کروگی تو بھی تھپڑ ہی پڑے گا...... پھول نہیں برسیں گے۔"

"دوسرا گال کیوں آگے کروں گی......؟ میں نے تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے۔ وہ جو چاہے گا وہی ہوگا میرے ساتھ...... جب ہر کام اسی کے حکم سے ہوتا ہے تو پھر ری ایکشن ان لوگوں کے سامنے کیوں دکھایا جائے......؟" سوالیہ نظروں سے روشی کی طرف دیکھتے ہوئے قطعی انداز میں حمنہ نے جواب دیا۔

روشی اس سے بے زار ہو چکی تھی۔ یہ معاف کردینے والی عادت اسے عاجز کرتی تھی۔ سو اس نے مزید کچھ بھی کہنے سے گریز کیا اور افطاری کی تیاری کے لیے دونوں بہنیں کچن کی جانب بڑھیں۔

❁......❁......❁......❁

"سحرش...... اٹھو پانچ منٹ رہ گئے ہیں سحری ختم ہونے میں۔" مسلسل سحرش کو آوازیں دیئے جارہی تھیں اور وہ جاگنے کے باوجود کمرے سے باہر نہ نکلی۔

"زاری......" آواز دینے والا قریب پہنچ چکا تھا۔ بالآخر سحرش کو بولنا پڑا۔

"مجھے روزہ نہیں رکھنا...... یونیورسٹی میں ہمت ہی ختم ہوجاتی ہے۔" منہ بسورتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔

"سوچ لو زاری...... روزہ رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ ہمت دے دیتے ہیں۔"

"نہیں بھابی...... سونے دیں اب۔"

"واؤ...... بارش...... یاہو۔" جونہی سحرش لاؤنج سے باہر نکلی...... بارش کی بوندوں نے استقبال کیا۔ آسمان ابر آلود تھا ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی۔ سحرش جوکہ پہلے ہی بہت لیٹ ہوچکی تھی۔ خوشی سے نعرہ لگاتے واپس اندر چلی آئی۔

"مما...... حاشر بھیا جاگ گئے......؟" لاؤنج کے صوفے میں بیٹھی اس نے حاشر کے بارے میں پوچھا جو اس سے دو سال بڑا تھا۔ حاشر سے دو سال بڑے بھیا زوار کی شادی ہوچکی تھی۔ سحرش اور حاشر دونوں ہی یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹ تھے۔

"کیا ہے زری......؟" مما کے جواب دینے سے پہلے ہی حاشر بھیا حاضر تھے۔

"بھیا...... بارش شروع ہوگئی ہے۔ یونیورسٹی تک چھوڑ آؤ ذرا۔"

"اوکے...... تھوڑا انتظار......" حاشر تیار ہوکر جلدی سے آن پہنچا...... اب دونوں بہن بھائی گاڑی میں بیٹھے یونیورسٹی کے لیے نکل گئے تھے۔ راستے میں بارش اور بھی تیز ہوگئی۔ موسم بہت خوش گوار ہوگیا تھا۔ اس کا دل ایک دم پچھتاوے سے بھر گیا۔

"کیا تھا اگر میں آج روزہ رکھ لیتی۔" یونیورسٹی کا گیٹ آگیا اور وہ گاڑی سے اترتے ہی جس سے ٹکرائی...... وہ حمنہ تھی۔ اس کی عزیز از جان سہیلی۔

"یہ کون سا طریقہ ہے سلام کرنے کا سحرش۔"

"ارے...... غلطی تو تمہاری ہے...... تم کیوں اچانک سامنے آئیں۔" سحرش لڑائی کے لیے تیار ہوئی۔

"لڑائی لڑائی معاف کرو......" حاشر دونوں کی نوک جھونک دیکھ رہا تھا۔ حجاب اور عبایہ میں ملبوس اس نازک گڑیا کو متوجہ کرنے کے لیے بول اٹھا۔

"ارے...... آپ ابھی ادھر ہی ہیں حاشر بھائی......؟" سحرش کی تو یوں کا رخ اب حاشر کی طرف ہوگیا تو اس نے ایکسیلیٹر دبایا۔

"حمنہ یار...... تو ان گرمیوں میں حجاب نہ لیا کر۔ کچھ نہیں ہوتا۔ کتنی گرلز ہیں یہاں جو سر پر دوپٹہ تک نہیں لیتی۔" سحرش کے اس مفت مشورے پر حمنہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"پہلے ہی اتنی گرمی ہے...... تجھے نہیں لگتی اس عبایہ میں......؟"

"پہلی بات تو یہ کہ اتنا اچھا موسم ہے میڈم۔ گرمی کہاں ہے۔" دونوں چلتے چلتے رک گئے اور ایک قریبی بینچ پر بیٹھ گئیں۔

"دوسری بات یہ کہ...... پردہ اپنی سہولت کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت کے لیے کیا جاتا ہے...... پتا ہے...... جب ہم کوئی کام صرف اور صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے کرتے ہیں تو اس کا احسان کسی دوسرے پر نہیں جتایا جاتا۔ نہ ہی اس راہ کی تکلیفوں کو کسی اور کے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔ اپنا نفع ونقصان اگر دیکھا جاتا تو آج تاریخ میں ہماری امت

کا نام سنہری لفظوں میں کیسے لکھا ہوتا؟ جب پردہ کی آیات نازل ہوئیں تو صحابیاتؓ نے اسی وقت اپنی چادریں اپنے چہروں پر اوڑھ لیں اور جب شراب کو حرام قرار دیا گیا تو مکہ کی گلیاں شراب سے بھر گئیں تھیں۔ کسی نے نفع نقصان نہیں سوچا...... کسی نے اسلام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان نہیں جتایا۔ اپنے ان نیک اعمال کا...... کسی نے شکوہ شکایات نہ کیں۔ تم خود سوچو سحرش......! جن لوگوں کی روزی ہی شراب کی تجارت پر منحصر ہو...... ان کے لیے مشکلات نہ ہوتی ہوں گی...... ایسا بقون الاولون کو کیا کیا نہ سہنا پڑا ایک حق کی پہچان کے بدلے...... حضرت بلالؓ کو دہکتے کوئلوں پر لٹا دیا جاتا تھا۔'' وہ جیسے سفر میں تھی...... یہاں تو موجود ہی نہ تھی...... شاید مکہ کی گلیوں میں گھوم رہی تھی۔ بولتے بولتے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں...... آواز میں کپکپاہٹ در آئی تھی۔

''اور وہ...... پھر بھی ''احد احد'' پکارتے تھے۔ حضرت فکیہہ جن کا نام ''افلح'' تھا۔ ان کے مالک پاؤں میں رسی باندھ کر زمین پر گھسیٹتے تھے۔ حباب بن ارتؓ کو جلتے کوئلوں پر لٹا کر اوپر پتھر رکھ دیا جاتا تھا...... ہلا دیئے گئے تھے وہ لوگ۔'' چہرہ صاف کرتے ہوئے حمنہ نے سحرش کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہمیں کیا تکلیف ہے زاری......؟ کتنی آسان ہے ہماری زندگی۔ ہم سے تو دین نے کوئی قربانی نہیں مانگی...... صرف اور صرف اطاعت مانگی ہے۔ کیا ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے؟ تمہیں تو پتا ہے...... جب شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں آپ کے بندوں کو بہکاؤں گا اور وہ ضرور میری باتوں میں آئیں گے...... (القرآن) تو رب نے فرمایا کہ میرے بندوں پر تمہارا زور نہیں چلے گا۔ (القرآن) لیکن ہم کتنی آسانی سے رب کا یہ مان توڑنے میں مصروف ہیں...... ہم اپنے رب کا مان نہیں رکھ سکتے؟'' سحرش کا دل جھک رہا تھا۔

اس سے حمنہ کے پُرنور چہرے پر چمکتی آنکھوں میں مزید نہ دیکھا گیا۔

''سوری۔'' دونوں کان چھوتے ہوئے معافی طلب کی اور بولی۔ ''سنو...... روزے کی حالت میں تمہیں پیاس نہیں لگتی؟'' حمنہ مسکرا دی۔

''نہیں...... میں انسان تھوڑی ہوں۔'' شرارت سے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''بتا دو یار...... شیئر کرلو اپنا یہ راز...... شاید میرے کام بھی آ جائے۔'' مدھم لہجے میں اس نے التجا کی۔

''لگتی ہے...... پیاس بھی لگتی ہے...... گرمی بھی لگتی ہے...... لیکن آبِ کوثر کے ٹھنڈے میٹھے پانی کا تصور ہی میری پیاس مٹا دیتا ہے اور پھر روزہ اللہ کے لیے ہے ناں تو وہ ہمت بھی دے گا اور ان تکلیفوں پر اجر بھی دے گا...... سب سے بڑھ کر اس کی رضا ہے۔ یہ یقین کامل مجھے کمزور نہیں ہونے دیتا۔'' یہ کہتے ہوئے حمنہ مسکرا دی۔ اس یقین کامل کا نور اس کے چہرے اس کی ذات سے جھلک رہا تھا۔ وہ مطمئن تھی ہر حال میں۔ اس کے پاس صبر و شکر کا خزانہ تھا۔

''تم انسپائریشن ہو حمنہ اور میں تمہیں اپنے سے دور نہیں جانے دوں گی۔'' سحرش نے دل ہی دل میں کچھ سوچا اور اب وہ اس کو عملی صورت دینے کے لیے تیار ہوگئی۔

''اوھو...... ایک پیریڈ بنک ہوگیا اب دوسرا بھی مس کرنے کا ارادہ ہے۔'' حمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

دن یوں ہی گزرنے لگے۔ کسی کے شکوے شکایتوں سے لبریز اور کسی کے صبر و شکر کے سہارے۔ وقت کا کام گزرنا ہے۔ لیکن وہ جاتے جاتے تاریخ کے اوراق پر رویے لکھ جاتا ہے۔ ماہ رمضان میں خاص لوگوں کے دل وسیع کر دیے جاتے ہیں۔ تو وہ دوسرے بندوں کا دکھ درد محسوس کرنے لگتے ہیں۔ نیکیوں میں دوڑ لگاتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی

ہوتے ہیں۔ جن کے دل مزید تنگ ہوجاتے ہیں۔ اس کا عملی نمونہ صبح صبح حمنہ نے دیکھ لیا۔

محلے کی ایک بچی نے برف لینے کے لیے دروازہ پر دستک دی۔ امینہ چاچی نے برف تو نہ دی بلکہ وہ سنائیں کہ وہ بے چاری دوبارہ اس گھر کا رخ نہ کرتی اگر بروقت وہ مداخلت نہ کرتی۔

''اس گرمی میں برف جمتی کہاں ہے......؟ بجلی تو رہتی نہیں اب ایک کٹورے میں برف ہے تو وہ تمہیں دے کر خود بیٹھ جائیں کیا...... جاؤ بھئی...... معاف کرو۔'' ہاتھ ہلاتے وہ جیسے ننھی سی بچی کے ساتھ جھگڑا کررہی تھیں۔

''یہ لو بیٹا...... جب چاہے برف لینے آجایا کرو۔'' حمنہ نے برف کا شاپر اس کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

''ہائیں......ہم کیا کریں گے حمنہ......؟'' حیرت سے پوچھا۔

''آنٹی...... شام تک اور جم جائے گی فکر نہ کریں۔'' امینہ آنٹی تو منہ بناتی اندر چلی گئیں...... اپنے تخت پر براجمان دادی دور سے ہی یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ وہ زیرلب مسکرانے لگیں۔ انہیں اپنی اس معصوم پوتی سے یہ ہی امید تھی۔

❀......❀......❀......❀
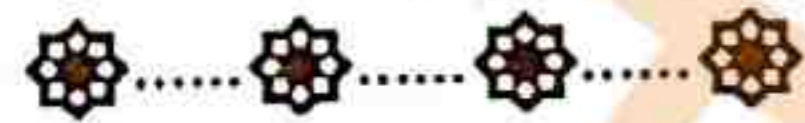
رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ یونیورسٹی کی چھٹیاں تھیں۔ روشی بھی کالج سے فری تھی۔ آج کل دونوں بہنیں گھر کی صفائیوں کے ساتھ ساتھ عید کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ دادی کے لیکچر بھی جاری تھے اور امینہ آنٹی کی طنزیہ باتیں بھی سب کچھ روٹین کی مطابق چل رہا تھا۔ ایسے میں گھر میں ایک نئے فرد کی آمد سے ماحول میں کھلبلی مچ گئی۔

امینہ آنٹی کے بیٹے کاشف نے لاہور میں ہی اپنی ایک کولیگ سے کورٹ میرج کرلی۔ موصوفہ خاصی الٹرا ماڈرن تھیں۔ جینز شرٹ کے ساتھ دوپٹے سے بے نیاز فل میک اپ میں لتھڑا چہرہ کسی کو بھی ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ چچا جان بیٹے سے ناراض ہوگئے۔ امینہ آنٹی نے بھی خاصی سختی سے کلاس لے ڈالی۔ یہاں تک کہ طلاق دینے پر اصرار کرنے لگیں۔ ایسے میں حمنہ میدان میں کودی۔

''آنٹی......طلاق تو انتہائی مکروہ عمل ہے۔ کورٹ میرج سے بھی زیادہ۔ ایسا نہ کہیں آپ۔''

''تمہارا دل کتنا بڑا ہے حمنہ بیٹا۔ مانا کہ کاشف کو ماڈرن لڑکی چاہیے تھی لیکن اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ اس کی ڈیمانڈ یہ نمونہ ہے تو میں کبھی تیری اور کاشف کی منگنی نہ توڑتی۔'' وہ اب پچھتا رہی تھیں۔ انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا۔ جب ہیرا مل جائے تو اس میں بے جا نقص نکال کر شکوہ کناں رہتا ہے اور جب طوبیٰ جیسی لڑکی ملتی ہے تو بھی ناخوش۔

''نہیں آنٹی......طوبیٰ بھی بری نہیں ہے۔ اسے کچھ ٹائم تو دیں......وہ یہاں اس ماحول میں ایڈجسٹ کرلے گی......اور وہ تو کاشف کی پسند ہے......آپ انکل کو سمجھائیں ناں...... انہیں تھوڑا ٹائم دیں ایڈجسٹ ہونے کے لیے۔'' اور پھر امینہ آنٹی نے حمنہ کی بات رکھ لی لیکن یہ تھا کہ وہ ابھی بھی طوبیٰ کو مخاطب نہ کرتی تھیں۔ بس اس کی خدمات وصول کرتی دل ہی دل میں اس کی گرویدہ ہوتی جاتی تھیں۔

''حمنہ دیکھو کون آیا ہے......؟'' وہ ڈائجسٹ کے مطالعہ میں بری طرح محو تھی کہ ایک دم سے روشی کی آواز پر تقریباً اچھل ہی پڑی۔

''کون ہے......؟'' اس نے جونہی سر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو سرپرائز رہ گئی۔

''اوہ مائی گاڈ......! سحرش کی بچی اچانک کہاں سے ٹپک پڑی......؟'' خوش گوار حیرت اور پرتپاک جذبات چہرے پر سجے ہوئے تھے۔ سحرش، حمنہ سے ملنے کے بعد اب امینہ آنٹی سے ملنے کے لیے ان کی طرف بڑھی جو کہ ابھی ابھی اپنے کمرے سے باہر آئیں تھیں۔

''آنٹی آپ ڈرائنگ روم کا چکر لگالیں۔ مما اور دادو کو بھی لے جایئے گا۔'' روشی نے اپنی آنٹی کو اشاروں کنائیوں میں ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمانوں کی طرف متوجہ کیا۔

''اچھا بتاؤ ناں...... اچانک کیسے آنا ہوا...... بتایا بھی نہیں......اور کون ہے ڈرائنگ روم میں......؟''

''بس جی......ہم نے سوچا کہ وہ نمونہ ہم بھی دیکھ آتے ہیں جس کو میری پیاری سہیلی پر فوقیت دی گئی تھی۔'' حمنہ اپنی جگہ خاموش رہ گئی۔ روشی بھی پاس ہی بیٹھی تھی۔ اس سے بھی کچھ بولا نہ گیا لیکن اس خاموشی کو توڑنے والی بھی حمنہ ہی تھی۔

''وہ اچھی ہے زاری......اپنی جگہ ٹھیک ہے وہ اور کاشف کو تو وہی ملنا تھا ناں جس کا وہ مستحق ہے۔''

''صحیح کہا......وہ تمہارے قابل نہیں تھا۔'' اتنے میں طوبی بھی آ گئی اور تھوڑی دیر میں محفل اپنے جوبن پر تھی۔

❀......❀......❀

''حمنہ آج جاؤ اور اپنی عید کی شاپنگ کرآؤ۔'' حمنہ سحری کے برتن دھو رہی تھی۔ جب مما نے کہا۔

''روشی بھی تو ہے......جس کو ایک بار ہی کہنا پڑتا ہے۔ اب دیکھو اس نے اپنی ہر چیز پوری کر لی ہے۔ آج طوبی جائے گی تم اس کے ساتھ چلی جانا۔'' مما ساتھ ساتھ کچن کی ڈسٹنگ میں مصروف تھیں۔

''او کے مما جانی...... اور کوئی حکم۔'' مسکراتے ہوئے اس نے فوراً بات مان لی۔

اچھی لڑکیاں ہر حال میں خوش رہتی ہیں۔ دل میں اگر خوشی نہ بھی ہو تو بھی چہرے پر ہنسی سجا لیتی ہیں۔ تقدیر کی شکایت کیا کرنا......! رب نے لکھی ہے ناں......تو بہتر ہی ہوگی ناں۔

ان ہی مصروفیات بھرے دنوں میں......حمنہ کا دل سہما جارہا تھا۔ بات بات پر آنکھ سے آنسو چھلک پڑتے...... بات کرتے کرتے وہ کہیں کھو سی جاتی۔

ایسے میں روشی اس کے ساتھ ساتھ رہتی۔ اس کا دھیان بٹاتی۔ اپنے کالج کے پرانے قصے یاد کرکے چٹخارے لے لے کر سناتی۔ چاندرات سر پرآن پہنچی تھی۔ دن میں ہی سحرش کا فون آ گیا۔

"رات نو بجے تیار رہنا...... چوڑیاں پہننے کے لیے جائیں گے۔" افطاری کے بعد روشی اور طوبی بھی تیار تھیں۔ حسب معمول حمنہ نے حجاب اور عبایہ پہن رکھا تھا۔ روشی نے بڑی چادر سے نقاب کر رکھا تھا اور طوبی نے جینز اور لانگ شرٹ کے ساتھ دوپٹہ سر پر لے رکھا تھا۔ کاشف طوبی کے ساتھ ہی کمرے سے باہر آیا تو حجاب میں لپٹی حمنہ کو دیکھ کر...... ایک خسارے کا احساس ہوا۔

مما اور امینہ آنٹی نے بطور خاص یہ بات محسوس کی تھی۔ اتنے میں گاڑی کا ہارن بجا اور مما نے دعاؤں کے سہارے اپنی تینوں بیٹیوں کو رخصت کیا۔ سب نے خوب انجوائے کیا۔ حمنہ کی پسند کو کاشف نے دل ہی دل میں سراہا۔ سحرش اپنے بھائی کی رگ رگ سے واقف تھی۔ اس لیے اس نے یہ پلان بنایا تھا۔ وہ گھر واپس آئیں تو امینہ آنٹی اور مما نے صبح کے لیے سب تیاریاں کر رکھی تھیں۔ میٹھا بن چکا تھا۔ چاٹ کے لوازمات بھی تیار تھے۔ بس صبح مکس کرنا تھا۔ کپڑے تو لڑکیوں نے دن میں ہی پریس کر لیے تھے۔

ہتھیلی پر لگی مہندی حمنہ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی کافی دیر سے مہندی دیکھ رہی تھی۔ دل میں تشکر تھا۔

"اب سو جاؤ آپی...... باقی صبح دیکھ لینا۔" روشی نے شرارت سے کہا اور ساتھ ہی روشنی گل کر دی۔

❀......❀......❀......❀
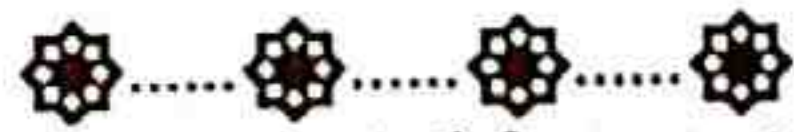
"عید مبارک۔" روشی کی آواز کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھلی تھی۔

"عید مبارک۔" وہ اپنی بہن کے گلے لگی پھر کچھ یاد آیا تو یک دم سے پیچھے ہٹی اور کہا۔

"اپنی مہندی دکھاؤ۔" ساتھ ہی اپنے ہاتھ بھی آگے کر دیئے۔ دونوں کے ہاتھوں پر مہندی نے گہرا رنگ رچایا تھا۔

بابا سے عیدی وصول کرنے کے بعد دونوں تیار ہونے چلی گئیں۔ جب کہ مما جانی اور امینہ آنٹی کچن میں مصروف تھیں۔ عید کے دن وہ بچیوں کو کچن میں جھانکنے بھی نہ دیا کرتی تھیں۔ خود سارے کام سنبھال لیتیں۔ ساتھ ساتھ محلے داروں اور رشتہ داروں سے عید کی مبارک باد وصول کرنے میں مصروف تھیں۔ روشی کے ماموں جان اپنی فیملی کے ساتھ آئے۔ کزنز بھی ساتھ تھیں۔ پھر دیگر لوگ بھی جمع ہونے لگے۔ حمنہ نے تعجب کا اظہار کیا تو مما جان نے اسے کمرے میں بھیج دیا۔ وہ حیران پریشان سی کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔ روشی نے آج اس کو تیار کیا تھا۔ چوڑی، گجرے، زیورات کے ساتھ ساتھ ٹیکا بھی۔ اچانک دروازہ کھلا۔ بابا اور چچا جان کے ساتھ کچھ اور مردوں کو دیکھ کر بے اختیار دوپٹہ سر پر کھینچا۔

"حاشر احمد ولد غیاث الدین کے ساتھ آپ کا نکاح بعوض حق مہر نقد پانچ تولے سونا کے ساتھ کیا جاتا ہے...... کیا آپ کو قبول ہے......؟" وہ ہونق بنی بابا کی طرف دیکھنے لگی...... اور پھر سب اچھا ہو گیا۔ سحرش کہ اس پلان پر اسے بھی حیرت ہوئی جتنی کہ حاشر کو ہوئی تھی۔

اس کا دل اپنے رب کے حضور اور بھی جھک گیا۔ یقین کامل جس کا زادِ راہ ہو۔ رب اس کا وہی ہو جاتا ہے اور رب سے بہتر کارساز کوئی نہیں۔

❀

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

لائبہ کو رخصت ہو کر اس گھر میں آئے پندرہ دن ہو چکے تھے اب اس کی شادی کی گہما گہمی اور دعوتوں کے ہنگامے تو قدرے تھم چکے تھے البتہ اس کی نند رومیصہ کی شادی کے ہنگامے گھر کو نئے سرے سے پُر رونق کر گئے تھے اور یہ رومیصہ ہی کی ضد تھی کہ بھائی کی شادی پہلے ہو' تاکہ وہ بھرپور طریقے سے انجوائے کر سکے۔

احسان اور آمنہ کی دو ہی تو اولادیں تھیں' بڑا شہیر اور پھر رومیصہ سو شہیر اور لائبہ کی شادی کے ٹھیک ایک ماہ بعد کی تاریخ رومیصہ کے سسرالیوں کو دے دی گئی۔ اس تمام عرصے میں رومیصہ کو ٹھیک سے آرام ملنا بھی مقصود تھا کیونکہ دو ماہ قبل ہی وہ لوگ اس گھر میں شفٹ ہوئے تھے اور رومیصہ نے اپنی انٹرئیر ڈیزائننگ کی ڈگری کے تمام ہنر گھر پر آزمائے تھے اس کے بعد اس نے شہیر کے بیڈروم اور ولیمے کے اسٹیج کی تھیم بھی خود ہی ڈیزائن کی تھی سو اس سب میں وہ بری طرح تھک گئی تھی۔

احسان صاحب کا پہلا گھر نسبتاً چھوٹے علاقے میں تھا اور کافی سادہ سا تھا وقت اور حالات کے ساتھ اولاد کے بدلتے تقاضوں نے انہیں بھی اپنی سوچ بدلنے پر مجبور کیا تو انہوں نے نئے گھر کی تلاش شروع کی۔ اچھے علاقے میں بڑا اور خوب صورت گھر مزید رقم کا تقاضا کرتا تھا لیکن ان کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں نہایت معمولی رقم کے اضافے کے ساتھ یہ گھر مل گیا۔ مالک مکان کی کوئی ذاتی مجبوری تھی جس کی بنا پر وہ کم دام میں گھر فروخت کر رہا تھا اور احسان صاحب کی تو گویا لاٹری نکل آئی تھی۔ پورا خاندان ان کی قسمت پر رشک وحسد میں مبتلا ہو گیا کہ اتنے اچھے علاقے میں جدید طرز پر بنا' ماربلز اور ٹائلز سے سجا اور ووڈ ورک آراستہ یہ خوب صورت بنگلہ انہیں اس قدر کم قیمت میں بھلا کیونکر ملا پھر رومیصہ کی ڈیزائننگ نے اس کی خوب صورتی کو چار چاند لگا دیئے۔ دونوں اولادوں

کی شادی سے قبل یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچانا ازحد ضروری تھا کہ اس کے بعد شادیوں کی مصروفیات یوں بھی بندے کو تھکا دیتی ہیں۔ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں کے مصداق انہوں نے بھی اس بنگلے کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

❀......❀......❀

پھر اگلے دس بارہ دن گویا مٹھی کی ریت کی مانند پھسلے۔ ہلکی ہلکی دھوپ ابھی پوری طرح پھیلی نہ تھی' جب وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلی۔ آج اس کی برائیڈل سروسز کے لیے بیوٹیشن نے ٹائم دے رکھا تھا اس نے بالوں کے لیے کچھ اسپیشل قسم کے ٹریٹمنٹس لینے تھے اسی لیے صبح صبح جانا پڑ رہا تھا۔ اس کے علاوہ ہیئر کٹنگ' فیشل' مینی کیور' پیڈی کیور' ویکسنگ اور نجانے کیا کیا' ایک لمبی لسٹ تھی جو آج ہی مکمل ہونی تھی۔ آج کل کی دلہن کی سروسز کی لسٹ اتنی لمبی ہوتی ہے کہ اتنی لمبی لسٹ تو محاذ پہ جانے والے سپاہی کے سازو سامان کی بھی نہ ہوتی ہوگی لیکن شادی شاید جنگ سے زیادہ کٹھن محاذ ہے اور اس محاذ کو اتنا کٹھن بنانے میں زیادہ ہاتھ میڈیا کا ہے جو عورت کو ایسا کیل کانٹوں سے لیس کر کے پیش کرتا ہے کہ سطحی مردوں کو گھریلو عورت تو پسند ہی نہیں آتی۔

آج کل مرد بھی اپنی بیویوں کو پیسٹری بنے دیکھنا پسند کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لڑکیوں کی فکرات کا دائرہ کار بڑھ گیا ہے اور ان ہی لڑکیوں میں سے ایک رومیصہ بھی تھی۔ صبح کی گئی جب وہ شام ڈھلے لوٹی تو بھوک پیاس پہ تھکن اور نیند ایسی حاوی تھی کہ آمنہ کے روکنے پر بمشکل کھانے کے لیے رکی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا بس بستر میں گھس جائے۔ سارا دن بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی تھی۔ آمنہ کچن میں کھانا نکالنے گئیں تو وہ صوفے پر بے ترتیب سی لیٹ گئی' برابر کے صوفے پر بیٹھی دادی اماں نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''پتر...... سارا دن پارلر میں لگ گیا' نمازیں پڑھ لی تھیں۔'' ان کے لہجے میں رچی شفقت کے باوجود رومیصہ بے زاری ہوئی جب دنیا کی ہر نعمت ہماری جھولی میں ہو تو ہم اسی طرح اللہ رسول ﷺ اور نماز روزے کی بات سے بے زار ہونے لگتے ہیں۔ یاد تو ہمیں تب ہی آتی ہے جب رسّی کھنچتی ہے۔ رومیصہ نے بمشکل اپنا لہجہ نارمل رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کیسے ممکن تھا دادی...... کتنے گھنٹے تو بالوں میں مختلف کریمز لگتی رہیں ہر کریم کا اپنا ٹائم ہوتا ہے بیچ میں بریک نہیں دیا جا سکتا۔ سر پر کچھ اوڑھ بھی نہیں سکتی تھی پھر فیشل وغیرہ بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ خود سوچیں ان کے بھی ہزاروں کلائنٹس ہوتے ہیں میرے لیے وہ انتظار تو نہیں کر سکتے تھے۔'' آمنہ کھانا لے آئیں تو دادی ملول سا چہرہ لیے خاموش ہو گئیں۔ کھانا کھا کر وہ جانے لگی تب عادت سے مجبور اور اپنی دین دار فطرت کے ہاتھوں پریشان دادی نے پھر دھیرے سے پکارا۔

''قضا نمازیں پڑھ کر سونا پتر......'' وہ لمحہ بھر کو رکی پھر مڑے بنا سر ہلاتی آگے بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

بارات کا لہنگا اس نے خود شہر کے مشہور ڈیزائنر سے بنوایا تھا اور چونکہ وہ سلیولیس تھا اس لیے اسے مہندی بھی پورے بازو پر لگوانی تھی اور آدھی پنڈلیوں تک۔ باریک انڈین ڈیزائنر والی مہندی نے بھی اس کا اگلا پورا دن اپنے نام کروا لیا جب اگلے روز بھی وہ شام ڈھلے تھکی ہوئی لوٹی تو دادی کو غصہ آ گیا۔

''آج کی نمازیں پھر رہ گئیں' آج کا تو عذر بھی بڑا مضبوط تھا۔'' انہوں نے ہاتھ نچا کر اس کے

بازوؤں کی طرف اشارہ کیا تو وہ خفت سے سرخ ہوگئی۔ پاس بیٹھی اس کی نئی نویلی بھابی نے بھی شرمندگی محسوس کرتے ہوئے میگزین اٹھا کے چہرے کے آگے تان لیا' وہ بھڑک اٹھی۔

''افوہ دادی...... مجبوری ہے نا کیا کروں میں۔ مجبوری میں تو نماز معاف ہوتی ہے۔ کہا تو ہے کہ قضا پڑھ لوں گی ساری ایک ساتھ اور یہ جو اتنا سنگھار کررہی ہوں اس کا بھی تو اسلام میں ہی حکم ہے نا کہ شوہر کے لیے سنگھار کرنا چاہیے۔'' دادی کے تو تلوں سے لگی اور سر پر بجھی۔

''اپنے مطلب کا اسلام خوب یاد رہتا ہے تم آج کل کی لڑکیوں کو۔ شوہر سے پہلے تو دنیا دیکھے گی تمہارا سنگھار' پہلے تو وہ موا فوٹو گرافر دیکھے گا پھر مووی میکر پھر سارے خاندان کے مرد اور وہ جس کا پہلا حق ہے وہ تو سب سے آخر میں دیکھے گا سو نگاہوں سے گزری ہوئی عورت۔'' دادی جلال میں آچکی تھیں۔ لائبہ کو بھی تھوڑا برا لگا تو رومیصہ کی دلجوئی کے لیے بولی۔

''دادی...... دلہن تو ہر دور میں ساری دنیا کو منہ دکھا کے آخر میں شوہر تک پہنچتی آئی ہے۔''

''ارے ہمارے زمانے میں گھونگھٹ ہوا کرتے تھے یہ لمبے لمبے۔'' دادی نے دونوں ہاتھ گھٹنوں تک لے جا کر اشارہ کیا تو لائبہ کو ہنسی آگئی۔ آنکھوں آنکھوں میں رومیصہ کو صبر کا اشارہ دیا اور پھر بولی۔

''گھونگھٹ تو آج کل فیشن میں ہیں دادی...... جیسے میرا تھا' رومیصہ کا بھی بنوایا ہے ویسا۔'' لائبہ کا اشارہ نیٹ کے گھونگھٹ کی طرف تھا۔

''ہونہہ...... وہ گھونگھٹ...... صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔'' دادی نے مکھی اڑانے کے انداز میں کہا تو لائبہ بھی لاجواب ہو کر خاموش ہوگئی اور رومیصہ پیر پٹختی اپنے کمرے میں جا گھسی۔

آمنہ جو اس کا پریس شدہ لہنگا اٹھائے اندر آئی تھیں قدرے تاسف سے ساس کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''اماں جی وہ تھکی ہوئی آئی ہے آپ روز شروع ہو جاتی ہیں ویسے تو وہ سب نمازیں پوری پڑھتی ہے۔ شادی کے دنوں میں مشکل ہو جاتی ہے، دلہن بنی بیٹھی ہو گی تب کیسے پڑھے گی؟''

''ارے کیوں؟ شادی والے دنوں میں دین بدل جاتا ہے یا خدا بدل جاتا ہے' نعوذ باللہ۔'' وہ پھر چمک کر بولیں تو لائبہ اور آمنہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر زیر لب کہا۔

''استغفر اللہ!''

''میں اسے سمجھا دوں گی' شادی کے بعد ساری نمازوں کا حساب کر کے قضا پڑھ لے گی وہ بھی سب سمجھتی ہے۔''

''اور جو مہلت ہی نہ ملی تو پھر......'' دادی کے لہجے میں اس قدر ٹھنڈک تھی کہ آمنہ دہل گئیں۔

''کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں! اللہ میری بچی کو صحت و زندگی دے۔'' وہ ناگواری سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں' ان کے پیچھے پیچھے لائبہ بھی نکل گئی۔ وہ دکھ سے لاؤنج کے ہلتے پردے کو دیکھتی رہ گئیں جس کے پیچھے دونوں او جھل ہو گئی تھیں۔

❁......❁......❁

ابھی ابھی لائبہ اس کی دلجوئی کی خاطر اس کی مہندی کی ڈھیروں تعریفیں کر کے اسے اگلے دن کے حوالے سے چھیڑتی کمرے سے گئی تھی اور اس کی کوشش کامیاب رہی تھی۔ وہ دادی کے ساتھ ہونے والی تلخ کلامی یکسر بھلائے اپنی خوب صورت ترین مہندی کے باریک نقش و نگار پر نگاہیں جمائے خوب صورت مستقبل کے سہانے سپنوں میں کھو گئی۔ یوں ہی مہندی کے نقوش نظروں میں جذب کرتے نجانے کب اس کی آنکھ لگی اور کب دبے پاؤں آمنہ آ کے اسے پیار کر کے لائٹ بند کر گئیں اور اسے خبر تک نہ ہوئی۔

نجانے رات کا کون سا پہر تھا جب ایک انجانے سے احساس کے تحت اس کی آنکھ کھلی۔ چند لمحے تو اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ ہوا کیا ہے' سامنے نصب وال کلاک کے چمکتے ہندسوں نے بتایا کہ رات کے دو بج رہے ہیں اس کا بیڈ بری طرح سے ہلا اور پھر جھٹکے بڑھنے لگے۔ اس کے حواس یک دم بیدار ہوئے اور وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

''یا اللہ رحم......زلزلہ......'' اس کا دل ہولنے لگا۔ اسی لمحے آمنہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''باہر آ جاؤ بیٹا! زلزلہ بہت شدید ہے۔'' وہ سر تا پا لرزتی زیر لب کلمے کا ورد کرتی ماں کے ساتھ برآمدے میں آئی تو احسان صاحب' شہیر' لائبہ اور دادی سبھی لاؤنج میں کھڑے تھے۔ ہر چیز دائیں بائیں ہل رہی تھی اس نے آمنہ کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔

''سب لوگ لان میں چلو گھر کے اندر رہنا ٹھیک نہیں۔'' احسان صاحب نے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ کر لاؤنج کا دروازہ کھولا تو ایک زوردار دھماکا ہوا اور ان سب کی چیخیں نکل گئیں۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو لاؤنج کے آگے بنے برآمدے کی چھت گر گئی تھی اور سارا ملبہ لاؤنج کے دروازے کے آگے یوں ڈھیر ہو گیا تھا کہ وہ ایک قدم بھی باہر نہ نکال سکتے تھے۔ وہ سب ساکت رہ گئے' شہیر کے حواس سب سے پہلے بحال ہوئے وہ پچھلی انٹرنس کی طرف بھاگا۔

''پچھلی سائیڈ سے نکلیں۔'' پچھلا دروازہ کھولا تو وہاں کے برآمدے کی چھت بھی گری پڑی تھی اور دروازے کے آگے راہ مسدود کیے دیوار بنی

کھڑی تھی۔

''یااللہ رحم!'' رومیصہ کو آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

''الٰہی رحم......'' آمنہ سسک اٹھیں۔

''کس اللہ کو یاد کررہی ہوتم...... وہ جس کے آگے تم نے کئی دن سے سر نہیں جھکایا۔'' رومیصہ کے ضمیر نے اسے جھنجھوڑا تو ذہن مہندی کے نقش نگار میں الجھ گیا۔

''اور جو مہلت ہی نہ ملی تو پھر......'' دادی کی آواز کی بازگشت ہوئی تو وہ تڑپ کر مڑی۔ دادی تیزی سے تسبیح کے دانے گرارہی تھیں۔ اس سے نگاہ ملی تو تسلی آمیز انداز میں مسکرائیں' زلزلہ اب رک چکا تھا لیکن......

''کیا یہ گھر ہماری قبر بن جائے گا؟'' احسان صاحب کی آواز میں اتری لرزش نے سب کے وجود پر لرزہ طاری کردیا۔ ''ماربلز' ٹائلز اور ووڈ ورک سے سجی خوب صورت قبر......''

''آج سمجھ آئی اس گھر کی ویلیو اتنی ڈاؤن کیوں تھی۔ ایک دو لوگوں نے مجھے بتانے کی کوشش بھی کی تھی کہ اس گھر میں ناقص میٹریل استعمال ہوا ہے لیکن میں ان باتوں کو لوگوں کے حسد پر محمول کرتا رہا۔'' وہ جیسے سرگوشیوں میں باتیں کررہے تھے۔ لاؤنج کی چھت میں کچھ جگہوں پر نمایاں دراڑیں نظر آرہی تھیں اور یہ دراڑیں تو دراصل ان کے ایمان میں بھی تھیں جنہیں وہ خوب صورت ملبوس تلے چھپائے پھرتے تھے لیکن اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

وہ تمام رات رومیصہ نے جائے نماز پر گزاری' صبح سویرے احسان صاحب نے پڑوسیوں کو کال کرکے مدد لی اور ملبہ ہٹوایا۔ فی الوقت کچھ بھی نہیں ہوسکتا تھا اگلے روز رومیصہ کی رخصتی تھی اس کے بعد

ہی اگلا لائحہ عمل طے کیا جا سکتا تھا۔ سب اپنے معمول پر آ چکے تھے لیکن رومیصہ مدار سے ہٹ چکی تھی‘ اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا کوئی بھی جاننے سے قاصر تھا۔ دن چڑھا تو وہ ایک بڑا سا شاپر لیے چادر کی بکل مارے باہر نکل آئی تو آمنہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''تم کہاں چلی؟''

''ٹیلر تک جا رہی ہوں بس ایک گھنٹے میں آتی ہوں۔''

''ٹیلر......ارے مگر......'' وہ ان سنی کرتی باہر نکل گئی تو آمنہ تفکر سے دیکھتی رہ گئیں۔ دو گھنٹے بعد وہ اسی شاپر کے ساتھ واپس آئی اور کمرے میں گھس گئی۔ آمنہ کے پاس اب حیران ہونے کا بھی وقت نہ تھا‘ گھر کے بیرونی حصے کی حالت وقتی طور پر درست کرنے میں ہی خاصا وقت برباد ہو گیا تھا۔

وہ کیا کرنے گئی تھی یہ حیرت اگلے دن دور ہوگئی جب وہ دلہن بنی ہال میں پہنچی۔ لائبہ اس کا لہنگا سنبھالے مسکراتی ہوئی ساتھ چلی آرہی تھی اور آمنہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھیں۔ سلیولیس لہنگے کی چولی پر فل آستین کا اضافہ ہوا تھا اور......ایک اور حیران کن اضافہ بھی تھا۔

اس کے بھاری کامدار دوپٹے کے نیچے بے حد خوب صورت فینسی اسکارف مہارت سے یوں سیٹ کیا گیا تھا کہ زیور پہننے کے باوجود سر اور گلا بالکل چھپے ہوئے تھے۔ اس روپ میں وہ اس قدر پیاری لگ رہی تھی کہ دادی نے بے اختیار اس کا صدقہ نکالا اور نوکرانی کے حوالے کر دیا۔

کھانا کھلا تو کھانے میں مصروف مہمانوں نے دلہن کو سائیڈ روم میں جاتے دیکھا اور سائیڈ روم میں موجود قریبی رشتہ داروں نے نماز عشاء ادا کرتے دیکھا تو آناً فاناً یہ بات پورے ہال میں پھیل گئی۔ پہلے اس کے حیادار روپ نے اور اب اس ادا نے سبھی کو متاثر کر دیا۔ کانوں میں ہوتی سرگوشیاں دلہا تک بھی پہنچیں اور اس کے دل میں بھی اپنی معصوم سی دلہن کا مقام بلند کر گئیں۔

نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر وہ جب اسٹیج پر آئی تو اپنے شریک سفر کی نگاہوں میں پہلے سے بسی محبت کے ساتھ ساتھ احترام کا جذبہ بھی رچا دیکھا‘ اس کے سسرالیوں کے چہروں پر بھی محبت کے ساتھ ساتھ عقیدت کے جذبات بکھرے تھے‘ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''دس نمازیں قضا کی تھیں میرے اللہ‘ صرف ایک نماز پر تُو نے اتنا نواز دیا۔'' اسی لیے تو اس کے ناموں میں رحمٰن اور رحیم ہے‘ غفور اور رؤف ہے کہ وہ تھوڑے عمل پر بھی زیادہ نواز دیتا ہے۔ ہمارے ایک سجدے پر اپنی رحمتوں کی بارش کر دیتا ہے اور ہم اسی ایک سجدے کو اپنی ترجیحات میں سب سے آخری نمبر پر رکھتے ہیں۔

رخصتی کے وقت اس کی آنکھ سے ٹپکے پہلے آنسو پر ہی اس کے شریک سفر نے اس کا ہاتھ نرمی مگر مضبوطی سے تھام کر اپنی ذات کا اعتماد بخشا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی اور پردے پر دھنک رنگ بکھر گئے۔

رات بھی، تیرا دھیان بھی، ہم بھی
چاند بھی، آسماں بھی، ہم بھی
ایک سچ، ایک جھوٹ، ایک واہمہ
وہ بھی، اُن کا گمان بھی، ہم بھی

جاذبہ آپا آج پھر جلے دل کے پھپولے پھوڑنے سردیوں کی دھوپ میں بیٹھی رو دینے کی حد تک شکوے کررہی تھیں اور بڑی آپا بمشکل ہنسی روکے پوری دل جمعی ظاہر کرتیں تفکر سے بولیں۔

''کیا ہوگیا چھوٹی...... آخر معاملہ کیا ہے؟'' آپا کی بہوفری کیلیے، سنگتروں کی باسکٹ ان کی خاطر داری کے لیے رکھتے ہوئے ساتھ ہی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔ موٹے موٹے سنگترے، تازہ کیلے دیکھ کر چھوٹی کی آنکھیں ابل پڑیں منہ پانی سے بھر گیا۔ رال ٹپکنے کو تھی۔ بھاڑ میں جائے جیٹھ کے مسئلے اور ان کے معاشقے۔ رونے دھونے کے لیے پہلے دیدوں میں پانی تو بھرلوں۔ چھوٹی جاذبہ نے ایک کیلا اٹھایا چھیلا پھر دوسرا، تیسرا چوتھا جب سیر ہوکر کھائے، سنگترے صفحہ ہستی سے مٹائے تو آواز میں سابقہ نمی بھر کر کہنے لگیں۔

''آپا معاملہ کیا ہونا ہے۔ وہی مرغی کی ایک ٹانگ...... فہد کے سہرے کے پھول تب تک نہ کھلنے دیں گے جب تک تایا جان کی بدرنگ زندگی میں کلیاں نہ چیخ جائیں۔''

''آئیں......!'' بڑی آپا اور بہو نے بیک وقت دانتوں میں انگلی دبائی۔

''یہ عمر اور یہ لچھن، بڈھا گھوڑا لال لگام!''

''ہائے ہائے!'' جاذبہ آپا پھر سے دھڑ دھڑ رونے لگیں۔

''آپا گھوڑے کی بھی کچھ نہ پوچھو، بڑے میاں کہتے ہیں گھوڑا بڈھا ہو یا جوان، ہوتا تو گھوڑا ہی ہے ناں! سرپٹ بھاگنے کو تیار۔''

''ہاں تو بھاگنے کے لیے لاتوں میں دم کا ہونا بھی تو ضروری ہے ناں۔'' بڑی آپا کے تبصرے پر بہو نے ایسا دل دہلاتا قہقہہ لگایا کہ پنچھی زلزلہ کی آمد سمجھ کر پھڑپھڑانے اور پھر شاخوں میں سہم کر بیٹھ گئے۔ اس کا قہقہہ، آپا کا طنز بھی جاذبہ کا ملال دور نہ کرسکا۔ ذرا جو پریشانی کا جال کھسکا ہو۔ ایک درجن مالٹے اور آٹھ کیلے کھا کر بھی۔

''آپا...... تم ساس بہو کو مذاق سوجھا ہے اور یہاں

میری جان مشکل میں ہے' وہ مجھ سے روز لڑتے جھگڑتے ہیں' رشتہ ڈالو۔ لو بتاؤ بھلا بھوسے میں ڈالوں۔ منہ میں دانت تک تو اپنے نہیں۔ ہنستے ہیں تو بتیسی ہلتی ہے اور خواہش وللہ وللہ۔"

"ہوں۔" بڑی نے ہنسی روکتے زور سے سر ہلایا۔

"کسر نفسی سے کام نہ لے تو جاذبہ...... یوں بھی بتانہ سر پر بال نہ دیدوں میں صحیح روشنی' بس سوکھا گالا سا ماسک چپکا ہے ہڈیوں پر۔"

"ہاں...... تو کیا کروں آپا' سوکھی سڑی پسلیوں کے بیچ دل کا لوتھڑا تو ہے ناں...... وہ پھڑکتا ہے ان کا۔"

"تو پھڑکنے دے کم بخت کو۔ ویسے بھی تو ایک جملہ ادا کرتے دس بار پھیپھڑے پھڑکتے ہیں ان کے' عینک تک لٹک جاتی ہے۔ دل پھڑک لیا تو کیا ہوا۔" بڑی تو اس روز کے رونے سے خوب ہی عاجز تھیں۔

"ہاں آپا تم کہہ سکتی ہو۔ جینا تو میرا دوبھر ہوا ہے ناں۔ ان کی تنہا اداس زندگی کاٹے نہیں کٹتی۔ کہاں سے کوئی رنگ بھروں۔" بڑی نے منہ بناتے پان کی پیک پھینکی اور گال میں انگشت گاڑھتے ہوئے بولیں۔

"چھوٹی! اللہ جھوٹ نہ بلوائے۔ ساٹھ کے تو ہوں گے؟"

"نہیں آپا! تین چار سال کم کرلو۔ پر فہد کے ساتھ اڑ لگا رکھی ہے اس کی تب تک دلہن نہ آنے دیں گے جب تک ان کی بنو نہ ڈھونڈ لوں...... لوکل کا ذکر ہی سن لو۔"

یہ تھی اصل بات جو وہ بتانے بڑی بہن کے گھر آئیں تھیں۔ جاذبہ کی عادت تھی ہر چھوٹی سی چھوٹی ہونے والی بات کو دل پر لے جاتیں اور بہن کے پاس آ کر خوب روتیں دھوتیں اور یہ تو قصہ ہی ایسا تھا۔ کل وہ اپنے بیٹے فہد کا رشتہ دیکھنے ایک جگہ گئیں۔ جیٹھ کو بڑا سمجھ کر ہمراہ لے گئیں۔ غالباً فہد کے ابو کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھے۔ جب رات کو لوٹے تو حیران تھے جاذبہ دودھ میں ہلدی ملا' گرم ریت کی پوٹلیاں بنا فہد کو دے رہی تھیں۔

"جا...... تایا کو دے آ۔" میاں کی سمجھ میں نہ آیا صبح تک تو بھائی جان خیریت سے تھے۔ ایسا کیا ہوگیا۔ جاذبہ سے پوچھا پہلے وہ ناک دباتے ہنسی پھر رندھی آواز میں کہنے لگیں۔

"کیا بتاؤں...... قریشی صاحب کی ماریہ کو دیکھنے گئی تھی' وہاں جا کر بھائی صاحب جو تاک لگا کر ماریہ کی تائی کو گھورنے لگے...... اف......" وہ قوالوں کی ہمنوا بنی سر دھنتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اس کا تایا زندہ نکلا' جانے کہاں سے برآمد ہوا...... پھر کچھ نہ پوچھو' کہنے لگے اس لڑکے کا تایا اتنا لوفر' بھتیجا کیسا ہوگا۔ چڑھ دوڑے بڑے میاں پر' ایسی تواضع کی' منہ چھپا' جان بچا بمشکل اس کوچے سے ہم نکلے۔" بڑے بھائی کی حرکت بیگم کے سامنے انہیں شرمسار کرگئی اور جاذبہ یہی قصہ گوش گزار کرنے آئیں تھیں۔

جاذبہ کا یہ آج کا رونا نہیں تھا۔ جس دن سے جیٹھانی کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ وہ ایسے ہی خون کے آنسو روتی تھی۔ ان کا مشترکہ گھر تھا۔ اپنے دو بچے بیٹی کی شادی کیے دو سال ہوگئے۔ چھوٹے فہد کا رشتہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ جیٹھ صاحب کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جو شادی کے بعد بیوی سمیت اٹلی کمانے کے لیے چلا گیا۔ اصولاً اب اس گھر میں مکمل جاذبہ کی راجدھانی تھی مگر اس راجدھانی پر ندامت نے ڈیرہ جیٹھانی کی برسی پر ہی ڈال لیا۔ جب ہر عورت ماتھے پر تیوری چڑھائے خونخوار لہجے میں کہتی نظر آئی۔

"ہائے جاذبہ! سنبھالو اپنے جیٹھ کو' لگتا ہے بیوی کی وفات کا دماغ پر اثر ہوگیا ہے۔ عینک بدل بدل کر گھورتے نہیں ہٹ رہے...... ہائے ہائے مجھ دیکھ دیکھ کر گانے گارہے ہیں۔ سٹھیا تو نہیں گئے جاذبہ...... توبہ توبہ' جاذبہ یہ موقع اور تمہارے جیٹھ کی حرکتیں۔ آتے جاتے کہنیوں سے بازو ہی چھیل دی۔ بڑے میاں سے عینک تو سنبھلتی نہیں۔ بیگم کیا خاک سنبھالیں گے۔ خبطی!" اور وہ ندامت سے گڑھی جارہی تھی۔ انہوں

نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ بیس سالہ لڑکی سے لے کر، چالیس سالہ عورت تک کو نظروں میں تولتے جیسے پتھرا گئے تھے۔ شروع دنوں میں انہوں نے دبے دبے اظہار کیا تھا۔

''مرد پر کون سی عدت ہے۔'' جب کسی نے دھیان نہ دیا تو انہوں نے خود ہی شروعات کیں اور پھر تو اڑوس پڑوس کیا دور محلوں سے بھی نوٹس آنے لگے۔

''اپنے بڈھے کو ڈالیے لگام ورنہ پٹے گا سر عام۔''

جاذبہ اور اس کے میاں سر پکڑ کر رہ جاتے۔ اتنے بڑے ہیں۔ انہیں سمجھائیں بھی کیسے۔ اب جب فہد کی ایک دو جگہ بات کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

''پہلے میری بھی ڈھونڈو۔'' اور یہ سب کیا دھرا بھی فہد کا ہی تھا۔ تائی اماں فوت ہوئیں تو ان کا بیٹا چند دن بعد ہی واپس اٹلی چلا گیا۔ تایا کی تنہائی غم گساری کا اسے زیادہ ہی بخار چڑھا۔ اپنے عزیز جان تایا کی اداسی دور کرنے کے لیے ایک قیمتی موبائل لا دیا۔ اس میں تائی کی ساری تصاویر سیو کر دی۔ اندھیرے میں اٹھ کر ٹھوکر کھانے کی زحمت نہ ہو۔ ٹارچ کی ٹارچ اور وال پیپر پر ہر دم مسکراتی تائی۔ لو بتاؤ بھلا اب فوت شدہ سے کیا لینا دینا۔ مرے کے منہ سے بھانپ نہ نکلے۔ بے جان کی کھلکھلاہٹ کہاں سے سنتے۔ تو تایا جان نے محلے کے بچے کو لالچ دے دلا کر گوگل چلانا سیکھ لیا۔ پھر کیا تھا۔ نت نئے گانے، فلمیں اور جوان ہیروئنوں نے جو دل کی دنیا تہہ وبالا کی واللہ واللہ۔ کچھ لیڈیز کے نمبر فہد کے موبائل سے چرائے کچھ بھاوج کے موبائل سے اور باقی ایک چاکلیٹ کے بدلے ایک نمبر وہی محلے کا لالچی بچہ دے جاتا اور انہیں مس کال دینے کا دلچسپ مشغلہ مل گیا۔ کال پیکجز نے تو ہر مشکل آسان کر دی۔ ایک ڈپٹ کر بند کرے تو دوسری سے شروع اور تو اور نت نئی سلفیاں بنا۔ کبھی کسی کو سینڈ تو کبھی کسی کو، خضاب لگے بالوں سے سر پر ٹھنڈ چڑھی تو دھوپ سینکنے چھت پر چلے گئے۔ ارے واہ وہاں تو رنگ ہی نرالے تھے۔ ہر چھت رنگوں رنگین، عورتیں لڑکیاں، کپڑے دھوتیں۔ مالٹے کھاتیں اور تو اور جوئیں چنتیں بوڑھیاں بھی۔ سیل پر گانا سنتے سنتے کیا دماغ میں کلبلایا۔ برابر والی عورت کی فوٹو بنالی۔ اف...... پھر جو گالیاں اور لعنتیں پڑیں اماں اماں......بس اینٹیں مارنے کی کسر رہ گئی تھی۔ یہ روایات سرگرمیاں جاذبہ کے گلے کا پھندہ بن گئیں تھیں۔ آئے دن کوئی پڑوسن غراہ کے جاتی اور وہ بیچاری سر پیٹتی رہتی۔

......☆☆☆......

وہ بہت دیر سے کچن میں جانے کیا کیا گھولتے ہوئے نئی ریسپی ٹرائی کر رہی تھی گاہے بگاہے ندا پر نظر ڈالتی رہتیں پھر آ کر اس کے پیچھے کھڑی اچک اچک کر اس کا موبائل جھانکنے لگیں۔ جواباً ندا نے ناگواریت سے انہیں دیکھا اور موبائل آف کر کے اپنے کمرے میں جانے لگی۔ وہ بھی ساتھ ہولیں۔ وہ پڑھنا چاہتی تھی جب کہ وہ اسے مختلف باتوں میں الجھا رہی تھیں۔

''خالہ پلیز! مجھے اسائمنٹ بنانا ہے۔'' اس نے چھٹکارا پانے کے لیے کہا مگر وہ بھاگ کر گئیں زیتون کا تیل اٹھالائیں۔

''چل تو بنا جو کچھ بنانا ہے میں تیری مالش کرتی رہوں گی۔'' بھلا ٹرین میں بیٹھے بھی کچھ لکھا جاتا ہے۔ اس کا سر ان کی ہتھیلیوں میں گھوم رہا تھا۔ ایک پل نہیں گزرتا تھا کہ رانو خالہ چین سے بیٹھی رہیں۔ اللہ جانے پیروں کی جگہ پہیے لگے تھے اور ہاتھوں کی جگہ چرخہ جو رکتا ہی نہ تھا۔ ہر وقت کسی کام میں نہ صرف خود جتی رہتیں بلکہ اس کا بھی لحہ بھر بیٹھنا حرام کر رکھا تھا۔ خالہ تو وہ خیر سے ندا کی تھیں ہی، پر اسے نانی یاد کروار کھی تھی۔ ندا صرف اتنا یاد تھا کہ وہ بہت چھوٹی سی تھی۔ جب نانا، نانی کے انتقال کے بعد خالہ اسے بہت سے کپڑے گڑیاں دلوا، ٹافیاں کھلاتی اپنے ساتھ نانا کے گھر لے آئی تھیں۔ بہت لاڈ اٹھائے۔ اماں ابا تو ڈانٹتے ہی رہتے تھے۔ بڑے بہن بھائی پٹتے تھے مگر یہاں نہ کوئی

ڈانٹنے والا نہ مارنے والا۔ پیار ہی پیار خالہ کا لاڈ ہی لاڈ۔ یقیناً اب اسی پیار کو سود سمیت وصول کررہی تھیں۔ لمحہ بھر کے لیے اسے تنہا نہ چھوڑتیں۔ کہیں جانے کے قصد سے اگر ندا اٹھتی وہ اس سے پہلے دوپٹہ اوڑھ دروازے میں کھڑیں ملتیں۔ کئی بار تو اکیلے رہ جانے کے خوف سے ندا سے پہلے ہی گلی کے آخر نکڑ تک پہنچ بھی جاتیں۔ موبائل کی ہلکی سی بیپ پر جھپٹ کر اس سے پہلے اٹھالتیں۔ سننے والے کے کان تھک جاتے پر ان کی زبان نہ رکتی۔ جب تک پورے کنبے کا حال احوال، شجرہ پوچھ اور سنا نہ دیتیں۔ یہاں تک کہ ہمسائے کیسے ہیں۔ ان کے آج کیا پکا، دودھ والا کب آتا ہے اور دو چار ٹوٹکے بونس میں۔ ندا عاجز آجاتی مگر اسے ہاتھ کے اشارے اور آنکھوں سے ڈپٹتی پہلے اپنی بات پوری کرتیں تھیں۔ یونیورسٹی میں فن فیئر تھا۔ بڑی مشکل سے ندا کو اجازت دی۔ وہ دل ہی دل میں بہت خوش تھی۔ مشکل سے ہی سہی پر جانے کی اجازت تو دی۔ وہ خوب لشک پشک کر بہت چہکتی ہوئی جب آڈیٹوریم کی جانب بڑھ رہی تھی مارے حیرت کے سانس رکی آنکھیں ابلیں، پلکیں بار بار جھپک کر خود کو جگایا۔ ہوش دلایا مگر وہ خواب نہیں حقیقت تھا۔ گلابی پھولوں والی سلکی ساڑھی پہنے، سرخ سینڈل، سرخ لپ اسٹک کوئی اور نہیں وہ رانو خالہ ہی تھیں۔

''آ......آ......آپ......!'' بمشکل اس کے منہ سے پھسلا۔

''ہاں میں۔'' انہوں نے برجستہ اقرار کیا۔ ''اب جوان جہان لڑکی کو اکیلے کیسے بھیجتی، اگر ایسی ویسی بات ہوگئی سنبھال تو لوں گی ناں۔'' اس نے اپنا سر پیٹا، سہیلیوں نے تالیاں۔

بچپن سے اب تک خالہ فرشتوں کی طرح اس پر مسلط تھیں۔ بہت پہلے امی سے پوچھنے پر معلوم ہوا تھا کہ ان کی شادی کیوں نہ ہوئی۔ غالباً انہیں آج تک کوئی رشتہ پسند نہیں آیا تھا کسی کا قد چھوٹا، کسی کا رنگ کالا، کوئی سوکھا بہت، کوئی معیار کا پڑھا ہوا نہیں تو کوئی پنساری کا بیٹا۔ سو ہر رشتے کو انکار کردیتیں۔ انہیں چاہیے تھا افسانوں جیسا وجیہہ اسمارٹ ہینڈسم، کسی ایگزیکٹو پرسنلٹی والا۔ لیکن ایسے ہیرو کو بھی تو اپنے جیسی ہی چاہیے تھی۔ خالہ گوری چٹی ضرور تھیں مگر تھیں بھاری بھرکم، باتونی چنی منی آنکھیں پتلے گلابی ہونٹ ہاں آواز بہت سریلی تھی۔ جس پر بہت غرور تھا۔ اسی لیے جنہیں خالہ نے پسند کیا انہوں نے خالہ کو نہ کیا۔ وقت چل سو چل اپنی بیل منڈیر چڑھتا رہا۔ نانا، نانی کی وفات کے بعد ان کی تنہائی کے خوف سے ندا کی والدہ نے اسے خالہ کو دے دیا۔ وقت اتنی تیزی سے بڑھا دس سالہ ندا چوبیس کی ہوگئی۔ اب خالہ بڑھاپے کے زینے پر قدم رکھ چکیں تھیں۔ تنہائی کے خوف سے زیادہ ہی ندا سے چپکی رہتیں۔ بازار جانا ہو، سہیلی کے ہاں لائبریری کا کام ہو یہاں تک کہ ٹیوشن سینٹر کی سیڑھیوں پر اس کی واپسی کی منتظر بیٹھی رہتیں۔ آتے جاتے راہ گیر سے وقت پوچھتیں اور اہل خانہ کا احوال الگ، حد ہوگئی دنیا داری کی۔ ندا نے بہت غور وخوض اور سہیلیوں کے مشورے سے ان کی تنہائی کا حل ڈھونڈا۔ ایک دن اپنی سہیلی سے ان کے لیے بہترین موبائل منگوادیا۔ نعتیں، قرآن پاک اور چند ٹوٹکوں کے پروگرام لوڈ کرکے تھما دیا۔ لو بھلا یہ سب توٹی وی پر بھی موجود ہے۔ اگر موبائل ہے تو کچھ الگ تو ہو۔ ندا کے کان کھا کر اس سے میسج کرنا، نیٹ چلانا سیکھ لیا اور اس کی غیر موجودگی میں کئی نمبرز بھی اچک لیے۔ ندا کی تو جان چھوٹی مگر اب کبھی کسی کو فون ملا تو کبھی کسی کو۔ ایک دن بہت سمجھ داری سے اس کے پروفیسر کو سر درد کی پھکی بنانا سکھا رہی تھیں۔ ندا نے سر پیٹ لیا۔ پھر ایک دن سہیلی کے ابا کو ملا کر شوگر کنٹرول، بڑھی توند کم کرنے کے نسخے لکھوا دیئے۔ سہیلی کی ماں نے تو کیا سنائیں جو سہیلی نے ندا کو سنائیں اور ندا رودینے کی حد تک بال نوچنے لگی۔

''خدا کے واسطے خالہ، میرے کسی ملنے والے کو مت

ٹوٹکے بتایا کریں۔" انہوں نے کال یا میسج پر ٹوٹکے بتانے چھوڑے یا نہیں یہ الگ کہانی تھی خیر اور عجیب وغریب حرکتیں شروع کردیں۔ آئے دن رنگ برنگا ماسک گھول کر منہ پر لگا کر بیٹھ جاتیں۔ جس دن ندا ہتھے چڑھ جاتی یا تو اسے ایلوویرا جل سے ہری کر دیتیں یا پھر مختلف پھلوں کے چھلکے کوٹ کر پیلی، وہ چیختی چلاتی رہ جاتی۔ مارننگ شوز میں نت نئے تیل بنتے دیکھتیں کچھ خود اضافہ کراور پھر شروع ہوجاتیں اس کے سر پر۔

"خالہ یہ جو چند بال رہ گئے ہیں ناں، آپ کے ٹوٹکوں کے عملی مظاہرہ سے گرجائیں گے۔"

"بیوقوف۔" مالش کے دوران ایک چپت اس کے سر پر جڑی۔ "میرے تجربے ناکام نہیں ہونے والے بہت جلد اپنی پروڈکٹ بنالوں گی۔"

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

اچانک سردی کی آمد ان کے پھولے بدن میں گھسی جارہی تھی۔ گھٹنوں میں تکلیف کندھوں میں ٹیسیں۔ ہزار ہا حلوے، پنجیریاں بنالیں مگر افاقہ کہاں۔ اتوار ہونے کی وجہ سے ندا گھر میں موجود تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑا، چلیں لنڈے بازار تاکہ چند موٹی موٹی جرسیاں۔ پاجامے لے آئیں۔ ایک خاصی عمر کا بھاری بھرکم پٹھان ڈھیر لگائے بیٹھا تھا خالہ کو وہاں سے جرسیاں، جرابیں پسند آئیں۔ بھاؤ تاؤ کرتے نظر پٹھان کے رخسار پر رک گئی۔ واللہ کیا سرخ وسفید پھولے رخسار پر کالا سیاہ بڑا سا موکھا (مسعہ) خالہ کو بے حد بھدا لگا تھا۔ عینک جماتے جماتے اچھی خاصی اس پر جھکتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ہائے خان! یہ موکھا کیسے بنا، علاج وغیرہ نہیں کروایا...... کیا؟" جھجکی خالہ کی انگلی کی پور خان کے رخسار کو چھونے ہی والی تھی کہ وہ شیر کی طرح خونخوار لہجے میں دھاڑا۔

"او خانہ خرابا! بھرے بازار میں ہمارے رخسار کو چھوتا ہے، ہم تمہارے جیسا نہیں، غیرت مند پٹھان ہے۔" اس کی غیر متوقع چنگھاڑ سے خالہ اسی پر گرنے لگیں تھیں۔ ندا نے سنبھالا اور اب خان اسے کہہ رہا تھا۔

"خوچہ اپنی اماں کو لگا میں ڈالو۔"

"اماں ہوگا تو، تیرے ہوتے سوتے، بدبخت میں تو ابھی کنواری ہوں، کم بخت تیرے پتے کی بات......"

خالہ جانے کیا اول فول بولنے لگیں۔ اردگرد کھڑی عورتوں کی معنی خیز ہنسی میں ندا کو اتنی سبکی محسوس ہوئی جرسیاں، جرابیں پھینک غصے میں آپے سے باہر ہوتی خالہ کا بازو پکڑ کر چل دی اور رکشے میں بٹھا کر دم لیا۔

"یہ...... یہ کیا حرکت تھی خالہ؟" اس نے غصہ سے پوچھا۔

"لے...... حرکت ورکت کیا تھی، اس موکھے سے بدبخت کی شکل منحوس لگ رہی تھی، میں اسے ٹوٹکا بتانے لگی تھی۔ جو کل ہی فیس بک پر پڑھا تھا۔ گھوڑے کا بال، موکھا جھاڑ...... اس بے غیرت ذلیل نے مجھے ہی جھاڑ دیا۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں۔ کمینہ جانے کیا سمجھ بیٹھا۔ میں اچھے اچھے کو منہ نہ لگاؤں۔"

"ہاں تو لگانا بھی نہیں چاہئے، آخر کو نامحرم تھا۔" ان کی لمبی چوڑی وضاحت پر وہ منہ میں بڑابڑائی تھی۔ ندا نے طے کیا موبائل چھپادے یا پھر واپس کردے۔ یہ کیا شامت خود ہی بلالی۔ بے عزتی الگ بیلنس الگ۔ لیکن خالہ کا دل موبائل سے ایسا بہلا کہ وہ سوتے ہوئے بھی دھیان رکھتیں اور تو اور ندا کا بھی کہتیں مجھے ہی دے دے۔ تنہائی سے اوب کر لوگوں کی آوازیں سنتی ہوں اور پھر تیرا دھیان بھی کہ کہیں غلط لڑکا تنگ نہ کرے۔ پھر وہ تنگ آکر کہنے لگی۔

"خالہ کب جان چھوٹے گی۔ آپ کی سی آئی ڈی فطرت سے۔"

"میرے جیتے جی نہیں چھوٹنے والی۔" چشمے کے شیشے صاف کرکے خاصا اونچا کرکے ٹکایا۔

"کیوں...... شادی نہیں کریں گی میری؟" اس

کے استفسار پروہ یک سانس بولیں۔
"کروں گی' کیوں نہیں کروں گی۔ ضرور کروں گی' اب اپنی نہیں کی تو کیا تیری بھی نہ کروں۔ مگر......" مگر کہتے ہوئے دونوں ٹانگیں اٹھا کر صوفے پر آلتی پالتی ماری۔ "مگر کسی اکلوتے سے کروں گی۔ یا تو اسے رخصت کروا کر گھر لے آؤں گی یا پھر خود تیرے ساتھ ہی چل پڑوں گی۔ آخر گھر داری بھی تو سکھانی ہے۔"
"اف...... یہ خالہ اور خالہ کے ارادے۔" خالہ نے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایسے رشتے کی تلاش شروع کردی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

آج جاذبہ کی برداشت کی تمام حدیں جواب دے گئیں تھیں۔ رونے دھونے کے لیے بڑی آپا کے گھر آ گئیں اس کی بہو فری نے دہی بڑے' سموسے چائے کے ساتھ پیش کئے تھے۔ انہوں نے ڈھیر سارا کھا کر اپنا بی پی بحال کیا پھر ناک کی ریزش کھینچی۔
"دیکھو آپا آج بھائی صاحب نے کیا حرکت کر ڈالی۔" فری کے کان میں جملہ پڑنے کی دیر تھی۔ چولہے پر رکھی ہنڈیا چھوڑ چھاڑ تیزی سے ادھر آ بیٹھی۔ اس کا خیال تھا آج تو لگتا ہے بڑے میاں نے زیادہ ہی اخلاق سے گری حرکت کی ہوگی۔ کم از کم حدود آرڈیننس تو ضرور عائد ہوگی۔ وہ چسکا لینے کے لیے آپا سے پہلے بولی۔
"ارے خالہ کیا کر ڈالا...... اور کہاں؟"
"کرنا کیا ہے۔" انہوں نے پانی کا گلاس بھر کر غڑاپ سے پیا۔ "مارننگ شو میں فون کھڑکا دیا' ضرورت رشتہ کے لیے اور وہ تو بدبخت ایسوں کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ تبھی تو روز رشتہ بازار سجا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں سنہری تاروں کا سہرا باندھ کر' بھائی صاحب کسی شو میں نہ چلے جائیں' وہ تو ڈھول باجے بجا کر شغل کے لیے کم بخت کچھ دیر کے لیے کسی بھی اداکارہ سے بیاہ دیں گے۔ ہم دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے......

ہائے میرے فہد کا رشتہ کیسے ہوگا؟" جاذبہ کی ہائے وائے پر بڑی نے تفکر کا اظہار کیا۔
"جاذبہ...... لگتا ہے ان کا دماغ بالکل ہی فارغ ہوگیا۔" البتہ فری پھس پھس ہنس رہی تھی۔ آپا کا بیٹا فری کا میاں مانی قدرے فاصلے پر بیٹھا لطف لیتا سارا قصہ سن رہا تھا۔ جب پارہ بڑھا تو اٹھ کر قریب آ بیٹھا۔
"چھوٹی خالہ' فکر نہ کریں' کچھ نہ کچھ بندوبست کرلیتے ہیں تایا ابا کا بھی...... بس آپ فہد کا کہیں خاموشی سے رشتہ ڈال دو۔"
"تم ایسا کیا کرلو گے' سانپ بھی مرجائے' لاٹھی بھی نہ ٹوٹے......"
"خالہ یہ مجھ پر چھوڑ دو' میں کرتا کیا ہوں۔" بولتے ہوئے اس کے چہرے پر تمام تر کمینگی اتر آئی۔
"اتنے بھولے تو ہیں بھائی صاحب؟ باتوں میں آجائیں!" چھوٹی خالہ جھلا کر بولیں۔
"دم دینے کو ہو جائیں گے' پہلے ہی کہتے ہیں' اپنے ساتھ کسی صورت دھاندلی نہیں ہونے دیں گے۔ دھاندلی کا ایسا ہنگامہ اسمبلی میں نہ ہوا ہوگا۔ جتنا میرے چھوٹے سے انگنا میں مچ جائے گا' بیٹے کے پاس بہو ہے' بھائی کے ساتھ بھاوج اور اب فہد کا سانجھا جائے اور وہ بھی ان کے لنڈورے رہتے ہوئے' دل مچھلی کی طرح تڑپ جائے گا ان کا۔" مانی آنکھوں میں تمام خباثت سموتے ہوئے خمار آلود لہجے میں کہنے لگا۔
"خالہ جی' ایسی فوٹو دیکھا کر لارا لگاؤں گا' آپ یقین کریں' ایک سال تو کیا تایا تاحیات اس کے انتظار میں آہیں بھریں گے۔"
"خدا کے واسطے۔" اب کے بڑی نے برجستگی سے کہتے دونوں ہاتھ جوڑے تھے۔ "اب ایسی فوٹو بھی نہ دکھا دینا' مارے خوشی کے بڑے میاں پھڑک کر دم ہی دے دیں اور باوجہ فوتگی فہد کی شادی پھر سے ڈیلے......"
"آپ لوگ بے فکر رہیں۔" مانی نے نہ صرف

انہیں تسلی دی بلکہ اپنے ذرخیز شیطانی دماغ سے پلان بنایا تھا۔ لیڈی جینفر لورینس کی بے انتہا خوب صورت تصویر نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرکے پرنٹ نکلوایا اور تایا ابا کو دکھائی۔

"یہ بیچاری بچپن میں یتیم ہوگئی تایا' ایک والدہ کا سہارا تھا وہ آج کل میں فوت ہوئی ہے' بڑی بہن اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ اور بھائی نشئی' اس بیچاری کو سہارا چاہئے' رشتے کی خواہش مند ہے۔ خواہ کتنی ہی عمر کا ہو چلے گا۔ بتائیں ہاں کردوں۔ آپ کے لیے۔" مارے خوشی کے تایا کی تیز چلتی سانسیں بہت دیر بعد بحال ہوئیں پھر پھیپھڑوں سے کھانسی نے اقرار نامہ لیا۔ چہرے پر تازگی' آنکھوں میں نادیدہ رونق وہ جھولتے ہوئے وجد میں بولے۔

"ہاں' ہاں کردے...... پر خیال رکھنا' اس بے غیرت فہد کی نظر نہ پڑے فوٹو پر۔ کہیں ہونے والی تائی پر کمینہ نظر ہی رکھ لے۔"

"ہاں...... ہاں تایا جی...... کیوں نہیں۔" اس نے منہ سے تو یہی کہا تھا مگر دل میں کچکچا رہا تھا۔ "یہ خبیث کوالٹی تو صرف آپ میں ہی پائی گئی ہے۔"

"اچھا تایا ابا۔" اس نے اپنی بڑھی شیو قدرے کھرچتے ہوئے کہا۔ "بات پکی کرنے کے لیے کچھ رقم درکار ہے۔" تایا کی پریشان کن تیوری اور مرجھائے گوند کتیرے جیسی آنکھوں میں وہ جھانکتے ہوئے رازدانہ انداز میں بولا۔

"دیکھو ناں...... تایا ابا' کتنی جوان لڑکی ہے خواہشات آرزوئیں بھی زیادہ ہوں گی' پھر شگن کوئی نشانی...... انگوٹھی' جوتی کپڑے مٹھائی شٹھائی یہ سب کچھ سمندر پار بھیجنا ہے...... رقم تو لگے گی نا......"

"کتنے چاہئیں؟" بمشکل تایا نے پوچھا۔ "آٹھ دس ہزار سے کام چل جائے گا۔"

"ارے کیسی باتیں کررہے ہیں' آٹھ دس کا تو ایک جوڑا آتا ہے۔" وہ تو شروع دن سے ایسی فطرت کا تھا' جہاں ہاتھ پڑے کماؤ' اور اب تو کمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے چھپر پھاڑا تھا۔ اللہ موقع دے اور بندہ نہ لے۔ کم از کم مانی ایسا نہیں تھا۔ وہ پوری کمینگی سے کہنے لگا۔ "منگنی پر تو لاکھوں لگ جاتا ہے تایا' آج میں یہ رشتہ اپنے ابا کو دکھاؤں' فٹ ہتھیلی پر لاکھ رکھ دیں گے۔ لیڈی جینفر کی خاطر' پر وہ کیا کہتے ہیں...... آپ بوڑھے ہورہے ہیں' پھر تایا بھی...... آپ کا پہلا حق ہے۔"

"آپ صرف ستر' اسی کا انتظام کردیں' باقی میں کرلوں گا۔ آخر میرے تایا گھوڑی چڑھیں گے۔"

اس نے فرط جذبات میں ان کی پشت پر ایسی دھپ لگائی کہ ان کی عینک اچھل گود میں اور بدن جھولے کی طرح بے بس۔

"اوہو تایا...... سوری سوری۔" اسے اپنے فعل پر قدرے شرمندگی ہوئی۔ "سوری میں بھول گیا' لاڑا بننے والے تایا' ذرا بوڑھے ہیں۔"

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔" تایا کڑک کر بولے۔

"ابھی تو میں جوان ہوں۔" وہ کسمساتے ہوئے الماری کی جانب بڑھے ایک گہرے رنگ کی صندوقچی اس میں سے نکالی' اس میں سے ایک ڈبیا جس میں ویلوٹ کی پوٹلی تھی کئی مہینوں کی پینشن جو بھائی بھاوج سے چھپا کر کاغذ میں لپیٹ پوٹلی میں رکھی تھی بڑی احتیاط سے اسے تھمائی۔

"ذرا سنبھل کر خرچ کرنا۔" اس نے جھٹ پوٹلی جھپٹی۔

"پریشان نہ ہوں تایا' اسی میں ہی کام چلالوں گا۔" مانی کے ڈفر ذہن میں آئیڈیاز کی کمی نہ تھی۔ موبائل کے وائس چینجر کے ذریعے انگریز عورت کے لہجے میں ٹوٹی پھوٹی اردو بولتا اور تایا سے موبائل پر عشق بھگارتا رہتا اور تایا بچارے لگ گئے لارے پر۔ وہ اب گھر چھت محلے کہیں کسی کو بھی دکھائی نہ دیتے۔ ہر وقت اپنا موبائل اپنا کمرہ اور واہیات مکان لیڈی جینفر کو کبھی سیلفی سینڈ کرنا' کبھی میسج اور جواباً وہ فحاشی کے تمام ریکارڈ توڑے

کوئی گانا یا کلپ سینڈ کرتی' تایا نے کئی بار اسے اسکائپ پر آنے کی فرمائش کی مگر وہ شرما کر ٹال جاتی۔
''ہم کو نکاح سے پہلے شرم آتا ہے...... ڈارلنگ۔''
تایا اس کے ایک جملے پر فدا ہو جاتے جواباً وہ زور سے ہنستی یعنی ہنستا مانی جو سم بدل کر ان سے بات کرتا تھا۔
اللہ اللہ کر کے کسی نے فہد کے لیے ایک رشتہ بتایا تھا بڑی پیاری لڑکی اپنی خالہ کے ساتھ رہتی تھی۔ جاذبہ نے چھپ چھپا کر رشتہ طے کر دیا اور گرمی شروع ہونے سے پہلے ہی مارچ کے آخر میں تاریخ طے کر دی۔ تایا آج کل لیڈی جینفر کی تصویر دیکھ دیکھ موبائل پر سرد گرم آہیں بھرتے رہتے تھے۔ جانے کب ویزہ ملے گا' کب جینفر پاکستان آئے گی' چلو نہیں آتی نہ آئے مجھے ہی بلوا لے۔ مگر اس نے پیار سے کہا۔ ''ڈارلنگ یہاں بہت سردی ہوتا ہے اور ہم نہیں چاہتے تم بیمار ہو جاؤ۔''
''پھر تم کب آ رہی ہو جان!''
''کچھ ہفتوں بعد...... ڈیئر!'' اور پھر ایسا ہی ہوا جینفر نے ان کا زیادہ امتحان نہ لیا بہت مسکرا کر خبر دی۔
''ڈارلنگ ہمارا ویزہ لگ گیا ہے' بہت جلد ہم تم سے ملنے آ رہی ہے اور پھر......'' کے بعد قہقہہ۔
جینفر کی دلچسپ رومینٹک باتوں میں وہ اتنے گم ہو گئے کہ گھر میں ہونے والی سرگرمیوں کا کچھ خاص پتا نہ چلا' اڑتا سا پتا چلا تھا کہ فہد کا رشتہ ہو گیا ہے اور جلد ہی شادی ہو رہی ہے۔
''ہو میری بلا سے۔'' تایا نے ناک سے مکھی اڑائی۔
''لیڈی جینفر جیسی دلہن تو نہیں ملے گی ناں۔'' البتہ جب بری کی چیزیں دیکھتے تو قیمت اور دکان کا ضرور پوچھ لیتے تھے۔ سرخ کامدار شرارے کو دیکھ کر چنی منی آنکھوں میں بتیاں جل گئیں کتنے ارمان مچلے اور اپنے لیے تو بہت پہلے سے سوچ رکھا تھا ہر صورت بلیک تھری پیس پہنیں گے۔ پہلی شادی پر بھی ابا نے بوسکی کے سوٹ پر واسکٹ چڑھوا دی تھی مگر اب اپنی خواہش پوری کریں گے۔ بھلے پینٹ کولہوں پر ناں ٹکے' بیلٹ باندھ لیں گے'

ازار بند لپیٹ لیں گے۔ نہیں تو رسی سے کام چلالیں گے پر پہنیں گے ضرور۔ جاذبہ بے فکری سے تمام تیاریاں کرچکی تھیں۔ مانی نے انہیں اچھا خاصا مطمئن کر رکھا تھا۔ اور وہ کون سا سوشل ہمدردی میں ایسا کررہا تھا منگنی کے نام پر پیسے بٹورنے کے علاوہ روزانہ کے حساب سے تایا سے دو تین سو لیتا۔ بھئی سمجھیں ناں۔ جیننفر کے موبائل میں بیلنس بھی تو کروانا تھا ناں۔

آج فہد کی مہندی کی تقریب تھی۔ دوسرے شہر سے مہمان آچکے تھے۔ ناشتے پر اچھی خاصی رونق لگی تھی۔ اس رونق کو گرہن لگانے مانی صبح ہی صبح گھبرایا ہوا آیا تھا۔

''خالہ...... خالہ تایا جان کہاں ہیں؟'' اس کی اڑی رنگت دیکھ کر جاذبہ دہل گئیں۔

''یااللہ خیر......! مانی کیا ہوا؟'' اس نے حسب عادت کمینہ سا اشارہ کیا۔

''بے فکر رہیں۔ یہ بتائیں تایا ہیں کہاں؟''

''اپنے کمرے میں...... مگر خدا کے واسطے مانی' کوئی حرکت کرنے سے پہلے مہمانوں کا خیال کرلینا' شادی والا گھر ہے۔'' وہ ان کی تنبیہی سنتا ان کے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ شکل پر زمانے بھر کا دکھ سجائے ان کا حال چال پوچھنے کے بعد انہیں پانی پلایا' دوا کا پوچھا پھر غمزدہ سا ہوکر آہیں بھریں اور سب کچھ دھیرے دھیرے کہہ سنایا۔ سنتے ہی تایا کو زمین زلزلہ زدہ اور کانوں میں توپیں چلتی محسوس ہوئیں۔

''یہ...... یہ کیسے ہوگیا۔ وہاں کیسے ہوسکتا ہے؟'' بمشکل تایا کے منہ سے نکلا تھا۔

''بس تایا جی۔ ابھی ابھی خبر سنی اور سیدھا آپ کے پاس آگیا' تعزیت کرنے۔'' اس نے کہتے ہی ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کردیا۔ ہر چینل پر پیرس میں ہونے والی دہشت گردی کی خبر چل رہی تھی۔

''ہائے......! ہائے تایا وہ بیچاری تو پاکستان آنے کے لیے اپنا سارا سامان پیک کرکے' صرف وہاں ایک دن انجوائے منٹ کے لئے رکی تھی۔ کیا پتا تھا۔ ظالموں نے کچھ خیال نہ کیا...... ہک ہاں۔'' تایا کی ننھی منی آنکھوں سے ڈھیروں پانی لڑھکا۔ انہیں جیننفر کی موت سے زیادہ اپنے ستر اسی ہزار ڈوب جانے کا قلق تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھے عورتوں کی طرح بین ڈالنے لگے۔

''ہائے بڑے ارمان مار مار کر پیسے بچار کھے تھے۔ کم بخت سارے ڈوب گئے۔ کسی کم بخت کی نظر لگ گئی میری خوشیوں کو۔''

''تایا جی آہستہ بین ڈالیں کوئی سن لے گا۔'' مانی کی سرگوشی پر وہ تڑپ گئے اور ایک گھونسا رسید کیا۔

''کوئی سنتا ہے تو بد بخت سننے دے' میرا گھر بسنے سے پہلے اجڑ گیا۔ پیسہ میرا ڈوب گیا اور تو منحوس کہہ رہا ہے میں روں بھی ناں۔'' اور ساتھ ہی انہوں نے ایک اعلان کیا۔

''بس آج فہد کی مہندی کینسل' آخر کو اس کی ہونے والی تائی کی میت ہوئی ہے۔''

''ارے تایا آہستہ۔ مہمان سن لیں گے' تو کیا کیا نہ کہیں گے' ایسا کریں آپ خاموشی سے آج کا دن سوگ میں گزار لیں۔ کرلینے دیں ظالموں کو فنکشن' ڈھول ڈھمکا' ناچ گانا۔'' وہ انتہائی افسردہ ناک منہ چڑھائے کہہ رہا تھا۔

''میرے پیارے پیارے تایا' آپ فکر نہ کریں' آپ کی زیادہ رقم نہیں ڈوبی۔ میں نے جیننفر کی سہیلی سے تعزیت کی اور ساتھ پیش کش بھی وہ صرف اپنی سہیلی کی خاطر اس کے بوائے فرینڈ یعنی آپ کو اپنانے کے لیے تیار ہے ایک دو دن تک کنفرم کرکے بتائے گی پھر انگوٹھی خرید کر بھیج دیتے ہیں اسے...... کیسا؟'' نئی انگوٹھی کا سنتے ہی تایا ڈیڑھ فٹ اچھلے۔

''او بھائی...... میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں' آگے ہی ایک انگریزنی نے ستر اسی حرام موت کیے بس تو کوئی دیسی لڑکی دیکھ دے۔ یہی کوئی دس بیس ہزار والی۔''

''چلو پھر۔ جیسے آپ کی مرضی مگر آج آپ گھر پر

رہے گا۔ آخر گرل فرینڈ کا تازہ تازہ غم ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی اسی سے ہی انسپائر ہوجائے۔'' مانی کا اصل مقصد تایا کو مہندی سے دور رکھنا تھا اور پھر لیڈی جینفر لاتا بھی کہاں سے۔ اتنے پیسے تو بٹور لیے تھے اگر تایا کو اس کا جھوٹ پتا چل جاتا تو یقیناً اسے جان سے مار دیتے۔ بہتری اسی میں تھی کوئی بہانہ کردے اور بہانہ اللہ کی جانب سے خوب ہاتھ لگا۔ پیرس کی دہشت گردی بہترین چھٹکارا بنی۔ اوپر سے اس کے رقم بٹورنے کا بھی کسی کو کانوں کان پتا نہ چلا۔ تایا بیچارے تنہا سینے پر ہاتھ رکھے کبھی جینفر کی تصویر دیکھتے تو کبھی اپنی گمشدہ محبت اور رقم کو دہائیاں دیتے رہے۔ ادھر مہندی کا مشترکہ فنکشن ہوٹل کے اوپن ایریا میں ارینج تھا۔ دراصل جس نے فہد کا رشتہ کروایا تھا۔ اس نے اکلوتی خوب صورت پڑھی لکھی لڑکی کے ساتھ ایک عدد خالہ کا بھی ذکر کیا تھا۔ خالہ کا سنتے ہی جاذبہ کا ماتھا ٹھنکا۔ غالباً جیٹھ کا کردار، حرکتیں جو مشکوک تھیں اب جیٹھ کی دماغی حالت ٹھیک ہونے کے دور دور تک چانس نہیں تھے۔ اب کیا ساری زندگی فہد کنوارہ ہی رہے گا۔ بہتر حل یہی تھا کسی طرح شادی تک خالہ کو تایا کے شر سے محفوظ رکھ لیں۔ ایک بار نکاح ہوجائے پھر بھلے جو ہو سو ہو۔ تایا تو خیر صدمے سے بے حال گھر پر رک گئے مگر خالہ سبز، گلابی بنارسی ساڑھی پہنیں اسٹیج پر چکر کھاتی شیلا کی جوانی کا مکمل اشتہار بنی تھیں۔ جوڑوں کی تکلیف پس پشت ڈالے اپنے سینڈل اتار ایک طرف پھینک، پہلے آہستہ آہستہ اور پھر جوفیئر اینڈ لولی کا جلوہ کے بول پر اپنا جلوہ دکھانا شروع کیا۔ انہیں روکنا مشکل ہوگیا تھا۔ فہد بیچارہ دلہن کے ساتھ ڈانس کرنے کی حسرت دل میں دبائے، ملتجی نگاہ سے فریادی تھا۔ جیسے گوش گزار ہو۔ کسی طرح خالہ کی بیٹری نکالو تاکہ ہمیں بھی موقع ملے۔ منی کی بدنامی کے تمام ریکارڈ توڑ خالہ کو جاذبہ تنہا کیسے اور کہاں تک تایا سے بچاتیں۔ وہ سر پکڑے بڑی آپا سے کہہ رہی تھیں۔

''اب میں کیا کروں آپا...... یہاں تو یک نہ شد ہر پل شد ہے۔'' مارچ کی خاموش بھینی بھینی فرحت کا احساس دلاتی شب، برقی قمقموں سے جگمگاتے لان میں مانی نے بطور خاص تایا ابا کو قدرے آخری نشستوں پر بٹھایا تھا۔ مہندی کے دن غم تازہ تھا سو نا گئے، مگر بارات پر وہ کسی صورت نہ ٹلے۔ آخر کو پہلے بھتیجے کی شادی تھی، اسی لیے مانی نے انہیں خاصا دور بٹھایا تاکہ نکاح کے بعد ہونے والی آتش بازی اور کہکشاؤں کے جھرمٹ میں چند پل جینفر کو یاد کرکے وقت گزار لیں گے اور سب سے بڑھ کر اسٹیج پر چڑھی خالہ پر نظر بد ڈال کر بدمزگی سے سب کو بچالیں گے۔ وہ آسمان پر جانے کیا ڈھونڈ رہے تھے شاید کسی تارے یا چاند کے ہالے میں جینفر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ دکھائی دے بھی جاتی اگر سراپا متجسس فطرت خالہ ان کی اداسی کو بھانپ نہ جاتیں۔ غالباً سیلفیاں بنا بنا کر خالہ کے موبائل کی بیٹری ختم ہوگئی تھی اور انہوں نے خوش گوار ازدواجی بندھن کا ٹوٹکہ ندا کی آئی ڈی پر پوسٹ کرنا تھا۔ وہ سب مہمانوں سے چارجر کا پوچھتی تایا تک آگئیں تھیں۔ چارجر تو خیر کیا ملنا تھا ان کی مسکینیت برساتی شکل اور رندھی آواز پر قریب ہی بیٹھ گئیں۔ انہیں چند پل ہی لگے تھے ایک دوسرے سے متعارف ہونے میں اور جب ایک دوجے کی تنہائی میں گوندھی دکھی داستان سنی تو سرد گرم آہیں مل گئیں۔ وہ ان کے ٹیبل تک جانے کب کیسے کیوں پہنچی اور کیا کیا حال احوال، سنے، پوچھے جاذبہ اور مانی کچھ نہ جان سکے۔ بس انہیں دیکھ کر ایک اندازہ ہوا تھا۔ اسٹیج پر بیٹھے فہد کی آنکھوں میں ندا کو دیکھ کر اتنے رنگ نہیں اترے تھے جتنے تایا کی آنکھوں میں خالہ کو دیکھتے ہوئے بکھر رہے تھے اور نا ہی وہ انہونی مسکان ندا کے لبوں پر رکی تھی۔ جو سنہری آنچل منہ میں دبائے اپنے موبائل کا نمبر تایا کے موبائل پر سیو کرواتی خالہ کے لبوں پر آ ٹھہری تھی۔

ہومیو کارنر

ڈاکٹر طلعت نظامی

بریسٹ کینسر (چھاتی کا سرطان)

بریسٹ کینسر (چھاتی کا سرطان) پوری دنیا میں عام مرض ہے، یہ مرض زمانہ قدیم سے ہی خواتین کو اندر ہی اندر کھا رہا تھا، وجہ صرف لاعلمی اور اس مرض سے نمٹنے کے لیے مناسب اقدامات کا نہ ہونا تھا۔

خواتین کے امراض میں 25 فیصد خواتین صرف چھاتی کے کینسر میں مبتلا ہیں، امریکا میں دس فی صد خواتین اس بیماری میں مبتلا ہیں وہاں ہر سال 41 ہزار عورتیں اس مرض سے موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں۔ پاکستان میں یہ بیماری نسبتاً کم ہے زیادہ تر 40 سے 60 سال کی عمر کی خواتین اس مرض کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ بیماری خاندانی ہسٹری سے بھی تعلق رکھتی ہے اگر کسی عورت کی دادی، نانی، ماں یا بہن کو یہ بیماری تھی تو اس صورت میں یہ خطرہ نسبتاً زیادہ ہوجاتا ہے تاہم وہ عورتیں جو اوائل عمری میں ماں بن جاتی ہیں اور بچوں کو اپنا دودھ پلانے والی خواتین اس مرض سے محفوظ رہتی ہیں اگر اس مرض کی شروعات میں ہی تشخیص ہوجائے تو دس میں سے 9 عورتیں صحت یاب ہوجاتی ہیں۔

چھاتی میں کئی قسم کے گومڑ ہوتے ہیں بعض ہلکی قسم کے ہوتے ہیں اور کچھ شروع سے ہی مہلک ہوتے ہیں، ہلکی قسم کے گانٹھ کئی سالوں تک بے ضرر رہتے ہیں اور کبھی یہ بے ضرر نظر آنے والی گانٹھیں اچانک مہلک صورت اختیار کرکے کینسر کی صورت اختیار کرلیتی ہیں۔

اس مرض کی فاسد کیفیت میں مقامی خرابی نہیں ہوتی بلکہ طبعی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے کینسر کا مادہ جسم کے اندر ایک جگہ مجتمع ہوکر زخم یا رسولی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ کینسر کا مادہ ٹی بی کے مادہ کی طرح اندر ہی اندر مریض کے نظام پر قبضہ کرتا رہتا ہے بعد میں اس کی نمود ہوتی ہے۔

چھاتی کے کینسر کی نشوونما جوانی کے بعد ہوتی ہے۔

کئی ایک رسولیاں چھاتیوں میں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی شکل وشباہت اور کیفیت کینسر کے ابتدائی شکل وشباہت کی سی ہوتی ہے۔ یہ رسولی عموماً غدودوں کے بڑھ جانے سے نمودار ہوتی ہے اس لیے ان کا انگریزی میں نام (Adenoid Tumors Or Adendele) ہے۔

ایک اور قسم کے گومڑ بھی عورتوں کی چھاتیوں میں ملتے ہیں جو بیرونی چوٹوں کا محرک ہوتے ہیں جن عورتوں کی چھاتی پر کوئی ضرب یا چوٹ پہنچتی ہے تو نازک ترین ریشوں میں سختی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ سختی گردونواحی بناوٹ کو ماؤف کردیتی ہے اس سے گانٹھ یا رسولی پیدا ہوتی ہے۔

ایام رضاعت (Laetaion Period) میں دودھ کی نالیوں میں اجتماع دودھ ہوتا ہے تو وہ نالیاں سخت ہوجاتی ہیں اور ان کی سختی سے گردونواحی ریشے سخت ہوکر ایک خاصا گومڑ کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اس گومڑ میں اتنی سختی ہوتی ہے کہ فوراً کینسر کا شک ہوجاتا ہے۔

علامات:۔ چھاتی کے گوشت بڑھ کر دودھ کی رگوں پر دباؤ ڈالنے کی صورت میں مریضہ پر گوشت وچربی کا غلبہ نمایاں ہوتا ہے۔

چھاتیاں بڑی ہوتی ہیں اور ان پر توانائی سرخی ہوتی ہے ان میں سے اکثر حالات میں دودھ کافی طور پر برآمد نہیں ہوتا اس سلسلہ میں بغیر کسی دوسرے سبب کی موجودگی کے پستانوں کی توانائی میں اضافہ ہوکر دودھ کا رک جانا ہے، جس کا نتیجہ ورم اور رسولیوں کی صورت میں نکلتا ہے۔

اگر ورم مزمن ہوگیا ہے تو تمام پستان سخت معلوم ہوتے ہیں جو ایک گرہ سے بڑھ کر بادام کے برابر ہوتے ہیں بعد میں بڑھ کر بطخ کے انڈے کے برابر ہوجاتے ہیں پھر اس میں درد، سوزش اور بےچینی ہوتی ہے۔ چھاتی کے سرطان کے گومڑ جلد کے نیچے حرکت نہیں کرپاتے جس میں تیر لگنے کے سے درد ہوتے ہیں۔

بریسٹ کے غدود کا سخت ہوجانا۔

نپل (Nipple) سے اخراج پیپ یا خون کا۔

بغلوں (Arm Pit) میں غدود کا درد ہونا۔

چھاتیوں کے سائز میں تبدیلی۔

چھاتیوں میں ڈنک لگنے والے درد، کبھی درد کا نہ ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

ہنسلی کی ہڈی یا (Color Bone) میں درد۔

نپل میں درد، خارش، بےچینی، سوجن اور اخراج۔

یہ مشاہدات خود بھی کیے جاسکتے ہیں۔
یہ کینسر جسم کے مختلف حصوں کو بھی نقصان دیتے ہیں جیسے ہڈیاں، پھیپھڑے، جگر اور دماغ۔
تمام پستان سخت، نیلگوں، ابھری ہوئی کھرنڈ والی جگہیں جب کھرنڈ ہٹائے تو خون بہنے۔
پستان کی جلد پر چھوٹے چھوٹے دانے اور ان میں سے سڑی ہوئی بو آئے۔

تنفس میں دقت
کینسر کی جانب والے بازو کا مفلوج ہونا

اسباب:۔
بریسٹ کینسر سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں لیکن اس کے خطرے کو کم کیا جاسکتا ہے۔
ورم پستان کا مزمن (پرانا) ہونا
بچے کے سر کی چوٹ کا لگ جانا۔
حیض (Menes) کا قبل از وقت بند ہو جانا۔
وزن کا حد سے بڑھنا۔
حد سے زیادہ آرام طلبی۔
کسی ڈرگ (تمباکو کیفین) کا حد سے زیادہ استعمال۔
اپنے بجائے مصنوعی طریقوں سے بچے کا دودھ پلانا۔

ماحولیاتی آلودگی
تابکاری اور شعاعوں کے بداثرات
خواتین کو چاہیے کہ اپنی بریسٹ کا ہر ماہ ایک بار ریگولر چیک اپ لازمی کراتی رہیں۔
یاد رہے یہ چیک اپ (Menes) کے دوران میں کرانا چاہیے کیونکہ اس دوران بریسٹ میں قدرتی طور پر گلٹی موجود ہوتی ہے حد سے زیادہ گرم تاثیر والی اشیاء کا استعمال۔

پرہیز و غذا:۔
ثقیل، بادی، گرم چیزوں سے پرہیز، سبزیاں، مونگ کی دال، بکرے اور مرغی کا گوشت کا استعمال کریں۔

علاج بالمثل
مرض کی شروع میں ہی تشخیص ہو جائے تو ہومیوپیتھی طریقہ علاج بہترین ہے جو مرض کو شروع سے ہی عمل جراحی (Operation) تک جانے سے روکتی ہے۔
ذیل میں سے چند ادویات چھاتی کے کینسر کے لیے بہت مفید ہیں۔

ایپس ملیفیکا
سخت گومڑ، کھلے منہ والے کینسر جن میں ڈنگ دار درد یں ہوں۔

آرنیکا مانٹ
کسی بھی بیرونی چوٹ میں فوراً اس کا استعمال کرائیں۔

آرینسک البم
آگ کی سی جلن، بدبودار زخم کینسر کی وجہ سے بے حد کمزور، جلد پر پیلا پن، مریضہ دن بہ دن دبلی ہوتی جائے۔

بیلا ڈونا
کینسر کے گومڑ، زخم سے سرخ لکیریں ہر طرف دردیں یکا یک ظاہر، تھوڑی دیر رہنے کے بعد ٹھیک ہو جائیں، حرکت سے بڑھ جائیں۔

برائی اونیا
کاٹنے والے جلن دار اور سکڑن کے درد جن کی زیادتی ماؤف جانب کے اعضاء کی حرکت سے ہو مریضہ خاموش رہنا پسند کرے۔
اس کے علاوہ کلکیریا کارب، کیمومیلا، ہیپر سلف کریازوٹ، مرکیوریس، کالونستھ، گریفائٹیس، لائیکوپوڈیم، پلساٹیلا، سیپیا، سلفر، فاسفورس وغیرہ علامات کے مطابق استعمال کرانے چاہئیں۔

بریسٹ کینسر ڈے (Pink Ribbon)
پنک ربن (Pink Ribbon) بریسٹ کینسر سے آگاہی کی ایک بین الاقوامی علامت ہے۔ پنک ربن اور پنک رنگ شناخت ہے بریسٹ کینسر کے خلاف احتجاج کرنے والوں کا، یہ ربن بریسٹ کینسر کے قومی دن کے موقع پر اکثر سجا نظر آتا ہے تاکہ لوگوں میں اس مرض کی آگاہی اور شعور کو اجاگر کیا جائے کہ کس طرح عورت اس کے خلاف لڑسکتی ہے یہ دن اکتوبر کے مہینے میں پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔

بیاض دل

میمونہ رومان

نبیلہ ناز......ٹھنگ موڑ الٰہ آباد
اگر بازو پر بھروسہ ہے تو انصاف نہ مانگو
پچھتاؤ گے اس دور میں زنجیر ہلا کر

انیقہ نور......مانسہرہ
تم کو ہی فرصت نہ تھی کسی افسانے کو پڑھنے کی
ہم تو بکتے رہے تیرے شہر میں کتابوں کی طرح

سلمٰی عنایت حیا......کھلابٹ ٹاؤن شپ
میرے ہاتھوں کو قدرت نے ہنر کچھ ایسا بخشا ہے
کبھی کھو کر بناتا ہوں، کبھی پا کر بناتا ہوں
میں جب بھی ٹوٹ جاتا ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتا
میں چکنا چور ہو کر بھی نئے منظر بناتا ہوں

ثمن عبدالرحمٰن......کراچی
کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

نائمہ عبدالرحمٰن......لاہور
کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کرے

لاریب......کراچی
خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

حمزہ بلال......چیچہ وطنی
قسمت کی خوبی دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

حسن شاہد......کراچی
وہ کھڑے کہتے ہیں میری لاش پر
ہم تو سنتے تھے کہ نیند آتی نہیں

عظمٰی شاہد......دہلی کالونی، کراچی

تڑپتا دیکھتا ہوں جب کوئی شے
اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر

علیشہ اقبال......کوئٹہ
صبح سے ہے بے تابی جی کو آہ! نہیں کچھ بھاتا ہے
دیکھیے کیا ہو شام تلک، جی آج بہت گھبراتا ہے

مہ جبین......حیدر آباد، سندھ
اے دل تجھے رونا ہے تو جی کھول کے رو لے
دنیا سے نہ بڑھ کر کوئی ویرانہ ملے گا

افشاں ملک......رحیم یار خان
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

شازیہ سیف......فیصل آباد
تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا، نہ تم خالی نہ ہم خالی

وجیہہ آفتاب......لیاقت آباد، کراچی
کس سوچ میں ہیں آئینہ کو آپ دیکھ کر
میری طرف تو دیکھیے، سرکار کیا ہوا

کنول ادریس......جام پور
بے خودی میں ہم تو تیرا در سمجھ کر جھک گئے
اب خدا معلوم کعبہ تھا کہ وہ بُت خانہ تھا

علیزہ خان......خان پور
اب عطر بھی ملو تو محبت کی بو نہیں
وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا

حوریہ رفیق......آزاد کشمیر
مدت سے انتظار میں اپنی کٹی ہے یاں
اب تک جو ہم نہ آئے الٰہی کہاں رہے

رضیہ انصاری......میرپور خاص
غزالاں! تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی
دیوانہ مرگیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

طوبیٰ احسن......اقبال ٹاؤن، لاہور
عشق میں خواب کا خیال کسے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

زین الدین شانی......کراچی

لکھ کر ہمارا نام زمیں پر مٹادیا
ان کا تھا کھیل، خاک میں ہم کو ملادیا
نادیہ مہتاب......کوٹ اڈو

میں ہوں وہ ننگ خلق کہ کہتی ہے مجھ کو خاک
اس کو بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی
سحرش فاطمہ......کراچی

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے
مہوش پاشا......ڈگری

ہستی کا شور تو ہے مگر اعتبار کیا
جھوٹی خبر کسی کی اڑائی ہوئی سی ہے
آسیہ توصیف......لاڑکانہ

جنازہ روک کر میرا وہ اس انداز سے بولے
غلطی ہم نے کی تھی، تم تو دنیا چھوڑے جاتے ہو
یمنیٰ علی......ڈیرہ مراد جمالی

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
عشرت جہاں......ٹنڈوالہ یار

زندگی کی کشمکش سے مر کے پائی کچھ نجات
اس سے پہلے اے نظر فرصت کبھی ایسی نہ تھی
امبرین خان......لاہور

آدھی سے زیادہ شب غم کاٹ چکا ہوں
اب بھی اگر آجاؤ تو یہ رات بڑی ہے
مونا شاہ......حیدرآباد سندھ

راہبر رہزن نہ بن جائے کہیں اس سوچ میں
چپ کھڑا ہوں بھول کر رستے میں منزل کا پتا
حورعین فاطمہ......کراچی

تم سے اب مل کے تعجب ہے کہ عرصہ اتنا
آج تک تیری جدائی کا یہ کیوں کر گزرا
بشریٰ جمیل......کھلابٹ ٹاؤن شپ

نہ اذاں ہو نہ سحر ہو نہ گزر ہو شب وصل
کیا مزا ہو جو کسی کو نہ جگائے کوئی
نازش خان......کوئٹہ

ہجر کی رات کاٹنے والے
کیا کرے گا اگر سحر نہ ہوئی
سمیرا ناز......کراچی

موت مانگی تھی خدائی تو نہیں مانگی تھی
لو دعا کر چکے اب ترکِ دعا کرتے ہیں
منزہ اقبال......خیر پور سندھ

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے
فضا، عائشہ، سعدیہ ناز......کراچی

سبب ہر ایک مجھ سے پوچھتا ہے میرے رونے کا
الٰہی ساری دنیا کو میں کیسے راز داں کرلوں
سحر خان......لاہور

وہ کون ہیں جنہیں توبہ کی مل گئی فرصت
ہمیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے
شگفتہ ابراہیم......بھلوال

مٹ چلے میری امیدوں کی طرح حرف مگر
آج تک تیرے خطوں سے تری خوشبو نہ گئی
پروین شاہین......منڈی بہاؤالدین

مدت کے بعد آئے ہیں اے راہبر جہاں
میرا قیاس ہے کہ چلے تھے یہیں سے ہم
ثناء ناز......بوسال سکھا

ابتدا میں ہر مصیبت پر لرز جاتا تھا دل
اب کوئی غم امتحانِ عشق کے قابل نہیں
نمرہ......کہروڑ پکا

اب جی رہا ہوں گردشِ دوراں کے ساتھ ساتھ
یہ ناگوار فرض ادا کررہا ہوں میں

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

اسٹیمڈ فش

اجزاء:۔

مچھلی کے قتلے	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک	تین انچ کا ٹکڑا
لہسن	تین سے چار جوئے
ہری پیاز	دو عدد
چینی	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچیں	تین سے چار عدد
لیموں کا رس	آدھی پیالی
ہرا دھنیا	چار کھانے کے چمچ
گھی	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

مچھلی کے قتلوں کو صاف دھو کر خشک کر لیں۔ ان پر نمک اور تین کھانے کے چمچ، لیموں کا رس اچھی طرح مل دیں۔ دو کھانے کے چمچ باریک کٹی ہوئی ادرک کو گہری چھلنی میں رکھ دیں اور اس پر مچھلی کے قتلے رکھ کر اس کو ابلتے ہوئے پانی پر رکھ دیں۔ ڈھک کر دس سے بارہ منٹ تک پکائیں اور چولہے سے ہٹا لیں۔ ساس بنانے کے لیے ایک پین میں باریک کٹا ہوا لہسن اور ادرک ڈال کر اس میں باریک کی ہوئی ہری پیاز، چینی، لیموں کا رس، نمک اور پانی ڈال کر دو سے تین منٹ پکائیں۔ مچھلی کے قتلوں کو پلیٹ میں رکھ کر اس پر گرم گرم ساس ڈال دیں، باریک کٹا ہوا ہرا دھنیا اور گھی چھڑک کر پیش کریں۔

روشی وفا...... ماچھیوال

آلو بھرے پراٹھے

اجزاء:۔

آلو	آدھا کلو ابلے ہوئے
آٹا	ایک کلو

چھیل کر کانٹے کی مدد سے بھرتہ بنا لیں

لال مرچ پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچ
سفید زیرہ بھنا پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
پیاز بڑی ڈلی	ایک عدد

آملیٹ کی پیاز کی طرح کٹی ہوئی

لیموں	تین عدد
ہرا دھنیا	ایک گڈی باریک کٹا ہوا
ہری مرچ	چار عدد باریک کٹی ہوئی
چاٹ مصالحہ	1/2 چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	چند پتے

ترکیب:۔

سب سے پہلے ایک تسلے میں آٹا اور نمک ملا کر گوندھ لیں، دھیان رکھیں آٹا نہ زیادہ نرم نہ ہو زیادہ سخت ہو۔ گوندھ کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں، آلو کے بھرتے میں سارے مسالے اچھی طرح ملا لیں۔ توا گرم کریں، ایک چھوٹا پیڑا لیں روٹی کی طرح بیل کر مصالحہ لگے آلو پوری روٹی پر پھیلا کر رکھیں۔ اب دوسرے پیڑے کی روٹی بنائیں، آلو کے اوپر رکھ کر کناروں کو اچھی طرح دبا کر بند کر دیں، گرم توے کے اوپر آہستہ سے ڈال دیں۔ ایک طرف سک جائے تو پلٹ دیں جب روٹی کی طرح سیک جائے تو لکڑی کے چمچے سے گھی لگا لیں۔ اچھی طرح سک کر اتار لیں، گرم گرم میٹھی چٹنی، دہی کا رائتہ ساتھ رکھ کر سرو کریں۔

اریبہ شاہ...... وہاڑی

سحری ڈرنک

اجزاء:۔

دودھ	ایک پاؤ
پائن ایپل جوس	ایک کپ
شہد	چار کھانے کے چمچ

کیلے	دو عدد
دیسی انڈا	ایک عدد
پسی دار چینی	ایک چٹکی

ترکیب:۔
گرائنڈر میں دو عدد میش کیے ہوئے کیلے' ایک پاؤ دودھ' چار کھانے کے چمچ شہد' ایک کپ پائن ایپل جوس' ایک چٹکی پسی دار چینی اور ایک عدد دیسی انڈا شامل کرلیں اور گرائنڈر کی مدد سے گرائنڈ کرلیں۔ سرونگ گلاس میں نکال کر سرو کریں۔

انعم خان......لاہور

مونگ کی دال کے پکوڑے

اجزاء:۔

چھلکے والی مونگ کی دال	250 گرام
سبز مرچیں	چار سے پانچ عدد
سوکھا دھنیا	ایک چائے کا چمچ
ہری پیاز	250 گرام
کٹی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
بھنا ہوا سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
بیکنگ پاؤڈر	1/2 چائے کا چمچ

ترکیب:۔
مونگ کی دال کو تقریباً 6 گھنٹوں کے لیے پانی میں بھگودیں پھر اچھی طرح دھو کر چھلکا اتار لیں' گرائنڈر میں ڈال کر پیس لیں۔ اب ایک برتن میں پسی ہوئی دال' باریک کٹی ہوئی ہری پیاز' باریک کٹا ہوا ہرا دھنیا' باریک کٹی ہوئی سبز مرچیں' لال مرچ' نمک' سفید زیرہ بھون کر کٹا ہوا' سوکھا دھنیا بھون کر کٹا ہوا ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ بیکنگ پاؤڈر صرف اسی وقت ڈالنا ہے جب فوراً فرائی کرنا ہو اب ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور درمیانے سائز کے کباب کی شکل دے کر گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کرلیں۔ گرم گرم مزے دار مونگ کی دال کے پکوڑے املی کی چٹنی کے ساتھ کھانے کے لیے پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

قیمہ کی کچوریاں

اجزاء:۔

قیمہ بغیر چربی والا	آدھا کلو
پیاز درمیانی ڈلی	دو عدد
آملیٹ کی پیاز کی طرح کٹی ہوئی	
لیموں	دو عدد
ہرا دھنیا	ایک گڈی' باریک کٹا ہوا
ہری مرچ	تین عدد باریک کٹی ہوئی
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کھانے کا سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
تلنے کے لیے تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔
سب سے پہلے آٹے میں اجوائن' نمک اور سوڈا ملا کر اچھی طرح گوندھ لیں اور کسی گیلے کپڑے سے ڈھک کر تقریباً پندرہ منٹ کے لیے رکھ دیں۔ پھر ایک دیگچی میں ایک کھانے کا چمچ تیل ڈال کر قیمہ ڈال دیں' ساتھ میں نمک' ادرک لہسن اور مرچ ڈال دیں۔ جب پانی خشک ہوجائے تو ہلکا سا بھون کر پیاز' ہری مرچ اور ہرا دھنیا ڈال دیں' اوپر سے لیموں کا رس ڈال دیں پھر اچھی طرح مکس کرلیں' ٹھنڈا ہونے دیں۔ اب آٹے کا چھوٹا سا پیڑا لے کر ہاتھ گیلا کرلیں پھر پیڑے پر پھیلا کر تھوڑا سا قیمہ رکھ کر چاروں طرف سے بند کردیں۔ ذرا سا دبا کر کچوری کی طرح پھیلا لیں' کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ جب خوب گرم ہوجائے تو آنچ ہلکی کرکے کچوریاں تلنا شروع کریں جب تل جائیں تو نکال کر چھلنی میں اخبار بچھا کر اوپر رکھتی جائیں تاکہ تیل جذب ہوجائے۔ گرم گرم کچوری' املی کی چٹنی اور دہی کے رائتے کے ساتھ سرو

کریں۔

ماہم نعیم......کراچی

سموسہ پٹی

اجزاء:۔

میدہ	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
پانی	حسب ضرورت
تیل	سات کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

پیالے میں میدہ اور نمک ڈال کر پانی کے ساتھ گوندھ لیں اب اس کے چھوٹے چھوٹے پیڑے بنائیں اور پھر چھوٹی روٹیاں بیل لیں پھر ایک روٹی پر تیل لگا کر دوسری روٹی اس کے اوپر رکھیں اور اس طرح پانچ لیئرز بنا کر ایک روٹی بیل لیں پھر گرم توے پر تھوڑا سا سینک لیں اور لمبائی میں سموسہ پٹی کی طرح کاٹ لیں پھر لیئرز کو الگ الگ کر لیں۔ سموسہ پٹی تیار ہے۔

عریشہ بتول......حیدرآباد

مونگ کی دال کے سموسے

اجزاء:۔

بازار کی تلی ہوئی مونگ کی دال	ایک پیکٹ
لیمن جوس	دو کھانے کے چمچ
سبز مرچیں	چار عدد باریک کٹی ہوئیں
پیاز	ایک عدد باریک چاپ کی ہوئی
سموسوں کی پٹیاں	حسب ضرورت
پودینہ	1/2 گڈی باریک کٹا ہوا
سویا (کٹا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
سبز دھنیا	ایک گڈی باریک کٹا ہوا

ترکیب:۔

ایک پیالے میں دال کے ساتھ تمام چیزیں ملا کر لیمن جوس سے مکس کر لیں اور دس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ اب اس فلنگ کو سموسوں کی پٹیوں میں بھر کر میدے میں تھوڑا سا پانی ڈال کر مکس کر لیں اور سموسوں کو اس آمیزے سے فل کرتے جائیں جب سب تیار ہو جائیں تو فرائی کر لیں۔

مہوش سلیم......حافظ آباد

کھٹے میٹھے دہی بڑے

اجزاء:۔

دہی	ایک کلوگرام
نمک	حسب ذائقہ
چینی	دو کھانے کے چمچ
میٹھا سوڈا	ایک چٹکی
بیسن	ایک پاؤ
سرخ مرچیں	حسب ذائقہ
گھی یا تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

سب سے پہلے بیسن میں نمک مرچ اور سوڈا ملا کر بھگو دیں اور پھر ایک گھنٹے کے بعد کڑاہی میں گھی یا تیل لیجیے اور پھر ایک کھلے منہ کا برتن لیجیے اور اسے پانی سے بھر لیجیے اور پکوڑیاں تل کر اس میں ڈال جایئے۔ سنہری رنگ کی پکوڑیاں تلئے اور اتنا خیال رکھیے کہ پکوڑیاں ٹوٹنے نہ پائیں بلکہ سالم ہی رہیں اس کے بعد دہی کو کانٹے یا بیٹر سے پھینٹ لیجیے اور پھر اس میں دو کھانے کے چمچ چینی ملا دیجیے پھر اس میں تھوڑا سا اچور کا سفوف ڈال کر مکس کر لیجیے۔ اتنا پھینٹئے کہ دہی یک جان ہو جائے اس کے بعد پھر پکوڑیوں کو پانی سے نکال کر دہی میں ملا دیجیے اور انہیں کچھ دیر کے لیے فریزر میں رکھ دیجیے پھر اس پر چاٹ مصالحہ چھڑکیے۔ اس میں تھوڑی سی ٹاٹری ملا لیجیے، مصالحہ چھڑکنے کے بعد پیش کیجیے۔ یہ ایک بہترین کھٹے میٹھے دہی بڑوں کی ڈش ہے مزے سے تناول فرمائیں۔

کنول فاطمہ......جھڈو سندھ

فروٹ چاٹ

اجزاء:۔

امرود	آدھا کلو

سیب — دو عدد
لیمن جوس — چار چائے کے چمچ
چاٹ مصالحہ — آدھا چائے کا چمچ
کیلے — چھ عدد
آڑو — دو عدد
شکر پسی ہوئی — چار کھانے کے چمچ
اورنج جوس — آدھا کپ

ترکیب:۔

امرود کو چھیل کر اس کے بیج نکال دیں، اس کے بعد کیلے، امرود، سیب اور آڑو کو باریک کاٹ لیں۔ ایک باؤل میں اورنج جوس اور لیمن جوس کی آدھی مقدار ملائیں، بعد میں اگر چاہیے تو باقی مقدار بھی ملا سکتی ہیں پھر چاٹ مصالحہ، شکر اور سارے پھل ملا کر آدھا گھنٹے کے لیے فریزر میں رکھ دیں اور ٹھنڈی ٹھنڈی مزے دار فروٹ چاٹ افطار میں پیش کریں۔

صائمہ خان......فیصل آباد

مینگو ٹینگو

اجزاء:۔

برف — ایک کپ
کٹا آم — ایک عدد
ٹینگ — دو کھانے کے چمچ
وائٹ ڈرنک — ایک کپ
پودینے کے پتے — دو کھانے کے چمچ
چینی — دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

بلینڈر میں ایک کپ برف، ایک عدد کٹا آم، دو کھانے کے چمچ، ٹینگ، ایک کپ وائٹ ڈرنک، دو کھانے کے چمچ، پودینے کے پتے اور دو کھانے کے چمچ چینی ڈال کر بلینڈ کریں، یہاں تک کہ وہ اسموتھ ہو جائے۔

فاریہ رحیم......شور کوٹ

تربوز کا جوس

اجزاء:۔

تربوز بڑا — ایک عدد
چینی — حسب پسند
نمک — حسب پسند
برف — حسب ضرورت

ترکیب:۔

تربوز کو کاٹ لیں، اس کا چھلکا اور بیج علیحدہ کر دیں اور سرخ رنگ کے گودے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ ان ٹکڑوں کو جوس نکالنے والی مشین میں ڈال کر رس نچوڑ لیں اگر جوس نکالنے والی مشین کی سہولت دستیاب نہ ہو تو تربوز کی ٹکڑوں کو کسی کپڑے میں ڈال کر ان کا رس نچوڑ لیں۔ حسب پسند نمک، چینی اور برف شامل کر کے نوش فرمائیے۔ تربوز کا خوش ذائقہ جوس تیار ہے۔

ریحانہ احمد......خانیوال

فالسے کا شربت

اجزاء:۔

فالسے — آدھا کلو
چینی — چھ سو گرام
پانی — ایک لیٹر
سیٹرک ایسڈ — آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:۔

فالسوں کو اچھی طرح صاف کریں، تھوڑے پانی میں فالسے ڈال کر ہاتھوں کے ذریعے مسلیں اور گٹھلیاں الگ کر دیں، گودا ملا پانی مکسر میں ڈال کر پتلا رس نکال لیں۔ چینی اور پانی ملا کر چینی حل ہونے تک پکائیں۔ چھان کر ایک تار کی چاشنی بنائیں، رس ڈال کر تھوڑی دیر تک پکائیں، اسے ٹھنڈا کر کے سیٹرک ایسڈ ملائیں۔ اب اس شربت کو صاف خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں، اب اس کو انگور کے تیار شربت میں اچھی طرح ملا دیں۔ صاف اور خشک بوتلوں میں اس مشروب کو بھر کر ٹھنڈی جگہ پر رکھ دیں، برف اور ضرورت کے مطابق پانی ڈال کر اس مشروب کو ملا کر پیش کریں۔

فائزہ چوہدری......شاہدرہ

کچے آم کا شربت

اجزاء:۔

ابلے کچے آم کا گودا	دو کپ
چینی	چار کپ
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچ
بھنا پسا زیرہ	ایک چائے کا چمچ
پسا پودینہ	ایک چائے کا چمچ
پانی	دو کپ

ترکیب:۔
پانی اور چینی ملا کر چاشنی بنائیں، چاشنی کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ آم کا گودا مکسر میں ڈالیں، نمک، زیرہ اور پودینہ ڈالیں اور مکسر چلا کر باریک پیس لیں۔ تیار چاشنی میں پسے ہوئے کچے آم کا مرکب ملائیں، صاف اور خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں۔ پینے یا پلانے کے وقت ایک حصہ رس یا شربت میں تین حصے پانی اور چورا برف ملائیں۔

ثمرین علی......واہ کینٹ

مینگو آئسکریم

اجزاء:۔

دودھ	2لیٹر
کارن فلور	2 کھانے کے چمچے
کنڈیشنڈ ملک	ایک عدد ٹن پیک
آم کا گودا	6 پیالی
چینی	2 پیالی

سجاوٹ کے لیے کریم، چیری، اور مینگو شیک

ترکیب:۔
دیگچی میں دودھ ابالیں۔ کارن فلور ٹھنڈے پانی میں گھول کر دودھ میں شامل کر لیں۔ ہلکی آنچ پر پکاتے ہوئے دودھ میں چینی شامل کریں۔ گاڑھا ہونے پر چولہے پر سے اتار لیں۔ بلینڈر میں آم کا گودا پیسٹ تیار کریں۔ اس میں دودھ مکس کر کے فریزر میں ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ آئس کریم پیش کرنے پر ایک ڈش میں مینگو شیک ڈالیں درمیان میں چیری رکھ کر کناروں پر مینگو آئسکریم کے ٹکڑے رکھیں۔ فریش کریم سے سجا کر پیش کریں۔

سحرش فاطمہ......کراچی

فنگر چپس

اجزاء:۔

آلو	4 عدد
خشک دودھ	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
آئل	ڈیپ فرائی کے لیے

ترکیب:۔
آلو فنگر چپس کی طرح کاٹ لیں اور ان پر نمک چھڑک کر اچھی طرح مکس کر لیں پھر ان پر خشک دودھ ڈال کر انہیں دو منٹ کے لیے فریزر میں رکھ دیں۔
کڑاہی میں تیل خوب گرم کریں اور چولہا آہستہ کر کے خشک دودھ لگے آلو اس میں ڈال دیں اور گولڈن فرائی ہونے پر نکال لیں۔ کیچپ یا چٹنی کے ساتھ یا پھر شام کی چائے کے ساتھ مزہ لیں۔

فہیم انجم......راولپنڈی

میٹھا پراٹھا

اجزاء:۔

گندم کا آٹا	2 پیالی
میدہ	ایک پیالی
انڈہ	ایک عدد
چینی	حسب ضرورت
پستہ، بادام، ناریل	حسب ضرورت (باریک کٹا ہوا)
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔
آٹا اور میدہ کو چھان کر دودھ یا پانی سے گوندھ لیں۔ اس میں انڈا اور چینی پھینٹ کر شامل کر دیں مزید کچھ دیر گوندھیں اور جس طرح ورقی والے چورس پراٹھے بنائے جاتے ہیں اس طرح بنا لیں توے پر سینک کر بالائی یا

کریم کے ساتھ سحری میں کھائیں۔

جویریہ ضیاء......کراچی

چھولوں کی چاٹ

اجزاء:۔

سفید چھولے	آدھا کلو
پیاز	3 عدد (چوپ کرلیں)
ٹماٹر	کٹے ہوئے (ایک کپ)
املی کا پیسٹ	ایک کپ
کٹی ہری مرچ	2 چائے کے چمچ
آلو	ابلے ہوئے (ایک کپ)
سفید زیرہ (بھون کر پیس لیں)	3 چائے کے چمچ
لیموں	2 یا تین عدد (رس نکال لیں)
ہرا دھنیا	ایک گٹھی
نمک	حسب ذائقہ
لہسن (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	2 چائے کا چمچ

ترکیب:۔

چھولوں کو سوڈا ملے پانی میں رات بھر کے لیے بھگو دیں۔اس کے بعد پانی پھینک کر نمک ملے پانی میں ابال کر نتھار لیں ۔آلو ابال لیں۔ایک پیالے میں چھولے پیاز ٹماٹر املی پیسٹ ہری مرچ زیرہ لیموں کا رس ہرا دھنیا نمک پسا لہسن اور سرکہ ڈال کر مکس کرلیں۔ ہرا دھنیا ہری مرچ سے سجاوٹ کر کے پیش کریں۔

اریبہ منہاج......ملیر کراچی

کوٹیج چیز رول

اجزاء:۔

کوٹیج چیز	16 اونس
ہرا دھنیا	4 کھانے کے چمچ
نمک	حسب ضرورت
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
ہری مرچ	(باریک کٹی ہوئی) ایک کھانے کا چمچ
انڈے کی زردی	4 عدد
رول کی پٹیاں	ایک درجن

ترکیب:۔

ایک برتن میں کوٹیج چیز ہرا دھنیا کالی مرچ ہری مرچ نمک اور انڈے کی زردی کا مکسچر بنالیں۔اب رول کی پٹیوں میں اس مکسچر کی فلنگ کریں۔پھر ہلکی آنچ پر گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کریں۔گرما گرم رول کو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

صوفیہ خان......ریاض

تندوری فش

اجزاء:۔

مچھلی	ایک کلو
لال مرچ	2 چائے کے چمچ
چاٹ مسالا	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
لیموں کا رس	2 چائے کے چمچ
سرکہ	2 چائے کے چمچ
پسی ہوئی ادرک	2 کھانے کے چمچ
تیل	ایک کھانے کا چمچ
لال رنگ	ایک چٹکی

ترکیب:۔

مچھلی دھو کر خشک کریں۔پھر گہرے کٹ لگائیں پیالے میں تمام اجزاء ڈال کر ملالیں۔مسالا لگی ہوئی مچھلی کو تندور میں گرل کیا جاتا ہے آپ اسے سیخوں پر لگا کر اوون میں 180 ڈگری سینٹی گریڈ پر 15 سے 20 منٹ تک گرل کریں یہ میری فیورٹ ڈش ہے ضرور ٹرائی کریں اور داد سے نوازیں۔شکریہ

طلعت نظامی......کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

داغ دھبے اور مہاسوں کا علاج

خواتین اپنے چہرے کو خوب صورت بنانے کے حوالے سے بہت حساس ہوتی ہیں۔ اور وہ چاہتی ہیں کہ ان کا چہرہ داغ دھبوں اور مہاسوں سے پاک ہو تو اس کے لیے خون صاف ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو چاہیے کہ چٹ پٹی اور مرچ مصالحے والی چیزوں سے پرہیز کریں اور اس کی بجائے پھل اور سبزیوں کا استعمال زیادہ سے زیادہ کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ورزش کریں اور میک اپ کم کردیں۔ چہرے کی خوب صورتی اور قدرتی چمک کو قائم رکھنے کے لیے رات کو سونے سے قبل چہرہ دھونے کے بعد گلیسرین اور لیموں رس ہم مقدار ملا کر چہرے پر لگائیں۔ یہ لوشن ہر قسم کی جلد کے لیے مفید ہے۔ چہرے کو داغ دھبوں سے پاک رکھنے کے لیے تازہ دودھ سے منہ بھی دھوئیں۔ ایک برتن میں دودھ لے کر اس میں اسفنج کے ٹکڑے کو بھگوئیں اور پھر دودھ سے تر کیا ہوا یہ ٹکڑا چہرے پر رکھیں بعد میں کو تازہ پانی سے دھو ڈالیں۔ چہرہ تروتازہ رہے گا اور چہرے کی خوب صورتی بھی برقرار رہے گی۔

گول چہرے کی حفاظت

گول چہرے کو خوب صورت اور حسین تصور کیا جاتا ہے لیکن اس پر سنگھار کے لیے کافی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ سنگھار کے لیے لمبے بالوں کے انداز سے بہت مدد ملتی ہے۔ چھوٹے اور گھنگھریالے بالوں سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر سیدھے اور لمبے لمبے بالوں سے چہرہ گول معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے بالوں کو ذرا پھیلا کر دونوں کانوں پر اس طرح ڈالیں کہ بال کان تک ڈھلک آئیں۔ اگر مانگ لمبی اور چوڑی ہو تو بالوں میں مانگ کے دونوں طرف ہلکی ہلکی لکیریں ڈالیں۔ اگر گردن لمبی ہے تو سیدھی مانگ نہ نکالیں۔ ناک چھوٹی یا چپٹی ہے تو ناک کی اوپر کی ہڈی پر ہلکا ہلکا پاؤڈر یا غازہ لگائیں تاکہ یہ نمایاں ہو جائے اس طرح سے آپ کی ناک لمبی نظر آئے گی۔ اگر آپ چشمہ لگاتی ہیں تو ہرگز گول فریم نہ لگائیں بلکہ قدرے چوڑا اور اوپر کو اٹھا ہوا فریم استعمال کریں۔ بھنویں پوری محراب دار بنائیں۔ رخساروں کے اوپر نیچے غازہ لگائیں۔ اپنی خوب صورتی میں اضافے کے لیے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا کر انہیں بھرے بھرے بنائیں کیونکہ گول چہرے پر سنگھار کرنا بے حد مہارت اور احتیاط کا کام ہوتا ہے۔ اور خوب صورت چہرے کے لیے صرف میک اپ ہی ضروری نہیں بلکہ اس کے لیے جلد کی حفاظت بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آنکھوں میں چمک بال صاف ستھرے اور جان دار نظر آتے ہوں۔

جلد کی حفاظت کے لیے تیل کا استعمال

تیل کی مالش برصغیر کی پرانی روایات میں اپنا علیحدہ ہی مقام رکھتی ہے اگرچہ موجودہ دور میں مختلف کریموں اور لوشن کی ایجاد کے بعد اس کی افادیت میں نمایاں کمی آئی ہے تاہم آج بھی جلد کی حفاظت کے لیے تیل سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ مالش سے نہ صرف جلد کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ اس طرح تھکے ہوئے جسم کو سکون پہنچانا بھی ممکن ہوتا ہے مالش کرنا کوئی پیچیدہ کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اگر چند تکنیکوں کو ذہن نشین کرلیا جائے تو یہ عمل آسان ہو جاتا ہے اس عمل سے گردن سر اور کاندھے وغیرہ کے درد میں نمایاں کمی آتی ہے مالش کا دورانیہ کم از کم آدھے گھنٹے سے ایک گھنٹہ ہونا چاہیے اس دوران دونوں انگلیوں کو بیک وقت حرکت دیں ابتداء میں اس عمل کو آہستہ رکھیں تاہم بعد ازاں اس میں تیزی پیدا کرتی جائیں اگر آپ مالش کے عمل سے واقف نہیں اور اس کو سیکھنا چاہتی ہیں تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ آپ کمر کے حصے کی مالش سے سیکھنے کا آغاز کریں اور مالش کے لیے تیل کے انتخاب میں خصوصی احتیاط برتیں اس مقصد کے لیے جو بھی تیل استعمال کریں اسے پتلا ہونا چاہیے۔

چکنائی پیدا کرنے والے غدودوں کی اضافی کارکردگی کے نتیجے میں عام طور پر جلد کے مسام کھل کر پھیل جاتے ہیں یہ غدود چکنائی خارج کر کے ان مساموں میں بھیجتے ہیں۔اضافی چکنائی کا اخراج مساموں کو بوجھل کر دیتا ہے مسام اس چکنائی کے سخت ہوجانے پر اسے سنبھالنے کے لیے خود کو پھیلا دیتے ہیں لیکن یہ پھیلاؤ ان کی قدرتی لچک کو ختم کر دیتا ہے۔اضافی چکنائی مساموں کو موٹا کر کے ان کی اصل ساخت کو بدوضع کر دیتی ہے چنانچہ جلد موٹی اور کھردری ہوجاتی ہے مساموں کو اس اضافی چکنائی سے پاک رکھنا چاہئے تاکہ وہ پھیلنے پر مجبور نہ ہوجائیں میڈیکیٹڈ کلینزر مذکورہ چکنائی کو جلد کی بیرونی سطح سے کم کر دیتا ہے مساموں کی گہری صفائی خصوصی کلینزرز سے کم کی جاتی ہے اور یہ صفائی بہت مدد کرتی ہے خصوصی کلینزرز جن میں سنگ شامل ہو مساموں کو صاف کر کے انہیں نئی طاقت دیتا ہے۔جلد کو روزانہ ٹون کرنا چاہئے۔گلاب سے تیار کردہ سکن ٹانک روزانہ ٹون کرنے کے لیے بہت عمدہ چیز ہے اسے کسی برتن میں ڈال کر تھپتھپاتے ہوئے لگائیں۔

سفید دانے

سفید دانے بلیک ہیڈز کی طرح جلد کے مساموں میں سخت چکنائی کے جمع ہوجانے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ان میں فرق اتنا ہوتا ہے کہ وہ مقامات جہاں جلد صاف اور نازک ہوتی ہے وہاں جمع شدہ چکنائی کو ہوا نہیں لگتی۔اس لیے چکنائی کے سرے سیاہ نہیں ہو پاتے جیسا کہ کالے دانے یعنی بلیک ہیڈز میں ہوتا ہے سفید دانے چھوٹے چھوٹے زروں کی صورت میں ابھرتے ہیں یہ دانے عام طور پر رخساروں کی ہڈیوں کے بالائی حصے پر نکلتے ہیں جہاں پر جلد اچھی حالت میں ہوتی ہے۔چکنی جلد پر یہ بیمار جلد کی کیفیت کے طور پر ابھرتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کا رشتہ بلیک ہیڈز، کیل اور ایکنی موجود ہوتی ہے مساموں کی گہری صفائی بیوٹی گرینز کے ساتھ ہو تو سفید دانوں کا راستہ روک دیتی ہے، بیوٹی گرینز اور سکن ٹانک کے مکسچر سے متاثرہ مقامات کو پانی سے دھونے سے پہلے نرمی سے رگڑا جاتا ہے نرمی سے رگڑائی کا عمل سفید دانوں کی تشکیل کو وہیں روک دیتا ہے۔

نیل آرٹ

خوب صورت لگنا ہر خواتین کا خواب ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے میں لگتی رہتی ہیں۔آج کل خواتین میں ناخنوں کو بنانے اور سنوارنے کا رجحان تیزی سے فروغ پارہا ہے۔خواتین میں ناخنوں کا آرٹ تیزی سے مقبول ہورہا ہے۔ناخنوں کو آج کل کے فیشن کے مطابق مختلف پیٹرن سے سجایا جاتا ہے اور گولڈ اور مہنگے پتھروں سے آرائش کی جاتی ہے اس کی مقبولیت کے پیش نظر مختلف بیوٹی سیلونز پر ناخنوں پر ڈیزائن بنوانے والی خواتین اور نوجوان لڑکیوں کا رش دکھائی دیتا ہے، جو ناخنوں کو بنانے اور سنوارنے میں لگی ہوئی ہیں۔نیل آرٹ کے لیے ضروری نہیں کہ آپ کسی شادی یا تقریب کا انتظار کریں بلکہ دوسروں سے منفرد نظر آنے کے لیے بھی آپ اپنے ناخنوں پر ڈیزائن بنا سکتی ہیں۔آپ کے ناخن نہ صرف ہاتھوں کو خوب صورت بناتے ہیں بلکہ آپ کی باڈی لینگویج کو بھی تبدیل کر دیتے ہیں۔نیل آرٹ کے لیے ناخنوں کا لمبا ہونا ضروری ہے خواتین کے کٹے ہوئے چھوٹے ناخنوں کو خوب صورت بنانا بھی نیل آرٹ کا کمال ہے۔رات کے فنکشن کے لیے خصوصی طور پر خواتین ناخنوں پر کالے رنگ کا استعمال کرتی ہیں اور اس پر مختلف ڈیزائن بنواتی ہیں۔

طیبہ عبید......کراچی

نیرنگ خیال

ایمان وقار

نھنے شہیدوں اور شہدائے پارک تم پر سلام
پاپا، ماما کے ساتھ چلے ہنستے مسکراتے کھلکھلاتے
بھیا نے اپنی بال اٹھائی اور منی نے اپنی گڑیا
پاپا، ماما نے دونوں کو اٹھایا اپنی گود میں
ممتا بھری آغوش میں سمیٹے وہ چلے تھے تفریح کے لیے
ہر چہرہ مسرور، شاداں ننھے منے پریاں شہزادے
پیاری پیاری سی گڑیاں جیسی بچیاں پونی باندھے
مہکتے پھولوں کی طرح چمکتے جگنوؤں کی طرح
ایک رونق تھی ایک میلہ تھا چمکتے چہرے اور زندگی
ہری بھری ہریالی تھی مچلتی جھومتی اٹھلاتی تتلیاں
رنگ برنگے پھول اور مستی میں جھومتے بھنورے
کچھ حسین و جواں جوڑے مستقبل کے سپنے بنتے
دفعتاً یہ کیا ہوا؟ یہ کیسا دھماکہ تھا یہ کیسی آواز؟
بوڑھے، بچے اور جوان سب گئے سہم
بھیا کی بال اور منی کی گڑیا ہوئی گم
ٹھنڈی ٹھنڈی ہریالی...... گرم گرم لہو سے ہوگئی سرخ
مسز نگہت غفار...... کراچی

صفات

شان و شوکت کا وہ مان محل عالی شان ہے
شرم و غیرت کا مگر اس میں بھی کچھ فقدان ہے
ہر قدم پر قتل ہوتی ہے یہاں انسانیت
جس طرح فٹ پاتھ پہ مرتا ہوا انسان ہے
جھوٹ اور غیبت کی دنیا میں سدا رہتا ہو گم
اس زمانے میں وہ سب سے معتبر انسان ہے
شرم و غیرت کی کہانی اب پرانی ہوگئی
عیش کی دولت ہی اب انسان کی پہچان ہے
جس کو دیکھو گا رہا ہے گن شرافت کے یہاں
بن رہا ہے اک فرشتہ اصل میں شیطان ہے
غزل اپنی عاقبت سے کس قدر ہو بے خبر
زندگی ہے چار دن کی پھر بھی تو انجان ہے
سلمٰی غزل...... گلشن اقبال (کراچی)

زیست

آ سیت کے تماشوں میں
اجنبی سی راہوں میں
اک سفر لاحاصل ہے
اور......
اسی درد کے بے کراں سمندر میں
موت ہم سے روٹھی ہے
نہ کوئی ہم سفر ہے
نہ کسی کی چاہت
کوئی اپنا کوئی پرایا
کوئی ہمنوا نہیں
جو ہیں وہ بھی
تن کی......
نفس کے مارے پیٹ کی
پوجا میں مصروف ہیں
کہ جس شہر میں
جس ملک کے باسیوں کو
"روٹی" کی جنگ سے فرصت نہ ہو
وہ کسی کا درد کیا بانٹیں گے
بھلا "محبت" کا مفہوم کیا
سمجھیں گے
وہاں تو
زیست بس
روٹی سے شروع ہو کر روٹی پر ہی
ختم ہو جاتی ہے
سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

سرمایہ

وہ مانا حسن میں یکتا نہیں ہے

اسے دیکھے بنا چارہ نہیں ہے
رہوں محفل میں کہ تنہا رہوں میں
مگر یہ دل کہیں لگتا نہیں ہے
نظر بھر کے اسے میں کیسے دیکھوں
میسر تابِ نظارا نہیں ہے
نشانی مانگتا ہے پیار کی وہ
ہمارا دل اسے پیارا نہیں ہے
وہ لمحہ کون سا ہے زندگی کا
کہ جس لمحے یہ دل تڑپا نہیں ہے
خزاں نے لوٹ لی ہے ڈالی ڈالی
شجر کے پاس اب سایہ نہیں ہے
محبت روگ بن جائے گی نیر
تمہارے پاس سرمایہ نہیں ہے

نیر رضوری...... لیاقت آباد (کراچی)

دکھ

لمحہ لمحہ
قریہ قریہ
لحظہ لحظہ
دکھ ہی دکھ
میں بھی دکھ، تم بھی دکھ!

سیما ممتاز عباسی...... لاڑکانہ

وہ

نہ جانے کب وہ آئے گا
میرے بکھرے وجود کو سمیٹنے
میرے آنسوؤں کو ہتھیلی پر جذب کرنے
نجانے کب وہ آئے گا
ان خوابوں کو پورا کرنے
جو تمہاری راتوں میں
پلکوں پر سجائے تھے
نجانے کب وہ آئے گا
مجھے زندگی سکھانے
میرے چور بدن کو خود میں سمانے
نجانے کب...... وہ آئے گا؟

چاندنی روحید

غزل

کوئی الجھن ہے تو ہمیں بتایا کر
چھوٹی چھوٹی باتوں پر یوں نہ روٹھ جایا کر
تجھے منانے کا ہنر مجھے نہیں آتا
یوں اپنے دل پر حجاب نہ لگایا کر
بڑا دکھ ہوتا ہے تجھے اداس دیکھ کر
کبھی اپنے لبوں پر میرا نام بھی لایا کر
اندھیری رات بے بسی اور میں ہوں تنہا
کبھی چاند بن کر مجھ سے آ کر گفتگو کیا کر
تم کہو تو چھوڑ دیتا ہوں یہ دنیاداری
بس شرط ہے اتنی کہ کبھی تو بھی
بارش کی طرح مجھ پر برس جایا کر
اگر پھر بھی تم میرے نہ ہو سکے تو رضی
میں خاک ہو جاتا ہوں تو مجھے خاک میں ملا جایا کر

جاوید اقبال...... 109 روڈا

تم

تمہیں پتہ ہے کیا؟
تم وہ دعا ہو
جسے مانگ کر
یہ بھی مانگا جاتا ہے کہ
یہ دعا میرے حق میں قبول ہو کر
پھر کسی کے حق میں قبول نہ ہو

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

حمد مقبول خدائے بزرگ و برتر عز و جل

کہوں بات میں بھی کھری کھری تیری شان جل جلالہٗ
ہر پل میری جھولی بھری تیری شان جل جلالہٗ
تیری کن کا سب اعجاز ہے تو بہت ہی بے نیاز ہے
سب کی عقل رہ گئی دھری تیری شان جل جلالہٗ
تو نے بادشاہ کو گدا کیا گدا گر کو تو نے بادشاہ کیا
نکالی ہے ساری خود سری تیری شان جل جلالہٗ

غم کی نہیں کوئی داستاں خوشیوں کا کوئی نہیں بیاں
حمدوں کی ڈالی رہے ہری تیری شان جل جلالہٗ
تیرا راز اس نے ہے پالیا جس نے شکر ہے بجالیا
بے شکری رہ گئی بھربھری تیری شان جل جلالہٗ
تیری یاد میں جو آنسو بہا اس نے میرے دل سے کہا
مٹ جائے گی سب کی برتری تیری شان جل جلالہٗ
شمع ھدیٰ کا سوال ہے بس یہ میرا اعمال ہے
میری ذات ہے بڑی کھردری تیری شان جل جلالہٗ
نامعلوم......

نظم

میں بچہ تھا تو تب اکثر
کھلونے ٹوٹ جاتے تھے
میرے رونے پر ماں آ کر
کھلونا جوڑ دیتی تھی
سنا ہے ماں سے بھی بڑھ کر
تجھے الفت ہے اپنے بندوں سے
تو مجھ کو جوڑ دے اے رب
میں خود کو توڑ بیٹھا ہوں
شگفتہ خان...... بھلوال

نظم

دور فلک پر چمکتا ہوا چاند
اور اس کے گرد ٹمٹماتے ان گنت ستارے
اور ساحل کنارے بچھی ریت
یا دور صحرا کوئی درخت
سب تمہاری یاد دلاتے ہیں
تمہیں بلاتے ہیں لوٹ آؤ
کہ تمہارے بن یہ شامیں ادھوری ہیں
انیلا سخاوت...... تحصیل پیلاں، ضلع میانوالی

والد کے نام

چاہت اس کی میرے خدا میرے مقدر کردو
ہر لمحہ لبوں پہ اس کے ہنسی اس کا مقدر کردو
وہ نہیں تھا میری قسمت میں نہ ہی اب ہے یارب
اس کے ذکر کے ساتھ ہو ہمیشہ ذکر میرا کوئی سبب کردو
میں روؤں، تڑپوں، جیوں یا مروں
لمبی عمر ہو گر میری تو میری عمر اس کا مقدر کردو
غیر دور اپنے ہزار دشمن ہزار مخالف سہی مگر!
صرف ایک اس کو میرا زندگی کا ہمسفر کردو
اس کی زندگی میں ہزاروں خوشیاں آئیں زہے نصیب
میری قسمت کی بھی سبھی خوشیاں اس کا مقدر کردو
دنیا کی محبت عارضی عارضی میری چاہت بھی
ابدی زندگی میں میرا اس کا ساتھ لازم وملزم کردو
میں گناہ گار، بدکار، حقیر، ناکارہ بندی تیری
روزِ محشر بخشوائے ساحل بابا کو اپنے کوئی سبب کردو
ساحل نور...... فیصل آباد

نظم

بہار زیست میں کچھ لمحے بتانے کا شکریہ
میری زندگی میں آ کر پھر جانے کا شکریہ
میں موج دریا تھی تو روانی سے بے خبر رہا
لہروں کی شوخی کو غلط ٹھہرانے کا شکریہ
بس یہاں تک ہی تھا تیرے ساتھ کا رشتہ
میرے جھکے ہوئے سر پہ مسکرانے کا شکریہ
تجھے راس نہ آ سکی میری وفاؤں کا موسم
میرا آنے کا شکریہ یہ تیرا اتنا نبھانے کا شکریہ
لوگ کیا جانیں میری انمول چاہتوں کا بھرم
مجھے چھوڑ کر یوں سر راہ زمانے کا شکریہ
فوزیہ ناصر...... چیچہ وطنی

نظم

زمین کی لمبی مسافتوں میں فلک یک بے باں وسعتوں میں
سمے کی بے رنگ ساعتوں میں کوئی تو ہوتا جو اپنا ہوتا
کہ جس سے دکھ سکھ کی بات کرتے وہ اپنی کہتے ہم اپنی کہتے
پکارتے ہی رہے مگر ہم زمیں پہ بے درد وحشتیں تھیں
مہیب سائے ڈرا رہے تھے

نظر اٹھی جب فلک کی جانب
صدا آئی مجھے پکارو
میں سن رہا ہوں دعائیں ساری میں
سن رہا ہوں قریب ہوں رگ گلوں سے زیادہ
تمہارے دل میں تمہارے دل میں
کبھی نہ مجھ کو اداس چھوڑے
کبھی نہ مجھ کو اکیلا چھوڑے
وہ میرا رب ہے وہ میرا رب ہے
عائشہ دین محمد ظاہر...... ضلع رحیم یار خان

غزل

شام سے ہے جو یہ دھواں دھواں سا موسم
شاید کسی بزم میں جام چھلک پڑا ہے
سراپا انتظار ہیں لوگ جو اس بزم کے
ان کے آنے کا قصہ کسی نے گھڑا ہے
چھا گئی ہے ہر سو جو یہ خامشی
خشک پتہ ڈالی سے ابھی اک گرا ہے
کھو دیا ہے اس نے اپنے کسی عزیز کو
شہر خموشاں میں جو شخص تنہا کھڑا ہے
دیکھو کیا پیغام لے کر آیا ہے تمنا
نئے سال کا سورج جو چڑھا ہے
زبیریہ بشیر تمنا

نظم

راہ گزار زندگی میں لاکھ ہوں کٹھنائیاں
بج ہی جائیں گی کبھی تو سکھ کی شہنائیاں
شب گزیدوں کی تھکن، درد و تڑپ نہ پوچھیے
گرم تپتے بستروں پر جلتی ہیں انگڑائیاں
ابن آدم کچھ بھی کر لے وہ معزز پاکباز
بنت حوا تیرے حصے میں فقط رسوائیاں
اب کسی پر اعتبار آئے گا نہ مجھ کو کبھی
یہ میرے اپنوں کی ہیں مجھ پر کرم فرمائیاں
کون جانے کس کی خواہش، کیسا تنہا کر گئی
جھمگھٹا ہے ارد گرد اور روح میں تنہائیاں

میں بہت مغرور ہوں خود سر ہوں اور خود غرض ہوں
دوستوں کی میرے بارے میں ہیں قیاس آرائیاں
التباس نظر کا چارہ بھلا میں کیا کروں
ہر طرف تو جلوہ گر، ہر سو تیری پرچھائیں
ثناء.....صادق آباد

آنچل کے نام

میرا دن چھپا کسی رات میں
میری رات چھپی کسی ذات میں
میری ذات چھپی کسی رات میں
میری زندگی کا کوئی راز ہے
کوئی راز ہے میری ذات میں
میں جہاں کبھی بھی بھٹک گئی
میں گرتے گرتے سنبھل گئی
مجھے ٹھوکروں سے پتا چلا
کوئی ہاتھ ہے میرے ہاتھ میں
ندا مسکان جٹ

اے کاش

کاش!
کوئی آنکھ کبھی نم نہ ہو
کسی کی زندگی میں غم نہ ہو
نہ ملے کبھی کسی کو ایسا زخم
جس کا کہ کوئی مرہم نہ ہو
فاصلے آنے نہ پائیں دلوں میں
رشتوں میں پیار کم نہ ہو
نہ ہوں ایسے ساتھی زندگی میں
کہ جن سے اپنا بھرم نہ ہو
الفتیں جوڑے رکھیں سب کو باہم
دلوں سے وفائیں ختم نہ ہوں
نہ آئے زندگی میں کوئی ایسا سفر مسکان
اپنا کوئی پیارا جہاں ہم قدم نہ ہو
مصباح مسکان رؤف......جہلم

بنت آدم

اے ابن آدم رحم کر مجھ پر

میں بے زبان ہوں
ازل سے تیری مطیع
اب تک تیری فرمانبردار ہوں
کبھی تو مجھ کو قید کرے
کبھی سر بازار کرے
کبھی تو مجھ کو دیوی مانے
کبھی مجھے سنگسار کرے
کبھی تو مجھ کو عزت مانے
کبھی میری عزت کو تار تار کرے
کبھی تو میرے تن سے کھیلے
کبھی تو میرے من سے کھیلے
کبھی محبت، کبھی نفرت کی ذمہ دار کرے
اے ابن آدم رحم کر مجھ پر
میں بے زبان ہوں

ماریہ پارس خان، ستیانہ بنگلہ......فیصل آباد

نظم

آؤ دوستو
ایک نئی دنیا بسائیں
جہاں گولیوں کی بوچھاڑ نہ ہو
جہاں رنجشیں نہ ہوں
جہاں ننھے ہاتھوں سے قلم چھیننے والے نہ ہوں
جہاں اپنے پرائے نہ ہوں
جہاں خوشیوں کے قاتل نہ ہوں
جہاں مائیں بلکتی نہ ہوں
جہاں رشتوں میں غرض نہ ہو
جہاں کوئی بھی غم نہ ہو
آؤ دوستو
ایک ایسی دنیا بسائیں
جہاں پھول کھلیں
بہاریں مسکرائیں
جہاں کلیوں کی کھلکھلاہٹیں ہوں
جہاں خلوص ہو، محبت ہو
چاہت ہو
ایسی دنیا کی بنیاد رکھیں
آؤ دوستو پہلا قدم ہم ہی اٹھائیں

پارس فضل

نیرنگ خیال

کل ہجر کی اس شاہراہ پر
دور سے گزرے اک انسان کی
دو آنکھوں نے مجھ سے پوچھا
چہرے کو پریشان کیئے
کہاں چلے ہو؟
کہاں چلے ہو
شہر دل ویران کیئے
لوٹ کر کب تم آؤ گے؟
ان کہا سا عہد ملن کا
کیا تم نبھا پاؤ گے؟
دور سے گزرے اک انسان کی
دو آنکھوں نے مجھ سے پوچھا

فائزہ بھٹی......پتوکی

غزل

پیار جھوٹا ہے جھوٹی یہ قصہ کہانی
تیرے لیے کیوں روؤں دنیا ہے آنی جانی
تیرا نام نہاد پیار یا تمہاری ہمدردی یاد مجھے
کبھی تھا بھی تو مخلص اب یہ کیسی غلط فہمی
یہ زندگی کیا یہ دنیا بھی میری تجھ سے ہی تھی
کبھی بھی تھا تجھے پیار اب کیسی خوش گمانی
میں عشق کی انتہاء پر پہنچ کر بھی تیرا منتظر تھا
کی تم نے ہی نہ ابتدا تو اب کیسی پریشانی
میں نے تجھے کھونے سے پہلے ہی پا لیا تھا اے ہمدم

مزدلفہ عارف بھنڈر

اسے کہنا

وہ مجھے پیاری بہت ہے اسے کہنا

وہ ہی جینے کا سہارا ہے اسے کہنا
لوگ پیارے ہیں بہت سے مجھ کو
مگر وہ سب سے پیاری ہے اسے کہنا
محبتیں، شکایتیں، شرارتیں اس کی
مجھے سب گوارہ ہے اسے کہنا
چاہنے والے اور بھی ہیں لیکن
مجھے صرف انتظار تمہارا ہے اسے کہنا
ڈوب نہ جاؤں تیری چاہت کے سمندر میں
وہ ہی ہے ہمارا کنارہ اسے کہنا
زندگی کردی اسی کے نام پر حادیہ مغل
وہ کر کے دیکھے اشارہ اسے کہنا

نور الہدیٰ مغل

آج پھر شہر میں دھرنا تھا

چھوڑ دو!!!
مجھے جانے دو
میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟
گھر پر میری ماں
میری بہنیں
میری بیوی
میری بیٹی
میرا انتظار کررہے ہیں
میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں
تم جو چاہے لے لو
میری بائیک رکھ لو
مجھے جانے دو
میں یہ شہر ہی چھوڑ جاؤں گا
میرے ماں کے آپریشن کے لیے
لی ہوئی میری یہ
دو ماہ کی ایڈوانس تنخواہ
رکھ لو
مجھے چھوڑ دو! مجھے جانے دو
یہ سونے کی بالیاں لے لو
جو میں اپنی آٹھ مہینے کی بیٹی
کے لیے
لایا ہوں
جس نے
آج صبح
پہلی بار مجھے
بابا
کہہ کر پکارا تھا
مجھے چھوڑ دو مجھے جانے دو
مجھے مت مارو
وہ اپنی آخری سانس تک
التجا میں فریاد کرتا رہا
آج پھر
شہر کی معروف شاہراہ پر
دھرنا تھا
اس نے اپنی بائیک
متبادل راستے کی طرف موڑ دی تھی
مگر
اسے کیا پتہ تھا
وہ متبادل راستہ
تو اس کی زندگی کا متبادل
موت کا رستہ بن جائے گا

شیریں تبسم

غزل

ڈھلتے سورج کی بے تاب کرنیں
شام کے دبیز دھندلکوں میں کھو جاتی ہیں
خاک اڑتی ہے دل کے بیابانوں پر
پرندے بھی تو اپنے گھونسلے چھوڑ جاتے ہیں
اک دریا ہی تو ہے وقت جس میں
لوگ تنکوں کی مانند بہہ جاتے ہیں
انسان چلے جاتے ہیں یادیں چھوڑ کر
بنا برگ کے بھی تو اشجار ویران ہو جاتے ہیں

ایسی چلتی ہے وقت کی بے درد آندھی
پل بھر میں شیرازے بکھر جاتے ہیں
کتنا سکوت ہے شہر خموشاں میں آج
کچھ لوگ تمام رونقیں ساتھ لے جاتے ہیں
ماریہ طفیل پارس......کراچی

پل پل

پل پل ترسے تھے
اس پل کے لیے
وہ پل آیا بھی تو
اک پل کے لیے
سوچا تھا اسے زندگی کا
اک حسیں پل بنالیں گے
پر وہ پل رکا بھی تو
اک پل کے لیے
آسیہ ارم......کراچی

غزل

ہم درد کے مارے سادہ لوگ
یوں ہم کو ستانا ٹھیک نہیں
کچھ دن کے ہیں مہمان یہاں
یوں ہم کو رلانا ٹھیک نہیں
جب شام ڈھلے گی دھیرے سے
تب یاد بہت ہم آئیں گے
ہم ہجر کے مارے لوگوں کو
محفل سے اٹھانا ٹھیک نہیں
ہم لوگ کچھ ایسے پاگل ہیں
سچ کہتے ہیں سچ سوچتے ہیں
یہ مکر و فریب کی دنیا ہے
یہاں اپنا ٹھکانہ ٹھیک نہیں
تم یاد کرو گے جب ہم کو
آنکھیں نم ہوجائیں گی
جب تک ہم ساتھ تمہارے ہیں
ہم سے کترانا ٹھیک نہیں

نزہت جبین ضیاء

غزل

شبِ ہجر کا تماشہ دیکھئے جنوں دیکھئے
صحرائے دل کو پیتے ہوئے خوں دیکھئے
اُن دیکھی راہِ منزل کی دھند سے
آسودگی چہروں کی دگرگوں دیکھئے
چمن کی مٹی سونا اُگل رہی ہو تو
دہقاں کو میرے کیوں سرنگوں دیکھئے
گردشِ دوراں نے طوفاں بپا کیا ہے
دھند زدہ چہروں پر نقابِ افسوں دیکھئے
الفت میں جس کے خاکستری ہو
اس چاہتِ زیست کا مضموں دیکھئے
تیری حق گوئی بجانب ہے سیف
حسنِ طلب آپ میرا روز افزوں دیکھئے
سیف الاسلام......کراچی

دل (اک اجڑا نگر)

خاموشی کا رہتا ہے آج کل اس دھڑکن پہ راج
یہیں کل بجتی تھیں شہنائیاں شور کی
یہاں آج کل ماتم سا بپا رہتا ہے
یہیں کسی کی امنگوں کے دیپ جلا کرتے تھے
یہاں دفن ہیں راز نہ جانے کتنے
یہیں بستا تھا کل الھڑپن بچپنے کا
یہاں نہیں اب کوئی ساون کی بات
یہیں سے آنکھوں میں خوشی جھلکتی تھی
یہاں اب نہیں رہتا کوئی......!
کل یہیں زندگی بستی تھی کوئی......!
سائرہ غفار......نامعلوم

دوست کا پیغام آئے

هما احمد

کسی خاص کے نام

السلام علیکم! امید ہے بخیریت ہوں گی، میں کیا مصروف ہوئی آپ نے تو مجھے بھلا ہی دیا، کوئی ایسے بھی بھلاتا ہے جیسے آپ نے...... میں بھی تھوڑی مصروف تھی، ایم فل میں ایڈمیشن لے لیا تو یونیورسٹی بھی جاب بھی اور پھر گھر بھی ان سب کے درمیان جب بھی وقت ملتا آنچل پڑھ تو لیتی لیکن اس میں لکھنے کا ٹائم نہ نکال سکی، کبھی ایگزامز اور کبھی بیماری...... خیر اس بار تھوڑی ہمت کر ہی لی اس سے پہلے کہ آپ میرا نام تک بھول جائیں آپ کو بتادوں میں نے ایم فل کے پہلے سمسٹر میں ٹاپ کیا ہے۔ دعا کیجیے گا اب دوسرے سمسٹر میں بھی عزت رہ جائے، اگلے ہفتہ سے امتحان شروع ہیں۔ اسی مصروفیت میں وقت نہیں نکال پائی ورنہ جس کی میں اپیا ہوں وہ ہر ماہ انتظار کرتی ہے کہ اس کی اپیا کا نام آئے گا اور جب نہیں ہوتا تو پھر مجھ سے لڑتی ہے کہ کیوں نہیں لکھا تو پلیز آپ اس لکھے کو بہت سمجھ کر شائع کردیجیے گا۔ مجھے پتا ہے میرا آنچل بہت اچھا ہے اور طیبہ نذیر کا خصوصی شکریہ ادا کردیجیے گا کہ انہوں نے کم از کم مجھے یاد تو رکھا۔ باقی سب لوگ کیسے ہیں امید ہے بخیریت ہوں گے سب کو درجہ بدرجہ سلام کہیے گا۔ اجازت دیں دعاؤں میں بہت یاد رکھیے گا، کوئی غلطی ہوگئی تو ہو معاف کردیجیے گا، اللہ حافظ۔

شگفتہ خان...... بھلوال

ایم کے نام

السلام علیکم! ڈیئر مدثر ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ کیسا لگا میرا سرپرائز 6 جون کو تمہاری سالگرہ ہے، تو میں نے سوچا اس بار آپ کو نئے انداز سے وش کروں، پسند آیا میرا نیا انداز وش کرنے کا۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کو زندگی کے ہر قدم پر خوشیاں ملیں، اللہ آپ کی ہر آرزو پوری کرے اور ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ پیاری سسٹر عائشہ! 16 جون کو آپ کی برتھ ڈے ہے، ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، او کے اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا، آئی مس یو ٹو اللہ حافظ۔

حمیرا ملک...... میانوالی

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ میں نے سوچا کیوں نہ میں دو چار دوست بنالوں مجھے ڈھیر ساری فرینڈز بہت اچھی لگتی ہیں۔ پینو آپی (پروین افضل شاہین) آپ کی طرف خصوصی ہاتھ بڑھا رہی ہوں (ارے دوستی کے لیے) کیا آپ میرا ہاتھ تھامنا چاہیں گی ضرور بتایئے گا اس کے علاوہ ایس گوہر صاحبہ آپ کو بھی آفر دے رہی ہوں مجھ سے دوستی کریں گی؟ اور جو مجھ غریب سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔ مجھے بہت اچھا لگے گا اگر کسی کو دوستی جیسے مقدس رشتے کے قابل لگی۔ نازیہ آپی کو چنے منے کی ڈھیر ساری مبارک باد۔ اللہ بچے کو صحت، تندرستی اور لمبی حیاتی عطا فرمائے، آمین اور آپی نام کیا رکھا ہے برخوردار کا، آپ کے پاس تو ناموں کا خزانہ موجود ہے مگر صحابہؓ کے ناموں میں سے پیارا سا نام رکھ لیں اچھا اثر پڑے گا، ان شاء اللہ۔ اچھا بھئی اجازت دیجیے، اللہ حافظ۔

سرور فاطمہ ہنی...... صوابی، خیبر پختونخوا

پیاری بھانجی ماریہ حیدرآباد کے نام

السلام علیکم بھانجی ماریہ! کیسی ہو یقیناً نہیں ٹھیک ہوگی مجھے پوری پوری امید ہے۔ سر میں درد اور بھوک نہیں لگتی ہے نا، ہاہاہا۔ مجھے پتا ہے تو اپنے نام لیٹر دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سما رہی ہوگی، چلو کسی بہانے تو موٹی ہو، میں نے خوش کیا ہے اب اگلی باری تیری ہے او کے مجھے خوش کرنے کی اور باجی نعیمہ، آسیہ، مریم، فریحہ، جویریہ، زنیرہ، حفصہ، شہریار، عادل، طلحہ تم سب کیسے ہو اینڈ تم بھی خوش ہوجاؤ اپنے پیارے پیارے نام دیکھ کر اور دعائیں دو کہ

کتنی پیاری ہے آنٹی ہماری اور بچہ پارٹی کب آرہے ہو پھر تم اپنی معصوم سی آنٹی سے ملنے حیدرآباد آنے سے پہلے اطلاع ضرور دے دینا تاکہ جوتوں کے ہار بنا کر رکھ لوں، سواگت کے لیے ہاہاہا اور ہاں ماریہ کی بچی اور سب بھانجیوں سن لو امی کا ہاتھ بٹایا کرو آپس میں لڑائی جھگڑا مت کیا کرو۔ پیار ومحبت سے رہا کرو خاص کر امی کو خوش رکھا کرو خیال رکھا کرو۔ تم خوش نصیب ہو کہ تمہاری امی ہے میرا بھی بہت دل کرتا ہے کہ میری بھی امی ہوں، بس اب میں رونے نہ لگ جاؤں کوئی آس پاس ہے بھی نہیں چپ کروانے والا ہاہاہا۔ اوکے خوش رہو اور خوش رکھو دوسروں کو؟

سونی علی......ریشم گلی مورو

دل کے بہت قریب اپنوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تمام رائٹرز اور قارئین کو حجاب کی مبارک باد پھر بہت عرصے کے بعد لکھ رہی ہوں تمام نئے اور پرانے جاننے والوں کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ مہوش بہن کو منگنی کی بہت مبارک ہو مہوش کا کہنا تھا کہ مجھے آنچل کے ذریعے منگنی وش کرو تو جناب ہم حاضر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی آنے والی زندگی بہت خوب صورت بنادیں اور وقاص بھائی سے تمہارا ساتھ تاقیامت قائم و دائم رہے آمین۔ اُف ہم فیملی والے سوچا کرتے تھے کہ مئی میں کسی کی بھی سالگرہ نہیں آتی ہے مگر اب تو آ ہو...... سب سے پہلے باجی نازیہ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو باجی نازیہ یکم مئی مزدوروں کے دن پیدا ہوئیں اور حقیقت میں بہت محنتی ہیں، اللہ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے آمین۔ 10 مئی زکریا اور نبیلہ کو شادی کی سالگرہ بہت مبارک ہو مالک کائنات سے دعا ہے کہ وہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے اور پیارے بھیا پیارے مغیث احمد کی بھی بہت بہت مبارک ہو۔ چھوٹے سے شہزادے کو زندگی کے ہر میدان میں اللہ کامیابیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ 11 مئی بھائی دلاور اور 17 مئی کلثوم جو کہ بھائی کی بیوی ہے ان دونوں کو جنم دن بہت مبارک ہو۔ آپ دونوں کی لمبی حیاتی ہو آمین۔ 16 مئی فیضان احمد کو سالگرہ مبارک ہو فیضان کے والدین سعدیہ عبدالخالق کو چھوٹے سے پرنس کی بہت مبارک ہو۔ اللہ اس کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے آمین۔ جی جی ہمیں یاد ہے 7 مئی کو ماموں سرور اور ممانی شہناز کی شادی کی سالگرہ ہے جناب آپ دونوں میرے ساس سسر نہیں ماں باپ ہو۔ ہمیشہ پیار دیتے ہو اللہ آپ دونوں کا سایہ ہم سب پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ ہمیں ہر وقت ہر قدم پر ہمیشہ آپ دونوں کی ضرورت ہے میرے خیال سے آپ کی شادی کو 33 سال ہونے ہیں اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو رہتی دنیا تک شاد وآباد رکھے آمین۔ آخر میں پرنسز خدیجۃ الکبریٰ میری پیاری بیٹی جو 12 مئی کو دو سال کی ہوگئی۔ مما کی طرف سے مینی ہیپی ریٹرن آف دی ڈے اللہ تعالیٰ میرے بچوں کو دین پر چلنے والا بنائے آمین۔ خدیجہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو گڑیا! آمنہ اقراء حرا ندا فائزہ زارا نوید بھائی خدیجہ عثمان بھابی ثمرین عبدالحمید رابعہ عبد الماجد نازیہ بلال آسیہ مبشر عائشہ اقبال اور فاطمہ کو سلام آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار۔

مریم عبدالرحمٰن......سیالکوٹ

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل سے تمام وابستہ پیاری پیاری دوستو! کیا حال چال ہیں بھئی؟ سب سے پہلے میں ان دوستوں کی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے میری دوستی کو قبول کیا۔ رشک وفا حرا قریشی دلکش مریم اقراء عندلیب دوستی تو کر ہی لی بس مجھے یاد رکھنا کہیں بھول مت جانا اور طیبہ منیر تم کیسی ہو میڈم جی؟ کس دنیا میں رہتی ہو کیا میں بھی یاد ہوں تمہیں؟ اقراء عندلیب آپ کیوں ناراض ہو رہی ہیں لو آپ کو بھی یاد کرلیا اور سناؤ کیا حال چال ہے۔ ہمیشہ خوش رہو اور اللہ پاک آپ کی امی کو بھی لمبی صحت والی زندگی دے اور اقراء آپ سے مل کر مجھے بہت اچھا لگا تھا جب آپ نے مجھے کہا کہ تم ہو روشی وفا؟ ہاں جی میں ہی ہوں روشی کیوں کوئی شک ہے؟

ویسے آپ بھی مجھے آنچل کے ذریعے ضرور بتانا کہ مجھ سے مل کر آپ کو کیسا لگا اینڈ میں حرا میری جگری دوست کو اور عائشہ کو محبتوں بھرا اسلام۔ رشک وفا، شگفتہ، طیبہ نذیر، دلکش مریم، حرا قریشی، حنا، اقراء، سب کو محبتوں بھرا اسلام اور جن کے نام نہیں لکھے ان سب کے لیے نیک تمناؤں بھرا اسلام قبول ہو۔

روشی وفا...... ماچھیوال

آنچل فرینڈز کے نام

سب سے پہلے تو تمام آنچل ریڈرز، رائٹرز، فرینڈز کو سلام عرض کرتی ہوں دعا ہے کہ سب خیریت سے ہوں، پاکیزہ علی کہاں گم ہو؟ مہوش نواز گوجرانوالہ پلیز میرے لیے کوئی وظیفہ کرو کہ اللہ مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دے دے اور میرے تعلیمی راستے میں حائل تمام مشکلات دور ہوجائیں، (میں پلس وچ وڈی افسر بننا چاہندی ہاں، ہن دعا کریں تے نالے فرینڈ شپ وی کرلا۔) میں اس لیے زیادہ فرینڈز بناتی ہوں تاکہ میرا دامن دوستوں کی پرخلوص دعاؤں سے ہر وقت بھرا رہے، اللہ آپ کو خوشیاں دے۔ ایس گوہر یار یقین جانو آپ نے تو میرا تعارف لکھ دیا، ہاں میں بھی سیم آپ جیسی شخصیت کی مالک ہوں، ہر عادت ہر انداز مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم نماز پنجگانہ کی عادی ہو۔ مجھے بھی بہت سی مسنون دعائیں یاد ہیں، جو میں ہر نماز کے بعد پڑھتی ہوں پلیز تم میرے لیے دعا ضرور کیا کرو بس آج سے میں اور تم ایک ہاں جی، مجھے خوش آمدید کہو اللہ تجھے دنیا و آخرت کی ہر سچی خوشی دے، میزاب، مسکان وصی، سیدہ علیشہ، سونیا، سیدہ فرزین حبیب، پنکی نورین نجم انجم، شیزہ عارف، ام عائشہ، طیبہ نذیر، سیدہ لوبا سجاد آپ سب سے میں فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں۔ سیدہ لوبا سجاد مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے، شاہ اسلام آباد میں ہونا آج کل کیا ہو رہا ہے۔ اسلام آباد کا موسم کیسا ہے؟ مقدس اللہ تجھے صحت و تندرستی دے، میں تیری زندگی کی دن رات دعائیں مانگتی ہوں، خوش رہا کرو اور اپنا بہت سا خیال رکھنا۔ حنا میری دوست کا خیال رکھا کرو تمہیں بھی میرا سلام عیشل سعدیہ رائے، اقراء امین، خدیجہ جویریہ آپ سب کو میرا اسلام، ماورا ارشاد آنچل میں پہلی دفعہ آپ کے نام پیغام لکھا اور صدف آپ کے پاپا کا نام شائع ہوا۔ پروین افضل شاہین وثیقہ زمرہ آپ کا نام مجھے بہت پسند ہے۔ بشریٰ باجوہ، فریحہ گیلانی، اوکاڑہ کی تمام گرلز سے فرینڈ شپ کی درخواست ہے۔ امید ہے کہ اوکاڑہ کی تمام گرلز خوش آمدید کہیں گی، مائی ڈیئر اپیا! زیست مکرم اینڈ آبرش تاثیر یا آپ کہاں گم ہو، جلدی سے انٹری دو آنچل میں۔ اقصیٰ وشنیاں زرگر اینڈ صبا زرگر مجھے آپ کا تعارف پسند آیا، اب اپنے بچوں کے نام بھی لکھ دوں، ثقلین عامر، نوشین شمائلہ اینڈ منیب سب کو سلام مونی تو اتنا نائس بچہ ہے کہ یہ باتیں بہت پیاری و معصوم کرتا ہے اللہ میرے پیارے بچوں کو سلامت رکھے۔ آخر میں سب قارئین سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں پولیس افسر بن جاؤں ویسے تو شمائلہ اپیا نے مجھے تھانیدارنی کہہ کر بے حد خوش کردیا ہے میرا بس یہی خواب ہے۔ ان شاء اللہ میں ضرور فیوچر کی ڈی پی او یا ڈی ایس پی بنوں گی، اللہ حافظ۔

لاریب انشال کھرل...... بخشو اوکاڑہ

مغل کزنز کے نام

السلام علیکم! پیاری حافظہ ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی اور ہمیں یاد کرتی ہوں گی۔ پہچانا نہیں تو بتا دیتے ہیں کہ ہم کراچی سے آپ کی مغل کزنز ہیں یعنی مسرت، ماریہ، نوشین، حنا، دنیزہ اور پرنسز حرا ہیں۔ نور مغل ہمیں شدت سے انتظار کہ آپ کب ہمارے گھر کی رونق بنیں گی اور مغل خاندان کی جان انابیہ، جلال اور میرب کو بہت سارا پیار۔ ان کی پھوپوؤں کی طرف سے اور دل باجی کو دانیال کی بہت بہت مبارک باد۔ ماریہ کے ننھیالی کزنز سونیا، بلال، علی عباس، اسماء، سعید، جبار، انیس اور اقراء کو ماریہ اور اس کی امی کی طرف سے اور مسرت کی طرف سے بہت بہت پیار

پی ایس ایل میں کراچی کنگز کو جیتنے کے لیے مغل کزنز کی طرف سے دعاؤں کا تحفہ۔

مغل...... کراچی

دوست کے نام

السلام علیکم! ریڈرز اینڈ رائٹرز' مریم بٹ میں نے فروری کا آنچل اسی لیے دیکھا کہ شاید تم نے مجھے میری برتھ ڈے وِش کی ہو لیکن تم غائب تھی سو مجھے میری اپنی طرف سے ہیپی برتھ ڈے' ہاہاہا۔ جان تمہاری برتھ ڈے مجھے یاد ہے کیوں مرنے لگتی ہو' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو مائی ڈیئر مریم (مس یو ویری مچ)۔16 مارچ کو دنیا میں آ کے تم نے اس کی حالت خراب کردی' ہاہاہا۔ سوری ناراض نہ ہونا' میرے پیارے بھائی خرم ریاض کی سالگرہ بھی مارچ میں ہے ان کو میری طرف سے سالگرہ مبارک ہو' میری دعا ہے کہ تم دونوں (مریم اینڈ بھائی خرم) جگ جگ جیو اور خوش رہو۔ اقراء' مہوش اور ارفع تم لوگ کیوں مر رہی ہو تم لوگ بھی مجھے یاد ہو لیکن میں تم سے بہت ناراض ہوں اور اقراء میرے جیجا جی کا سناؤ۔ ارفع کبھی بات کرلیا کرو' مرو گی میرے ہاتھوں سے' مہوش تم تو میری طرح زیادہ مصروف ہوگئی ہو اگر یہ خط پڑھو تو رابطہ کرنا' سب لوگ مجھے دعاؤں میں رکھنا' اللہ حافظ۔

آمنہ ریاض...... گجرات

آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اینڈ قارئین امید کرتی ہوں سب فٹ فاٹ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم وکرم کرے' آمین۔ ڈیئر قارئین کافی مہینوں بعد لکھ رہی ہوں دن ہفتے مہینے یوں گزرے جیسے آنکھ کھولی اور جھپکی مجھے تو بس یوں لگ رہا ہے جیسے انسان کی اہمیت ختم ہوگئی ہے جیسے جیسے وقت بیت رہا ہے اور ہر وقت کوشش کرتی کہ لکھ کے بھیجوں لیکن ہر بار اس سے بھی زیادہ ذہن الجھ جاتا ہے۔ امید کرتی ہوں پھوپو کی جان عیشال اینڈ عائشہ بہت خوش ہوں گی۔ ڈیئر قارئین جو سب سے ضروری بات جن جن قارئین نے مجھے آنچل کے ذریعے یاد کیا ان سب کی میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین کو ہمیشہ خوش اور سلامت رکھے آمین۔

عاصمہ اقبال عاصی...... عارف والا

پیاری دوست سونیا کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تمام دوستوں کو ڈھیر سارا سلام' امید کرتی ہوں کہ سونیا تم ٹھیک ہی ہوگی۔ میں تم لوگوں سے دور رہ کر خوش نہیں ہوں' پر کیا کروں مجبوری ہے۔ مجھے تم لوگوں کے ساتھ گزارے دن بہت بے چین کرتے ہیں' کاش کبھی وہ دن دوبارہ لوٹ آئیں۔ تم سب لوگ دل لگا کر پڑھائی کرنا' زوبیہ' مریم' رمشاء' اقراء فائزہ اور نازیہ باجی کو ڈھیر سارا سلام' اللہ تم سب لوگوں کو خوش رکھے' آمین۔

اقراء احسان اعوان...... فاروق آباد

پیاری پریوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ سب بالکل خیریت سے ہوں گی' کرم ہے پاک ذات کا میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے سوچا دوستوں کے نام پیغام بھیجا جائے اوپر جو میں نے لکھا پیاری پریوں کے نام...... اسے اصل میں سمجھ مت لیجیے گا تم لوگ پریاں نہیں چڑیلیں ہو (پریاں تو صرف تم لوگوں کا دل خوش کرنے کے لیے کہا اس بہانے کچھ ثواب میرے لیے) بہت خاص ہو بہت پیاری تمہارے لیے ڈھیر ساری دعائیں سویٹ ہارٹ خوش رہو۔ وشو چڑیل! تم مجھے بھولتی جارہی ہو' سدھر جاؤ نہیں تو بڑے زور کی پٹائی لگاؤں گی۔ میری شونی فیجا آپی یو آر سو سویٹ میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں آپ مجھے بہت پسند ہو جانو آپی! سمیرا شریف طور' مصباح نوشین' سندس جبین' ام مریم' سحر ساجد' سحرش فاطمہ' دانیہ آفرین' نزہت جبین ضیاء' عابدہ سبین' نادیہ فاطمہ' سباس گل' نازیہ کنول نازی' عفت سحر طاہر' صائمہ قریشی' حنا یاسمین' عزہ خالد' آپی فاخرہ گل' سیدہ غزل زیدی' عائشہ نور محمد' ستارہ آمین کومل آپ کی محبتوں کا بے حد شکریہ۔ آنچل کی فرینڈز میں مجھے یاد رکھنے کے لیے' سچ میں بہت خوشی

ہوئی۔ افشاں علی یو آر سو سویٹ خوش رہو ہمیشہ اچھی لڑکی۔ آنچل کی رائٹرز اور قاری بہنیں سب مجھے بہت عزیز ہیں میں آپ سب کو توجہ و محبت سے پڑھتی ہوں آپ لوگوں کا لکھا ایک ایک لفظ مجھے بہت پسند ہے۔ سحاب عاشو رملہ شہزادی، پری خان، نمرہ علی، روشی روشانے، حمیرا آپی، سحر ندیم، سلمٰی جاوید، پرنسز مسکان، سدرہ آفاق، صبا خان، سدرہ سلیم، ایما ماہم، پروین افضل شاہین، میرب عباسی...... آپ سب بھی مجھے بہت اچھی لگتی ہو اچھا چلیں اب اجازت دیں پھر ملاقات ہوگی، اللہ حافظ۔

حنا اشرف......کوٹ ادو

ثوبیہ نواز اعوان کے نام

اور جی ثوبو! کیا حال ہیں خیر جس کی اتنی کیوٹ سی کزن ہو اس کے حال اچھے ہی ہوں گے۔ ثوبو جانو تمہیں پتا ہے کہ میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں، میری دعا ہے کہ ہمیشہ چاند کی طرح روشن اور گلاب کی طرح مہکتی رہو۔ خیر تمہارا بہت شکریہ ارے حیران نہ ہو مجھے خالہ اور آنی بنانے کا بہت بہت مبارک ہو تمہیں بیٹی کی ارے تم تو خود گڑیا ہو اور عزیز بھائی گڈے اور پھر تمہاری چھوٹی سی منی سب چھوٹے چھوٹے (ہی ہی ہی) اپریل میں تمہاری منو کی اور تمہاری شادی کی سالگرہ تھی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو منی منی ہیپی ریٹرن آف دا ڈے، خیر پھر آؤں گی اگر اتنی منتیں کر رہی ہو تو اللہ حافظ۔

حنا زمان اعوان......کنڈان، سرگودھا

ہمسفر کے نام

میں کچھ نہ کہوں اور چاہوں کہ میری بات
خوشبو کی طرح اڑ کر تیرے دل میں اتر جائے

السلام علیکم! تمہاری خیریت ہمہ وقت مطلوب ہے شریک زندگی ہماری شادی کی پہلی سالگرہ 22 مئی کو تھی تو میں نے سوچا کیوں نہ کچھ خاص انداز میں اپنی جان کو وش کیا جائے۔ میری طرف سے بہت محبت کے ساتھ شادی کی پہلی سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ ہمارے رشتے کو اور مضبوط کرے اور ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کی خوشیوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں آمین۔

ہجوم اتنا ہو آپ کی زندگی میں خوشیوں کا
غم گزرنا بھی چاہے تو اسے راستہ نہ ملے گزرنے کا

عظمٰی کنول......ملتان

دل کی رانیوں کے نام

شازیہ فاروق! یہ آپ کو کس نے کہہ دیا کہ میں آپ کو بھول گئی ہوں، آپ مجھے درجواب آں میں، آئینہ میں، ہم سے پوچھیے میں یاد کرتی ہیں آپ نے تو اپنی محبت و چاہت سے مجھے مقروض کر دیا ہے۔ میں یہ قرض نہیں اتار سکتی، واقعی مجھ میں ہی کمی ہے آپ تو عظیم ہیں۔ فریدہ جاوید فری آپی! آپ کے بھیا یعنی میرے میاں جانی آپ کی اتنی تعریفیں کرتے ہیں کہ میرا بھی دل چاہنے لگا ہے کہ آپ سے ملاقات کروں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو صحت دے، آمین۔ سمیہ کنول، حاجرہ جلیل، شکیلہ جلیل، فوزیہ سلطانہ، مدیحہ نورین مہک، دلکش مریم، مہناز یوسف، طیبہ نذیر، میری نگارشات پسند فرمانے کا بہت بہت شکریہ۔ حلیمہ سعدیہ شوکت! آپ نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، میں آپ سے دوستی کے لیے بالکل تیار ہوں، سمجھو آج کے بعد میں اور آپ پکی دوست ہیں۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

دوستوں کے نام

مدیحہ کنول سدھر جاؤ، تم نے بولا تم اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ کر مالٹے کھاتی ہو اور آنی کی دعا سے تو تم کسی اور کی چھت پر بیٹھی دیکھ رہی ہو، جھوٹ پر جھوٹ وہ بھی ہم سے۔ وضاحت کے ساتھ جلدی حاضر ہو جاؤ اگر واقعی ایسا ہے تو اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ تمہیں دونوں جہانوں میں سرخرو کرے اور تمہارے نصیب اچھے کرے، سب سے اچھے آمین۔ اب بھلا بتاؤ یہ دعا ناراضگی کے باوجود کیوں دی، تو سنو پگلی تمہاری مئی میں سالگرہ تھی نا اس کا تحفہ ہے یہ دعائیں۔ ایک بات بتاؤں میری بھی 5 مئی کو سالگرہ ہوتی ہے تم بھی دعائیں دے سکتی ہو۔ اس کے

علاوہ باقی سب کو بھی سالگرہ مبارک اور شمع مسکان، دعائے سحر، شاہ زندگی، حافظ سمیرا، نجم انجم اعوان، پروین افضل شاہین (خدا تمہیں نیک اولاد سے نوازے آمین)، مدیحہ نورین، طیبہ نذیر، ساریہ چوہدری، ایس بتول شاہ، فوزیہ سلطانہ، کرن ملک، سعدیہ رمضان، حمیرا قریشی، حرا قریشی، صبا اعوان اور باقی سب خاص کر قصور سے تعلق رکھنے والے...... میزاب شمع، کے ایم المثال، شازیہ ہاشم (بھئی قصور اپنا ہے نا) اللہ پاک تم سب کے نصیب بہت اچھے کرے اور ہر کام میں آسانی پیدا کرے آمین۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

دوستوں کے نام

السلام علیکم! ماشاء اللہ آنچل واقعی آنچل ہے، خواتین کا بہترین ادب اس میں شامل ہے۔ مجھے یہ اس لیے بھی پسند ہے کہ اس میں اصلاحی کہانیاں زیادہ ہوتی ہیں، سب کے سب سلسلے انتہائی شاندار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے بخیرو عافیت اس محبوب سے پیارے سے آنچل کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ میں پہلی بار آنچل میں انٹری دے رہی ہوں، میں نے پہلے بھی بہت بار آنچل پڑھا ہے دل کو بہت بھایا۔ ڈیئر طیبہ نذیر! کیسی ہیں آپ؟ میں نے آنچل میں آپ کا تعارف پڑھا تھا، بہت اچھا لگا۔ آپ کا برج بھی سرطان ہے اور میرا بھی، مجھے اکثر آنچل پڑھتے ہوئے آپ یاد آجاتی ہیں۔ صدف مختار کا تعارف بھی پسند آیا۔ ڈیئر سسٹرز زینب عائشہ، خوش رہو۔ پیاری کزنوں اقصیٰ ناصر، اقراء ناصر، سدا مسکراتی رہو، پیاری باربی ڈول سویٹ سی کزن انعم ناصر تمہیں ڈھیری خوشیاں ملیں۔ تمام رائٹرز کو دل سے کامیابی کی دعا، کیوٹ سی خدیجہ بے بی سالگرہ مبارک ہو۔ زہرہ آنٹی، کلثوم آنٹی، سعدیہ آنٹی پیاری سی خالاؤں کو سلام۔ حیدر ماموں جی، بس بھی کردیں بہت عرصہ باہر رہ لیا، اب آجائیں۔ ہم سب ملنے کو بے تاب ہیں۔ میرے موسٹ فیورٹ اینڈ ذہین ماموں ناصر اپنا خیال رکھیے گا، سب سے اہم میری دوست میری ماما اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیوں سے نوازے، میری جان میرے جگر ڈیئر فادر جی اللہ آپ کو خوشیاں دے آمین۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گی، نازیہ کنول جی بیٹے کی بہت بہت مبارک ہو اینڈ سمیرا آپی آپ کو بھی یہ چاہتیں یہ شدتیں کی پھر سے مبارک باد، ان شاء اللہ ٹوٹا ہوا تارا بھی ایسے ہی کامیاب ہوگی۔ کوثر خالد آپ کے نام میرا پیغام شائع نہیں ہوا لیکن آپ کی اس نظم کا انتظار ہے اور آپ کی حمد و نعت بہت بہترین تھی، ان شاء اللہ آپ بھی بطور معروف شاعرہ منظر عام پر ہوں گی (کوئی نجومی تو نہیں سمجھ رہا یار)۔ شاہانہ عابد یار ہر بار تمہارا نام کٹنگ پارٹ میں آجاتا ہے سوری ویسے کہاں غائب ہو مس یوشاہاہ۔ نجم انجم، طیبہ نذیر، کرن ملک، رشک حنا، ماہ رخ سیال ہمیشہ خوش رہو۔ نزہت جبیں، ارم کمال، عقیلہ رضی مبارک ہو ڈھیروں کامیابیاں تمہارا مقدر بنیں، آمین۔ حنا اشرف غالباً تمہاری پہلی تحریر ہے سو بہت مبارک۔ شائستہ جٹ، حرا قریشی، حمیرا نوشین، عائشہ پرویز، شاہ زندگی، شمع مسکان، دعائے سحر، ام ہانی تم سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، منتظر ہوں جواب کی۔ پروین افضل، نورین انجم، طلعت نظامی، کوثر ناز، فریدہ فری اینڈ عائشہ سجاول، ثناء اینڈ زینی کیسی ہو۔ کزنز میں پارو، موی بریرہ، حلیمہ (چڑیلو کیا کر رہی ہو) پارو تو یار تمہاری بتیسی تو باہر جھانک رہی ہوگی پکا۔ جون، بانو اور عینا، عثمان کو پیار (وہی روایتی جملہ بھئی) آنٹی، امی، سوہنی، نور سب کے لیے بہت سی دعائیں۔ والسلام اینڈ اللہ نگہبان۔

لائبہ میر...... حضرو

چاہنے والوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں سب یقیناً ٹھیک ہوں گے تو ہاں جی نازیہ کنول نازی آپ کا بیٹا بہت کیوٹ ہے، ماشاء اللہ وہ ہمیشہ ایسے ہی ہنستا مسکراتا رہے۔ ذیشان، ہما، صنم ہیپی برتھ ڈے ٹو یو خوش رہو ہمیشہ۔ عظمیٰ آپ کی بیٹی کی، راحیلہ آپ کے بیٹے کی بہت مبارک ہو۔ طیبہ نذیر میں ٹھیک

ہوں آپ کیسی ہیں؟ نجم انجم شکریہ آپ بھی ہمیشہ خوش رہیں سارہ یہ چوہدری آپ کیسی ہیں؟ پرنس افضل شاہین آپی! کیسی ہیں آپ؟ کوئی لفٹ ہی نہیں خیر تو ہے نا؟ ریما رضوان آنچل میں خوش آمدید بہنا! سمیہ کنول شکریہ آپ بہت اچھی ہیں تب ہی آپ کو میری چیزیں اچھی لگتی ہیں خوش رہیے۔ ارم کمال نورین انجم سباس گل نزہت جبیں ضیاء صدف آصف حیا آپی شاہ زندگی دعائے سحر انا احب ثوبیہ کوثر نورین شفیع کیسی ہیں سب کدھر غائب ہیں؟ فاخرہ گل آپ کیسی ہیں؟ اسکول اسٹاف زرقا تم آج کل بہت ہنستی ہو وجہ بتاؤ جی مجھے اور اقراء اسحاق گم سم کیوں رہتی ہو؟ اقراء صادق جاسوسی مت کیا کرو میری میں جب بھی ہما کے روم میں جاتی ہوں تم آجاتی ہو گندی بچی! اریبہ امجد تمہارا سیریس ہونا اچھا نہیں لگتا تم ہنستی مسکراتی اچھی لگتی ہو۔ بینش تمہیں سسٹر کی شادی مبارک ہو ثوبیہ زارا کیسی ہو؟ زارا آپ کو بھتیجی کی بہت بہت مبارک ہو جسے کوئی بات بُری لگی ہو معاف کرنا اور اگر معاف نہ کرو تو سانو کی نہ کرو ہاہا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی دوست۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

میرے اپنوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل قارئین رائٹرز اور اسٹاف کیسے ہیں آپ سب؟ امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گے۔ میں کسی بھی ڈائجسٹ میں نہیں لکھتی لیکن آنچل کو پڑھنے کے بعد لگا کہ مجھے کچھ نہ کچھ لکھ کر ضرور بھیجنا چاہیے۔ تقریباً سولہ سترہ سال ہوگئے آنچل پڑھتے ہوئے آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ اتنے عرصے میں نے لیٹر کیوں نہیں لکھا بس ہمت نہیں ہوئی۔ میری ایک دوست نے میرا ساتھ دیا اس وجہ سے میں لکھ پائی ہوں۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں تھینک یو آمنہ۔ اس کے بعد اپنی ساری دوستوں کو سلام کہتی ہوں اقصیٰ عزیزہ سحر مدیحہ اور عاصمہ آپ سب کیسی ہو؟ اقصیٰ میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں آپ بھی مجھے یاد کرتی ہیں کہ بھول گئیں۔ امید ہے کہ آپ مجھے بھلا نہیں سکتیں آخر ہم خاص بندے ہیں ارے بڑے بھیا! آپ ناراض نہ ہوں آپ کا بھی حال چال پوچھنے لگی ہوں۔ کیسے ہیں آپ؟ اتنے دن کہاں تھے کوئی خبر نہیں؟ بھابی کیسی ہیں؟ میں آپ دونوں کو بہت یاد کرتی ہوں کبھی آئیں ناں گھر آخر میں یہ کہوں گی کہ آپ سب ہمیشہ خوش رہیں ہنستے مسکراتے رہیں اور خوشیاں بکھیرتے رہیں سب کو اللہ حافظ فی امان اللہ۔

ہما شاہ...... آزاد کشمیر

پیاری دوست کے نام

السلام علیکم! مہرو میں تم سے بہت ناراض ہوں تم میرے حفظ قرآن کی تقریب میں بھی نہیں آئی۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی تم نہیں جانتیں میں اس دن کتنا خوش تھی اور شدت سے تمہاری منتظر بھی تھی لیکن تم نہ آئی۔ میں تم سے ناراض ہوں بہت زیادہ۔

نویدہ ملک...... للہ شرف

جینئس گروپ کے نام

السلام علیکم! پیارے دوستوں کے نام جو اس ڈائجسٹ کو پڑھتے ہیں اور جو اپنے خط ادھر نہیں بھیج سکتے۔ تمام پڑھنے والوں کے نام یہ خط کرتی ہوں میں اپنے عزیز بھائی کو اس کی سالگرہ کی مبارک باد دینا چاہتی ہوں۔ میں اپنے بھائی کو دعا دیتی ہوں کہ وہ ہزاروں سال جیے بلکہ جگ جگ جیے۔ وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اے اللہ میرے بھائی کو ہزاروں سال کی زندگی دے۔ اور خوشیوں سے اس کا دامن بھر دے۔ آخر میں اپنی دو عدد بہنوں اور دو عدد بھائیوں کے نام یہ خط کرتی ہوں ان کے لیے نیک تمنائیں بلکہ سب کے لیے۔

ملکہ...... للہ شریف

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

پوائنٹس آف لائف

☆ تکلیف دکھ سے نہیں دکھ دینے والے سے ہوتی ہے۔

☆ خوابوں کے اندر زندہ مت رہو لیکن اپنے اندر خوابوں کو زندہ رکھو

☆ ہم کسی کو اپنی مرضی سے چاہ تو سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی ہمیں چاہے۔

☆ محبت اس سے نہیں کی جاتی جو خوب صورت ہو خوب صورت وہ ہوتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے۔

☆ زندگی تب بہتر ہوتی ہے جب آپ خوش ہوتے ہیں لیکن زندگی تب بہترین ہوتی ہے جب آپ کی وجہ سے کوئی دوسرا خوش ہوتا ہے۔

☆ اگر تم ایسی باتیں سنو جو تمہیں ناگوار لگیں تو یہ جاننے کی کوشش کرو کہیں وہ سچی تو نہیں۔

☆ گلاب کی ان پتیوں کی طرح بنو جو اپنے مسلنے والے کے ہاتھوں میں بھی خوشبو دیتی ہیں۔

☆ جب تمہیں لگے کہ اب تم اور نہیں چل سکتے تو سمجھ لینا کہ تمہارا اگلا قدم تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دے گا۔

☆ تم میں اور تمہاری منزل میں صرف اتنا فاصلہ ہے جتنا تم سوچتے ہو کہ میری منزل اتنی دور ہے۔

نادیہ عباس قریشی...... موسیٰ خیل

چلی سوس

انسان کا ضمیر جاگ جائے نا تو وہ اسے سونے نہیں دیتا شکوے گلے نفرتیں کدورتیں صرف سانس چلنے تک ہی ہوتے ہیں بعد میں تو صرف پچھتاوے رہ جاتے ہیں۔

سباس گل...... رحیم یار خان

ٹیکنالوجی کی جنگ

گوگل نے کہا۔ ایک لفظ لکھو ہزاروں رزلٹ دوں گا۔

وکی پیڈیا بولا۔ ایک لفظ لکھو ہزاروں پیجز دوں گا۔

انٹرنیٹ بولا۔ میرے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔

کمپیوٹر بولا۔ تو کون سا میرے بغیر چل سکتا ہے۔ یہ سب سن کے بجلی ہنسی اور بولی لڑتے رہو۔ میں تو چلی۔

راشدہ جمیل راشی...... صادق آباد

زیادتیاں

آیت کا ترجمہ ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔ (سورۃ ص 38:24)

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور...... کوٹ سمابہ

اللہ کی محبت و رحمت

بنی اسرائیل میں ایک نوجوان بہت زیادہ ظالم تھا۔ ایک دفعہ وہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا لوگوں نے شیر و شکر کیا اور اسے تپتے صحرا میں پھینک آئے۔ اس نوجوان نے بے بسی سے اپنے دائیں طرف دیکھا اور پھر بائیں جانب، کوئی نظر نہ آیا، دور دور تک کسی بشر کا نام و نشان نہیں تھا۔ پھر اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور بے بسی سے بولا۔ یا اللہ مجھے سب چھوڑ کر چلے گئے۔ اگر تو مجھے سزا دے تو میں اس کا مستحق ہوں اور اگر تو مجھے معاف کر دے تو یہ تیرے لیے مشکل نہیں بس میں اتنا کہوں گا کہ سب تو مجھے چھوڑ گئے۔ بس تو مجھے نہ چھوڑنا، مجھے معاف کر دے اللہ مجھے معاف کر دے آمین۔ یہی کہتے کہتے وہ نوجوان مر گیا۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا یا موسیٰ فلاں صحرا میں میرا ولی مر گیا ہے۔ لوگوں کے ساتھ مل کر اس کا جنازہ پڑھاؤ جو اس کے جنازے میں شرکت کرے گا۔ میں اس کی بھی بخشش کر دوں گا۔ لوگ جب صحرا میں پہنچے تو بولے یہ تو ظالم ہے یہ ولی کیسے ہو سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کی یا اللہ میں بندوں کی سنوں یا آپ کی؟ اللہ نے فرمایا دونوں کی۔ جب یہ شخص زندہ تھا تو ظالم تھا مگر جب مرنے لگا تو اس نے اس صدق دل سے توبہ کی کہ

مجھے میری عزت وجلال کی قسم اگر یہ شخص مجھ سے ساری دنیا کی بخشش بھی مانگتا تو میں ساری دنیا کو بخش دیتا۔ یہ تھی اللہ کی بنی اسرائیل سے محبت اور امت محمد یہ سے محبت ورحمت کی انتہا تو کوئی ہے ہی نہیں۔ سبحان اللہ۔

نورین مسکان سرور......سیالکوٹ ڈسکہ

معلومات قرآن

☆قرآن مجید کی پہلی سورت (الفاتحہ) ہے۔

☆قرآن مجید کی آخری سورت (الناس) ہے۔

☆قران مجید کی سب سے چھوٹی سورت (کوثر) ہے۔

☆قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت (بقرہ) ہے۔

☆قرآن پاک میں دو فرشتوں حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل کا ذکر ہے۔

☆قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی اور سمجھی جانے والی کتاب ہے۔

☆آج تک کسی قرآنی آیات میں تحریف نہیں ہوئی یہ پہلو قرآن پاک کا معجزہ ہے۔

☆دنیا میں سب سے زیادہ حفظ کی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔

☆سورۃ توبہ واحد قرآنی سورت ہے۔ جس کے آغاز میں بسم اللہ کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

☆سورۃ یٰسین کو روح القرآن کہا جاتا ہے۔

☆سورۃ النمل کے آغاز واختتام پر بسم اللہ آتی ہے۔

☆قرآن مجید کی آخری دو سورتوں کو معوذتین کہا جاتا ہے۔

☆قرآن مجید میں 70 سے زائد مقامات پر دعا مانگنے کی تاکید کی گئی ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی شب کو نازل ہوئے۔

☆تورات کا نزول چھ رمضان المبارک کو ہوا۔

☆زبور کا نزول بارہ رمضان المبارک کو ہوا۔

☆انجیل اٹھارہ رمضان المبارک کو نازل کی گئی۔

☆قرآن مجید کا نزول ستائیس رمضان کی شب کو ہوا۔

صائمہ سکندر سومرو......حیدرآباد سندھ

کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں

پہلا: لا الہ الا اللہ

دوسرا: محمد رسول اللہ

دونوں میں بارہ بارہ حروف ہیں۔

دونوں نقطے کے بغیر ہیں۔

پورے کلمے میں چوبیس حروف ہیں جو چوبیس گھنٹے زندگی گزارنے کا مقصد ہیں۔

پہلا حصہ مقصد زندگی سکھاتا ہے۔ دوسرا حصہ طرز زندگی۔ مقصد زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور طرز زندگی نبی پاک ﷺ کی عطا ہیں۔ اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس رب کا جس نے ہمیں اتنا خوش نصیب بنایا۔ اللہ پاک ہمیں سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہماری دنیا وآخرت اچھی کرے۔ آمین

لاریب انشال کھرل......اوکاڑہ

محبت زندگی ہے

زندگی ایک ایسا لفظ ہے جو اپنے اندر ہزاروں لاکھوں لفظ سمیٹے ہیں۔ دکھ، خوشی، غم، پریشانی، تقدیر، محبت، عشق۔ محبت مل جانا خوش نصیبی ہے۔ محبت نا ملنا تقدیر کا فیصلہ۔ محبت تو وہ ہوتی ہے جو ہمیشہ دل میں تازہ گلاب کی مانند رہے۔ نہ کہ ایک شک کا کانٹا آئے اور محبت کہیں دور جا سوئے۔ ہمارے معاشرے میں آج کا مرد عورت کو اپنے پاؤں کی جوتی سمجھتا ہے۔ مگر وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ جب اس کے پاؤں میں جوتا ہی نہیں ہوگا ننگے پاؤں چلتے ہوئے وہ کیسا لگے گا۔ کاش مرد کو عورت کی عزت کرنی آجائے۔ کاش وہ یہ بات جان جائیں کہ عورت کے بغیر گھر نامکمل ہے۔ عورت ہی اس کی ماں ہے۔ ایک عورت ہی اس کی بہن بھی ہے۔ مگر مرد نہیں جانتے کہ محبت کیا ہے۔ کوئی جانتا ہی نہیں کہ محبت ہی زندگی ہے۔

مرد اور عورت کی محبت میں بہت فرق ہے۔ وہ محبت کرنا نہیں جانتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عورت ہی محبت کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ ہمیشہ اس کی محبت کو ٹھکراتے رہیں مگر ایک دن آخر ایک دن ایسا آتا ہے جب مرد کو بھی جھکنا

پڑتا ہے۔کبھی نہ کبھی دل پر چوٹ لگ ہی جاتی ہے۔تب احساس ہوتا ہے دوسروں کی چوٹ کا پھر محبت کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔محبت پاکیزہ ہے اس کو منہ سے ادا نہ کرو تو دل میں ٹھنڈک اتر جاتی ہے۔ضروری تو نہیں جس سے محبت کرو وہ اس کو حاصل بھی ہو۔محبت تو وہ ہے کہ بس ایک نظر دیکھ کر ہی دل کو سکون محسوس ہو جائے۔محبت تو وہ ہے جو نہ مل سکے تب ہی اپنی محبت کی سلامتی کی اس کی خوشیوں کی ہر لمحہ دعا کی جائے اور تب ہی زندگی زندگی لگتی ہے۔جب دل کسی سے سچا پیار و محبت و عشق دل سے محسوس کرے۔

سیدہ سحر گیلانی......مروڑہ

آپ بھی پوچھیے

کیا بازار میں دوا دل کی ملتی ہے؟

نہیں نیا دل ضرور مل جاتا ہے۔

کیا دیواروں کے لب اور کان ہوتے ہیں؟

نہیں! پڑوسیوں کے کان دیواروں سے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔

اگر عقل بازاروں میں ملنے لگے تو......؟

تو لوگ اس پر میڈ ان جاپان کی مہر ضرور دیکھیں گے۔

صورت اور سیرت میں کون سی چیز زیادہ اہم ہے؟

جہیز! صورت اور سیرت دونوں کو نمایاں کر دیتا ہے۔

عورت کا اصل روپ کب سامنے آتا ہے؟

میک اپ اتر جانے کے بعد۔

کرن شہزادی......مانسہرہ

برتاؤ

کچھ لوگوں کے ساتھ عمر بھر رہ لو لمحے بھر کے لیے بھی یاد نہیں آتے اور کچھ لوگوں کے ساتھ ایک لمحہ گزار لو۔ساری عمر یاد آتے رہیں گے۔دل بھی کیا عجب پاگل شے ہے کہ یادیں گزری مدت اور عرصے کی وجہ سے نہیں بلکہ روا رکھے گئے برتاؤ کی وجہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

یادگار لمحے

ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے کہا مجھے عبادت میں مزہ نہیں آتا ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ شاید تم نے کسی ایسے شخص کا چہرہ دیکھ لیا ہے جو اللہ سے نہیں ڈرتا ہے۔حقیقی عبادت یہ ہے کہ تو اللہ کے لیے ہر چیز کو چھوڑ دے۔(اقتباس: مکاشفۃ القلوب صفحہ ۳۷)

عظمیٰ جبین......لانڈھی، کراچی

نفرت یا محبت

کوئی مجھ سے نفرت کرے یا محبت کرے دونوں میرے حق میں بہتر ہیں۔کیونکہ اگر نفرت کرو گے تو میں تمہارے دماغ میں بس جاؤں گا اور اگر محبت کرو گے تو میں تمہارے دل میں بس جاؤں گا۔

دوستی

اس دوست پر بھروسہ کرو جو تمہاری تین باتیں جان سکتا ہو۔

☆مسکراہٹ کے پیچھے پیار

☆غصے کے پیچھے وجہ

☆چپ کے پیچھے وجہ

اگر دوستی تمہاری کمزوری ہے تو تم دنیا کے سب سے طاقتور انسان ہو۔

☆ہمیشہ اپنے خالق سے مانگو جو دے تو رحمت نہ دے تو حکمت

☆مخلوق سے مت مانگو جو دے تو احسان نہ دے تو شرمندگی

☆غصہ ایسی آندھی ہے جو دماغ کا چراغ گل کر دیتی ہے۔

ماریہ کنول ماہی......گوجرانوالہ

یادگار لمحے

☆اس شخص کا دل کبھی مت توڑو جو آپ کو پسند کرتا ہو۔

☆اس شخص کو کبھی خدا حافظ مت کہو جس کو آپ کی ضرورت ہو۔

☆اس شخص کو کبھی شرمندہ مت کرو جو آپ پر بھروسہ کرتا ہو۔

☆اگر آپ کے پاس کسی کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ

ہوتو اپنے ہونٹوں پر صرف ایک مسکراہٹ سجالو یقین رکھو آپ کا یہ تحفہ ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔

مشی خان..... بھیر کنڈ مانسہرہ

گناہ

گناہ اندرونی شکست وریخت..... اور فطرت سلیمہ کی مخالفت کی ایک قسم ہے۔ گناہ میں مبتلا ہونے والا مسکین شخص ہے۔ وہ حد بے نصیب ہے اور جس نے اپنی قابلیتوں اور تمام روحانی صلاحیتوں کے باوجود شیطان کی اطاعت کو قبول کرلیا اور اپنے آپ کو ضمیر کے عذاب اور دل کی رسوائیوں کے سپرد کردیا۔ اگر وہ ایک ہی گناہ کو بار بار کررہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اس میں نفس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ کس قدر ذلیل ہے وہ انسان جو گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے اور گناہ سے اپنی روح کو تباہ کردیتا ہے۔ خاندان معاشرے اور وطن پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان ناپاک روحوں والوں سے بچیں جو توحید کے ذریعے تہذیب یافتہ نہیں ہوئی۔ اللہ تمام امت مسلم کو گناہ سے بچائے۔ (آمین)

سلمیہ کنول تھری..... بھیر کنڈ مانسہرہ

یادگار لمحے

"کھڑے ہوکر پانی پینے کا عذاب"

سرکار دو جہاں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں پتا چل جائے کہ کھڑے ہوکر پانی پینے کا عذاب کتنا ہے تو تم اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر اس پانی کو باہر نکال دو۔ اور اگر تم اس وقت دیکھ لو کہ تمہارے ساتھ کتنی خوفناک شکل والا شیطان منہ لگا کر پانی پیتا ہے تو تم پانی پینا ہی چھوڑ دو۔

سنیاں زرگر/اقصیٰ زر..... جوزہ

اچھی باتیں

☆ مرد اگر دین دار ہوجائے تو دین گھر کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اگر عورت دین دار ہوجائے تو دین نسلوں تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ جب عقل مند عمر رسیدہ ہوجاتا ہے تو اس کی عقل جوان ہوجاتی ہے۔ اور جب جاہل عمر رسیدہ ہوجاتا ہے تو اس کی جہالت جوان ہوجاتی ہے۔

☆ ہر میٹھی چیز میں زہر ہے سوائے شہد کے اور ہر کڑوی چیز میں شفاء ہے سوائے زہر کے۔

☆ علم وہ نہیں جو تم نے سیکھا ہے۔ بلکہ علم تو وہ ہے جو تمہارے عمل و کردار سے نظر آتا ہے۔

علمہ شمشاد حسین..... کورنگی کراچی

حصہ دار

چوری کے مقدمے میں وکیل نے ملزم کو باعزت بری کرالیا اور انعام کے طور پر چور کی بیوی سے زیادہ پیسے مانگنے لگا۔ چور کی بیوی کو غصہ آگیا اور وہ عدالت کے ہی احاطے میں چیخ کر بولی۔

"میں تو اب وکالت کی فیس بھی نہیں دوں گی۔ میں جانتی ہوں اس چوری میں آپ کا بھی حصہ ہے۔"

"میرا حصہ؟" وکیل بوکھلا کر بولا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔" چور کی بیوی چلائی۔

"نہ پچھلے کیس میں آپ اسے بری کراتے نہ آج یہ نوبت آتی۔"

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

توبہ

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے۔ کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔

☆ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے تو اسے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہیے۔

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کرلینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہیے۔

☆نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہوجاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہوجاتا ہے۔
☆توبہ منظور ہوجائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
☆ جب گناہ معاف ہوجائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
☆ ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہیے' جو اللہ کو ناپسند ہو۔ چاہے وہ برائی ہو یا وہ عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔
☆ اگر انسان کو یاد آجائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کرلینی چاہیے۔
☆ دعا کریں کہ اگر انسان کو موت آجائے تو حالت گناہ میں نہ آئے بلکہ حالت توبہ میں آئے۔
(واصف علی واصفؒ)

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور.....کوٹ سماہہ

یادگار لمحے

سنو!
اے شہر چارہ گراں!
میرے دل کی بستی پر
صدیوں سے قرنوں سے
تیری یاد کا موسم
تیرے ساتھ کا موسم
میرے سنگ سدا یونہی رہتا ہے
جیسے سرد راتوں میں
دھیرے دھیرے برستی بارش.....
خشک زمین کو سیراب کرتی ہوئی.....

سامعہ ملک پرویز.....بھیرہ خانپور ہزارہ

عزم

ہماری منزل ہے آسماں یہ زمین نہیں
ہماری منشاء کی کوئی نشانیاں کہیں نہیں
ہزار طوفان راہ میں آئیں
ہم اپنی ہمت سے آگے ہی آگے بڑھتے جائیں
قدم رکیں گے نہ ڈگمگائیں گے' ہمیں پتہ ہے
ہمیں وراثت میں یہ ملا ہے
کہ چلتے رہنا ہے
جب تلک نہ ہماری منزل
ہمارے قدموں کو چوم لے گی.....!

جاذبہ عباسی.....دیول' مری

سوچنے کی بات

بچہ اپنے باپ سے: ابو آپ آفس ہر روز نہ جایا کریں۔ بس میرے ساتھ کھیلا کریں۔
باپ پیار سے: بیٹا اگر آفس ہر روز نہیں جاؤں گا تو آپ کے لیے چیزیں کون لائے گا؟
بچہ: تو روز مت جایا کریں' بس جمعہ کے جمعہ چلے جایا کریں۔
باپ سمجھاتے ہوئے: بیٹا اگر صرف جمعے کے جمعے جاؤں گا تو وہ مجھے آفس سے نکال دیں گے۔
بچہ معصومیت سے: ابو! آپ مسجد بھی تو جمعے کے جمعے جاتے ہیں ناں پھر اللہ پاک نے تو آپ کو کبھی اپنے گھر سے نہیں نکالا۔

اقراء ماریہ.....برنالی

معلومات انسانی

☆انسان کی آنکھ ایک کروڑ مختلف رنگوں اور سایوں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
☆انسانی ناک 4000 خوشبوؤں کو سونگھ کر ان میں تمیز کرسکتی ہے۔
☆انسانی زبان 9000 ذائقوں میں تمیز کرسکتی ہے۔
☆ دل ایک دن میں اوسطاً 100,000 بار دھڑکتا ہے۔
☆ امریکہ میں ہونے والی تحقیق کے مطابق انسانی آنکھ 50 میل دور جلنے والی موم بتی کا شعلہ دیکھ سکتی ہے۔
☆ نوزائیدہ بچے کے جسم میں 300 ہڈیاں ہوتی ہیں۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے منسلک ہوکر 206 ہڈیوں تک محدود ہوجاتی ہیں۔

☆ انسانی جسم میں اوسطاً 47 میل لمبی رگیں ہوتی ہیں۔
☆ انسانی خون کا سب سے اہم اور بڑا عنصر پانی ہے۔ جس میں نمکیات ایسڈز اور پروٹین پائی جاتی ہیں۔

رمشا فاروق...... کراچی

ہنسیں مسکرائیں

☆ ایک لال بیگ بہت تکلیف میں گرا پڑا تھا۔ ایک اور لال بیگ وہاں آیا تو اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا ہٹ لگی یا چپل پڑی؟"
پہلے والے لال بیگ نے جواب دیا: "نہیں یار! یہ لڑکیاں مجھے دیکھ کر اتنا زور سے چلاتی ہیں کہ مجھے دل کا دورہ پڑ گیا ہے۔"

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

انمول موتی

☆ خاموشی بغیر محنت کی بادشاہی ہے۔
☆ مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔
☆ شہر دکھ اور محبتیں ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ کبھی پرانے نہیں ہوتے۔ ہمیشہ نئے ہی لگتے ہیں۔
☆ صرف کمروں کی دیواریں نہیں ہوتی۔ دل کی بھی ہوتی ہیں۔ جن میں کئی خیال کئی خواب قید رہ جاتے ہیں۔
☆ دریا، پہاڑوں میں سے سمٹ کر گزرتا ہے اور میدانوں میں پھیل جاتا ہے۔ اپنے حالات کے مطابق سفر کرنا چاہیے۔ انسان حالات سے باہر ہو جائے تو بکھر کر رہ جاتا ہے۔
☆ جو نہیں ہے اس کا غم نہ کریں۔ بلکہ جو ہے اس پر قناعت کریں۔
☆ دنیا تمہیں تب تک نہیں ہرا سکتی۔ جب تک تم خود نہ ہار جاؤ۔

سرور فاطمہ ہنی...... صوابی کے پی کے

میری زندگی

خوشیوں سے ناراض ہے
میری زندگی
پیار کی محتاج ہے
میری زندگی
مسکرا لیتی ہوں
اوروں کو دکھانے کے لیے
ورنہ درد کی
کتاب ہے میری زندگی......

عقیلہ رضی عرف عقیلہ شمائل...... فیصل آباد جڑانوالہ

کام کی بات

☆ میری چاپلوسی کرو گے تو میں تم پر یقین نہیں کروں گا۔
☆ مجھ پر تنقید کرو گے تو میں تمہیں پسند نہیں کروں گا۔
☆ مجھے نظر انداز کرو گے تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔
☆ میری حوصلہ افزائی کرو گے تو میں تمہیں فراموش نہیں کروں گا۔

آسیہ ارم...... کراچی

دلچسپ معلومات

اللہ کے حرف چار
محمد کے حرف چار
رسول کے حرف چار
کتاب کے حرف چار
قرآن کے حرف چار
کلمہ کے حرف چار
نماز کے حرف چار
روزہ کے حرف چار
زکوٰۃ کے حرف چار
جہاد کے حرف چار
آخرت کے حرف چار
بہشت کے حرف چار
دوزخ کے حرف چار
اللہ پاک ہم سب کو دین سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کرنے کی بھی آمین۔

حنا اشرف......کوٹ ادو

ماں

ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:
''آقا! اس دنیا میں خدا کو ڈھونڈا جائے تو کہاں پر؟''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فجر کی نماز پڑھ کر مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھو گے تو اس میں خدا کی جھلک نظر آئے۔'' سبحان اللہ!

نازیہ عباسی......ٹھٹھہ

سنہری بات

قصاب آواز لگا رہا تھا کہ ''تازہ گوشت لے لو۔''
وہاں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔
''خلیفہ! اچھا گوشت ہے آپ لے لیں۔''
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''آج میری جیب اجازت نہیں دیتی۔''
قصاب نے کہا: ''میں آپ ؓ سے ادھار کرسکتا ہوں۔''
اس پر آپ ؓ نے ایک حکمت سے پُر جملہ ادا کیا' آپ ؓ نے فرمایا۔ ''یہ ادھار میں اپنے پیٹ سے کیوں نہ کروں؟ جس کو میں جنت میں اس سے بہتر غذا کھلاسکتا ہوں۔''

ندا حسنین......کراچی

نازک رشتے

کبھی کبھی وہ رشتے بھی دم توڑ دیتے ہیں جن سے زندگی کی سانسیں چل رہی ہوتی ہیں' لاکھوں آرزوئیں جو منزل تک پہنچنے کے لیے مچل رہی ہوتی ہیں۔ وہی زندگی کو تاریک کرنے والے ہوتے ہیں جو صدیوں ساتھ رہنے کا عہد تو کرتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کے جھوٹے وعدوں سے کسی کی زندگی کس حد تک متاثر ہوگی' ان کی زندگی اندھیری راہوں پر بھٹکتی روح کی طرح تڑپتی رہے گی اور سسک سسک کر یہ کہہ رہی ہوگی' دنیا کے تمام رشتے ناتے اور بندھن سب جھوٹے ہیں۔

ہالہ سلیم......کراچی

واقعہ

علامہ یافعی رحمتہ اللہ نے ایک واقعہ تحریر فرمایا کہ ایک نوجوان نہایت ہی بدکار تھا لیکن وہ جب بھی کسی معصیت کا ارتکاب کرتا اس کو ایک کاپی پر لکھ دیتا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نہایت غریب اس کے تین بچے' تین دن سے بھوکے تھے۔ بچوں کی پریشانی برداشت نہ کرسکی تو اس نے اپنے پڑوسی سے ایک عمدہ ریشم کا جوڑا لیا اور اسے پہن کر نکلی تو اس نوجوان نے دیکھ کر اسے اپنے پاس بلایا' جب اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو عورت روتی ہوئی تڑپنے لگی اور کہا میں فاحشہ اور زانیہ نہیں ہوں' میں بچوں کی پریشانی کی وجہ سے اس طرح نکلی ہوں' جب تم نے مجھے بلایا تو مجھے خیر کی امید ہوئی۔ اس نوجوان نے اسے کچھ درہم دے کر چھوڑ دیا اور خود رونے لگا اور اپنی والدہ سے آ کر پورا واقعہ سنایا۔ اس کی والدہ اس کو ہمیشہ گناہ سے روکتی تھی آج یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا:
''بیٹا! تُو نے زندگی میں یہی ایک نیکی کی ہے لہٰذا اس کو بھی اپنی کاپی میں نوٹ کرلے۔''
بیٹے نے کہا۔ ''کاپی میں اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔''
والدہ نے کہا۔ ''کہ کاپی کے حاشیہ پر نوٹ کرلے'' چنانچہ حاشیہ پر نوٹ کرلیا اور نہایت غمگین ہوکر سویا جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ پوری کاپی سفید اور صاف کاغذوں کی ہے' کوئی چیز لکھی ہوئی باقی نہ رہی صرف حاشیہ پر آج کا واقعہ نوٹ کیا تھا' وہی باقی تھا اور کاپی کے اوپر کے حصے میں آیت درج تھی' جس کا ترجمہ یہ ہے۔
''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔'' (سورۃ ہود آیت 114)
اس کے بعد اس نے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی اس پر قائم رہا۔ ہمیں چاہیے کہ نیکی کریں اور اس پر قائم رہیں۔

نادیہ احمد......دبئی

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتدا ہے اس پاک پروردگار کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ جون کا شمارہ رمضان نمبر پیش خدمت ہے، سالگرہ نمبر ز کو سراہنے اور بزم آئینہ کو اپنے رخ روشن سے جگمگانے پر آپ کے بے حد مشکور ہیں۔ تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ آئینہ کو صرف تبصرے تک محدود رکھیں کیونکہ پیغامات کے لیے الگ سے سلسلہ موجود ہے۔ آئیے اب چلتے ہیں آپ کے دلچسپ تبصروں کی جانب۔

سنبل ملک اعوان...... شاہدرہ، لاہور۔ السلام علیکم آنٹی کوثر خالد کو بہت مبارک کہ ان کے خط کی بے حد تعریف ہوتی ہے۔ میں ست تو نہیں ہوں مگر کبھی کبھار کاہلی اور سستی دکھا جاتی ہوں۔ اب بھی ماما کئی روز سے کہہ رہی تھیں کہ چلو سنبل بازار چلتے ہیں، میں ڈیوٹی سے آ کر بہت تھکی ہوئی ہوتی' بالکل جی نہیں چاہتا تھا' بازار جانے کو آخر ایک دن چل ہی پڑی' مطلوبہ چیزوں کی خرید کے بعد واپسی پر میری نظر بک شاپ پر پڑی تو میں نے آنچل کا پوچھا' دکان دار نے کہا کہ آنچل آ گیا ہے یوں میں نے وہاں کھڑے کھڑے ورق گردانی شروع کردی۔ ماما نے ڈانٹا بھی کہ جب خرید چکی ہو تو آرام سے گھر جا کر پڑھ لینا۔ یوں آنچل کو بیگ میں ڈالا اور گھر لے آئی۔ کنول گل' رابعہ عمران چوہدری' سلمٰی ناز' بی بی اسماء سحر' سمیہ کنول' مشی خان' مہناز یوسف' ندا عباس' عظمٰی شفیق' حمیرا نوشین سب کو پڑھا اور اچھا لگا۔ سب سے پہلے رفعت سراج کا ''چراغ خانہ'' پڑھا۔ شروع شروع میں ناول کی سمجھ نہیں آئی تھی مگر اب کردار سمجھ آنے لگے' یہ ناول شروع سے نہیں پڑھا۔ ہر ناول کی طرح ان کا یہ ناول بھی زبردست ہے۔ ''موم کی محبت'' راحت وفا کا بہترین' رفاقت جاوید صاحبہ کا ''کبھی تو ملیں گے''۔ ''ترے عشق نچایا'' نگہت عبد اللہ اور ''اناڑی پیا بڑا اتڑپائے'' صائمہ قریشی صاحبہ ادب کی دنیا میں چاند کی طرح چمکتی نظر آئیں۔ خوب صورت رائٹر سمیرا شریف طور کی ''ٹوٹا ہوا تارا'' تحریر بھی اچھی لگی۔ صدف آصف کا ''میرا اعتبار لوٹا دے''۔ ''میرے لیے صرف تم'' نزہت جبین ضیاء صاحبہ واہ مزہ آ گیا' ہاہاہا۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازیہ کنول نازی۔ شکیلہ نصیب کا تعارف بہت اچھا لگا۔ ہومیو کارنر میں لیکوریا کو ٹاپک بنایا اور مفید معلومات ہمیں دیں۔ ڈش مقابلہ میں ماربل کیک تو ہم سے بالکل نہیں بنایا گیا۔ گرمیوں کے حوالے سے چٹنیاں اور شربت کا ڈش مقابلہ کروائیں۔

☆ ڈیئر سنبل آپ کی فرمائش کو پورا کردیا ہے آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

رخسانہ غلام رسول...... السلام علیکم آپی! کیا حال ہے؟ امید کرتی ہوں اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں گی' آپی میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف کو سلام کہیے گا۔ اب سلسلہ وار ناولز کی طرف آتی ہوں جس کی وجہ سے میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا۔ سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت زبردست ناول خاص کر کے لالہ رخ اور مصطفٰی کا کردار بہت پسند آئے اور آپی سمیرا شریف کو مبارک باد پیش کروں گی' اتنا اچھا لکھنے پر بہت سبق آموز کہانی ہے۔ اس کے ساتھ ''موم کی محبت' شب ہجر کی پہلی بارش'' بھی بہت زبردست جا رہی ہے۔ آپی نازی بھی بہت کمال کا لکھتی ہیں' اس میں کرنل صاحب کا کردار بہت اچھا ہے' بہت پسند آیا۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی' آنچل اسی طرح دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہے آمین۔

سلمٰی ناز...... لیاری، کراچی۔ دل کی گہرائیوں سے دعاؤں کے ساتھ شہلا عامر کو پیار بھرا السلام علیکم! پہلے حمد نام اللہ عزوجل کے جو ساری کائنات کا رب العالمین ہے۔ پھر نعت جو آقا نامدار حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری کائنات کے رہنما ہیں۔ مئی کے شمارے میں پہلی دفعہ اپنا نام اور تبصرہ دیکھ کر خوشی کے مارے دنگ رہ گئی۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ میرا نام آنچل ڈائجسٹ میں آیا ہے۔ میرے بچے تو اس قدر جوش میں ہیں کہ گھر پر آنے والے ہر ایک کو بتاتے ہیں دیکھو

ہماری امی کا نام اور تبصرہ آیا ہے' آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب آتی ہوں اپنے پسندیدہ ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف' شکر ہے لالہ رخ بھی مل گئی۔ ایک خاندان مکمل ہوگیا' مصیبتوں اور مشقتوں کے بعد ہی راحت ملتی ہے' اب لگتا ہے اس ناول کی آخری قسط ہو۔ سمیرا میری بات کان کھول کر سن لو مجھے رمضان سے پہلے اس شادی میں بھرپور طریقے سے شرکت کرنی ہے۔ عباس' رابعہ' ولید' انا کی مایوں' مہندی' برات' ولیمہ سب کرنا ہے اور لگے ہاتھ مصطفیٰ اور شہوار کا ولیمہ بھی کردینا' مزہ آئے گا۔ سمیرا کے ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کے بارے میں پتا چلا ہے کہ اس ناول کا ایک حصہ ڈرامے کی شکل میں کاسٹ ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ زرش اور سمعان کا کردار نہیں ہوگا' جواب دیجیے گا۔ مجھے زیادہ لکھنا نہیں آتا' میٹرک تک کی تعلیم ہے' میں تو یہ چاہتی ہوں کہ آپ کے روبرو بیٹھ کر آپ سے بات کرتی ہوں۔ کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کرنا' اگلے مہینے ان شاء اللہ ''موم کی محبت'' کے بارے میں تبصرہ لکھوں گی' اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بھاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ' السلام علیکم! اس بار آنچل سالگرہ نمبر دوافرا کے سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ اچھا کیا آپ نے پہلے ہی بتادیا کہ جولائی کا شمارہ عید نمبر ہوگا۔ حمد و نعت اور دانش کدہ پڑھ کر اپنی راہ اور روح کو سرشار کیا۔ کہانیوں میں چھ کے چھ ناولز اقساط میں اچھے جارہے ہیں ان کے علاوہ بھی تو ملیں گے۔ ''میرے لیے صرف تم' رنگ دھنک کے'' افسانے بھی اچھے لگے۔ فصیحہ آصف خان' سیدہ لوبا سجاد' لاریب انشال' کاجل شاہ' لائبہ میر کے اشعار۔ سباس گل' مسز نگہت غفار' نزہت جبین ضیاء' کائنات گل' کی شاعری۔ ندا علی عباس' طیبہ نذیر' مونا شاہ قریشی' نجم انجم اعوان' ایم فاطمہ سیال' تحریم اکرم چوہدری کے پیغامات۔ ایس گوہر طور' فائزہ بھٹی' مدیحہ نورین مہک' فوزیہ سلطانہ' سامعہ ملک پرویز کے یادگار لمحے پسند آئے۔ مدیحہ نورین مہک' نورین مسکان سرور' نورین انجم' طیبہ نذیر' ارم کمال کے سوالات پسند آئے۔ ہماری دعا ہے کہ ہم سب کی لاڈلی آپی پاکستان کی معروف شاعرہ فریدہ جاوید فری اور امینہ عندلیب کو اللہ تعالیٰ مکمل صحت و تندرستی عطا فرمائے اور یہ دونوں ہمیشہ خوش و خرم رہیں' آمین' اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ فقط والسلام۔

☆ پروین صاحبہ! آئندہ کہانیوں پر مفصل تبصرہ کیجیے گا۔

سامعہ ملک پرویز...... خان پور' ہزارہ۔ معزز و محترم آل پاکستان' لولی آنچل اسٹاف اینڈ دی گریٹ شہلا آپی السلام علیکم! امید واثق اور یقین بالخیر۔ طویل عرصہ بعد آنچل کے آئینے میں اس قوی امید و یقین کے ساتھ حاضر خدمت ہوں کہ مجھے بے رخی و بے اعتنائی کی نظر نہیں کیا جائے گا۔ موسم گرم کا سلسلہ مزید اپنی جولانیوں کے سفر کی جانب محوگامزن ہے۔ آسمان کی وسعتوں میں ایستادہ آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ چمک دمک رہا ہے۔ گرمی زور پکڑتی جارہی ہے ہائے گرمی اُف گرمی...... تو جناب آتے ہیں آنچل کے سلسلہ جات کی جانب تو سب سے پہلے ''موم کی محبت'' پڑھ کر صفدر پر اتنا غصہ آیا اگر طلاق ہی دینی تھی تو اتنا ظلم و ستم پہلے کیوں جاری رکھا' وہ برداشت اور صبر کا ڈھونگ کس لیے اور راحت جی کا سنڈلی یہ شرمین کی ازلی نرم دلی اور نرم فطرت کا رخ لوگوں کے بجائے اس کی اپنی جانب بھی موڑ دیں کہ وہ اپنے بارے میں بھی کوئی خوش آئندہ فیصلہ کرے۔ صبیح احمد بے وفا کی نشانی لے کر یا لے جارہی ہے' یہ کیسی وفا ہے؟ جن کی اولاد ہے ان کے حوالے کرے اپنے کردار پر کیوں انگلی اٹھوا رہی ہے۔ کیا یہاں کردار مشکوک نہیں ہوگا اس کا؟ نگہت عبداللہ جی گریٹ' لاجواب اسٹوری انتظار رہے گا اگلی قسط کا۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا آپی فنٹاسٹک یار مزہ آگیا' پرت در پرت چھپے بھیدوں سے آخر کار پردہ اٹھتا چلا گیا اور ان کے ملاپ کی خوشی میں خوشی سے آنسو آگئے۔ اللہ پاک ایسے ہی ہر بچھڑے ہوئے رشتے کو ملادے' آمین۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازیہ باجی سلیکٹ کیا موضوع کیا اندازِ بیان کیا الفاظ کا چناؤ اور کیا جملوں کی بناوٹ پر ہر لفظ میں زندگی محسوس ہوتی ہے۔ کشمیر کے حالات پر دل پہلے بھی خون کے آنسو روتا تھا اور مزید اضافی معلومات جو آپ کی تحریر سے حاصل ہوئی دل ان بے بس کشمیریوں کے لیے ہر لحہ محو دعا ہے۔ دعا ہے آپ اور اچھا لکھ سکیں' اس کے علاوہ ''چراغ خانہ' سانسوں کی مالا یہ'' اور ''اناڑی پیا بڑا اتڑیائے'' لاجواب لوگ باکمال تحریریں تحریر کیں۔ ناقابل بیان افسانے بھی بے مثال تھے' مستقل سلسلوں میں سبھی کا کلام اچھا لگا بالخصوص سیدہ عبادت راج' تمثیلہ لطیف' پری' دیا احمد' فصیحہ احمد' سباس گل' مسز نگہت غفار اور جازبہ عباسی سرفہرست ہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں سبھی کے پیغامات اچھے لگے۔ دوستی ہوتی ہے کسی کا کوئی ہوتا ہے اور وہ اسے یاد کرتا ہے۔ یادگار لمحوں میں حرا قریشی کا

انتخاب پسند آیا اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ رب العزت سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور سب کو عزتیں، آسانیاں اور خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

☆ ڈیئر سامعہ! مفصل وجامع تبصرہ پسند آیا۔

شمائلہ رفیق...... سمندری۔ آنچل کے سرورق پر بجی ماڈل غضب ڈھارہی تھی، جیولری، میک اپ، لباس بہت خوب صورت تاہم بندیا تھوڑی سی ٹیڑھی تھی۔ اب تک تو ''ٹوٹا ہوا تارا، موم کی محبت، چراغ خانہ'' اور ''سانسوں کی مالا پہ'' ہی نظر کرم کی ہے یعنی ابھی صرف یہ پیارے رائٹرز کی کاوش ہی پڑھی ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' ختم ہو رہا ہے اس لیے آپ نے سب کو ملا دیا ہے۔ مزے کی بات جس ماہ کے آنچل میں یادگار لمحے میں کوئی چیز میری شائع ہو جائے تو وہ آنچل بھی بہت پیارا لگتا ہے اور جب نہ شائع ہو تو تب غور سے ہر چیز پڑھتی ہوں۔ ایک بات اور آنچل سب سے الگ منفرد مجھے اس لیے لگتا ہے کہ یہ خاص بہنوں کی محفل ہے۔ کسی کی دخل اندازی مطلب شوبز کی دنیا، انٹرویوز وغیرہ بالکل نہیں ہیں اور آنچل زندہ باد اور پلیز پرانے رائٹرز کو واپس بلائیں اور بتائیں انہیں کہ نیا نو دن پرانا سو دن...... خوش رہو آباد رہو۔

☆ شمائلہ جی! اپنے بارے میں آپ ''ہمارا آنچل'' میں لکھ کر شامل ہو سکتی ہیں، یہاں مصنفین کی تحریروں پر تبصرہ کریں۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم آپی جی! کیسی ہیں آپ؟ گرمیوں کی آمد کراچی میں کیسی رہی؟ 22 مئی کو آنچل ملا، ماڈل میک اپ اور جیولری سمیت بہت حسین لگ رہی تھی۔ حمد ونعت سے دل کو منور کر کے صفحہ پلٹا تو در جواب آں میں اپنے خط کا جواب دیکھ کر بہت خوشی ہوئی پھر آ گے گئی اور دانش کدہ سے بہت کچھ سیکھا، ماشاء اللہ کیا الفاظ تھے۔ بیاض دل میں نورین انجم، حرا قریشی، فائقہ سکندر کے اشعار پسند آئے۔ نزہت جبین ضیاء، سباس گل، مسز نگہت غفار، سامعہ ملک پرویز کی شاعری اچھی لگی۔ دوست کا پیغام آئے میں میرا پیغام نہیں تھا افسوس۔ یادگار لمحے میں ریما نور رضوان، سمیہ کنول، طیبہ نذیر کا مواد اچھا لگا اور آئینہ میں سب نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق تبصرہ کیا ہے۔ شمائلہ کاشف آپی کی محفل میں ہم بھی تھے، واہ واہ۔ پرنس افضل شاہین آپی، نجم انجم، ارم کمال کے سوالات مزے کے تھے، افسانوں میں نزہت جبین ضیاء، رفاقت جاوید کے افسانے اور ''اناڑی پیا بڑا اڑ پائے'' صائمہ قریشی کا مکمل ناول اچھا تھا۔ سلسلے وار ناول ابھی پڑھے نہیں ہیں وہ ایگزام کے بعد پڑھوں گی، دعاؤں میں یاد رکھیے گا، رب راکھا۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں؟ اور تمام آنچل فرینڈز کیسی ہیں؟ امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی آنچل مجھے 25 تاریخ کو ملا سب سے پہلے آنٹی قیصر آراء کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کے تعارف پسند آئے اس کے بعد ''موم کی محبت'' راحت آپی یہ کیا کر دیا، ایک ہی بار میں تین طلاقیں دے دیں صفدر نے، بہت دکھ ہوا اگر ایک ہی وقت میں تین طلاق دے دیں کوئی تو پھر وہ رجوع نہیں کر سکتا شاہد عارض اور ثمرین کو پسند نہیں ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' فیضان صاحب کی فیملی مکمل ہو گئی، لالہ رخ بھی مل گئی، بہت خوشی ہوئی اور انا کی ولید سے شادی ہو گئی ہمیں انا کو بے وقوف بنا رہے ہیں، ویل ڈن سمیرا آپی۔ ''چراغ خانہ'' بھی اچھی جا رہی ہے۔ ''سانسوں کی مالا پہ'' جنت اماں بی کی اپنی نکلی، ابوبکر کی کزن خوشی ہوئی جان کر اچھا ہوا جنت کی لالچی سوتیلی ماں سے جان چھوٹی۔ ''ترے عشق نچایا'' مونی مل گیا، نشاء کی ای بگڑ گئی ہیں، بھیجنا نہیں چاہتیں پلیز آپی نشاء کو جلدی سے مونی سے ملا دیں۔ جاذب کی لالچی ماں اب صبا کا رشتہ کرنا چاہتی ہیں، بیٹے کے لیے پہلے تو صبا پسند نہیں تھی اب کیوں؟ صبا کا جاذب سے نہیں آصف جاہ سے ہی ہونا چاہیے۔ ''اناڑی پیا بڑا اڑ پائے'' بھی بہت پسند آئی، حریم کے تایا جان کے گھر والوں نے اپنے کیے کی سزا پائی۔ افسانے ''کبھی تو ملیں گے، میرے لیے صرف تم، رنگ دھنک کے، آنچل کے ستارے'' سبھی بہت پسند آئے۔ بیاض دل میں مدیحہ نورین، سیدہ لوبا سجاد، طیبہ نذیر، سمیہ کنول نے بیسٹ لکھا۔ ڈش مقابلہ میں سبھی اے ون تھیں، نیرنگ خیال میں فصیحہ آصف، باسط ساحل، مدیحہ نورین نے اچھا لکھا۔ یادگار لمحے میں ایس گوہر، ایس انمول، آسیہ اشرف، سمیہ کنول، پاکیزہ نواز، حنا اشرف، مسرت فاطمہ نے اچھا لکھا۔ آئینہ میں طیبہ نذیر، عائشہ پرویز، حمیرا نوشین کے تبصرے پسند آئے۔ کام کی باتیں تو کام کی تھیں، اب اجازت چاہتی ہوں، دعاؤں میں یاد رکھنا، سب کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ ہمارا آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے

آمین فی امان اللہ۔

سمیرا سواتی...... پھیر کنڈ۔ سویٹ شہلا آپی جی! السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ آنچل میں آئینہ میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ سب سے پہلے قیصر آراء کی سرگوشیں سنیں' جولائی کا شمارہ عید نمبر ہوگا ہم بھی ضرور شرکت کریں گے۔ اس کے بعد ہر جگہ اپنا نام ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن ناامیدی کا پرچم بلند تھا۔ ہم بھی ہمت ہارنے والوں سے نہیں' حمد و نعت سے فیض یاب ہوکر دل کو بہت سکون ملا۔ اس کے بعد آئینہ میں دوڑ لگائی طیبہ نذیر آپ کا مکمل تبصرہ دل کو بھا گیا۔ اب آتی ہوں اپنی پسندیدہ اسٹوری کی طرف ''ترے عشق نچایا'' بہت اچھی جارہی ہے' پلیز صبا کو آصف جاہ سے ملادیں کیونکہ صبا کے دل میں بھی محبت کی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور نشاء بے چاری کے ساتھ بہت برا ہورہا ہے۔ مجھے نشاء بہت پسند ہے اس کے ساتھ برا مت کیجیے گا' راحیلہ خاتون کی بربادی تو اب شروع ہوگی (واؤ مزہ آ گیا)۔ ''چراغ خانہ'' بہت اچھا جارہا ہے' پلیز پیاری کو دانیال کے بجائے عالی جاہ کے ساتھ ملائیں' سنجیدہ سا عالی جاہ پیاری کے ساتھ بہت پرفیکٹ رہے گا۔ ''سانسوں کی مالا پہ'' اقراء صغیر کی یہ کہانی بہت پسند آئی۔ محبت کی پیاسی جنت کو نانی کے ساتھ رہنے دیں' ہمیں تو پہلے ہی شک تھا کہ ضرور ان کا کوئی رشتہ ہے جب ہی نانی جی اس سے والہانہ پیار کرتی ہیں لیکن لگتا ہے ابوبکر صاحب کا دماغ کچھ کچھ خراب' پھول کو چھوڑ کر کانٹے کو توڑنا چاہتا ہے (تساں دی مرضی جی)۔ ابھی اور کہانیاں نہیں پڑھیں' باقی سب کچھ چٹ پٹا ہے۔ ندا علی عباس' سیدہ لوبا سجاد کی نظم بہت پسند آئی۔ بیاض دل میں ''راہ منزل نواز'' کا شعر بہت پسند آیا' باقی سلسلے بھی بہت اچھے تھے۔ یادگار لمحے میں پاکیزہ علی کا لطیفہ اور آسیہ اشرف کی حکایت سعدی دعا کی فضیلت بتا کر حیران کردیا۔ ہم سے پوچھیے پروین افضل شاہین کے سوالوں نے قہقہے لگانے پر مجبور کردیا۔ نجم انجم (تسی بھی گریٹ او جی) اس ماہ کا آنچل بہت اچھا تھا تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں ہر بہن دوسرے کو مات دے گئی' آخر میں کام کی باتیں پڑھی حنا احمد بہت یونیک سے موضوع کا انتخاب کیا ہے' زندگی رہی تو پھر ملیں گے تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ پہلی بار بزم آئینہ میں شامل ہونے پر خوش آمدید۔

طیبہ نذیر...... شادیوال' گجرات۔ السلام علیکم! کیا حال ہے شہلا آپی اور آنچل فیملی سب کیسے ہیں' امید کرتی ہوں سب ٹھیک ہوں گے آنچل مجھے 23 کو مل گیا تھا ٹائٹل بس ٹھیک تھا سب سے پہلے قیصر آراء آنی کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے پھر در جواب آں میں جھانکا تو کافی بہنیں شامل تھیں۔ صائمہ سکندر سومرو یہ جان کر بہت دکھ ہوا کہ ماں جیسی عظیم ہستی کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا ہے' میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے' آمین۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کر بہت اچھا لگا' سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے تو ''موم کی محبت'' یہ قسط پڑھ کے بہت مزہ آیا لیکن صفدر نے جذبات میں آ کر جوزیبا کو طلاق دی یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ عارض بے چارے پہ بہت ترس آیا بے قصور ہوکے بہت تلخ باتیں سنیں عارض نے' امید ہے آگے عارض کے ساتھ اچھا ہی ہوگا۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' اتنے سارے رشتوں کو ایک ساتھ دیکھ کہ بہت خوشی ہوئی' دیکھتے ہیں اب انا حماد کی بنتی ہے یا پھر ولید کے ساتھ جوڑ بنتا ہے۔ امید تو یہی ہے ولید کے ساتھ ہوگا آگے دیکھئے کیا بنتا ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' بہت زبردست موڑ پہ جارہی ہیں۔ نازی آپی کیپ اٹ اَپ۔ ''ترے عشق نچایا'' بھی بہت زبردست جارہی ہے۔ ''کبھی تو ملیں گے'' بہت زبردست اسٹوری تھی' الفاظ کا چناؤ بہت اعلیٰ تھا۔ ''اناڑی پیا بڑا اڑ پائے'' صائمہ قریشی جی بہت مزے کی اسٹوری تھی' بہت ہمٹ کے' ایسے ہی لکھتی رہیے۔ ''میرے لیے صرف تم'' نزہت جبین ضیاء آپ ہمیشہ اچھا لکھتی ہیں وہ بھی گھریلو سا یقین مانئے' آپ کا لکھنے کا انداز مجھے بہت بھاتا ہے سو کیپ اٹ اَپ۔ ''میرا اعتبار لوٹا دے'' صدف آصف بہت اعلیٰ اور سبق آموز اسٹوری تھی آپ ہمیشہ توجہ سمیٹتی ہیں۔ ''رنگ دھنک کے'' سحرش فاطمہ مجھے تو ہمیشہ اسکول کالج کی اسٹوری اٹریکٹ کرتی ہے میں نے تو بہت انجوائے کیا۔ ''آنچل میں ستارے'' حنا اشرف بہت دھماکے دار انٹری دی' آپ نے رنگی امید ہے آپ آنچل میں ایک بہت اچھا اضافہ ثابت ہوں گی۔ ''احتیاط سے محتاط تک'' کے ایم نور الشال زبردست کافی سبق آموز اسٹوری تھی' بے شک مختصر تھی لیکن بہت کچھ باور کرواچکی ہے یہ باتیں صرف سمجھنے والوں کے لیے ہیں کام کی باتیں میں کوئی بات بھی نظر انداز کرنے والی نہیں تھی' بہت کام کی باتیں تھی۔ ہم سے

پوچھے میں پروین افضل شاہین‘ ایس مدیحہ نورین‘ اینڈ این نورین انجم‘ نجم انجم‘ حرا قریشی آپ سب کے سوال مزے کے تھے۔ آئینہ میں عائشہ پرویز‘ انعم زرین‘ سارہ زرین‘ حمیرا نوشین‘ افشاں علی آپ سب کے تبصرے زبردست تھے۔ یادگار لمحے میں ایس انمول‘ حرا قریشی‘ آسیہ اشرف‘ ایس کوہر طور‘ غزل عبدالخالق‘ سمیہ کنول‘ ریما نور رضوان آپ سب نے لمحوں کو یادگار بنادیا۔ نجم انجم دوست کا پیغام آئے میں آپ کا پیغام بہت فنی اور مزے کا تھا۔ نیرنگ خیال نزہت جبین ضیاء‘ مدیحہ نورین آپ کی شاعری لاجواب تھی۔ بیوٹی گائیڈ ہالہ وعائشہ سلیم بہت معلومات میں اضافہ کیا آپ نے رئیلی۔ ڈش مقابلہ طلعت نظامی‘ سعدیہ رمضان آپ دونوں کی ڈشز بہت پسند آئی‘ مجھے میٹھا بہت پسند ہے‘ اس لیے۔ بیاض دل فصیحہ آصف‘ مدیحہ نورین‘ پاکیزہ نواز آپ سب کی پسند بہت اعلیٰ تھی۔ ہومیو کارنر بہت بہت ہی اچھا سلسلہ ہے‘ امید ہے سبھی بہنوں کو فائدہ حاصل ہوگا۔ شہلا آپی دل تو نہیں کررہا جاؤں یہ محفل چھوڑ کر پھر سوچتی ہوں جاؤں گی تو دوبارہ آؤں گی نہ میری بہت سی نیک دعائیں آنچل کے لیے‘ اللہ حافظ۔

ثمرہ بشیر...... ڈیئر شہلا آپی السلام علیکم! جی آپی کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ تمام رائٹرز‘ ریڈرز‘ آنچل اسٹاف خیریت سے ہوگا۔ میرا خط شائع کرنے کے لیے تہہ دل سے شکریہ۔ سب سے پہلے نازی آپی کو میرا سلام اور ان کو ''جھیل کنارہ کنکر'' لکھنے کے لیے مبارک باد۔ سچ میں نازی آپی آپ نے اپنے قلم کا حق ادا کردیا‘ ہمیشہ ایسے ہی لکھتی رہیں اور اس کے بعد ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا آپی زبردست لکھا آپ نے۔ اب پلیز انا کی سزا بھی ختم کردیں ویسے تو آنچل کے تمام سلسلے ہی اچھے ہیں پر بیاض دل میرا فیورٹ ہے۔ اور موم کی محبت میں مجھے شرمین کا کردار بہت پسند ہے دعا ہے کہ آنچل یونہی ترقی کی راہوں پر گامزن رہے آمین‘ اسی کے ساتھ اجازت دیں‘ اللہ حافظ۔

تحریم اکرم چوہدری...... ملتان۔ سلام بنام یارم آنچل اسٹاف‘ رائٹرز اینڈ ریڈرز‘ شام نے آہستہ آہستہ سرمئی چادر لپیٹی تو رات کی سیاہی نے پردے گرائے اسی دوران رات کے فسوں خیز طلسماتی لمحات کے سحر سے نکلتی یارم قلم سے ناطہ جوڑتی آئینہ آنچل میں حاضر خدمت ہے‘ آداب۔ دست نازک میں آنچل کو مانند کنول تھامے نعوذ سے آغاز اور حسد جیسی برائی (جو کہ معاشرے کا ناسور بن کر رہ گئی ہے) سے آگاہی کا سفر طے کرتی مدیرہ آنی کی سرگوشیاں تنہائی کے فسوں خیز لمحات میں ساعتوں کے نہاں خانوں میں مقید کرتی ماہ مئی کے ستاروں کے دیدار سے فیض یاب ہوئی۔ حمد و نعت کے ساتھ ہی دانش کدہ میں السلام علیکم کی فضیلت سے خود کو روشناس کرایا۔ ہمارا آنچل میں تانک جھانک کی تو مسکراتی تعارفی کلیوں ثمینہ ناز‘ شاہدہ بلال‘ نگینہ ممتاز‘ ثمرہ سحر‘ شکیلہ نصیب‘ سیدہ لوبا سجاد سے ملاقات کی۔ سلسلہ وار ناولز میں ''موم کی محبت'' زبردست ٹوئسٹ۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' تعریفی الفاظ ناول کے آگے مثل دھول ہیں اور ''شب ہجر کی پہلی بارش'' (ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے‘ ہاہاہا)۔ مکمل ناول رفعت سراج کا ''چراغ خانہ'' صائمہ قریشی کا ''اناڑی پیا'' کا سیکنڈ پارٹ ''بڑا تڑپائے'' ہاہاہا۔ اقراء صغیر احمد ''سانسوں کی مالا پہ'' زبردست۔ نگہت عبداللہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے اسٹوری کو آگے بڑھا رہی ہیں صدف آصف ہمیشہ کی طرح منفرد انداز بیان میں تحریر قلم بند کرتی دل میں اتر گئیں۔ افسانے سبھی پسند آئے ''احتیاط سے محتاط تک'' بازی لے گیا۔ بیاض دل میں لائبہ میر‘ کاجل شاہ اور بی بی اسماء سحر کے اشعار کے سحر نے جکڑ لیا (بہت خوب)۔ یادگار لمحے میں ایس کوہر اور ایس انمول بازی لے گئیں۔ سفر زندگی کی متعین شدہ راہ گزر سے گزرتی آنچل راہ میں آئے کسی گھنے سایہ دار شجر کی مانند سایہ فگن ہے‘ جس کی روح پرور ٹھنڈک ذہن و دل میں قطرہ قطرہ اترنے لگتی ہے اور میں فرط مسرت میں قلم و کاغذ سے جوڑ لیتی ہوں شاید کہ آئینہ میں بھی کبھی میرا نام عکس بند حقیقت بن کر سامنے آئے مگر خواہش دل حسرت کا چولہ پہنے سامنے آئی (بھئی آئینہ میں لاسٹ ملتھ نام شریک نہیں کیا ناں اس لیے) مثل سمندر قلب کے نہاں خانوں میں خواہش و جذبات کے مدو جزر اور آنچل کے لیے سمندر کی گہرائی سی الفت و چاہت کے آگے شاید میرے الفاظ کی تراش خراش باقی قارئین سے چند ا ارزاں ہے شاید اسی لیے آئینہ میں عکس کو منعکس کرنے سے باز رکھا گیا۔ جی تو تمام آنچل سہیلیوں کو بہت سی دعائیں جہاں رہیں خوش‘ شاد و آباد رہیں‘ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر تحریم! امید ہے آئینہ میں خود کو روبرو دیکھ کر خفگی مٹ گئی ہوگی۔ دلفریب انداز سے سجا آپ کا تبصرہ پسند آیا۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ۔

دیوانہ تیرا ہائے قسم یہی کھائے

السلام علیکم! گاڑی میں بیٹھے ہوئے سامنے بک شاپ پر آنچل سے نظر ملتے ہی بے ساختہ یہ سونگ دل و دماغ میں گھوم گیا تھا اور غضب ہی تو ہو گیا تھا جب بھائی جان نے بھیا جانی سے کہا تھا کہ آنچل لا کے دو اور بھائی نے آنچل لا کے بھی دے دیا تھا۔ حیران ہو رہے ہوں گے نا آپ کہ کیسے...... حیران تو ہم بھی ہو رہے تھے (امید جو نہیں تھی) جھٹ پٹ آنچل وہیں کھولا آنکھوں سے ہر سلسلے کو دل میں بند کیا باقی آنچل گھر میں پڑھا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کی آخری سانسیں چل رہی ہیں یہ کیا...... جو بیوی اور بچے جل کر مرے تھے وہ امجد خان کے تھے۔ "سانسوں کی مالا پہ" آخر میں باقی آئندہ دیکھ کر منہ کے زاویے بگڑ گئے۔ صائمہ قریشی کی تحریر زبردست تھی نزہت جبین نے بھی اچھا لکھا۔ "آنچل کے ستارے" حنا اشرف آپ تو چھا گئیں بیسٹ آف لک۔ "احتیاط سے محتاط تک" کے ایم نورالشال کا افسانہ بھی اچھا لگا۔ ہم نے آپ کے نام پیغام بھی لکھا تھا (افسوس شائع نہیں ہوا)۔ بیاض دل اور نیرنگ خیال دونوں ہی بیسٹ تھے۔ دوست کا پیغام آئے میں عقیلہ رضی کے پیغام نے دکھی کر دیا۔ واقعی دکھوں کا اظہار بھی کبھی بہت مشکل لگتا ہے مونا شاہ رومانہ قریشی سمیرا اسوانی فوزیہ سلطانہ مدیحہ نورین عائشہ پرویز سامعہ ملک میزاب انشاں علی اور حنا اشرف آپ لوگ زیادہ سے زیادہ آیا کریں آپ لوگوں کو پڑھنا بے حد اچھا لگتا ہے۔ آئینہ میں سلمٰی ناز آپ نے پہلی مرتبہ لکھا اچھا لگا۔ ہم سے پوچھیے شمائلہ کاشف نے ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ جاذبہ عباسی مدیحہ کنول سرور اور گل بہار رشید آپ کہاں غائب ہو؟ اچھا جی اللہ حافظ۔

شکیلہ نصیب...... اقبال نگر۔ السلام علیکم! کیا حال ہے جی آپ سب کا؟ سب سے پہلے حمد و نعت پڑھی بہت خوب۔ در جواب آں میں مدیرہ آنٹی کے خوب صورت جواب سے دل خوش ہو جاتا ہے پھر "ترے عشق نچایا" پڑھی اب نشاء کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور پلیز نگہت جی آصف جاہ اور صبا کو ضرور ملا دینا پھر باری آئی "ٹوٹا ہوا تارا" ولید کا رویہ انا کے ساتھ ٹھیک ہوگا پلیز ان کو جدا نہ کرنا۔ شہوار اور رابعہ کے ساتھ ساتھ مجھے بھی رونا آ گیا ان کا خاندان ایک ہو گیا اتنے دکھ دیکھنے کے بعد۔ سب کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ ہر رائٹر بہت اچھا لکھ رہی ہے ارم جی آپ کو کیا ہوا آپ کی کمی بہت محسوس ہوئی۔ آنچل کا انتظار بڑی بے چینی سے ہوتا ہے اور جب آنچل آتا ہے تو میاں جی کے ساتھ لڑائی شروع ہو جاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اب فرصت نہیں ہوگی کسی کام کے لیے اگر کوئی کہہ دے کہ میاں چھوڑ دو یا آنچل تو کیا میاں چھوڑ سکتی ہو؟ اب میں کیا کروں جی اتنی دیر بعد تو آنچل آتا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کے اسٹاف کو صحت اور ترقی دے آمین۔

عدیلہ رانی...... گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہیں؟ میں آنچل کی بہت پرانی قاری ہوں اور ہر ماہ باقاعدگی سے آنچل پڑھتی ہوں نازیہ کنول نازی آپ کو بیٹے کی بہت مبارک ہو (ذرا دیر ہو گئی)۔ آنچل کے سب ہی سلسلے بہت اچھے اور زبردست ہیں حجاب بھی بہت اچھا جا رہا ہے سب سے پہلے سمیرا شریف کے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پر چلتے ہیں زبردست ویل ڈن سمیرا آپی۔ کاشفہ کا انجام سن کر دل بہت خوش ہوا اب ذرا ولید اور انا کو بھی سیٹ کر دیں مجھے تو پہلے ہی پتا تھا کہ تابندہ لالہ رخ ہوگی یا پھر ہادیہ کی آپی جان ہی لالہ رخ ہوں گی۔ آگے راحت وفا جی (یہ کیا کر دیا آپ نے) صفدر نے زیبا کو طلاق دے دی اب پلیز عارض اور شرمین کو علیحدہ مت کیجیے گا۔ نازیہ کنول نازی بہت زبردست جا رہی ہیں آنچل کے باقی سلسلے بھی اچھے ہیں شاعری سے لگاؤ تو نہیں لیکن پڑھ لیتی ہوں۔ عشنا آپی آپ کہاں غائب ہیں اب جانے کی اجازت دیں رمضان المبارک بہت بہت مبارک اور نیک تمنائیں اللہ تعالیٰ ہمارے آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اللہ حافظ۔

رباب اصغر...... گجرات۔ السلام علیکم! ویسے تو میں کافی دیر سے آنچل کی خاموش قاری ہوں مگر اپریل میں اپنا تعارف پڑھنے کے بعد کافی حوصلہ افزائی ہوئی اس لیے اس بار آئینہ میں لکھنے کی جسارت کر ڈالی۔ سرورق تو ہمیشہ کی طرح آنچل کا آئینہ دار تھا پھر ڈائریکٹ چھلانگ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" زبردست سمیرا جی آپ کی ہر تحریر ہی پہلے والی سے زیادہ زبردست ہوتی ہے اس کا ہر کردار ہی لاجواب تھا۔ مصطفیٰ ہو یا ولید شہوار ہو یا انا اینڈ تک کسی ایک میں بھی دلچسپی کم نہیں ہوئی پھر ہم چل دیئے "موم کی محبت" کی طرف راحت جی صفدر کا فیصلہ سن کر شاک تو لگا مگر کیا کریں یہ مردوں کی دنیا ہے اور وہ کھانا وقت پر نہ ملنے پر اتنا شور کرتے ہیں اس لحاظ سے دیکھا جائے تو صفدر کا ری ایکشن عین فطرت کے مطابق ہے مگر سب سے زیادہ زیادتی تو

عبدالصمد کے ساتھ ہوئی باتی پلیز اب ثمرین کو عارض سے الگ مت کیجیے گا۔اس کے بعد ہماری پیاری نازیہ کنول نازی جی آپ کو اپنے گھر میں خوش دیکھ کر میں اور میری ساتھی سہیلیاں بے حد خوش ہیں اللہ آپ کو کسی کی نظر نہ لگائے آمین۔
☆ پہلی بار محفل میں شامل ہونے پر خوش آمدید۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری شہلا جی سدا ہنستی اور کھلکھلاتیں رہیں آمین۔السلام علیکم! امید ہے کہ بفضل خدا خیریت سے ہوں گی مئی کا شمارہ بروقت ملا ٹائٹل میرے پسندیدہ کلر میں تھا۔ درجواب آں سے ہیلو ہائے کرتے ہوئے دانش کدہ پر پہنچے اور سلام کے بارے میں حاصل معلومات سے مستفید ہوئے۔ ہمارا آنچل میں نگینہ ممتاز تسی تے آ گئے تے چھا گئے۔ ''اک شمع فروزاں ہے'' کا بقیہ حصہ بڑے افسردہ دل سے پڑھا کیونکہ میرا خط ڈاک والے چکن بریانی سمجھ کر کھا گئے۔ سلسلے وار ناول ''چراغ خانہ'' میں یوٹرن آنے شروع ہو گئے ہیں میری ساری ہمدردیاں پیاری کے ساتھ ہیں لیکن بوا کی چٹ پٹی گفتگو سے محروم ہونے کا افسوس ہوا۔ ''سانسوں کی مالا پہ'' زبردست جا رہا ہے۔ ''موم کی محبت'' میں صد شکر عارض اور زیبا کا معاملہ تو کلیئر ہوا بہرحال صفدر کو طلاق نہیں دینی چاہیے تھی۔ زیبا کو معاف کر کے صفدر صاحب کو انسانیت کا ثبوت دینا چاہیے تھا لیکن کیا کریں اسی فیصد مرد اس صفت سے محروم ہیں۔ ''ترے عشق نچایا'' میں اب مونی صاحب نچار ہے ہیں صبا کے لیے میرے خیال میں آصف جاہ ایک آئیڈیل پارٹنر ثابت ہوگا۔ ''اناڑی پیا بڑا تڑپائے'' نے لبوں پر مسکراہٹوں کے پھول کھلا دیئے۔ ایسی ہنستی مسکراتی تحریریں ڈپریشن اور ٹینشن کا خاتمہ کرتی ہیں۔ اب بات ہو جائے میرے موسٹ فیورٹ ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں تو انکشافات کے سونامی آئے ہوئے ہیں حیرت در حیرت اور جھٹکے پہ جھٹکا۔ کاشفہ کے انجام پر تھوڑا افسوس ہوا لیکن وہ یہی ڈیزرو کرتی تھی۔ ''میرا اعتبار لوٹا دے'' صدف آصف کی تحریر نے کتنوں کو خواب غفلت سے جگا دیا ہوگا واقعی انسان ببول بو کر گلاب حاصل نہیں کر سکتا۔ ''میرے لیے صرف تم'' نزہت جبین ضیاء کی گدگداتی ہوئی دلکش تحریر تھی۔ ''احتیاط سے محتاط تک'' بہت ہی غور و فکر کرنے والی تحریر تھی۔ بیاض دل میں مسرت فاطمہ شہباز نورین انجم کرن شہزادی اور طیبہ نذیر کے اشعار دل کو بھائے۔ ڈش مقابلہ میں ساری ڈشز ہی لاجواب تھیں لیکن گرمی میں ہم خیالوں ہی خیالوں میں ڈشز کو پکا کر خود ہی کھا کر خود کو واہ واہ کہہ لیتے ہیں۔ نیرنگ خیال میں سیاس گل ثمینہ لطیف جازبہ عباسی سیدہ لوبا سجاد اور مہر مہ ارشد بٹ بازی مار گئے۔ دوست کا پیغام آئے میں طیبہ نذیر مونا شاہ قریشی آپ نے مجھے یاد رکھا دل خوشی سے زور زور سے دھڑ کنے لگا۔ نجم انجم اعوان مجھے تو آپ سے بھی ''وہ'' ہو گئی ہے۔ ایم فاطمہ سیال مجھے آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ یادگار لمحے میں پاکیزہ علی ایس انمول سمیعہ کنول اور مسرت فاطمہ شہباز کے مراسلے اے ون رہے۔ آئینہ میں گو کہ میں شامل نہیں تھی (دراصل میں پچھلے مہینے کرن سے ملنے کراچی گئی ہوئی تھی) باقی ساری بہنوں سے مل کر دل گارڈن گارڈن ہو گیا۔ ہم سے پوچھیے میں پروین افضل شاہین حرا قریشی اور طیبہ نذیر کے سوالات اور شمائلہ دی گریٹ کے کرارے تڑکے والے جواب مزہ دوبالا کر گئے اچھا اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

یاسمین کنول...... پسرور۔ السلام علیکم! دیگر احوال یہ ہے کہ مئی 2016ء کا آنچل قابل تعریف رہا۔ خوب صورت دلکش ڈریس اپ دلہن بڑے پیارے انداز میں سالگرہ نمبر 2 کہتی نظر آئی بہت اچھا لگا سرورق جاذب نظر ٹھہرا۔ رفاقت جاوید نزہت جبین ضیاء کی تحریریں اچھی لگیں۔ اقراء صغیر احمد کی سانسوں کی مالا بہت پسند آئی۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' اور ''ٹوٹا ہوا تارا'' تو ہیں ہی خوب صورت تحریریں۔ پچھلے شمارے میں آپ نے امی جی کے حوالے سے تعزیت فرمائی بے حد شکریہ۔ اللہ تعالیٰ میری امی جی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل بخشے آمین۔ باقی سالگرہ مبارک اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید ترقی کامیابی عطا فرمائے اور لکھنے والوں کو اچھا اور نیا انداز تخلیق کرنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہونے کی توفیق بخشے آمین۔

انعم...... برنالی۔ السلام علیکم! آنچل کے قارئین کو سلام اور پیار۔ اس دفعہ آنچل 26 کو ملا ٹائٹل اچھا نہیں لگا سوری شمائلہ جی آپ تو سب کی بولتی بند کر دیتی ہیں۔ اس بار آنچل پورے کا پورا بیسٹ تھا افسانے سارے ہی اچھے تھے لیکن ''آنچل کے ستارے'' زیادہ پسند آیا اور اس کی وجہ اس کی شاعری تھی۔ ''اناڑی پیا بڑا تڑپائے'' بہت اچھا تھا اور ہمارے ناول

"ٹوٹا ہوا تارا" کی تو کیا ہی بات ہے۔ مجھے یقین نہیں آیا کہ کوئی اتنا اچھا بھی لکھ سکتا ہے۔ میرا جی خوش کردیتا ہے سانوں۔ "موم کی محبت" بہت اچھا ہے۔ "میرا اعتبار لوٹا دے" بہت ہی اچھا ناول تھا جب کے باقی ابھی ہم نے پڑھے نہیں سرجی۔ آنچل کی معصوم سی قارئین دعائے سحر سے ملنے کو بہت دل کرتا ہے۔ غزلوں میں مہر مہ ارشد بٹ اور مسرت فاطمہ کی غزلیں پسند آئی۔ اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ پہلی بار شامل ہونے پر خوش آمدید

ایم ایف...... بوسال سکھا۔ تمام قارئین کو السلام علیکم! آنچل میں لکھنا میری پہلی کاوش ہے امید ہے آپ مجھے خوش آمدید کہیں گی۔ آنچل کی سارے ہی رائٹرز بہت اچھے ہیں' ان کے بات کرنے اور کسی چیز کو سمجھنے کا انداز بہت اچھا ہے' پڑھنے والا اسے اچھے طریقے سے سمجھ سکتا ہے یہی چیز میں سارے ڈائجسٹ میں تلاش کرتی تھی جو مجھے آنچل میں ملی۔ بہت عرصے سے یہ سوچ رہی تھی کہ اپنے جذبات کا اظہار کروں لیکن پھر یہ سوچ کے چپ ہوجاتی تھی کہ پتا نہیں آپ میرے جذبات اور احساسات کو اپنے آنچل میں جگہ دو یا نہیں آج میری ہمت ہوئی تو میں نے اپنے جذبات لکھ ڈالے اللہ حافظ۔

☆ پہلی بار بزم آئینہ میں شامل ہونے پر خوش آمدید آئندہ بھی مکمل تبصرے کے ساتھ شامل رہیے گا۔

ھاجرہ کشف...... پشاور' ناروجبہ۔ السلام علیکم! دل وجان سے زیادہ پیاری اپیا جانی کیسی ہیں آپ؟ تمام آنچل فرینڈز اور قارئین کو دل کی گہرائیوں سے ہاجرہ کشف کا سلام قبول ہو۔ ٹائٹل گرل ہمیشہ کی طرح بہت پیاری تھی' بالکل میری طرح نازک سی' ہاہاہا۔ اب اتنے بھی نازک انداز نہیں جتنی مابدولت کو خوش فہمی ہے۔ (بہت زیادہ ہے) سب سے پہلے حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ ہمارا آنچل میں ثمینہ ناز اور شاہدہ بلال سے ملاقات اچھی لگی پھر اپنی فیورٹ اسٹوری "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی۔ شہوار کو بھائی کے ساتھ ساتھ ماں باپ اور بہن بھی مل گئی' پیاری کڑی شہوار بہت مبارک ہو۔ اب انا اور ولید کی شادی بھی جلدی سے کریں' انا میں آپ کو بتارہی ہوں یہ چپکے چپکے جو شادی کی تیاری ہورہی ہے نا یہ تمہاری اور ولید کی شادی ہے آپ بس اداس مت ہونا اچھا۔ "موم کی محبت" زیبا بے چاری کے ساتھ بہت ناانصافی ہوئی قسم سے' ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ زیبا کو طلاق...... اُف صفدر یہ تم نے کیا کردیا۔ میں آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی' یہ یاد رکھنا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" آپی جان پلیز' اس شہزاد کو تو بیچ میں سے ہٹادیں کیونکہ کیوٹ سے صیام کے ساتھ دری کی جوڑی فٹ رہے گی۔ "چراغ خانہ" یہ مانو پھوپو بھی نہ اپنی مطلب کی ہمدردیاں کرتی پھررہی ہیں۔ "سانسوں کی مالا پہ" اس دفعہ بھی بیسٹ تھا لیکن آئندہ ماہ دیکھ کر منہ بن گیا۔ "ترے عشق نچایا" اور ہائے یہ جازب درمیان میں کہاں آٹپکا۔ صبا میری بات مان لو اس بزدل سے شادی کرنے سے تو بہتر ہے کہ تم آصف جاہ سے شادی کرلو۔ وہ بے ضرر معصوم سا بچہ ہے خوش ہوجائے گا بے چارا۔ "اناڑی پیا بڑا اتڑپائے" صائمہ قریشی ویری فنی کہانی بہت اچھی تھی۔ ہمارا تو ہنس ہنس کے بُرا حال تھا' ویل ڈن جی۔ باقی افسانے "احتیاط سے محتاط تک' میرا اعتبار لوٹا دو' کبھی تو ملیں گے" آنچل کے ستارے' میرے لیے صرف تم" سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ بیاض دل میں سیدہ لوبا سجاد' ایس انمول' بی بی اسماء سحر' نورین انجم اعوان' سعدیہ رشید بھٹی' طیبہ نذیر' اسماء نور عشا اور فوزیہ سلطانہ کے اشعار پسند آئے۔ نیرنگ خیال میں باسط ساحل' محمد شفیق اعوان' جاذبہ عباسی' سیدہ لوبا سجاد اور سامعہ ملک پرویز کی نظم پسند آئی۔ دوست کا پیغام آئے میں سب نے اچھا لکھا۔ یادگار لمحے کو مدیحہ نورین' کاجل شاہ' ایس انمول اور آسیہ اشرف نے اور بھی یادگار بنایا۔ آئینہ میں طیبہ نذیر' افشاں علی' مدیحہ نورین مہک کا تبصرہ جاندار تھا۔ طیبہ نذیر اور حسینہ اینڈ گل مینا آپ لوگوں نے میرے شعر کو پسند کیا اس کے لیے دل سے شکریہ۔ اس دفعہ تو سارا آنچل بیسٹ سے بیسٹ تھا اور ہاں جی آج سے میرا نام ہاجرہ ظہور کے بجائے ہاجرہ کشف ہوگا اس لیے بتایا کہ آپ کو پہچاننے میں آسانی ہوگی' اللہ نگہبان۔

سعدیہ عظیم...... بھاولپور۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ میرا نام سعدیہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ میں بہاولپور جیسے خوب صورت شہر میں رہتی ہوں۔ اس بار آنچل وقت پر مل گیا تھا اور سب سلسلے بہت اچھے تھے۔ اقراء صغیر کا سلسلے وار ناول دیکھ کے اچھا لگا اس سے بھی بڑھ کر نگہت عبداللہ کے سوال جواب بہت اچھے لگے کیوں کہ میری فیورٹ رائٹر ہیں ان شاء اللہ اگلی بار ہم بھی شریک محفل ہوں گے اور میں ارم کمال کی بے حد مشکور ہوں اس نے مجھے اور میری فیملی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ ان

ان شاءاللہ اگلی بار دوبارہ حاضر ہوں گی اللہ حافظ سب کو سلام۔

حنین ملک...... وہاڑی۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ تمام آنچل اسٹاف' قارئین کو میرا محبت بھرا سلام۔امید ہے سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔آنچل کی بزم میں پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں امید ہے حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ اس دفعہ کا آنچل ہمیشہ کی طرح 24 کو ہی مل گیا اور خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا کیونکہ اس دن میری بہن کی سالگرہ بھی تھی اور میں نے اس کو آنچل گفٹ کیا تو اس کے چہرے پر خوشی دیکھنے کے قابل تھی (میری طرح وہ بھی آنچل کے پیار میں پاگل ہے)۔سب سے پہلے تو فہرست پر نظر دوڑئی اور اپنی فیورٹ رائٹرز کا نام دیکھ کے دل بلیوں اچھلنے لگا۔سب سے پہلے تو ''ٹوٹا ہوا تارا'' پر چھلانگ لگائی (ٹانگ سلامت رہی)۔سمیرا آپی! بہت خوب صورتی سے اپنے ناول کو اختتام کی طرف لے جارہی ہیں' سب لوگ مل گئے شکر ہے لیکن یہ ولی جو بے چاری انا کو تنگ کررہا ہے نہ یہ اچھی گل نہیں آہو۔''موم کی محبت'' میں یہ کیا کردیا راحت آپی؟ صفدر نے طلاق دے دی بہت برا ہوا یہ تو' انسان خطا کا پتلا ہے۔اگر زیبا سے غلطی ہو بھی گئی تھی تو اتنی بڑی سزا نہیں دینی چاہیے تھی۔ اچھا ناول ہے بس زیادہ طوالت سے گریز کیجیے گا۔''شب ہجر کی پہلی بارش'' اس دفعہ مختصر مگر دل دہلا دینے والا لکھا ہے نازیہ آپی نے۔مکمل ناولز میں صائمہ قریشی نے ہلکی پھلکی پُر مزاح تحریر لکھی اچھی لگی لیکن پہلے والی زیادہ اچھی تھی۔''چراغ خانہ'' رفعت سراج بہت کم لکھ رہی ہیں اور کہانی وہیں اٹکی ہوئی ہے پلیز کہانی کو آگے بڑھائیں۔اقرا آپی کا مکمل ناول بہت زبردست جارہا ہے۔ ناولٹ میں صدف آپی کا ناولٹ بہت زیادہ پسند آیا۔بہت خوب صورت انداز میں لکھی گئی کہانی ہے۔''میرا اعتبار لوٹا دے'' جیسا عنوان تھا اس سے بڑھ کر کہانی تھی۔برے کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔حریم کے ساتھ برا کرنے والے بھول گئے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے لیکن ایک سبق یہ بھی تھا کہ سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے اگر تایا برے تھے تو خالہ اس سے اچھے ثابت ہوئے یعنی دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں۔ویل ڈن صدف جو۔''ترے عشق نچایا'' نگہت عبداللہ بہت خوش اسلوبی سے کہانی کو آگے بڑھا رہی ہیں۔افسانوں میں بھی زبردست تھے لیکن کے ایم نور المشل بازی لے گئیں۔رفاقت جاوید نے بہت عمدہ لکھا۔سحرش فاطمہ اور حنا اشرف کے افسانے بھی زبردست تھے بس حنا سے ایک شکوہ ہے کہ حوری کو آپی ضرور بنانا تھا میں تو ابھی بچی ہوں' ہی ہی۔ مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے۔ہومیو کارنر میں طلعت نظامی نے عورتوں کے مسائل کی طرف توجہ دلائی۔بیاض دل میں اسما نور عیشا کا شعر پسند آیا۔ڈش مقابلہ میں آمنہ نور کی چکن بریانی کی ریسپی پڑھ کے منہ میں پانی آ گیا۔بیوٹی گائیڈ میں ہالا اور عائشہ نے ہمیں گائیڈ کیا اور بالوں کے ساتھ ساتھ چہرے کی حفاظت کا طریقہ بھی بتایا آ وور آل پورا ڈائجسٹ بہت زبردست تھا لیکن ایک شکایت ہے کہ سارے قسط وار ناول ہی کیوں شامل کیے جارہے ہیں' مزہ ہی نہیں آتا پلیز ایسا نہ کریں۔سب دوستوں کو سلام۔

☆ خوش آمدید آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

آمنہ حبیب...... جہلم۔ السلام علیکم ڈیئر آل! ماشاءاللہ آنچل تو کافی ترقی کررہا ہے' آنچل اور حجاب دونوں ہی بہت اچھے ڈائجسٹ ہیں۔سبھی سلسلے وار اور مکمل ناولز تمام افسانے تو ہٹ جارہے ہیں۔باقی حمد و نعت' دانش کدہ تو میرے موسٹ فیورٹ ہیں ان دنوں ایگزامز کے دوران معروف ہوں ابھی تک وہی حال ہے۔پڑھنے کا بالکل ٹائم نہیں ملتا' سبھی تو اکٹھے کرکے رکھے جارہی ہوں بس سلسلے وار لازمی پڑھتی ہوں۔چھٹیوں کا انتظار ہے' سب میرے لیے دعا کیجیے گا کہ 9th میں پاس ہوجاؤں آمین۔اللہ حافظ۔

☆ پیاری آمنہ اللہ کریم آپ کو تمام امتحانات دینے والں کو کامیابی عطا کرے آمین۔

ثوبیہ شاہین...... ملتان۔ پیاری ایڈیٹر صاحبہ' السلام علیکم! آنچل کی محفل میں ایک بار پھر حاضر ہوں۔اس دفعہ کا ٹائٹل پہلے والوں سے بہت زیادہ بہتر لگا۔سب سے پہلے تو فہرست دیکھی ساری پسندیدہ رائٹرز کا نام موجود دیکھ کر دل کو تسلی ہوئی۔''موم کی محبت'' میں صفدر نے طلاق دے کر بہت برا کیا' بے چاری زیبا اب کہاں جائے گی۔راحت آپی کا ناول اچھا ہے۔''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت خوب صورت جارہا ہے۔''شب ہجر کی پہلی بارش'' اس دفعہ صفحات کی کمی کا شکار لگا نازیہ آپی! کیا حال ہے؟ مکمل ناولز میں صائمہ قریشی نے ایک اور دفعہ پیا کا اناڑی پن دکھایا۔رفعت سراج جی کہانی میں تیزی کا رجحان آنا ضروری

ہوگیا ہے۔ ''چراغ خانہ'' اچھا لگتا ہے۔ ناولٹ میں سب سے پہلے صدف آپی کا ناولٹ پڑھا پسندیدہ ترین رائٹر جو ٹھہریں۔ کہانی بہت زبردست لگی۔ ''میرا اعتبار لوٹا دے'' اچھائی اور برائی کی جنگ میں اچھائی کی ہی جیت ہوتی ہے۔ ویل ڈن صدف بجو۔ ''ترے عشق نچایا'' نگہت عبداللہ جی نے رنگ جمایا ہوا ہے۔ اب باری آتی ہے افسانوں کی سب ہی زبردست تھے لیکن نزہت جبین ضیاء، سحرش فاطمہ اور حنا اشرف کے افسانے سب سے بہتر تھے۔ مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے۔ بیاض دل میں شاعری کا معیار بڑھتا جارہا ہے۔ آخر میں آنچل کے قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام۔

سنبل خان بٹ...... بورے والا۔ اسلام علیکم! آپا اور میرے پیارے آنچل کے قارئین کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ اس بار مئی کا شمارہ 23 تاریخ کو ہی مل گیا تھا۔ آنچل کا سرورق تو کمال تھا۔ سب سے پہلے ہم ہر بار کی طرح ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف بڑھے' کیا کمال لکھا آپ نے سمیرا آپی! ولید اور رانا کے بیچ کی دوریاں ختم ہورہی ہیں اور ولید اور شہوار کی فیملی مکمل ہوگئی بہت مزہ آیا پھر نازی آپی کی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' پڑھ کے دل غم سے نڈھال ہوگیا۔ کشمیر پر ہونے والے ظلم وستم کی بارش نے آنکھوں کو بھگودیا پر یہ کیا اتنی کم اسٹوری' تھوڑا زیادہ لکھا کریں نازیہ آپی پلیز۔ اس کے بعد تھوڑا سا سانس لے کر ہم آگے بڑھے تو صدف آصف کا نام آنکھوں کے سامنے آگیا' دل گارڈن گارڈن ہوگیا' ہاہاہا۔ جی ہاں صدف آصف ہر بار ایک اچھے میسج کے ساتھ آنچل کی محفل میں شریک ہوتی ہیں' صدف آصف کی کہانی ''میرا اعتبار لوٹا دے'' اپنے نام کی طرح زبردست رہی۔ حریم کے ساتھ ہونے والی زیادتی سے دل جہاں دکھی ہوا وہیں گوہر کی محبت دل کو چھوگئی۔ سحرش فاطمہ اور صائمہ قریشی کی کہانی بھی بہت اچھی تھی۔ اقرا صغیر احمد نے تو سرپرائز ہی دے ڈالا' بہت خوب صورت ناول لکھا۔ ارے یہ کیا راحت وفا آپی اتنا بڑا صدمہ' زیبا کو طلاق...... اُف! بہت برا ہوا صفدر تو ظالم نکلا اور بوبی کو کہاں چھپا دیا آپ نے۔ افسانے بھی اچھے تھے حنا اشرف کمال کردیا پھر سے انٹری دے ماری' بہت بہت مبارک ہو۔ آنچل کے باقی تمام سلسلے بہت ہی اچھے ہیں۔ بیوٹی ٹپس سے لے کر کچن کارنر تک' دوست کا پیغام سے لے کر کام کی باتیں تک' نزہت آپی کی نظم بہت اچھی لگی۔ اسی کے ساتھ اجازت' اللہ حافظ۔

صبا خان...... ڈی جی خان۔ پیاری آپا آداب! اس دفعہ کے ٹائٹل نے دل جیت لیا' آنچل کو سالگرہ مبارک اور پورے اسٹاف کو اتنا اچھا کام کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں جن کی انتھک محنت کے نتیجہ میں پرچہ وقت پر ہمارے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو قسط وار ناول پڑھا ''موم کی محبت'' میں راحت آپی نے یہ کیا کیا؟ زیبا کی غلطی کی ایسی سزا؟ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت خوب صورتی سے اختتام کی جانب گامزن دکھائی دے رہا ہے' سب کا ہیپی اینڈ لگ رہا ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' اس دفعہ تشنگی رہ گئی۔ نازیہ! کچھ تو سوچیں۔ مکمل ناول میں صائمہ قریشی ایک بار پھر ''اناڑی پیا'' کو لے آئیں اچھا لگا۔ رفعت سراج کا ''چراغ خانہ'' مناسب چل رہا ہے۔ ''ترے عشق نچایا'' نگہت عبداللہ جی کہانی سوئی سوئی سی لگ رہی ہے۔ صدف آصف کا ''میرا اعتبار لوٹا دے'' ایک مضبوط ناولٹ جس کے کردار چھا گئے۔ افسانوں میں سحرش فاطمہ اور حنا اشرف کا نام دیکھ کر دل خوش ہوا۔ مبارک ہو آپ دونوں کو باقی سب نے بھی عمدہ افسانے لکھے۔ مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست لگے' بیوٹی گائیڈ میں گرمیوں کا آئی میک اپ بتادیں۔ آنچل کی محفل یوں ہی سجی رہے اور ہم سب اس میں ایسے ہی شرکت کرتے رہیں آمین۔ آخر میں آنچل کی ان تمام سہیلیوں کو میرا محبت بھرا اسلام جن سے فیس بک پر بھی بات ہوتی ہے۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماہ رمضان کی خاص رحمتوں سے فیض یاب فرمائے اور اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

شکیلہ نصیب......اقبال نگر

س: ہم پہلی بار آپ کی محفل میں حاضر ہوئے ہیں' ہماری حاضری قبول فرما کر احسان فرمائیں۔

ج: تم بار بار آؤ پر اپنے ساتھ درجن بھر بچے مت لانا بس۔

س: ہمارے میاں ہم سے ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں' اس کا کوئی حل؟

ج: اپنے مسٹنڈے بھائیوں سے ملوادو پھر تیر کی طرح سیدھے ہوجائیں گے۔

حرا قریشی......بلال کالونی' ملتان

س: ہماری شرکت بزم شمائل کے لیے زعفران اور آپ کی؟

ج: سبز الائچی کیونکہ اس کے بغیر زعفران میں مزہ نہیں۔

س: اپیا! آپ زیادہ سوچتی ہیں اس لیے اچھے اور کھرے جواب دیتی ہیں اور ہم؟

ج: بنا سوچے سمجھے سوال کرتے ہیں' یہ ہی کہنا چاہتی ہونا۔

س: آپ کی رڈی کی ٹوکری آج خالی' کل بھری تھی' وجہ بتائیں؟

ج: ابھی تو تم نے اپنے بورے میں کچرا ڈالا ہے پھر بھی وجہ مجھ سے ہی پوچھ رہی ہو۔

بنت آدم......ستیانہ

س: آپی جی! ہمارا آنا کیسا لگا؟

ج: بہت زور سے کہ دل کے ساتھ جسم بھی دکھ رہا ہے۔

س: کل رات میں نے آپ کو دیکھا بھلا کہاں؟

ج: خواب میں کیونکہ مجھ جیسی خوب صورت پریاں خواب میں ہی آتی ہیں اکثر لوگوں کے بس کبھی غرور نہیں کیا۔

س: مجھے دیکھتے ہی سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے؟

ج: مس ناگن اتنی جلی کٹی کیوں سناتی ہو۔

س: کیا دوبارہ آنے کی اجازت ملے گی؟

ج: ہم نے تو اس مرتبہ بھی آنے کی اجازت نہ دی تھی آئندہ بھی زبردستی گھس جانا۔

س: اچھا اب اجازت اس سے پہلے کہ......؟

ج: تمہارے چودہ طبق روشن ہوں' بھاگ لو۔

مہناز یوسف......اورنگی ٹاؤن' کراچی

س: اے لو جی صنم ہم آگئے آج پھر دل کے...... گائے کا۔

ج: یہ گائے کا دل اپنے میاں جی کو دے دو اب تمہاری جگہ وہ گائے کے دل سے دل لبھائیں گے۔

س: میں خوب سج دھج کر تیار ہوئی پر میاں جی نے میری تعریف بھی نہیں کی' بھلا بتاؤ یہ کیا بات ہوئی؟

ج: تم سے کس نے کہا تھا کہ میک اپ کے ساتھ چیری بلوسم استعمال کرو' اس پر میاں تو نہیں ہم تعریف کر سکتے ہیں چڑیل۔

س: ٹھنڈی ہوائیں' سہانا موسم' چھم چھم برستی پھوار' ایسے میں کیا دل کرتا ہے؟

ج: دل تو بہت کچھ کرتا ہے مگر ساس نندوں والی صبر ہی کر سکتی ہیں۔

س: میں سالن چولہے پر چڑھا کر رنویر سنگھ کی فلم دیکھنے بیٹھ گئی' سالن جل گیا' بہت بھوک لگی ہے مشورہ دو اب کیا کروں؟

ج: اب شوہر نامدار کی جلی کٹی سنو' ساری بھوک خود ہی اڑ جائے گی۔

س: در جواب آں میں یہ "آں" کا کیا مطلب ہے؟

ج: در جواب قیصر آرا آپی کی طرف سے اور آں آپ کے انتظار کی صورت' لمبا اس لیے وہ آں اضافی کر دیا۔

مدیحہ نورین مہک......برنالی

س: کہتے ہیں بتیس دانت ہوتے ہیں پر میرے تو تیس

ہیں کیوں؟

ج: ابھی عقل داڑھ نکلنی باقی ہے کیا؟ لیکن عقل پھر بھی نہیں آنی۔

س: اگر میں پری ہوتی تو میرے کتنے پیارے پَر ہوتے‘ ہے نا آپی؟

ج: چڑیل اپنے خونخوار دانت تو پلیز چھپالو۔

س: اگر بکری کا دودھ بھی بھینس کے دودھ کے بھاؤ بکتا تو......؟

ج: گوالن پھر تم اونٹنی کا دودھ خریدنے پہنچ جاتیں۔

س: تربوز کے ساتھ تو خربوز میچ ہوتا ہے پھر خربوزہ کیوں کہتے ہیں؟

ج: چلو تم ایسے کہہ لو خربوزہ تربوزہ اب خوش مس چلغوزہ۔

س: آپی آپ کا خط کل ملا مجھے جو آپ نے کوے کے گلے میں ڈال کے بھیجا تھا۔

ج: اب تمہارا بھائی آیا تھا خالی ہاتھ کیسے بھیجتے۔

س: اگر انسان کے دماغ کو پڑھنے کا آلہ ہوتا تو میں روز آپ کا دماغ پڑھتی؟

ج: سب تمہیں دماغی کیڑا صحیح کہتے ہیں۔

س: آپ میرے بغیر کیسا محسوس کرتی ہیں؟

ج: انتہائی سکون و آرام اب دیکھو سر میں درد کردیا تم نے اپنی کائیں کائیں سے۔

س: جاتی ہوں کرایہ تو دے دیں آپ مجھے؟ رب راکھا۔

ج: اپنی بیل گاڑی پر جاؤ گی اور اس کا بھی کرایہ لوگی چلو جان چھوڑنے پر یہ بھی دیا۔

لاریب انشال کھرل...... بخشو اوکاڑہ

س: اپیا آپ کو پتا ہے میں کون ہوں؟

ج: ہاں جنوں کی بہن بھوتنی ہو اب مزید منہ بگاڑ کر ڈراؤ مت۔

س: اپیا پلیز آپ بتادیں آپ کی عمر کیا ہے؟

ج: تمہاری عمر سے پانچ سال کم ہے بس۔

س: اپیا مردوں کو جنت میں حوریں ملیں گی عورتوں کو؟

ج: جنت مل جائے گی یہ ہی کافی نہیں ہے۔

س: اپیا آج کل مجھے کچھ......؟

ج: زکام ہے اور ناک کے ساتھ ساتھ دماغ بھی خراب ہے۔

س: پیاری اپیا گرمیوں میں ایک ظالم ترین ڈاکٹر...... نام بتائیں؟

ج: تمہارے اس ڈاکٹر کا نام مچھر ہے۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

س: سنا ہے کہ میرے آنے سے آپ کی محفل کی دلکشی اور رعنائی بڑھ جاتی ہے کیا یہ سچ ہے؟

ج: دلکش اپنے میاں رانا کے ساتھ چھٹیوں پر ہے‘ آئے گی تو پوچھ کر بتاؤں گی ویسے اب اس کی بڑھنے کی عمر تو نہیں۔

س: خواتین کی زلفوں پر شاعر حضرات غزلیں لکھتے ہیں تو پھر مردوں کی مونچھوں پر کیوں نہیں لکھتے؟

ج: اس قدر بدذوق تم ہی ہوسکتی ہو لہٰذا اپنے میاں جی کو دیکھ کر یہ کام بھی کر ڈالو۔

س: نکالو اپنا چاند سا چہرہ ”ہم سے پوچھیے“ کی محفل سے نجم انجم ترس رہی ہے تیرا دیدار کرنے کو

ج: اب تو عید پر ہی دیدار کرنے کو آنا اور ڈھیر ساری عیدی بھی لانا۔

اقصیٰ مریم...... فتح جنگ

س: آپی وہ کہتے ہیں تمہاری آنکھیں بہت پیاری ہیں‘ سچ کہتے ہیں یا کہ......؟

ج: اب میں کیا کہوں بے چارہ اندھا ہی ہوگا جو تمہاری بھینگی آنکھوں کی تعریف کرتا ہے۔

س: آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں کیا میں بھی آپ کو......؟

ج: سچ کہوں یا جھوٹ...... سوچ کر بتانا۔

س: اچھی سی دعا دیجیے گا کیوں کہ وہ بھی پڑھیں گے؟

ج: دعا دینی کس کو ہے یہ تو تم نے بتایا نہیں چلو پھر بھی خوش رہو اپنے ”اُن“ کے ساتھ۔

جاذبہ عباسی......دیول، مری

س: جانو جی! ارے ارے یہ کیا لنڈے بازار کے اتنے بڑے بڑے جوتے اور یہ موٹا سا سوئٹر......وہ بھی بدبو والا؟ شائلہ جی ابھی کراچی میں اتنی ٹھنڈ نہیں ہوئی ہاہاہا۔

ج: جی ہاں یہاں ٹھنڈ نہیں ہوتی یہ تو سب تمہارے لیے بطور تحفہ ہے اب پہن کر ضرور دکھادو۔

س: یار ہم اکثر سوچتے ہیں کہ آپ پاگلوں کی ڈاکٹر کیوں نہیں ہیں؟ پھر سوچ سوچ کے آخر جواب مل ہی گیا کہ اگر آپ پاگلوں کی ڈاکٹر ہوتی تو اپنا علاج بھلا خود کیسے کرتی؟ (ہی ہی ہی)

ج: فی الحال تو تمہیں علاج کی اشد ضرورت ہے...... شدید سردی نے تمہارا دماغ بہت زیادہ متاثر کیا ہے، مس دماغ جی۔

س: پیاری شائلہ جانی! پتا ہے جب کبھی ماں جی یا بھیا اور بابا جان ہماری ضد پوری نہیں کرتے نا تو ہم بین ڈالنے لگ جاتے ہیں (ہے ہے ہاں ہاں)۔ تو وہ فوراً ہمیں وہ سب بھی دلا دیتے ہیں جو ابھی ہم نے مانگا بھی نہیں ہوتا کیوں؟

ج: تاکہ تمہاری بھانڈ میراثیوں جیسی چیخ وپکار سے انہیں کسی طور نجات مل سکے۔

س: پڑوسیوں کی پالتو سفید مانو ہم پر جھپٹ کیوں پڑی جبکہ ہم نے تو اس سے اظہار محبت کے دوران فرط جذبات میں صرف اس کی ٹیڑھی مونچھ ہی زور سے کھینچی تھی وہ بھی سیدھی کرنے کے لیے؟

ج: اب اظہار محبت کیا ہے تو محبوب کے انداز محبت بھی خود ہی بھگتو۔

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

س: آپی! چاند تو ایک ہے، یہ چار چاند والا محاورہ کس نے بنادیا؟

ج: پہلے تم بتاؤ کہ تم کیوں عید کا چاند ہوگئی ہو۔

س: آپی یہ آتے جاتے موسم ہمیں کیا پیغام دیتے ہیں؟

ج: جلدی سے تیاری کرلو عید پھر سے آنے والی ہے۔

ایس گوہر طور......تاندلیانوالہ

س: آپی مجھے سمجھ نہیں آتی کبھی لگتا ہے فزکس مشکل ہے اور کبھی کیمسٹری، کبھی فزکس کی بہت اچھی سمجھ آتی ہے اور کبھی کیمسٹری کی اصل وجہ کیا ہے؟

ج: اصل وجہ یہ ہے کہ تم ایک نمبر کی نالائق اور کام چور ہو، اسی لیے پڑھنے سے بھاگتی ہو۔

س: آپی شعر کا جواب شعر سے دیں۔

گلہ بنتا ہی نہیں بے رخی کا

ج: پہلے جا کر اپنا خراب گلہ ڈاکٹر کو دکھاؤ بعد میں مشاعرہ میں حصہ لینا۔

س: آپی میری دوست سمیرا میرا اکثر باتوں کا جواب نہیں دیتی بھلا کیوں؟

ج: ایسی بے تکی باتوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔

مسرور فاطمہ ہنی......صوابی، خیبر پختونخواہ

س: آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: بہت زیادہ خوب صورت و اسمارٹ۔ جلی گئیر اُف......

س: آپی یہ پھول آپ کے لیے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے قبول کریں؟

ج: کاش کسی اور سے بنوا کر بھیجتیں شاید زیادہ خوب صورت ہوتا میری طرح، یہ بھی قبول کیا۔

س: پہلی دفعہ آئی ہوں، اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کیجیے کہ دوبارہ بھی آتی رہوں۔

ج: اپنے سسرال میں سدا خوشحال رہو۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: میری سالگرہ پر میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین تحفے کے طور پر نئے سال کا کیلنڈر ہی کیوں دیتے ہیں؟

ج: تاکہ آپ کو ہر سال اپنی بڑھتی ہوئی عمر یاد رہے، بہت سیانے ہیں وہ کوے کی طرح۔

س: کہتے ہیں کہ منہ پر تعریف نہیں کرنی چاہیے مگر میرے میاں جانی میرے منہ پر ہی تعریف کرتے رہتے

ہیں، کیوں؟

ج: جنت کماتے ہیں ورنہ اس منہ پر وہ کس دل سے تعریف کرتے ہیں کوئی ان سے پوچھے۔

س: سیاستدان ملک کو دونوں ہاتھوں سے کیوں لوٹتے ہیں؟

ج: مجبور ہے بے چارے کہ ہاتھ روہی ہوتے ہیں ویسے اور بہت سوں کے دو دو ہاتھ شامل کر لیتے ہیں۔

مہوش فاطمہ بٹ.....دینہ جہلم

س: آپی جی میں نے سوچا کہ انٹری مار ہی دوں کیونکہ آپ مجھے مس جو کر رہی ہیں، ہے نا؟

ج: مس مس کی ماری میں نہیں، تمہیں کام مس کر رہے ہیں۔ چلو اب جھاڑو اٹھا کر تیار ہو جاؤ۔

س: ویسے میں لیٹ آئی ہوں تو آپ مجھے معاف کریں گی نا کیونکہ آپ کھلے دل کی مالک ہیں؟

ج: بالکل معاف کر دوں گی بس تنخواہ میں سے پیسے کاٹ لوں گی۔

س: آپی سچی بات بتائیں، الٹے سیدھے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کتنی بار سر چکراتا ہے آپ کا؟

ج: جتنی بار تمہارا کام کرتے وقت چکراتا ہے۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

س: یہ ادا یہ ناز یہ انداز آپ کا دھیرے دھیرے.....؟

ج: ہم بھی یہی کہتے ہیں دھیرے دھیرے بہنا تمہاری آواز کوے کی کائیں کائیں کو بھی مات دے رہی ہے۔

س: دل عبادت کر رہا ہے دھڑکنیں میری سن؟

ج: ارے محترمہ کسی میوزک کنسرٹ میں آئی ہو کیا جو بے سرے گانے سنا کر ہمارا سر کھا رہی ہو۔

س: میں جس دن بھلا دوں تیرا پیار دل سے؟

ج: اسی دن کان کے نیچے ایک پڑے گی اور سب یاد آجائے گا بیچ میں۔

س: اینڈ پہ جو پچھلے ماہ آپ نے اندازہ لگایا تھا (دل والا) وہ سو فیصد درست ہے؟ سچی (سرپرائز ہے کیا؟)

ج: چلو اب اسی خوشی میں آئس کریم ہو جائے پھر۔

کوثر خالد.....جڑانوالہ

س: پیاری شمائل! ابھی میں آؤں کہ نہ آؤں؟

ج: بولوں کہ نا بولوں، کھاؤں کہ نہ کھاؤں، سوؤں کہ نہ سوؤں.....یہ سب بھی ہم سے پوچھ کر کرو گیا۔

س: ہم تم سے جدا ہو کے.....آگے کیا بولوں گی جاناں، بولو ناں؟

ج: تم ہم سے جدا ہو کر اپنی بتیسی کسے دکھاؤ گی لہٰذا ہم سے جدا مت ہو اور ہنستی ہنساتی رہو۔

پاکیزہ علی.....جتوئی

س: زمانے میں محبت کو گل نایاب کہتے ہیں
کچھ کہنے سے پہلے ہم آپ کو آداب کہتے ہیں

ج: زباں کھولیں گے تو محبت کی حرمت ہو گی
اس لیے اشارے سے ہم تسلیم کہتے ہیں

س: پیاری آپی! کیسی ہیں آپ؟

ج: ویسی جیسی تم نہیں یعنی بہت خوب صورت اسمارٹ۔

س: آپی مجھے گلاب کا پھول بہت پسند ہے اور آپ کو؟

ج: میں خود گلاب ہوں مجھے لوگ پسند کرتے ہیں۔

صائمہ ذوالفقار.....چکمبر

س: شمائلہ آپی! کیسی ہیں آپ؟

ج: پہلے تو اتنے عرصے کی غیر حاضری پر ایک ٹانگ پر کھڑی ہو جاؤ۔

س: میں نے تو آپ کو بہت مس کیا، کیا آپ نے بھی مجھے یاد رکھا یا بھول گئیں؟

ج: تم تو یاد رکھو گی ہمارے سوا کوئی ادھار جو تمہیں نہیں دیتا۔

س: عورت کو وفا کی دیوی کہتے ہیں مرد کو کیا کہتے ہیں؟

ج: سنگ دل دیوتا۔

❁

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

آفتاب احمد رحیم یار خان سے لکھتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں اپنی صحت برباد کرچکا ہوں میں بہت پریشان ہوں بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہا ہوں کہ آپ میرے بھی مسئلے کا کوئی حل بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGRIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔

زونیرہ شہزادی کوٹ رادھا کشن سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ SECAL COR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں، APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا دو تین بوتل کے استعمال سے آپ کی بہن کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

رابی آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میں گزشتہ پندرہ سال سے سیلان کے مرض میں مبتلا ہوں کافی علاج کرائے مگر افاقہ نہ ہوا بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں پلیز دوا تجویز کردیں میرا دوسرا مسئلہ دانتوں کا ہے ٹھنڈا گرم لگنے سے اکثر درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور CHAMOMILA-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

عبدالکریم ڈیرہ غازی خان سے لکھتے ہیں کہ میں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں میرے سر میں کبھی کبھی تھوڑا درد ہوجاتا ہے اور معمولی سے چکر آنے لگتے ہیں میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری شادی کو تین سال ہوگئے ہیں اور میں اولاد کی نعمت سے محروم ہوں رپورٹ خط کے ساتھ ارسال کررہا ہوں مجھے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ DAMIANA-Q کے دس قطرے تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور CONIUM-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

سدرہ ہری پوری سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے دو دو ماہ بعد ماہواری آتی ہے اور دوسرا مسئلہ میری امی کا ہے ہر وقت سر میں درد رہتا ہے سو کر بھی انھیں تو بے سکونی رہتی ہے ان کا بلڈ پریشر ہائی رہتا ہے۔

محترمہ آپ SENECIO AUR 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور والدہ کو BRYTAMUR-3X کی ایک ایک گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں۔

شمسہ کنول بہاولنگر سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کا رنگ پہلے سفید تھا مگر اب اس کا رنگ بہت کالا ہوگیا ہے اچھی سی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ اپنی بہن کو JODUM 1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن بعد ایک مرتبہ پیا کریں چھ ماہ کا کورس مکمل کرلیں ان شاء اللہ بہتری ہوگی۔

مسز عمران تونسہ شریف سے لکھتی ہیں کہ میرے جگر میں رسولی ہے گولیاں بھی استعمال کرچکی ہوں ڈاکٹر کہتے ہیں زیادہ خطرے والی بات نہیں ہے پھر بھی درد رہتا ہے ہلکا ہلکا محسوس ہوتا ہے آپریشن کرانے سے بھی ڈر لگتا ہے

اور میری کمر اور پنڈلیوں میں بھی درد رہتا ہے میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سر کے بال تیزی سے سفید ہو رہے ہیں۔ میری عمر 23 سال ہے اور میرے شوہر کا بھی بالوں کا مسئلہ ہے ان کے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اور میرے چہرے پر دانے اور چھائیاں بھی ہوگئی ہیں اور میرے چہرے پر بال بھی بہت زیادہ ہیں اور میں جسمانی لحاظ سے بھی کمزور ہوں کوئی اچھی سی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ CHILIDONIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اس کے علاوہ ایفروڈائٹ کے لیے 900 روپے اور ہیئر گرو ور کے لیے 700 روپے کل 1600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں دونوں چیزیں آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔

ابو بکر بلال فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے چہرے پر تقریباً چار سال سے دانے نکل رہے ہیں جو سرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور بعد میں جلد پر نشان چھوڑ جاتے ہیں میں نے بہت علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا دوسرا مسئلہ میرے معدے کا ہے خوراک ہضم نہیں ہوتی اور اکثر قبض کی شکایت رہتی ہے اور میرا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں برائے مہربانی میرے تینوں مسئلوں کے لیے اچھی میڈیسن بتادیں۔

محترم آپ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور STAPHISGRIA-200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

سیدہ فروا زیدی حاصل پور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ TELLORIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کان کے ماہر ڈاکٹر کو دکھائیں اور آلہ سماعت کے لیے کسی بڑے میڈیکل اسٹور سے رجوع کریں۔

م ف م پور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال ہے میرا وزن بہت زیادہ ہے اور دوسرا مسئلہ میری امی کا ہے انہیں جوڑوں کا درد ہے کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور والدہ کو CALC CARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں۔

صائمہ عمرین دراہن کلاں سے لکھتی ہیں کہ میرے سارے چہرے پر بال ہیں ناک کے نیچے اور تھوڑی کے نیچے تو بہت زیادہ ہیں اور میرا رنگ سانولا ہے میں اپنا رنگ گورا کرنا چاہتی ہوں میں نے مختلف کریمیں استعمال کیں رنگ گورا کرنے والی رنگ تو گورا ہو گیا مگر چہرے پر بال نکل آئے کریم لگاتے رہو تو رنگ گورا اور اگر چھوڑ دو وہی حال ڈاکٹر صاحب کیا میرے چہرے کے فالتو بال ختم ہوجائیں گے اور رنگ گورا ہوجائے گا۔

محترمہ آپ JODUM-1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر 15 دن بعد ایک بار پیا کریں۔ چھ ماہ کا کورس مکمل کریں اس کے علاوہ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے چہرے کے فالتو بال ختم ہوجائیں گے ان شاءاللہ۔

عمران حیدر گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میں اپنی تفصیل لکھ رہا ہوں میرا خط شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم STAPHISGRIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

بنت آدم رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ

شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔
محترمہ آپ بہن سے علیحدگی اختیار کریں اور کسی دوا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
صبا حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے تیزابیت رہتی ہے کھانا منہ کوآتا ہے چبھن اور شدید گیس، کھانا کھاتے ہی ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے دل پر کھانا پھنس گیا ہے سانس لینے میں مشکل ہوتی ہے دل کے مقام پر ہر وقت درد اور دباؤ بائیں بازو میں بھی درد آجاتا ہے کیا ہومیو پیتھک علاج سے میرا یہ مسئلہ ٹھیک ہوجائے گا۔
محترمہ آپ NATRUM PHOS 6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھایا کریں۔
سنیشے خان نوشہرہ سے لکھتی ہیں کہ میرے دائیں بازو میں درد رہتا ہے گردن سے لے کر انگلیوں تک درد رہتا ہے بہت علاج کرایا مگر افاقہ نہیں ہوا اب آخری امید سمجھ کر آپ کو خط لکھ رہی ہوں برائے مہربانی خاص توجہ فرمائیں۔
محترمہ آپ KALMIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
فیروز الدین چکوال سے لکھتے ہیں کہ میرے دائیں کندھے میں درد رہتا ہے ہاتھ پوری طرح حرکت نہیں کرسکتا شدید تکلیف ہوتی ہے۔
محترم آپ SANGONARIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور ARNICA-200 ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔
شمشاد بیگم خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گر رہے ہیں گنجی ہوتی جارہی ہوں میری ایک دوست نے ہیئر گروور استعمال کرنے کا مشورہ دیا ہے میں اسے استعمال کرنا چاہتی ہوں۔
محترمہ آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ایک ہفتے کے اندر ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا تین چار بوتل کے استعمال سے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔
لبنیٰ ظفر سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں میں بہت پریشان ہوں یہ بال شادی کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔
محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا دو تین بوتل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔
سدرہ قریشی ملتان سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی بہت کمی ہے عمر سترہ سال ہے میرے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔
محترمہ آپ SABALSERULLATA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں۔ بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا دونوں چیزوں کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا۔
ارسلام علی فتح پور لیہ سے لکھتے ہیں کہ میرے پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں میری عمر اٹھارہ سال ہے اور یہ مسئلہ مجھے پچھلے دو سال سے ہے۔
محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
مسز اعجاز محمود راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کو پیٹ کی تکلیف رہتی ہے جس کی عمر گیارہ سال ہے یہ مرض تقریباً پانچ سال سے ہے پیٹ میں ہر وقت درد گیس موشن رہتے ہیں دن میں آٹھ سے دس مرتبہ باتھ روم جاتا ہے کافی علاج کرایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔
محترمہ آپ NUXVOM-30 کے پانچ

قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔

سلطان محمود اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ایک سال سے خارش ہے خارش بہت ہوتی ہے کہ کھجانے کے بعد خون نکلتا ہے بہت میٹھی میٹھی خارش ہوتی ہے مہربانی فرما کر مجھے اس مرض کی دوا بتا دیں میں بہت پریشان ہوں اگر کوئی لگانے کی دوا ہے تو وہ بھی بتا دیں۔

محترم آپ PATROLIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

زرینہ لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے ان لارج منٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے ڈاکٹر آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

سکندر بیگ ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ مہروں میں تکلیف ہے گیپ آ گیا ہے کوئی بھاری کام نہیں کرسکتا بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ THRIDION-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور نرم گدے پر مت سویا کریں فرش یا تخت پر سویا کریں۔

یاسمین انصاری حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے برص کے سفید داغ ہیں علاج بتا دیں۔

محترمہ آپ HYDROCOTYL30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

محمود غزنوی ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے شدید کھانسی کا مرض ہے دن بھر تو نہیں ہوتی لیکن جیسے ہی رات سونے کے لیے لیٹتا ہوں شدید کھانسی شروع ہوجاتی ہے۔ اٹھ کر بیٹھنا پڑتا ہے اس کے لیے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ ARSENIC ALB-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

فیاض حسین خانیوال سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب میں پس آتی ہے بہت سے علاج کرائے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ STIG MATA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

نجمہ سحر مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ RUTA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

عطیہ گجرات سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ غسل کے فوراً بعد سیلان کی شکایت ہوتی ہے اس کا علاج بتا دیں۔

محترمہ آپ EUPION-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

رمضان المبارک اور روزہ کے فضائل، فوائد اور نکات سے متعلق کتب احادیث و تفاسیر میں بے شمار علمی لطاف موجود ہیں۔ قارئین کے لیے چند انمول فوائد و نکات ذکر کیے جاتے ہیں۔

اس ماہ مبارک کے کل چار نام ہیں۔ ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات اور ماہ وسعت رزق۔

روزہ صبر ہے، جس کی جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ اسی مہینے میں رکھا جاتا ہے اس لیے اسے ماہ صبر کہتے ہیں۔

مواسات کے معنی ہیں بھلائی کرنا چونکہ اس مہینہ میں سارے مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے اس لیے اسے ماہ مواسات کہتے ہیں۔

اس ماہ میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھا لیتے ہیں اسی لیے اس کا نام ماہ وسعت رزق بھی ہے۔

رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا ملتا ہے۔

اس مہینے میں شب قدر ہے۔ رمضان میں ابلیس قید کرلیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ جنت آراستہ کی جاتی ہے اس کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے ان دنوں میں نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں کی کمی ہوتی ہے جو لوگ گناہ کرتے بھی ہیں وہ نفس امارہ یا اپنے ساتھی شیطان قرین کے بہکانے سے کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ بھی رمضان میں جہنمیوں کو چھوڑتا ہے لہٰذا چاہیے کہ رمضان میں نیک کام کیے جائیں اور گناہوں سے بچا جائے۔

رمضان المبارک میں افطاری اور سحری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے یعنی افطار کرتے وقت سحری کھا کر۔ یہ رتبہ کسی اور مہینے کو حاصل نہیں۔

رمضان کے روزہ اور دعا کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کے روزے فرضیت اور اس کے فضائل و احکام بیان کرتے ہوئے درمیان میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''اور اے محبوب ﷺ جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں''۔

جو بندے کو آگاہ کررہا ہے ان دنوں اپنے اللہ تعالیٰ سے پہلے سے بھی جی بھر کر مانگا کرو۔

رمضان رمضاء سے بنا ہے اور رمضاء خریف کی اس بارش کو کہتے ہیں جو زمین سے گرد و غبار کو دھو ڈالتی ہے۔ اسی طرح رمضان بھی اس امت کے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور ان کے دلوں کو پاک کردیتا ہے۔

روزہ رکھنے سے کھانے پینے اور شہوانی لذت میں کمی ہوتی ہے اس سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

کھانے پینے اور شہوانی عمل کو ترک کرکے انسان بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیہ سے متصف ہوجاتا ہے اور بہ قدر امکان ملائکہ مقربین کے مشابہ ہوجاتا ہے۔

بھوک اور پیاس پر صبر کرنے سے انسان کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

خود بھوکا پیاسا رہنے سے انسان کو دوسروں کی

بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا ہے اور پھر اس کا دل غرباء کی مدد کی طرف مائل ہوتا ہے۔

بھوک پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔

بھوکا پیاسا رہنے سے انسان کا تکبر ٹوٹتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے کی معمولی مقدار کا کس قدر محتاج ہے۔

بھوکا رہنے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بصیرت کام کرتی ہے۔

روزہ کسی کام کے نہ کرنے کا نام ہے یہ کسی ایسے عمل کا نام نہیں ہے جو دکھائی دے اور اس کا مشاہدہ کیا جائے یہ ایک مخفی عبادت ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام عبادات کسی کام کرنے کا نام ہیں۔ وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور روزہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا۔ باقی تمام عبادات میں ریا ہوسکتا ہے روزہ میں نہیں ہوسکتا یہ اخلاص کے سوا اور کچھ نہیں۔

شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور بھوک پیاس سے شیطان کے راستے تنگ ہوجاتے ہیں اس طرح روزہ سے شیطان پر ضرب پڑتی ہے۔

روزہ امیر و غریب شریف اور خسیس سب پر فرض ہے اس سے اسلام کی مساوات موکد ہوجاتی ہے۔

روزہ ایک وقت پر سحری اور افطار کرنے سے انسان کو نظام الاقات کی پابندی کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

فربی تبخیر اور بسیار خوری جیسے امراض میں روزہ رکھنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

جمعتہ الوداع کی فضیلت اور اہمیت

جب جمعہ کے دن کو عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت اور فضیلت حاصل ہے تو رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو چونکہ جمعتہ الوداع کہا جاتا ہے لہٰذا اس کی فضیلت و منزلت کے کیا کہنے۔

یہ جمعہ بھی ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اس دن اللہ کے حضور خصوصی دعاؤں میں مشغول رہیں، الوداعی جمعہ اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں۔ رمضان المبارک میں ہم سے اگر کوتاہیاں ہوگئی ہیں یا بے احتیاطی کا برتاؤ ہوا ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کیا گیا ہے جو روزروں کی تقدیس و حرمت کے منافی ہے، اس پر خوب توبہ واستغفار کریں۔

زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کی ملکیت میں کسی قسم کا مال شروط کے مطابق بقدر نصاب میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی فرضیت کا حکم نازل کیا ہے۔ ارشاد ہے۔

اے نبی ﷺ ان کے ماوں سے صدقہ وصول کیجئے، اس کے ذریعے ان کو پاک کیجئے اور ان کا تزکیہ کیجیے۔"

نیز ارشاد ہے۔

"اے مومنو! ان پاک چیزوں سے خرچ کرو جو تم نے کمائیں اور جو ہم نے تمہارے لیے زین سے نکالیں۔"

اور فرمایا۔

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

اسلام کو پانچ چیزوں پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزہ رکھنا۔"

عائشہ سلیم......کراچی